بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
هٰذَا كِتٰبُنَا يَنْطِقُ عَلَيْكُمْ بِالْحَقِّ
یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)
اُردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر
مواہب الرحمٰن
بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء
مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ
۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم
هٰذا كتابنا ينطق عليكم بالحق
اردو زبان میں قرآن پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر
مواہب الرحمٰن
بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی
۱۲۷۴ھ ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء
مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

نام کتاب ——— مواہب الرحمٰن

موضوع ——— تفسیر قرآن شریف (اردو)

تالیف ——— علامہ سید امیر علیؒ

ناشر ——— مکتبہ رشیدیہ لیمٹیڈ لاہور

مطبع ——— نعمت علی پرنٹرز لاہور

صفحات ——— ۸۰۸

تعداد ——— ۱۱۰۰

جلد دوم ——— بار اوّل ——— صفر المظفر ۱۳۹۷ھ فروری ۷۷ء

تصحیح کنندگان

مولانا محی الدین سواتی فاضل دیوبند ——— مولانا حافظ شاہ محمد مظاہری

مولانا سعید الرحمٰن علوی فاضل خیر المدارس

ہم نے اس تفسیر کے متن قرآن پاک کو لفظاً لفظاً حرفاً حرفاً بغور پڑھا ہے۔ اس میں کوئی لفظی یا اعرابی غلطی نہیں ہے اور نہ ہی کوئی لفظ چھوٹا ہے

(مولانا حافظ) مشرف علی تھانوی خطیب جامع واپڈا کالونی لاہور

(مولانا حافظ) محمد عثمان صدیقی جامعہ اشرفیہ مسلم ٹاؤن لاہور

جلد دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

هٰذا کتٰبنا ینطق علیکم بالحق

یہ ہمارا دفتر ہے، بولتا ہے تمہارے کام ٹھیک (الجاثیہ)

اردو زبان میں قرآنِ پاک کی ضخیم ترین مستند تفسیر

مواہب الرحمٰن

بحر العلوم علامہ سید امیر علی ملیح آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ

۱۲۷۴ھ / ۱۸۵۸ء — ۱۳۳۷ھ / ۱۹۱۹ء

پارہ ٥

مکتبہ رشیدیہ لمیٹڈ

۳۲-اے شاہ عالم مارکیٹ - لاہور

لَن تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنفِقُوا

ہرگز نہ پہونچو گے نیکی کی حد کو جب تک نہ خرچ کرو کچھ ایک

مِمَّا تُحِبُّونَ ۝ وَمَا تُنفِقُوا مِن شَيْءٍ فَإِنَّ اللَّهَ بِهِ عَلِيمٌ ۝

جس سے محبت کرتے ہو اور جو کچھ چیز خرچ کروگے سو اللہ تعالے اسکا دانا ہے

لن تنالوا البر - ای ثوابہ وھو الجنۃ - تم نیکوکاری کو ہرگز نہ پاؤگے ف یعنی نیکوکاری کا ثواب نہ پاؤگے وہ ثواب جنت ہے
حتی تنفقوا مما تحبون - یہانتک کہ جن چیزون کو تم چاہتے ہو ان مین سے خیرات کرو ف یعنی اللہ تعالی کی محبت غالب
ہو اور نفس جن چیزون کی محبت رکھتا ہے تم ان چیزون سے منقطع ہو جاؤ اور یقین آخرت کے طور پر انکو خیرات کرو تب نیکی پاؤ یعنی جو
ابرار کا مرتبہ ہے وہ تمکو حاصل ہو - واضح ہو کہ یہ کلام از سر نو شروع ہوا اور یہ مومنون کو خطاب ہے اور کافرون کے ذکر کے بعد اہل توحید کی نافع چیز کو
ذکر فرمایا اس سے مناسبت ظاہر ہے اور تنالوا - از نیل ہے بمعنی پالینا جیسے نیل مراد بمعنی حاصل ہونا آور بولتے ہین - انتی منہ معروف مجھے اسکی طرف
سے بھلائی پہونچی اور یہ نول لیا ہوا ہے نہین جسکے معنی تناول کے ہین پھر بر بمعنی کار خیر و عمل صالح ہے اور اسکو پہونچنا یہ کہ اسکے ثواب کو پہونچے
اور مترجم کے نزدیک جو تقدیر کہ ترجمہ سے ظاہر ہے وہ خوب ہے یعنی حد البر حاصل یہ کہ نیکوکاری کی حد کو نہ پہونچوگے مگر اسیطرح کہ محبوب
چیز سے صدقہ کرو - اگرچہ مآل اسکا وہی ثواب جنت ہے اسیواسطے حضرت ابن مسعود وابن عباس وعطاء ومجاہد وسدی سے تفسیر جنت مروی ہے
اور بعض نے کہا کہ بر - ای تقوی اور بعض نے کہا کہ طاعت - اور اصل مین بر کہتے ہین فعل خیر مین توسع کو - اور یہ جب ہوتا ہے کہ آدمی اخلاق شرعی
سے آراستہ ہو علم وحلم وعدل وحیاء وکرم وسخاوشجاعت وغیرہ خوبیون سے مزین ہو اور جہالت وغصہ وبے ایمانی وبے شرمی وبخل و
تنگدلی ونامردی وخدائے تعالی پر بھروسا نہ کرنا اور امر آخرت کا پورا یقین نہونا وغیرہ بدخصلتون سے اللہ تعالی نے اسکو نجات دی ہو جب
ایسا خوش خلق ہوتا ہے تو ہر فعل اسکا نکوئی ہو جاتا ہے اسی سے حدیث نواس بن سمعان مین ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے بر کو دریافت کیا آپ نے
فرمایا کہ حسن الخلق بر ہے فافہم - انفاق سے مراد مطلق خرچ کر ڈالنا نہین ہے بلکہ صدقہ دیکر خرچ کرنا مراد ہے خواہ صدقہ فرض ہو مانند زکوۃ وغیرہ
کے یا نفل ہو اور نفل مین اپنے اہل وعیال پر بھی بطور معروف بدون اسراف کے خرچ کرنا داخل نیکی ہے چنانچہ حدیث سعد رضی اللہ عنہ مین آیا کہ
جو لقمہ تو اپنی جورو کے منھ مین پہونچاوے وہ بھی تیرے واسطے نیکی ہے (الصحیح) پھر یہ صدقہ اس چیز مین سے ہو کہ جسکو تم محبوب رکھتے ہو اپنے
مالون مین سے کوئی مال ہو اور من تبعیضیہ ہے یعنی ان اموال سے بعض صدقہ کرو اسواسطے کہ کل مال خرچ کر دینا اچھا نہین ہے جبکہ فاقہ کشی کی نوبت
آوے اور محبت سے یہان محبت شرعی مراد نہین بلکہ بشری مراد ہے پس اس سے یہ ثابت نہین ہوتا کہ مال کی محبت فی نفسہ روا ہے بلکہ امر خیر کے
واسطے جبکہ حلال ہو اچھا سمجھنا جائز ہے لہذا حرام ومشتبہ کے مال سے صدقہ دیکر ثواب کی نیت رکھنا کفر ہے اور شاید کہ من بیانیہ ہو یعنی
مخصوص وہ اموال جنسے بمقتضائے بشری تم کو محبت ہے انکو صدقہ کرو کیونکہ آدمی ہر چیز کو اپنے مال سے محبوب نہین رکھتا ہے پھر محبوب مال خیرات
کرنے سے دلی یقین ظاہر ہوا کہ اسکو دار آخرت کا یقین ہے اور اللہ تعالے پر بھروسا ہے - بخلاف منافق کے جو خرچ کرنے مین متردد ہوتا ہے - وما
تنفقوا من شیء فان اللہ بہ علیم - اور تم کوئی چیز خرچ کرو اللہ تعالی اسکا علیم ہے ف اگرچہ مال قلیل ہو پھر تمہاری

نیت بھی جانتا ہے فیجازیہ علیہ۔ پس تم کو اسپر ثواب دیگا یعنی صدقہ کرنے پر اللہ تعالی نے اپنا دانا ہونا بیان فرمایا اس سے مراد یہ کہ وہ تم کو تمھارے کار خیر کا ثواب عطا کریگا اور اسمین اشارہ ہے کہ نیت سچی رہے کیونکہ اللہ تعالی دانا ہے اسیواسطے مطلق خرچ کرنے پر یہ نہ فرمایا کہ ان اللہ یجازیکم بجزاء کریم۔ تمکو خدا نیک بدلا دیگا کیونکہ بہتیرے دکھلانے سُنانے کو صدقہ دیتے ہین اس سے حسن کلام معلوم ہوگیا۔ پھر جانو کہ **بیضاوی**ؒ نے مما تحبون مین کہا کہ مال سے یا ایسی چیز سے جو مال وغیرہ کو عام ہے مثلاً مسلمانون کے معاونت مین لینے سے بن پڑتے ہوے بھلائی کرے مثلاً بادشاہ اسکی بات مانتا ہے اس سے بھلائی کرے اور بدن کو اللہ تعالی کی بندگی مین صرف کرے اور دلکو اسکی یاد مین قربان کرے **مترجم** کہتا ہے کہ یہ کلام خوب ہے اور اللہ تعالی کے واسطے تعلیم دینے مین اپنی جان کو وقف کرنا بھی اسمین داخل ہے اور بخاری مسلم وغیرہ نے حضرت انس رضؓ سے روایت کی کہ جب یہ آیت اُتری تو ابو طلحہ انصاریؓ رسول صلعم کے پاس آئے اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ مجھے میرے مالون مین سے بیرحاء بہت پسند ہے اور وہ اللہ تعالی کے واسطے صدقہ ہے مین اللہ تعالی کے پاس اسکا ذخیرہ و ثواب چاہتا ہون پس اللہ تعالی کی توفیق سے آپ جہان چاہین خرچ کرین نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بخ بخ ذلک مال رابح ذلک مال رابح یعنی خوب خوب یہ بڑا فائدہ مند مال ہے یہ بڑا فائدہ مند مال ہے اور جو تونے کہا مین نے سمجھ لیا اور میری رائے ہے کہ مین اسکو تیرے اقربین مین صرف کرون عرض کیا کہ آپ جیسا چاہین کرین پس آپنے ابو طلحہ رضؓ کے اقارب اور چچا کی اولاد مین تقسیم کردیا۔ اور ایسی ہی حضرت عمر رضؓ کا حصۂ خیبر سب سے نفیس مال صدقہ کرنا حدیث صحیح مین اور جلولا یعنی بہت پسند باندی کو اللہ تعالی کے واسطے آزاد کرنا بروایت بزار و عبد بن حمید مذکور ہے اور حضرت عمر رضؓ نے اس باندی سے پھر نکاح بھی نہ کیا اور یہ تقوی ہے کیونکہ صدقہ کا مال پھر خرید کرنا حدیث بخاری مین ممنوع آیا ہے اگرچہ علماء کے نزدیک اسمین فقط کراہت ہے واللہ اعلم۔ اور ان احادیث سے نکلا کہ صدقہ کو اقارب مین تقسیم کرنا اولی ہے اور یہ نکلا کہ آیت کریمہ صدقہ مفروضہ و مستحبہ کو عام ہے یہ اور من تبعیضیہ ہونے کی تقویت نکلتی ہے اور بعض قراءۃ مین بھی۔ بعض ما تحبون آیا ہے **ف** عرائس البیان مین اس آیت کریمہ کے اشارات کو طول کے ساتھ اسطرح بیان فرمایا کہ قولہ تعالی لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون۔ جو لوگ اس صفت کے ہین کہ محبوب چیز کو خرچ کرتے ہین انکے چار طبقہ ہین حسب ذیل

طبقۂ اول اہل معاملات۔ اور اُن کی دس قسمین ہین ایک قسم توبہ کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا تین چیزین ہین ایک ترک دنیا دوم ترک ریاست یعنی لوگون کے سردار بننے کو چھوڑنا اور سوم ترک نفس کہ للہ و فی اللہ ترک کرتے ہین قسم دوم تورع کرنے والے ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک ترک معاصی کہ گناہ کسی قسم کا ہو ترک کرتے ہین دوم سوائے سد رمق کے حلال بھی ترک کرتے ہین سوم شہوات سے یعنی تمام خواہشون سے خواہ کسی قسم کی ہون جو نفس سے متعلق ہین سب سے نفس کو چھوڑاتے ہین قسم سوم زہد کرنیوالے ہین اور ان کا انفاق بھی تین چیزین ہین ایک نفس کا مجاہدہ ہے یعنی نفس کو مجاہدہ مین لاتے ہین اور اسکی ضد سے چھوڑاتے ہین دوم اعمال کو پاک کرتے ہین سوم جوارح و اعضا کو احکام سنت پر جھکائے رکھتے ہین اور خود بینی سے ذلیل کرتے ہین قسم چہارم فقرا ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اول حفظ اوقات یعنی جو دم ہے اسکو نگاہ رکھتے ہین دوم فقر کی نگہداشت کرتے ہین کہ تونگری یا اسکی خواہش پر میل نہ کرے۔ سوم اپنے آپ کو تمام امور مین عفیف رکھتے ہین کہ انکے حال سے سوائے حق عز و جل کے کوئی واقف نہو۔ قسم پنجم اس طبقہ سے اغنیا ہین اور انفاق انکا بھی تین چیزین ہین اول مالون کو خیرات کرنا بدون اسکے کہ جسکو دیا ہے اسپر کچھ منت رکھین یا ایذا دین یعنی قولہ تعالی ثم لا یتبعون ما انفقوا منا ولا اذی کے پابند ہین دوم فقیرون کے نزدیک تواضع و عاجزی سے رہتے ہین سوم ریا کا خطرہ آنے کے وقت اخلاص کی دعا کرنا اور اپنے نفس کی شر سے پناہ مانگنا قسم ششم صبر کرنے والے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین

کرتے ہین دوم بلا نازل ہونے کے وقت دل خوش رکھتے ہین سوم راحت پر محنت وبلا کو اختیار کرتے ہین - اوّل تو فاقہ کے وقت جزع نہین کرتے ہین یعنی محنت وبلا کو بہ نسبت راحت کے پسند کرتے ہین **قال المترجم** وجہ یہ ہی کہ بلا مین ظاہر ایک بلا ہی اور صدہا الطاف خاص پوشیدہ ہوتے ہین پس عام تو اس ایک بلا ظاہر پر صبر نہین کرسکتا اور یہ لوگ اسپر صبر کرکے ان الطاف کو پہونچ چکے تو اب بلا کو راحت پر ترجیح دیتے ہین کیا نہین دیکھتا کہ حفت الجنة بالمکارہ اللہ تعالیٰ نے جنت کو مکارہ سے گھیر دیا ہی جو شخص اس مکروہات کو جھیل گیا وہ جنت کو پسند کریگا اور دوزخ کی شہوات سے بدرجہا افضل جانیگا - لیکن یاد رکھنا چاہیے کہ بلا سے عافیت مانگنا یہ علی العموم عوام کو حکم ہی اسواسطے کہ اگر خدانخواستہ اس بلا پر صبر نہوا تو پھر بربادی زیادہ ہی جیسے عوام کو راہ تجرید وترک نہین سکھلائی جاتی ہی بخوف آنکہ غالبًا وہ اس راہ مین ایمان سے جاتے رہتے ہین اور حق یہ کہ بلاے الٰہی پر صبر کرنا کسی کی مجال نہین ہی کیا نہین دیکھتے کہ حضرت سیدنا یوسف علیہ السلام نے قیدخانہ کو اختیار کیا تھا اور ہوا جو ہوا اور حضرت سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے لوگو جہاد مین کافرون سے بھڑ جانے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت چاہو لیکن جب مقابل ہوجاؤ تو ثابت قدم رہو (الصحیح) اور حدیث مین ہی کہ دنیا وآخرت کے لیے بہتر دعاے عافیت ہی (السنن) الحاصل جب بندہ شکرگزاری کے ساتھ عظمت کبریائی کا اظہار کرتا رہا پھر تقدیر سے اسکو بلا پہونچی تو جسنے بلا دی وہی صبر عطا فرماتا ہی و لاحول ولاقوۃ الا باللہ العزیز الحکیم - یعنی بندہ ہر وقت یہ کلمہ کہے یعنی مجھے کچھ بھی طاقت وقوت نہین سواے اسکے کہ اللہ تعالیٰ عزیز حکیم ہی کے نام پاک کے ساتھ ہی حدیث مین ہی کہ ایک نے دعا کی کہ الٰہی مجھے صبر دے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سنکر فرمایا کہ اے شخص تونے بلا مانگی پس تو عافیت مانگ (السنن) حاصل آنکہ اسنے صبر مانگا جو بلا پر ہوا کرتا ہی واسأل اللہ تعالیٰ العافیة فی الدنیا والآخرة - قسم ہفتم شکر کرنیوالے ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اوّل اپنی زبانون کی ثناے پروردگار سے دیکھکر شرم کرتے ہین کہ ہم بھی تعریف کا دم مارین حالانکہ نعمتون کو خوب پہچانتے ہین دوم انعام کرنے والے پاک بےنیاز کی معرفت حقیقت سے اپنے دلون مین متحیر ہوتے ہین سوم اپنی روحین خیرات کرتے ہین اور کسی عوض کے خواستگار نہین ہین قسم ہشتم متوکل ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز کا ہی اوّل استرسال نفوس اللہ تعالیٰ کے واسطے انکی بلا نازل ہونے کے وقت دوم اپنے جان ودل کو اسکی رضامندی چاہنے مین خیرات کرنا - سوم اللہ تعالیٰ کی قضاء مقدر جاری ہونیکے وقت ہر خطرہ سے اپنی خاطر کو مضبوط رکھتے ہین کہ کوئی بیجا خطرہ نہین آنے دیتے ہین قسم نہم انہین سے راضی لوگ ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیز ہی اوّل آنکہ اللہ عزوجل جو در حقیقت قادر مختار ہی اسکے اختیار مین ہوگئے اور اپنے اختیار کا نام چھوڑدیا دوم جو اسکا ارادہ ہی اسکے مقابلہ مین تخییر کرنا چھوڑا سوم اسمرتبہ سے کمتر والون سے اپنے اسرار کو چھپاتے ہین قسم دہم انہین سے صادقین ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اوّل آنکہ مخلوق کے دیکھنے سے پروردگار عزوجل کی بندگی کو خالص وپاک رکھتے ہین اور نفس کی رعونت سے اپنے سر باطن کو پاک رکھتے ہین - سوم آنکہ توحید کو رسم عادت سے پاک رکھتے ہین **طبقۂ ثانیہ اهل حالات** ان لوگون کی بھی دس قسمین ہین قسم اوّل انہین سے اہل مراقبہ کہلاتے ہین اور خرچ کرنا انکا بھی تین چیزین ہین اوّل دفع خطرات اور دوم مناجات کو خفیہ ادا کرنا - سوم آنکہ خلوتون مین حرمت کی حفاظت کرنا قسم دوم اہل خوف ہین اور انکا خرچ کرنا بھی تین چیزین ہین اوّل کمتر سونا اور دوم کم کھانا اور سوم قلت کلام یعنی کم بات کرنا - اور قسم سوم انہین سے اہل رجوع ہین اور انکا خرچ بھی تین چیزین ہین اوّل آنکہ ہر دو جہان سے طبیعت کو اٹھا لیتے ہین دوم ان دونون منزلون سے اوپر چڑھتے ہین سوم تمام عالم کے ذکر سے اپنے دل کو خالی رکھتے ہین قسم چہارم محبین ہین اور انکا انفاق بھی تین چیزین ہین اوّل آنکہ معرض کرامات سے اتقا کرتے ہین دوم طاعات کی طرف التفات نہین کرتے ہین سوم قلب کو درجات سے صاف کرتے ہین کیونکہ وہ مقام مشاہدات تک پہونچ جاتے ہین قسم پنجم ان مین سے

مشتاق کہلاتے ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں کہ ایک تو ہجر کی آگ سے جلنا دوم بھوک کی آگ سے نفس کا سلگنا سوم خوف وجلال کی آگ سے روح جلنا قسم ششم ان میں سے عاشقین ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں ایک تو ولایت کی خواہش چھوڑتے ہیں دوم حظ محبت چھوڑتے ہیں اور سوم مقام رعایت میں ہمیشہ سر باطنی کو لگائے رکھتے ہیں - اور قسم ہفتم موقنون یعنی یقین رکھنے والے ہیں اور ان کا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو نفس پر شفقت نہیں کرتے ہیں دوم قلب کی ہمیشہ نگہداشت کرتے ہیں سوم ماسوائے حق عزوجل کے سب چیزوں کی یاد سے اپنی ارواح کو پاک رکھتے ہیں - قسم ہشتم انہیں سے مستانسین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں کہ ایک تو مخلوق سے منھ موڑتے ہیں دوم دل کو اسطرف لگاتے ہیں جہاں سے طلوع انوار مشاہدہ ہوگا - سوم اپنی سر باطنی کو دشمن کے معارضہ سے پاک کہتے ہیں **قال المترجم** اس سے ظاہر ہوا کہ بندہ سے کبھی وسوسہ وتکلیف شرعی ساقط نہیں ہوتی ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم اور صحابۂ کرام سے یہ تکلیف کبھی ساقط نہوئی اور اثر صحیح میں ہے کہ صحابۂ رسول صلعم اعمال میں سے کسی عمل کا ترک کرنا کفر نہیں جانتے تھے سوائے نماز کے کما فی المشکوٰۃ وغیرہ ولیکن بجائے اسکے حسنات ابرار کو مقربین کے درجہ میں سیآت شمار کیا گیا ہے اور یہیں سے صحیح ہوا کہ اصحاب بدر کے حق میں آیا کہ اللہ عزوجل نے انکو فرمایا کہ تم جو چاہو کرو میں نے تم کو بخشدیا حالانکہ ان سے بھی اکابر صحابہ وخلفاء راشدین نے اپنے حد شرعی جاری فرمائی ہے اور یہ بسند صحیح روایت ہوا ہے اور خود اللہ عزوجل نے فرمایا کہ ان الحسنات یذہبن السیئات - نیکیاں نابود کردیتی ہیں برائیوں کو اور اس سے زیادہ تحقیق مقام کا انتظار کرنا چاہیے کہ اپنے موقع پر آویگی قسم نہم انہیں سے مطمئن ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو بلا میں تمکن کرنا و قائم رہنا - دوم رنج وتکلیف میں صبر کرنا سوم نعمتوں میں شکر کرنا - اور دسویں قسم ان میں سے محسنین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو بندگی کی صحت اس صفت کے ساتھ کہ مشاہدہ معبود میں حاضر ہوتے ہیں دوم اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنی جان وروح کو قربان کرتے ہیں بدون اسکے کہ ثواب جنت کی رغبت سے ہو سوم کنایہ کے انوار مطالعہ کرتے ہیں **طبقۂ ثالثہ اہل معرفۃ** اور ان کے بھی دس اقسام ہیں قسم اول ذاکرین ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو دفع وسواس دوم قلب سے لوگوں کے بیچ میں ہو کر غفلت کو دور رکھنا سوم رسوم شخصی سے باہر ہو جانا غفلت سے مراد یہاں غین قلب ہے جیسا کہ حدیث مسلم میں انہ لیغان قلبی میرے قلب پر غین آجاتا ہے اور میں اللہ تعالیٰ سے ستر بار استغفار کرتا ہوں (رواہ مسلم) قسم دوم انہیں سے متفکرین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو روح کو بھیجنا تاکہ مشاہدۂ غیوب میں پہنچے اور وہاں ایسے مقام پر ٹھہرے کہ آفتاب جلال قدم کے انوار اسپر پڑیں - دوم عقل کو چھوڑ دینا کہ میدان ملکوت میں جبروت کا مشاہدہ کرے سوم قلب کو بساط قرب سے نزدیک کردینا بغرض خواہش وصال کے مگر اس صفت کے ساتھ کہ وہ حضرت کبریا و عظمت کی ہیبت سے بھرا ہو قسم سوم حکما ہیں یعنی جن کو حکمت ربانی عطا ہوئی ہے اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مریدین یعنی ایسے شخصوں کے واسطے جو درگاہ باریتعالےٰ کی مضبوط خواہش رکھتے ہیں کلام کرنا اور دوم طالبین کے واسطے علم پھیلانا سوم اہل عالم کے لیے راہ صواب دکھلانا قسم چہارم ان میں سے اہل حیا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو سر باطنی سے مقام مکر سے ہتیز کردینا اور دوم مشہد ذکر سے پوشیدہ خواہش کو پاک کردینا - سوم مجاری خطرات سے باریک ریا کو دور کردینا - قسم پنجم انہیں سے اہل تلوین ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ ربوبیت میں عقل سے یعنے عقل کلی سے تفکر کرنا اس نیت سے تاکہ معرفت حاصل ہو اور دوم اسکے قدیم انعام میں قلب سے نظر کرنا تاکہ محبت ربانی حاصل ہو - سوم روح سے سیر کرنا عالم ملکوت میں تاکہ انوار مشاہدہ حاصل ہوں قسم ششم انہیں سے اہل تمکین ہیں اور انفاق انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک نگاہ رکھنا جناح عبودیت کا مقام ربوبیت سے دوم دفع کرنا تہمت بشری کا مصدر کشف مشاہدہ سے سوم راسخ ہونا سر باطنی کا طوالع سلطان

له یعنی مشاہدہ ذات وصفات تجلی الٰہی کی دونوں ۱۲م

ہیبت میں پس اہل تمکین اور اک حقیقت جمال قدم سے پرورش یافتہ اور اتحاد بقا کو اعدام مشاہدہ صرف سلطان وحدانیت سے تمیز کرنے والے ہیں قسم ہفتم انہیں سے اہل حقیقت ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ گنہگاروں کے حق میں دعا کرنا دوم خوشی خاطر سے انکی ایذا کو برداشت کر لینا سوم انکے بدلے سے طمع اٹھا لینا پس یہی لوگ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر رحمت ہیں پس مخلوق تو معارف سے قطع کر دیے جاتے ہیں اور یہ لوگ تمام کشف سے بیشمار فیض پاتے ہیں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو اپنے بندوں اور ملکوں کے باقی رکھنے کے واسطے رکھا ہے تاکہ انکی طرف وہ لوگ التجا لاویں جنکو اپنے احوال میں شک پڑ گیا ہے قسم نہم انہیں سے اہل اسرار ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک اسرار کو چھپانا بخوف غیرت حق کے دوم اپنی مراد سے نکلکر حق عزوجل کی مراد میں جانا اور سوم خلق سے غائب ہو کر اپنے سینوں میں جمال غیب الغیب کی تلاش کرنا۔ قسم دہم انہیں سے عارفین ہیں اور انکا خرچ کرنا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو دنیا کو دنیاداروں کیلئے چھوڑتے ہیں اور دوم آخرت کو مع اسکی لذت کے اوروں کی خواہش میں رکھتے ہیں یعنی اگرچہ آخرت کی نعمت انکو ملیگی لیکن خواہش اسکی نہیں کرتے ہیں سوم یہ کہ اپنے مولیٰ کے دروازے پر بیٹھتے ہیں اسطرح کہ سوائے اسکے حب سے منقطع ہو جاتے ہیں اور اسی کے مشاہدہ کیواسطے صفائے عبودیت میں ساعی رہتے ہیں یہ لوگ تمام مخلوق و موجود سے منقطع ہو کر خالق عزوجل ہی کی طرف ہو رہے ہیں **طبقۂ رابعہ اهل توحید** ہیں اور انکی بھی دس قسمیں ہیں۔ قسم اول انہیں سے اہل القبض ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو مقام حزن میں مراقبہ کرکے اپنے دم گنتے ہیں دوم مقام عشق میں خون بہاتے ہیں سوم مقام شوق میں دل سے آہ آہ کرتے ہیں **قال المترجم** اللہ عزوجل نے حضرت ابراہیم کو فرمایا ہے کہ ان ابراہیم لاواہ حلیم۔ اور اواہ کی تفسیر کی گئی کہ بہت آہ آہ کرنے والا۔ حدیث میں ہے کہ آپ کے سینہ مبارک سے مثل جوش دیگ کے آواز آتی تھی اور قسم دوم انہیں سے برعکس اول کے یعنی اہل البسط ہیں اور انفاق انکا یہ تین چیزیں ہیں ایک تو فرحت بوجہ حبیب دوم نفرت از گفتگوے رقیب سوم تقرب از نوفل بسوے قریب مجیب۔ قسم سوم انہیں سے اہل سکر ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ سماع ذکر از عالم دوم نسیم صبا از غیب سوم خوشبوے قرب بر اقربات۔ قسم چہارم انہیں سے اہل صحو ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں یہ ہیں ایک تو تلخی ہجر میں ساکن رہنا دوم بشوق لقا حضرت گریہ وزاری کرنا اور سوم مخلوق کے احوال پر شفقت کرکے انپر مہربان ہونا اور شیطان کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا۔ قسم پنجم ان میں سے اہل فنا ہیں اور ترک انکا تین چیزیں ہیں ایک یہ کہ سر باطن کو ذکر سے پاک کرنا اور دوم فکر سے احوال کی تربیت کرنا اور سوم مجاہدہ سے شکل ظاہری کو ہلال بنانا۔ قسم ششم انہیں سے اہل بقا ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں کہ مشاہدات کا ذکر کرنا اور کرامات کو پھیلانا اور مکاشفات حاصل کرکے مجاہدات سے خلاصی لے لینا اور قسم ہفتم ان میں سے اہل انبساط ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں ایک یہ کہ شطح کے بعد استغفار کرنا اور سکر کی حالت میں آداب لحاظ رکھنا اور مریدوں کو مقامات کی خبر دیدینا۔ قسم ہشتم انہیں سے اہل حقائق توحید ہیں اور خرچ کرنا انکا تین چیزیں یہ ہیں ایک تو امتحان میں مستقیم رہنا اس طور کہ ایمان کو اخلاص کے ساتھ رکھتے ہیں دوم مقام محبت میں اپنی خواہشیں چھوڑتے ہیں سوم آنکہ رسوم مقامات چھوڑنے سے اسرار کی رعایت رکھتے ہیں۔ قسم نہم انہیں سے اہل ولہ ہیں اور انکا خرچ کرنا تین چیزیں یہ ہیں عبرات و زفرات و بذل مہجت در ادیبات۔ قسم دہم انہیں سے اہل اتحاد ہیں اور انکا انفاق تین چیزیں ہیں اول توحید کے مقام سے خواہش کو بھی کاٹ دیتے ہیں اور تجرید کے ساتھ قدم القدم سے سیر السکر کرتے ہیں اور تفرید کے ساتھ بقاء البقاء میں روح کو پرواز دیتے ہیں۔ اب جاننا چاہیے کہ مردان صادق کا حال اپنے خرچ کرنے میں اسطرح ہے جو بیان ہوا ان لوگوں نے اپنے خرچ پر قدر تفاوت میں بڑی بڑی کرامتیں حاصل کی ہیں پس ہر گروہ کے واسطے انہیں سے ایک بہرہ خاص ہے پس توبہ کرنے والوں کا بہرہ ہے کہ ان کو اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل ہوتی ہے اور یہی اشارہ فرمایا اللہ تعالیٰ نے۔ ان اللہ یحب التوابین۔ اور ورع والوں کا بہرہ ہے کہ تقویٰ کے ساتھ انکی دنیا

مستجاب ہوتی ہے - اور زاہدون کا بر یہ کہ اللہ تعالی کی طرف سے حکمت حاصل ہوتی ہے اور یہی نبی صلعم نے اشارہ فرمایا کہ جسنے چالیس روز دنیا مین زہد کیا تو حکمت کے چشمے اسکے دل سے اسکی زبان پر ظاہر ہونگے اور بر الفقرا یہ ہے کہ اللہ تعالی کی طرف سے انکے قلوب مین سکینت ظاہر ہوتی ہے اور بر الاغنیا یہ ہے کہ انکو درجۂ کرامات ملتا ہے - اور بر الصابرین یہ کہ درجۂ ولایات ملتا ہے اور بر الشاکرین یہ کہ قرب نزدیکی مین زیادتی ہوتی ہے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا - لئن شکرتم لازیدنکم - اگر تم شکر کروگے تو ضرور مین تمکو زیادہ نعمت دونگا - اور بر المتوکلین یہ کہ تمام مرادون مین اللہ تعالی کفایت فرماتا ہے اور محبت الٰہی کے لطائف اپنے قلب مین پاتے ہین - ومن یتوکل علے اللہ فھو حسبہ - اللہ تعالے نے فرمایا جو توکل کرے اللہ تعالے پر اللہ تعالے اسکو کافی ہے اور نیز اللہ تعالی نے فرمایا - ان اللہ یحب المتوکلین - اللہ تعالی محبوب رکھتا ہے متوکلون کو بر الراضین یہ کہ اللہ عز و جل انسے راضی ہوتا ہے اور یہ بڑا درجہ ہے کہ فرمایا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ - اور رضوان اکبر تجلی خاص ہے اور جو شخص مقام رضا مین پہونچا وہ رضوان اکبر کو پہونچ گیا - بر الصادقین یہ کہ دنیا و آخرت مین انکی تعریف و مدح ہوتی ہے اور قیامت کے روز خلائق کے روبرو انکو کرامت حاصل ہوگی چنانچہ اللہ عز و جل نے فرمایا - لیجزی اللہ الصادقین بصدقھم - یعنی قیامت ضرور ہے تاکہ اللہ تعالے صادقین کو انکے صدق کی جزا عطا فرماوے - یہ درجہ اہل معاملات کا ہے کہ جو اللہ تعالے انکو اپنے کرم سے انکے بر کا بدلا عطا فرماویگا بر الراقبین یہ ہے کہ نور فراست و حلاوت ذکر حاصل ہوگی اور بر خائفین یہ کہ ذوق محبت اور معرفت اجلال حق تعالی حاصل ہوگی - اور بر راجین یہ ہے کہ صفاء یقین اور نور بسط و انبساط حاصل ہوگا - بر المحبین یہ ہے کہ مکاشفہ و انوار قربت و مشاہدہ حاصل ہوگا - بر المشتاقین یہ کہ تمام معانی مین انکو انس بحضرت حق عز و جل حاصل ہوتا ہے - بر عاشقین یہ کہ چشم ارواح مین نور جمال سے سرور حاصل ہوتا ہے - اور بر موقنین مشاہدۂ نعمہائے کریمہ و طمانینت در رسم ربوبیہ ہے اور بر المستانسین یہ کہ اپنے قلوب مین حسن قدم پاتے ہین اور شہوات کے گندہ خطرات شیطانی سے پاک ہین - بر المطمئنین یہ کہ طرح طرح کے عجائب آیات اور تقلیب اعیان سے انکو کرامات حاصل ہوتی ہے اور عارف کو حلاوت ذکر حاصل ہوتی ہے اللہ تعالی نے فرمایا - الا بذکر اللہ تطمئن القلوب - بر المحسنین یہ ہے کہ لباس ملکوت مین مشاہدۂ حق حاصل ہوتا ہے - یہ سب بیان ان لوگون کے بر کا تھا جو اہل احوال ہین - اور بر الذاکرین ایمان مین دیدار ہے - بر المتفکرین یہ کہ پردۂ آیات مین تجلی صفات کے آثار دکھلائی دیتے ہین بر الحکما یہ ہے کہ الہام کی صفت پر خصائص خطاب سے مفیض ہوتا ہے - بر اہل الحیا ء دیدار و مشاہدۂ عظمت و کبریا ہے - اور بر اہل تلوین دیدار عین صفات ہے اور بر اہل تمکین یہ کہ دیدار عین جمیع صفات بدون رسم افعال کے ہے - اور بر اہل الحقیقۃ یہ کہ دیدار عین القدم بصفت فنا ہے اور بر اہل السر یہ ہے کہ مدارج معرفت مین روح کی آنکھ سے علم ازلی کا خزانہ دیکھتے ہین - اور بر العارفین یہ کہ تجلی صرف و احدانیت پاتے ہین - یہ سب جو مذکور ہوا یہ عارفون کا بر ہے اور اب رہا بیان توحید تو اہل فیض کا یہ بر ہے کہ دیدار عزت نصیب ہے اور بر اہل البسط یہ کہ نور قربت ظاہر ہوتے بر حلاوت کے ساتھ جلال صفات کو دیکھتے ہین - بر اہل السکر یہ کہ اچانک انکے احوال کے پردہ مین حق کا ظہور اکبر ہوا اور بر اہل صحو یہ ہے کہ دیدار حق بنعت حسن و جمال حاصل ہو اور بر اہل فنا یہ کہ دیدار قیومیت بنعت فردانیت حاصل ہو - اور بر اہل بقا یہ کہ حق عز و جل کے دوام کا دیدار ہوا اور بر اہل انبساط یہ ہے کہ اللہ تعالے سے اپنی مراد پاکر اپنے واسطے حق کی طرف سے بسط کو دیکھین - اور بر اہل حقائق التوحید وہ دیدار انوار ذات و صفات ہے - اور بر اہل ولہ یہ ہے کہ اپنے اندر انبساط حق کو دیکھ کر حیرت مین رہجاوین اسی سے دیوانہ ہوگئے - اور بر اہل اتحاد یہ ہے کہ لباس جمال قدم اپنی ارواح پر دیکھین اور تمام مخلوق اُنکے واسطے مسخر کی گئی باین طور کہ قدرت حق عز و جل سے ظہور صفات ہوتا ہے لیکن اس بندہ متوحد موحد کے واسطے کرامت ہے حضرت استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ لوگون مین بعض ایسے ہین کہ جزا و عوض کے لحاظ سے خرچ کرتے ہین اور بعضے محنت و بلا دور ہونے کی آمید پر خرچ

کرتے ہین - اور بعض نے کہا کہ آیت سے معلوم ہوا کہ تو بر تک نہین پہونچ سکتا بدون اسکے کہ جو تیری محبوب چیز ہی اسکو خیرات کرے تو بھلا تو خالق اکبر
عزوجل تک کہان پہونچے گا جبکہ تیرا حال یہ ہی کہ تو اپنے حظوظ کو اختیار کیے ہوے ہی **قال المترجم** پھر انقطاع کے معنی یہ ہین کہ جس شخص کو
جس چیز سے تعلق پیدا ہوا تو اسکو چھوڑدے لیکن بسا اوقات بعضے لوگون کو یہی بات حاصل کرنے کیواسطے یہ ضرورت ہوئی ہی کہ دنیا کی آبادی سے کیطرف ہو کر
کسی پہاڑ یا جنگل مین تنہا بسر کرین حالانکہ یہ کچھ ہر شخص کیواسطے لازمی نہین ہی اور اسیطرف حدیث صحیح مین اشارہ ہی کہ پہاڑ کے کسی شعبہ مین بکریان لیکر رہے وہان اللہ تعالیٰ
کی عبادت مین عمر صرف کرے اور آبادی دنیا کے لوگونکو اپنے شر سے چھوڑدے اور بعض نے فرمایا کہ بر اول تو ہدایت ہی بعد اسکے مجاہدہ پھر مشاہدہ ہی اور معنی آیہ کے یہ ہین
کہ تم ان خصائل خوب کو نہ پاؤگے مگر اسیطرح کہ جو کچھ تم چاہتے ہو آمین سے خرچ کر ڈالو اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ تم قربت کو نہ پہونچو گے درحالیکہ تم
اپنے نفس کے حظوظ و خواہشون مین لگے لپٹے ہو اور **شیخ ابو عثمان** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ خواص بندون کے مقامات تک نہین پہونچ سکتا
جبتک کہ نفس کے آداب اور اس کی ریاضت مین سے کچھ بھی اسکے ذمہ باقی رہا ہی اور **واسطی** نے کہا کہ بر تک پہونچنا تو بعض محبوب چیزون
کے خرچ ہی کرنے سے ہی مگر بار یعنی خالق بر تک پہونچنا یون ہی ہی کہ ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان مین ہی سب سے مجرد و منفرد ہو جاوے اور **شیخ
نصر آبادی** نے کہا کہ محبوب چیزون کو تجسے دور کرا کے تجھے خاص اپنے ہی واسطے اکیلا کر لیا تاکہ تیری محبت خاص اسکی طرف ہو اور اسکے
سواے کسی کی طرف التفات نہ رہے **قال المترجم** یہ اشارہ صاف ظاہر اور بہت جید اشارہ ہی بلکہ ایسا قوی ہی کہ گویا سیاق کلام اسی کے
واسطے ہی اور تجھے معلوم ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے انکا کل مال خیرات کرنا قبول کیا اور کہا ابوبکرؓ نے کہ مین نے اپنے لوگون کے
واسطے اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کا نام چھوڑا ہی یعنی کچھ نہین چھوڑا - حالانکہ کل صدقہ اورون کے واسطے روا نہین رکھا گیا ہی پس فعل ابوبکرؓ
اقرب باصل مقصود ہی بلکہ وہی اصل مقصود ہی اور یہ خصوصیت بنظر قوت ایمان و صدیقیت ہی بخلاف اور لوگون کے کہ ان مین مزاحم سخت باشت
درجہ بدرجہ ہو جود ہی مثل جزع و فزع وقت شدت کے وغیر ذلک فافہم اور **شیخ نصر آبادی** نے کہا کہ بعضے مفسرین نے فرمایا کہ بر ثواب جنت
ہی اور میرے نزدیک صفت بار ہی پس گویا یون کہا کہ تم لوگ میری قربت نہ پاؤگے الا اسی طور سے کہ تمام علائق کو قطع کردو **قال المترجم** یعنے
دل کو تعلق نہ رہے اور ظاہر مین ہر ایک چیز ہونا منع نہین ہی ولیکن کوئی چیز اس کی محبوب نہو گی اسکے نزدیک لعل کا جانا رہنا اور کنکری کا جانا جب لذات
یکسان ہوگا فافہم اور **جعفر صادق** نے فرمایا کہ تم حق کو نہ پاؤگے جب تک کہ ماسواے حق کے ہر چیز سے جدا نہ ہو جاؤ اور **ابن عطا** نے
فرمایا کہ تم میری معرفت و نزدیکی ہرگز نہ پاؤگے یہانتک کہ اپنے نفس اور قصد سے بالکلیہ خارج ہو جاؤ - اور **شیخ علوی** نے کہا کہ تجھے سب
چیزون سے زیادہ محبوب تیری جان ہی اور **شیخ ابوبکر وراق** نے فرمایا کہ انکو اس آیت سے فتوت کی راہ بتائی اور فرمایا کہ تم ہرگز اس بھلائی کو نہ پہونچو گے
جو میری طرف سے تمہارا ہی الا اسی طور کہ تم اپنے بھائیون پر اپنے مال خرچ کرو اور اعلیٰ یہ کہ راہ الٰہی مین جان دو کیونکہ افضل جہاد یہ کہ خود مع گھوڑا پارہ پارہ
کیا گیا اسکے عوض مین اللہ تعالیٰ تم کو جزاے خیر عطا کرے گا اور جو انفاق اور تیرا تمہارا دکھلانے سنانے کے واسطے ہوگا تو مین شرک سے بری ہون جیسا
کہ اس بارہ مین نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت ہی جسمین ریا کا شرک ہونا ثابت ہی اور **شیخ جنید** نے فرمایا کہ اس آیت مین اشارہ یہ ہی کہ
تم اللہ تعالیٰ کی محبت کو نہین پہونچو گے یہانتک کہ اپنی محبوب جانون کو اللہ تعالیٰ کی راہ مین قربان کرو

كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۚ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ فَمَنِ افْتَرٰى

سب کھانے کی چیزین حلال تھین بنی اسرائیل کو مگر جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے اپنی جان پر پہلے سے کہ نازل ہووے توریت تو کہہ لاؤ توریت اور پڑھو اس کو اگر تم سچے ہو پھر جو کوئی باندھے

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ○ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ فَاتَّبِعُوْا

اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی بے انصاف لوگ ہیں تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے سو تابع ہو جاؤ

مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

دین ابراہیم کے جو ایک طرف تھا اور شرک والا نہ تھا

ونزل لما قال الیہود انک تزعم انک علی ملۃ ابراہیم وکان لا یاکل لحوم الابل والبانہا یعنی شان نزول اس آیۃ کا یہ واقع ہوا کہ یہود نے کہا کہ اے محمد ؐ تم زعم کرتے ہو کہ حضرت ابراہیمؑ کی ملت پر ہو حالانکہ وہ اونٹ کا گوشت اور اسکا دودھ نہیں کھاتے تھے ۔ **مترجم** کہتا ہے کہ یہ سبب نزول آیۃ کریمہ کے سیاق سے خوب مطابق ہے اور **بیضاوی** وغیرہ اہل درایت وروایت نے ذکر کیا کہ ہر گاہ اللہ عز وجل نے فرمایا فبظلم من الذین ہادوا حرمنا علیہم طیبات احلت لہم الآیۃ ۔ اور نیز فرمایا وعلی الذین ہادوا حرمنا کل ذی ظفر ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما ۔ تا قولہ ۔ ذلک جزیناہم ببغیہم الآیۃ حاصل یہ کہ یہ چیزیں یہود پر بسبب ان کے ظلم وبغاوت کے حرام کی گئیں اور اس سے یہود کی بد خصلت و مذمت ثابت ہوتی ہے اور نیز یہ امر بھی ثابت ہوتا ہے کہ نسخ ٹھیک ہے جس سے یہود منکر تھے اور حضرت عیسیٰؑ سے کفر کرتے تھے کہ اس نے حکم توریت کو بدل ڈالا وہ نبی نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے حکم میں نسخ نہیں روا ہے تب یہود نے کہنا شروع کیا کہ یہ باتیں کچھ نہیں ہیں یہ چیزیں تو ہم سے پہلے دیگر انبیاء نوحؑ وابراہیمؑ سے چلی آتی تھیں یہانتک کہ ہم پر بھی یہی شریعت قایم ہوئی پس ہم دین ابراہیمؑ پر ہیں نہ اہل اسلام اور اس سے اپنی برارت نکالتے اور نسخ نہونا ثابت کرتے پس اللہ تعالیٰ نے رد فرمایا ۔ **كُلُّ الطَّعَامِ** ۔ ای مطعوم اور مراد کل مطعوم ہے یعنے ہر مطعوم کا کھانا ۔ **كَانَ حِلًّا** حلالا ۔ حلال تھا ۔ اور حل مصدر ہے جس میں مفرد وجمع یکسان اور مذکر ومونث یکسان ہے اور مراد حلال جیسے حرم بمعنی حرام ہے ۔ الحاصل ہر ایک طعام جو کھایا جاتا ہے وہ حلال تھا ۔ **لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ** ۔ یعقوبؑ واسطے بنی اسرائیل کے مگر وہی جو حرام کر لیا تھا اسرائیل یعنے یعقوبؑ نے ۔ **عَلٰى نَفْسِهٖ** ۔ وہو الابل لما حصل لہ عرق النسا بالفتح والقصر فنذر ان شفی لا یاکلہا فحرم علیہ اپنی ذات پر ف اور وہ اونٹ تھا جبکہ انکو عرق النسا بالفتح اول بدون مد کے بروزن عصا پیدا ہوا پس انہوں نے نذر کی کہ اگر شفا حاصل ہو تو اس کو نہ کھاویگا پس انپر حرام ہو گیا ۔ **مترجم** کہتا ہے یعنی بسبب نذر کے خاص انپر حرام ہوا اور اللہ تعالیٰ نے شرعاً حرام نہیں کیا ۔ اور نسا ایک خاص رگ ہے جو کولے سے ٹخنہ تک ہے اور عرق یعنے رگ ہو پس حاصل یہ کہ رگ نسا کی بیماری ہوئی ۔ پس معنی یہ ہوے کہ کل طعام بنی اسرائیل پر حلال تھے سوائے اونٹ کے جو یعقوبؑ نے اس نذر میں اپنے اوپر حرام کر لیا ۔ اگر کہا جاوے کہ اس سے سوائے اونٹ کے کل طعام کی حلت ثابت ہوتی ہے حالانکہ مردار کبھی حلال نہ تھا تو جواب یہ کہ وہ طعام نہیں اور **مترجم** کہتا ہے کہ یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ جو کھایا جاوے وہ طعام ہے اور بہت لوگ مردار کھاتے ہیں اور اگر شرعی ہونے کی قید لگائی جاوے تو اسی میں گفتگو ہے اور جواب صحیح یہ ہے کہ الف لام عہد کا ہے اور مراد وہ طعام ہیں جنکے حرام ہونیکا یہود دعوی کرتے تھے کہ پہلے سے حضرت ابراہیمؑ وغیرہ پر حرام تھے ۔ اگر کہا جاوے کہ یہ تو خاص نذر حضرت یعقوبؑ کی تھی انپر حرام ہوا پھر بنی اسرائیل یعنی اولاد یعقوبؑ پر کہاں حرام ہوے تو جواب یہ کہ اولاد یعقوبؑ نے اس چیز کو اپنے اوپر بھی اپنے باپ کی سنت کی پیروی سے حرام رکھا تھا لہذا حرمت میں بنی اسرائیلؑ کو شامل کیا یعنی بنی اسرائیلؑ پر کل طعام حلال تھا سوائے اونٹ کے کہ جسکو یعقوب علیہ السلام نے اپنے اوپر حرام کر لیا تھا تو وہ بنی اسرائیلؑ پر بھی حرام ہوا اسکا وقت بیان فرمایا بقولہ تعالیٰ **مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ** ۔ وذلک بعد ابراہیم ولم تکن علی عہدہ حراما کما زعموا ۔ قبل نازل کیے جانے توریت کے ف اور توریت کا نازل کیا جانا ابراہیمؑ کے ہزار برس پیچھے ہوا اور یعقوبؑ

حضرت ابراہیمؑ کے عہد مین حرام نہ تھا جیسا کہ یہود نے زعم کیا۔ اور قبل نزول التوراۃ کے قید فرمائی اس لیے کہ بعد نزول توریت کے اللہ تعالی نے
اور بہت چیزین حرام کر دین۔ پھر اللہ تعالی نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ یہود سے انھین کی کتاب سے حجت دین تا کہ چپ ہون پس فرمایا
قُلْ۔ لہم۔ فَأْتُوا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوهَا۔ لیتبین صدق قولکم۔ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۔ فیہ فبہتوا ولم یاتوا بہا کہدے
ان سے کہ پھر لاؤ توریت کو اور پڑھو اس کو (تا کہ ظاہر ہو تمھارے قول کی سچائی) اگر تم سچے ہو اس دعوے مین ف پس مبہوت ہو گئے
اور توریت کو نہ لائے ائمہ تفسیر نے لکھا ہی کہ اسمین بڑی قوی دلیل موجود ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم رسول برحق تھے اور اس سے خوب ثابت ہوا کہ
شرع مین منسوخ ہونا قدیم سے ہی اور اس سے انکار کرنیوالا بیوقوف نادان یا ہٹ دھرم ہی کیونکہ نسخ کے تو یہ معنی ہین کہ اس سے ظاہر ہو جاتا ہی کہ پہلا حکم
اللہ تعالی نے ۔۔۔ مدت تک کیواسطے مقرر فرمایا تھا اور یہ نہین ہی کہ نعوذ باللہ اس حکم مین تردد تھا کہ اب بدلا گیا فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ
مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ۔ ای ظہور الحجۃ بان التحریم انما کان من جہۃ یعقوب لا علی عہد ابراہیم پھر جس نے اللہ تعالی پر بہتان باندھا بعد اسکے ف
یعنی بعد اس حجت ظاہر ہونے کے کہ حرام کر لینا فقط یعقوب ہی کی طرف سے تھا اور حضرت ابراہیم کے عہد مین نہ تھا۔ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ
المتجاوزون الحق الی الباطل۔ تو یہی ظالم لوگ ہین ف یعنی حق سے باطل کیطرف تجاوز کرنے والے ہین۔ پھر چونکہ انکا افترا جو خود باطل تھا انکی
کتاب سے بھی جسکا اعتقاد رکھتے تھے باطل ظاہر ہو گیا اور کھلی حجت ان پر قائم ہوئی کہ اسکو کسیطرح دفع نہین کر سکتے تھے تو اللہ تعالے نے حضرت
صلعم کو اعلان صدق وحق کا حکم دیدیا کہ۔ قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ۔ فی ہذا وجمیع ما اخبر بہ۔ کہدے کہ اللہ تعالے سچا ہی ف یعنی اس بات
مین اور تمام باتون مین جس سے اپنے بندون کو آگاہی فرمائی ہی اور اسمین یہود پر تعریض ہی کہ تم جھوٹے ہو۔ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ
حَنِيْفًا۔ التی انا علیہا۔ پس ملت ابراہیم حنیف کی اتباع کرو ف یعنی اس ملت ابراہیمی کی جس پر مین قائم ہون حنیف کے معنی جھکنے والا
ہر دین ناحق سے طرف دین اسلام کے یعنی کل طریقون سے منھ موڑ کر دین اسلام کی طرف مائل ہونے والا۔ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ
اور وہ مشرکین مین سے نہ تھا ف اسمین یہود پر تعریض ہی کہ وہ مشرک ہین واضح ہو کہ اس آیت کریمہ سے چند امور ثابت ہوتے ہین نذر کا واجب
ہونا اور انبیاء علیہم السلام کا بھی طریقہ ہونا اور نسخ کا ثبوت اور آنحضرت صلعم کے صدق رسالت کی دلیل اور دین مین دلیل کرنے والے سے
دلیل کرنے کا حسن اسلوب اور حق عز وجل پر افترا کرنے کی برائی اور اسلام کا ملت ابراہیم ہونا معلوم ہوا مگر اسمین چند مقامات عظیم الشان اور
باقی رہے۔ اول آنکہ اس آیہ کریمہ کو ما قبل سے کیا ربط ہی۔ دوم نذر کرنے کی نسبت حدیث مسلم مین مذمت بھی آئی ہی پھر نبی اللہ یعقوبؑ نے نذر
کی اسمین کیا تحقیق ہی۔ سوم توریت مانگی تو معلوم ہوا کہ وہ ٹھیک موجود ہی بدون تحریف کے۔ چہارم طریقہ حجت الزامی اختیار فرمایا۔ پنجم ملت
ابراہیم کی اتباع کا حکم دیا حالانکہ نبوت حضرت محمد صلعم مستقل ہی یہ بات کیونکر ہی۔ پس ان مقامات مین مختصر کلام ضروری ہی اور اس ذیل مین فوائد
بسیار انشاء اللہ تعالی حاصل ہونگے۔ پس مقام اول کا بیان یہ ہی کہ امام احمدؒ نے ابن عباس سے حدیث طویل روایت کی جسمین ایک گروہ علمائے
یہود کا حضرت صلعم سے چند سوال کرنا بایں عہد کہ بعد اطلاع کے متابعت اختیار کرین گے اور ہر جواب کی تصدیق کرنا مذکور ہی اس مین یہ بھی
ہی کہ انکو قسم دلائی کہ تم جانتے ہو کہ اسرائیل یعنی یعقوب کو ایک مرض شدید ہوا اور بیماری نے طول کھینچا انھون اللہ تعالی سے نذر مانی کہ اگر
اس مرض سے شفا ہو تو جو کھانا مجھے بہت محبوب ہی اور جو پینا مجھے بہت مرغوب ہی اپنے اوپر حرام کرونگا اور انکو سب کھانون سے اونٹ کا
گوشت اور سب پینون سے اسکا دودھ بہت مرغوب تھا انھون نے اپنے اوپر حرام کر لیا۔ اور سعید بن جبیر کے طریق سے امام احمد نے
حضرت ابن عباس سے جو روایت کی اسمین عرق النساء کی بیماری کی تصریح ہی وقد رواہ الحاکم والترمذی و النسائی ایضا اور یہی وجہ ابن جریر نے

ضحاک وسدی سے بھی روایت کی اور کہا کہ اسکی تحریم مین اسرائیلؑ کے بیٹون نے بھی اپنے باپ کی سنت پر موافقت کی۔ پھر **ابن کثیرؒ** نے فرمایا کہ یہان سے دو وجہ اس آیت کی اپنے ماقبل سے مناسب ہونے کی ظاہر ہوتی ہین ایک یہ کہ قولہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون مین ترک حب الاشیاء مقصود ہی اور حضرت یعقوب علیہ السلام نے وہی چیز ترک کی جو انکو سب چیزون سے زیادہ محبوب تھی جیسا کہ ہماری شرع مین مشروع ہی قال تعالی واتی المال علی حبہ یعنی اللہ تعالی کے نام پر مال دیا باوجود محبت مال کے۔ اور فرمایا ویطعمون الطعام علی حبہ۔ اور طعام دیتے ہین باوجودیکہ خود طعام کے محتاج ہین ۔ھ۔ بنابر آنکہ ضمیر حبہ بجانب مال وطعام راجع ہی۔ وجہ دوم یہ کہ پہلے نصاری پر رد گزرا اور جو انہون نے مسیح علیہ السلام کے حق مین اعتقاد باطل کر رکھا تھا۔ تو پہلے قول حق درباب عیسیؑ وانکی والدہؑ کے بیان فرما کر ظاہر کر دیا گیا کہ قول نصاری سر سے پیر تک غلط ہی بلکہ حق عزوجل نے اسکو قدرت کاملہ سے پیدا کیا اور یہ اسکی قدرت کے سامنے کچھ بھی نہین پھر اسکو رسول کر کے بنی اسرائیل کیطرف بھیجا جو ایک شرع خاص کے ساتھ توحید پروردگار کیطرف دعوت کرتا تھا مگر یہود نے بعض احکام علی خلاف توریت ہونے کی وجہ سے نہ مانا تب اللہ تعالی نے یہان سے یہود پر رد شروع فرمایا اور ظاہر کر دیا کہ جس نسخ کا انھون نے انکار کیا بنابر اینکہ شرع عیسیؑ سے شرع موسیٰؑ منسوخ نہین ہو سکتی ہی وہ نسخ تو جائز کیا معنی بلکہ واقع ہوا ہی چنانچہ اللہ تعالی نے خود توریت مین صریح ذکر فرمایا ہی کہ جب نوحؑ کشتی سے اترے تب اللہ تعالے نے انکے واسطے زمین کے تمام جانور حلال کر دیے پھر اسکے بعد اسرائیل نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت و دودھ حرام کر لیا اور انکے فرزندون نے اس بارہ مین اسکی پیروی کی پھر توریت مین اسکے سوائے دیگر چیزون کی تحریم وارد ہوئی اور یہ حال معلوم ہی کہ اللہ عزوجل نے آدمؑ کو اجازت دی تھی کہ اپنی لڑکیان و لڑکے ایک دوسرے کے نکاح مین دیدین پھر اسکے بعد ایسا عقد حرام کر دیا اور ابراہیم علیہ السلام کی شرع مین آزادہ منکوحہ پر باندی رکھ لینا حلال تھا چنانچہ خود انھون نے سارہؑ پر ہاجرؑ کو رکھا حالانکہ توریت مین ایسا کرنا حرام کر دیا گیا اور ایسے ہی دو بہنون کو ایک وقت مین نکاح مین جمع کرنا روا تھا۔ چنانچہ یعقوبؑ نے خود ایسا کیا پھر توریت مین یہ حرام کیا گیا اور یہ سب یہود کے پاس توریت مین منصوص ہی اور یہ بعینہ نسخ ہی بس ایسے ہی حضرت عیسیؑ کے واسطے جو شرع مقرر کی اسمین بہت سی وہ چیزین جو یہود پر حرام کر دی تھین بطور نسخ کے حلال کر دین پھر یہود کو کیا ہوا کہ انھون نے عیسیؑ کی پیروی نہ کی بلکہ جھٹلایا اور مخالفت کی اور ایسے ہی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جس صراط مستقیم ملت ابراہیم پر لب لباب شریعت پر بھیجا ہی ان سب کو کیا ہوا کہ اس پر ایمان نہین لاتے ہین پس اسیواسطے فرمایا کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الآیۃ۔ مقام دوم نذر کرنا اس نیت سے کہ وہ تقدیر مین کچھ تغیر کرتی ہی مذموم ہی اور یہ شیوہ عوام وجہال ہی نظر باین معنی حدیث مین منع ہی کیونکہ جاہل سمجھتا ہی کہ مین نے یون نذر کی تو ایسا ہوا کہ گویا تقدیر بدل گئی پس یہ منع ہی اور برخلاف اسکے اس نیت سے کہ جیسے یعقوب علیہ السلام نے اپنے زہد نفس کے واسطے سب سے محبوب چیز کو ترک کیا اور یہ موافق شرع ہی روا ہی بلکہ اولی ہی اور اسمین تحقیق لطیف ہی جو عنقریب انشاء اللہ تعالے آویگی۔ مقام سوم توریت کا قابل اعتماد ہونا اسکے دو معنی ہین ایک یہ کہ توریت وہ کلام الہی جو اللہ تعالے نے موسی علیہ السلام پر نازل کیا تو اسمین شک نہین کہ وہ کتاب اللہ تعالی برحق تھی اور اس سے انکار کرنا کفر ہی اور بحث یہان دوسرے معنی کر کے ہی یعنی یہ توریت جو یہود کے ہاتھ مین موجود تھی آیا بعینہ وہی تھی جو اللہ تعالی نے موسیؑ پر نازل فرمائی کیونکہ بالاتفاق الواح زبرجد کا تو پتہ نہین ہی تو مین کہتا ہون کہ اسمین کچھ اختلاف ہی اور علماء نے اسمین مفرد تصنیفین کین لیکن شاید تحقیق کلام اختصار کے ساتھ وہ ہی جو **حافظ ابن القیم** نے اغاثۃ اللہفان مین فرمایا کہ علماء نے اس امر مین اختلاف کیا کہ جو توریت ان یہود کے ہاتھ مین ہی بھلا اس مین تبدیل لفظی ہوئی یا فقط معنوی تحریف واقع ہوئی یعنی تاویل بیجا کرتے تھے پس اسمین تین قول ہین ایک گروہ نے کہا کہ کل توریت یا اکثر اسکا حصہ تو مبدل ہی حتی کہ بعض نے یہان تک غلو کیا کہ اسکے اوراق ردی سمجھے جاوین اور ایک گروہ ائمہ فقہ وحدیث وکلام نے کہا کہ تبدیل فقط تاویل

مین ہوئی چنانچہ بخاری رح نے اپنی صحیح مین کہا یحرفون یزیلون لیس احد یزیل لفظ کتاب من کتب اللہ ولکنہم یتاولونہ علی غیر تاویلہ۔ یعنی یحرفون بمعنی یزیلون
ہو ولیکن کسی کو یہ قدرت نہین کہ کتابہاے الٰہی مین سے کسی کتاب کے لفظ کا ازالہ کرے ولیکن بات یہی تہی کہ وے اس کو تاویل حق کے سواے دوسری
وجہ پر تاویل کرتے تھے اور اسکو ابن عباسؓ سے روایت کیا گیا اور یہی شیخ رازی رح نے اختیار کیا ہو اور مین نے اپنے شیخ سے سنا کہ فرماتے تھے فضلا مین
جھگڑا پڑا پس اسنے اسی قول کو تو جائز رکھا اور باقی اقوال کو واہی قرار دیا پس لوگون نے اسپر انکار کیا تو اسنے اسکی سند نقلین پیش کین اور منجملہ انکی حجت کے
یہ بات ہو کہ توریت کے نسخے مشرق و مغرب و شمال و جنوب مین جہان بھر مین پھیل گئے کہ اسکے نسخون کی تعداد کو اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہو پس یہ ممتنع ہو کہ
تمام ان نسخون والے تبدیل و تغیر پر متفق ہو جاوین کہ یہ سب نسخے متغیر ہو جاوین اور روے زمین پر ایک نسخہ بھی صحیح سلامت باقی نرہے جو ملے
وہ متغیر ہی ملے اسکو عقل سلیم محال جانتی ہو اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو فرمایا۔ قل فاتوا بالتوراۃ فاتلوہا ان کنتم صادقین مترجم
(یعنی عادت کی راہ سے محال ہو)
کہتا ہو کہ اسکو حکم قرار دیا اور اگر وہ محرف ہوتی تو کیون حکم قرار دی جاتی اور نیز عبد اللہ بن صوریا کے قصہ مین آیۂ رجم کو اسنے چھپا رکھا تھا چنانچہ
فرمایا کہ اور علما نے اتفاق کیا ہو کہ انھون نے فریضۂ رجم کو ترک کر دیا مگر انسے یہ ممکن نہوا کہ توریت مین سے اسکو تغیر دیوین سو اسواسطے جب انھون نے
نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھا تو پڑھنے والے نے آیۃ الرجم پر اپنا ہاتھ رکھ لیا پس عبد اللہ بن سلام نے فرمایا کہ اپنا ہاتھ اُٹھا اُسنے اٹھایا تو
اسکے نیچے سے چمک اُٹھی۔ کہا کہ اور ایک قوم نے بیچ بیچ اختیار کیا ہو اور کہا کہ اسمین کچھ خفیف چیزین ضرور زیادہ ہوئین اور متغیر کی گئین۔ اور
ہمارے شیخ رح نے رسالۃ الجواب الصحیح من بدل دین المسیح مین اسی کو اختیار کیا اور کہا کہ یہ اصلح ہو کہ جو توریت انکے پاس ہو اسمین ہو کہ اللہ تعالیٰ سبحانہ نے
ابراہیم سے فرمایا۔ کہ اذبح ابنک بکرک او وحیدک اسحٰق۔ یعنی ذبح کر تو اپنے بیٹے بکر کو یا وحید کو اور وہ اسحٰق ہو حالانکہ یہ زیادتی دو وجہ سے باطل ہو
اول یہ کہ ابراہیم کا بیٹا بکر و وحید تینون ملتون کے اتفاق سے اسمٰعیل ہین نہ اسحٰقؑ۔ دوم آنکہ اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ کو حکم دیا کہ ہاجرہ اسکے فرزند اسمٰعیل کو سارہ
کے پاس سے ہٹا لیجاوین اور خشک میدان مکہ مین بساوین تاکہ سارہ کو غیرت نہ آوے پس باندی و اسکی اولاد کو سارہ کے سامنے سے دور کرنیکا حکم
دیا پھر اسکے بعد کیونکر یہ حکم ہو گا کہ سارہ کے فرزند کو ذبح کرے اور ہاجرہ کے فرزند کو باقی رکھے اور یہ ایسی بات ہو کہ اسکو حکمت مقتضی نہین ہو۔ سوم
آنکہ ذبح کا قصہ قطعاً مکہ مین واقع ہوا اسیواسطے اللہ تعالیٰ نے ہدی وغیرہ کی قربانی خاص مکہ مین قرار دی تاکہ امت والون کو یاد رہے کہ جو ابراہیم
و اسکے فرزند کیساتھ حکم فرمایا تھا چہارم آنکہ اللہ تعالیٰ نے سارہ کو اسحٰق کی بشارت دی اور بعد اسحٰق کے یعقوب کی بشارت دی اور یہ دونون
بشارتین معاً ایک ہی ساتھ دین یعنی تجسے اسحٰق ہو گا اور تیری زندگی مین اسحٰق سے یعقوب ہو گا۔ پھر کیونکر اسکے بعد ذبح اسحٰق کا حکم ہو گا حالانکہ
مادر و پدر کو اسحٰق کے فرزند کی بشارت دی ہو۔ پنجم آنکہ اللہ عز وجل نے ہر گاہ قصہ ذبح و اسکا اپنی جان اللہ تعالیٰ کیواسطے تسلیم کرنا اور ابراہیم کا اسکے
ذبح پر اقدام کرنا ذکر فرمایا اور قصہ سے فارغ ہونے کے بعد فرمایا وبشرناہ باسحٰق نبیا من الصالحین پس اللہ عز وجل نے ذبیح فرزند کے قصہ کے بعد
اسحٰق کی بشارت کا قصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ ذبیح دیگر ہو اور اسحٰق دیگر ہو چنانچہ پارہ ۲۳ مین مفصل آویگا۔ پس اسمٰعیل کو ذبح سے نجات دی اور شکر یہ اسپر
اور بڑھایا کہ اسحٰق کو دیا۔ ششم آنکہ ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے فرزند کی دعا کی پس اسکی دعا قبول فرما کر بشارت دی پھر جب اسکے ساتھ سعی کو
پہونچا تو اسکے ذبح کا حکم دیا چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا۔ وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین رب ہب لی من الصالحین فبشرناہ بغلام حلیم۔ پس یہ دلیل
ہو کہ یہ فرزند جبہی ملا کہ ابراہیمؑ نے اسکی درخواست کی اور دعا کی اور نص قرآن سے قطعاً معلوم ہوا کہ یہی فرزند جسکی بشارت بعد دعا کے دی گئی
تھی اسیکے ذبح کا حکم ہوا ہو اور وہی اسمٰعیل ہین اور رہے اسحٰق تو انکی بشارت بدون دعا کے بڑھاپے مین دی گئی اور ایسی حالت تھی کہ ایسے سن والے کے
اولاد نہین پیدا ہوا کرتا ہو اور اسحٰق کی بشارت بھی سارہ کو تھی اسیواسطے سارہؓ نے تعجب کیا جیسا کہ حق عز وجل نے فرمایا قالوا اتعجبین من امر اللہ رحمۃ اللہ

لہ حدیث مین ہو کہ افضل ہجرت کرنیوالا وہ ہو جس نے ... اور ... مسلمان ... من ابراہیم ...

وبرکاتہ علیکم اہل البیت انہ حمید مجید۔ اور نیز فرمایا وامرأتہ قائمۃ فضحکت فبشرناہا باسحق ومن وراء اسحق یعقوب۔ وجہ ہفتم یہ ہے کہ ابراہیم کبھی اسحق کو مکہ میں نہیں لاتے اور کبھی انکو انکی ماں سے جدا نہیں کیا اور یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا کہ سارہ کے فرزند کو چھوڑ کر لیجاویں اور انکی سوت کے وہاں لیجا کر ذبح کر دیں اور اسکی سوت کے فرزند کو باقی رکھیں۔ وجہ ہشتم یہ کہ اللہ عزوجل نے جب ابراہیم کو خلیل بنایا اور خلت اس امر کو متضمن ہے کہ اسکا قلب بالکل اپنے پروردگار سے متعلق ہو جسمیں غیر کی کچھ بھی گنجائش نہ ہو پھر جب خلیل نے فرزند کی درخواست کی تو اسمٰعیل عطا ہوا پس اس سے شعبۂ قلب متعلق ہوا پس اس شعبہ سے بھی خالص کرنے کو امتحان کیا اور حکم دیا کہ اس فرزند کو ذبح کرے پس جب وہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوا اور عزم بالجزم کر لیا تو یہ شعبہ خالص ہو گیا اور یہ معلوم ہے کہ ایسا تو اول ہی فرزند میں ہو گا پس جب اول میں یہ بات حاصل ہو گئی اور امتحان پورا ہوا تو خیر میں اسکی حاجت نہوئی کیونکہ آخر فرزند کی محبت اگر مزاحم ہوتی تو اسکے ذبح کا بھی حکم ہوتا لیکن اگر آخر فرزند کے ذبح کا حکم ہوتا تو لازم آتا کہ اول فرزند کے بارہ میں خلت کی مزاحمت ایک مدت تک چھوڑ رکھی تھی حالانکہ یہ خلاف مقتضائے حکمت ہے فافہم۔ وجہ نہم یہ کہ اسمٰعیل تو عنفوان شباب میں ملے اور اسحق آخر عمر بڑھاپے میں دیے گئے تھے اور عادت کے موافق تعلق قلب کا اول سے ہے فلیتامل فیہ۔ وجہ دہم یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا ہے کہ میں دو ذبیح کا فرزند ہوں یعنی عبد اللہ کا جو آپ کے والد تھے اور قصہ انکا سیر میں مروی ہے دوم آپ کے دادا اسمٰعیل کا جیسا کہ قرآن میں قصہ مذکور ہے بالجملہ مقصود یہ ہے کہ یہ لفظ انھوں نے توریت میں بڑھا دیا ہے اور پوشیدہ نہ رہے کہ مجموع ان وجوہ سے ضرور اسقدر ثابت ہوتا ہے کہ اسحق کا لفظ تغیر کر کے زیادہ کیا گیا کیونکہ یہ وجوہ بعض شدید ارکان بعض ہیں ویسا ہی حال انجیل کا ہے چنانچہ **خفاجی** نے تفسیر سورۂ فاتحہ میں کہا کہ انجیل کے بعض الفاظ میں تحریف وتبدیل اور معانی میں فرق کثیر ہے اسکے نسخے بہت مختلف ہیں اور چار نسخے مشہور ہیں انتہی ملخصاً **مترجم** کہتا ہے کہ لا بحر العلوم وغیرہ سے تحقیق میں قصور رہا کہ انھوں نے اسحق کو ذبیح قرار دیا ہے حالانکہ قطع نظر مشہور کے وہ مخالف نصوص قرآن وحدیث ہے پس اسکے مقابلہ میں کسی فرد بشر کا قول قبول نہیں ہو سکتا ہے اگرچہ کیسا ہی کشف کا دعویٰ کرے اسواسطے کہ کشف کی شرط یہ ہے کہ خلاف نصوص و سنت نہووے کما لا یخفیٰ علی المعارف الماہر وقد صرح بہ جمع من الاکابر۔ پھر **مترجم** کہتا ہے کہ میرے نزدیک تحقیق المقام یہ ہے کہ اصل توریت عبرانی میں تحریف نہ تھی مگر توریت سے عربی وغیرہ میں نقل کرتے اور اسکے ابواب وسورتوں کو علیحدہ علیحدہ لکھتے اور اسمیں تحریفات کرتے اور بعضے بیانات کو ٹکڑے کر کے جہاں جہاں مناسب سمجھتے الحاق کرتے تھے چنانچہ قولہ تعالیٰ للذین یکتبون الکتاب بایدیہم ثم یقولون ہذا من عند اللہ الآیۃ میں منصوص ہے اور قولہ تعالیٰ تجعلونہ قراطیس تبدونہا وتخفون کثیرا الآیۃ سے ظاہر ہے کہ قراطیس واجزا میں علیحدہ علیحدہ پارے لکھتے اور بہت کثرت سے چھپا ڈالتے تھے۔ اور مثلاً عیسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارت دی گئی تھی تو اسکی آیات لیکر ٹکڑے ٹکڑے کر کے متعدد انبیائے سابقین کے ساتھ ملاتے چنانچہ قولہ تعالیٰ۔ یحرفون الکلم عن مواضعہ الآیۃ میں منصوص ہے کہ کلمات کو اپنے مواقع سے بدل ڈالتے تھے پس جب نسخہائے توریت جو انھوں نے بہ کثرت شائع کر دیے تو آئندہ اعتبار ساقط ہو گیا کہ اصل توریت کون نسخہ ہے اور انکے تیار کیے ہوئے نسخہ جات کون ہیں اگرچہ زمانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عبد اللہ بن سلام وغیرہ علمائے یہود جو مسلمان ہو گئے تھے وہ اس نسخہ کو پہچانتے تھے جو قدیم سے انکے پاس تھا اگرچہ اسکی بعض عبارات جو قدیم بارے سرزد ہوئی تھی جس سے حضرت عیسیٰ کی بشارت مٹائی تھی اس سے ان کو بھی مجبوری تھی رہا یہ کہ اس زمانہ میں جو ترجمہ توریت وانجیل کے موجود ہیں انکا تو حال ہی نہ پوچھو کہ انمیں کسقدر تغیر وتحریف ہے اور سخت عجیب ہے کہ جتنے مرتبہ جتنے سنون کے مطبوعہ نسخے دیکھو انمیں فقروں وعبارات والفاظ ومعانی واشارات وفنون متعلقہ بمعانی سے بہت بڑا تفاوت موجود ہے جسکا جی چاہے معاینہ کر لے۔ پھر **مترجم** کہتا ہے کہ جب تحقیق یہ ہوا کہ توریت میں فی الجملہ تغیر وتحریف اسوقت موجود تھی تو کیونکر حکم ہوا کہ

۱۲ یعنی آپ کے والد حضرت عبد اللہ اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ۱۲

فاتوا بالتوراة فاتلوها ان کنتم صادقین - اور جواب یہ ہے کہ علم الٰہی حاوی ہے اس مقام خاص مین کوئی تغیر نہ تھا جو انکے الزام کیواسطے بہت
کافی تھا فافہم پھر انکے احبار نے اسکی تفسیر کو اسطرح خلط کیا اور نقل مین ایسی عبارات سے ہکولائے کہ اصل کلام متمیز رہا اور تاویل و معنی خلاف اصل
کے بجائے اصل لکھے اپنے ہاتھ کے لکھے ہوئے مین قائم کیے کہ وہ عوام کے نزدیک اصل مشہور ہو گئے اسواسطے کہ دے لوگ اپنے احبار کی ہر تحلیل و تحریم
مین سراسر تابع تھے اور تنقید روایت و درایت کا انمین بالکل نام ہی نہ تھا واللہ تعالیٰ اعلم - مقام چہارم آنکہ اللہ عزوجل نے جدال و مراء سے
منع فرمایا اور حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث کثیرہ مین اس سے سخت ممانعت ہے اسیواسطے ائمہ تحقیق و اکابر علمائے علم خلاف پر تشنیع کی
اور اس سے منع فرمایا ہے پس نظر بریںکہ ہدایت و ضلالت سب اللہ تعالیٰ کیطرف سے ہے لائق اقتصاد کو پسند فرما کر انکے انکار کے جواب مین اسی قدر
فرمایا کہ تم اگر کلام پاک قرآن مجید کے معتقد نہیں ہو تو توریت اٹھا کر دیکھ لو اس مین لکھا ہے پس اگر معاند نہیں ہو تو تسلیم کرو اور آئندہ کیواسطے عناد ترک
کرو اور اسلام لاؤ - پس ساری بات تو اللہ تعالیٰ کا انقیاد ہے اسیواسطے آنحضرت صلعم کو حکم ہوا کہ ملت ابراہیمؑ کی پیروی کرین چنانچہ فرمایا ثم اوحینا
الیک ان اتبع ملۃ ابراہیم حنیفا - یعنی وہ طریقہ اختیار کرو جو ابراہیم نے اسلام کا اختیار کیا تھا کہ وہ اللہ تعالےٰ کے واسطے ہمہ تن منقاد و مطیع
تھا پس اس شرع کو اللہ عزوجل نے باستقلال حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کمل کر دیا - وذلک فضل اللہ عزوجل جاننا چاہیے کہ
عرق النسا کی بیماری جسکی نذر مین حضرت یعقوب نے اپنے اوپر اونٹ کا گوشت وغیرہ حرام کر لیا تھا اسکا علاج قرطبیؒ نے ثعلبی کی روایت سے
ذکر کیا کہ حضرت انسؓ نے مرفوعاً روایت کی کہ عربی مینڈھا جو نہ بچہ ہو نہ بڈھا ہو اسکی چکتی لیکر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے جاوین اور آگ پر جوش
جاوین اور اس سے جو تیل نکلے وہ لیا جاوے اور اسکی تین قسمین کیجاوین پس جو شخص اس مرض سے بیمار ہو وہ ہر روز نہار منہ اسمین سے تین
وزن پیے - حضرت انسؓ نے فرمایا کہ مین نے سو بیمارون سے زیادہ کو یہ دوا بتلائی سب اللہ تعالےٰ کے حکم سے اچھے ہو گئے ف۲
عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ کل الطعام کان حلا لبنی اسرائیل الا ما حرم اسرائیل علی نفسہ - اسمین اشارہ یہ ہے کہ اس قصہ والون کو
روا ہے کہ کھانے کی چیزون مین سے کوئی چیز ازراہ مجاہدہ چھوڑ دین نہ ازراہ تحریم یعنی یہ اعتقاد نہ کرین کہ یہ واقعی حرام ہے بلکہ خود مجاہدہ کرین کہ
ہم نہ کھاوینگے پھر اللہ تعالیٰ نے انکو اپنے انبیا علیہم السلام کی شان سے آگاہ کیا کہ وہ اسطرح مجاہدات کرتے تھے تاکہ یہ لوگ اسمین انکی پیروی کرین -
اور نیز اسمین یہ اشارہ ہے کہ گوشت چھوڑ دین کیونکہ اسمین بھی ایک عقل کی غبی اور دل کی گندگی ہے کہ وہ مجاہدہ و ریاضت کے حق مین الٹا کام کرتا ہے
ولیکن اسکا ترک کرنا اس راہ سے ہو کہ گوشت کو حرام سمجھے نے **قال المترجم** آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم بکری کی دست کو پسند فرماتے تھے یہ باعتبار
اسکے تھا کہ وہ زود ہضم اور خوشگوار ہوتا ہے اور بوجہ خواہش نفس و مزہ کے نہ تھا کہ یہ وہم آپ کی جناب مین سوائے بیوقوف کے اور کسیکو نہو گا
اور بوجہ پسندیدگی کی جو مین نے بیان کی ہے بعض روایات مین خود مصرح آگئی ہے - پھر جو شخص کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیاوی زندگی
کرنے کو مجموعی ہیأت سے نظر کرتا اور جانتا ہے وہ اسکی شہادت دیگا کہ آپ کو کسی چیز کے ترک کرنے کی کوئی حاجت نہ تھی علاوہ ازین آپ کو
کوئی چیز مضر نہین ہو سکتی تھی جیسا کہ اللہ عزوجل نے آپ کو خصائص سے مخصوص فرمایا تھا اور یہ حال اور لوگون کا نہین ہے پس وہ وہی ہے جسنے
ایسی سنتون کے ادا کرنے مین سوائے اس کے اور طریقہ لیا کہ وہ ایک مرتبہ اسطرح دست کے گوشت کو کھاوے اور نیز جسنے اکابر صوفیہ کی
اس طرح مخالفت کو خلاف سنت اور رہبانیت خیال کیا وہ بھی کج فہم ہے پس امر حق و قول فیصل اس مقام پر یہ ہے کہ گوشت کھانا حلال ہے اور
دائمی ترک بھی خلاف سنت و صریح اثر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے منع ہے لیکن یہ یاد رکھے کہ اللہ عزوجل نے گائے بکری وغیرہ جو جانور جاندار
پیدا فرمائے ہین اور احسان کے طور پر آدمی کو یہ اجازت دی کہ ذبح کرے اور کھاوے تو اس آدمی پر کتنا بڑا احسان کیا اگر اسنے کبھی

ف۲ یعنی آپ کے دادا حضرت عبداللہ و حضرت اسمٰعیل علیہ السلام ۱۲

جاندار کو ذبح کرکے کھایا تو اسکے عظیم شکریہ کو پورا ادا کرے کہ جب تک اس غذا کی تقویت بدن مین ہی بدن کو امور شرعی وعبادت مین صرف
کرے اور یہ امر اگرچہ کل غذاؤن مین ہی لیکن ان جاندار چیزون کے گوشت مین زیادہ ظاہر باہر ہی کیونکہ اناج وغیرہ مین وہ جان نہین سمجھتا ہی
لیکن تقویت گوشت کی غذا مین زائد ہی جیسا کہ طبیبون نے اسکے وجوہ از قسم مشابہت بمغتذی ہونا وغیرہ مفصل بیان کیے ہین پس کثر ایسا ہوتا ہی کہ
اس مواد کو مجاہدہ کے قابو مین لاوے الا وہی شخص جسکو اللہ تعالی نے توفیق دی اور ایسے لوگ قلیل ہین پس کثرت کے اعتبار سے یہی اصوب
ہی کہ گوشت کو ترک کرے کیونکہ غذا سے جو فائدہ تھا کہ مجاہدہ وریاضت مین قوت ہو گوشت مین اسکے برعکس ظاہر ہوا یعنی ہین اسکے جوان
اکابر نے کہا ہی اور نظیر اسکی مثلث عنبی ہی کہ امام ابو یوسفؒ اسکو استعمال کرتے اور خود اسکے ترک کا اشارہ کرتے اور فقہاے متاخرین نے قطعًا اسکے ترک
کی طرف گویا تصریح کردی ہی باوجودیکہ اسکے جواز مین اتفاق ہی فافہم واللہ اعلم - قال الشیخ اور نیز پیغمبر خدا حضرت یعقوب علیہ السلام نے اس طعام
کو ترک فرمایا جو انکو بہت مرغوب تھا پس اللہ تعالی نے جو اسکی خبر دی تو اپنے اہل محبت کو تعلیم دی کہ وہی بھی مرغوب کھانے اور جو کچھ دنیا کی ترو تازہ
لذت کی چیزین انکے خواہش کی مطلوب ہین سب اسکی محبت کے واسطے ترک کرین - اور نیز اسمین اشارہ ہی کہ جو لوگ سالوس ناخوش کے طور پر
جھوٹے دعوے کرتے ہین اور اہل اسلام کو فریب دیتے اور اپنی عاقبت و دنیا خراب کرتے کو اکثر چیزین اپنے اوپر حرام کرتے ہین انکو نہین چاہیے
کہ اللہ تعالی نے جو پاک چیزین حلال کی ہین انکو حرام کرین اور جو خبیث و شرع مین ممنوع چیزین ہین انکو حلال کرین اور ایسے لوگ ہر زمانہ مین
ظاہر ہوے ہین جنکو اباحیہ کہتے ہین اللہ تعالی انکی جڑ بنیاد ناپید کردے **مترجم** کہتا ہی کہ اباحیہ ایک فرقہ ہی گمراہ جو ظاہر مین اسلام کے قائل
ہین اور کہتے ہین کہ اللہ تعالی نے کل چیزین بندون کے واسطے مباح کردی ہین اور جنسے منع کیا ہی وہ اس طور پر ممانعت ہی جیسے طبیب کسی
مریض کو پرہیز بتاتا ہی حالانکہ اسپر کچھ قطعی حرام نہین کرتا ہی اور یہ فرقہ زیادہ تصوف مین دم مارتا ہی اور انکے خبیث اعتقاد و افعال بعض بزرگون نے
مفصل بیان کیے ہین اللہ تعالی مسلمانون کو انکے شر سے بچاوے - قال تعالی قل صدق اللہ فاتبعوا ملة ابراہیم حنیفا - ملت ابراہیم علیہ السلام
شوق و عشق و محبت و خلت و مروت و فتوت و سخاوت و شجاعت و حلم و امانت و دیانت و کرامت ۔ و دو جہان کی بزرگداشت اور بلا مین صبر
کرنا و نعمت مین شکر کرنا اور ماسواے حق عزوجل کو جو چیز ہی سب کو بالکلیہ چھوڑنا - اور درد محبت مین اشک ریزی و آہ و زاری کرنا اور صدق
و اخلاص و توحید و تجرید و تفرید اور سماع کلام حق تعالی اور متصف ہونا بصفات حق باین طور کہ بشری رسوم مین انھین اخلاق پر کاربند ہونا اور انھین
خصلتون سے وہ عارفین کے پیشوا اور عالم کے مقتدا ہوے - یہ دیکھو کہ اللہ عزوجل نے اپنے محبوب خاص کو جو تمام مخلوق اور عالم سے برگزیدہ
ہی یعنے آنحضرت صلعم کو ابراہیم علیہ السلام کی متابعت و موافقت کا تمام احوال مین حکم فرمایا اور جو شخص ملت ابراہیمؑ سے پھرا اگرچہ ذرہ برابر
کیون نہ پھرا ہو وہ تو اسکا نفس ہی اسکا بت ہو جائیگا اللہ عزوجل نے فرمایا ومن یرغب عن ملة ابراہیم الا من سفہ نفسہ (آخر پارہ اول مین گذر چکی ہی) - **مترجم** کہتا ہی کہ یہ خصائل
حضرت ابراہیمؑ کے متفرق مقامات کلام مجید مین مذکور ہین - قولہ تعالی وما کان من المشرکین - حضرت ابراہیم کی توحید کا یہ حال تھا کہ
حق عزوجل کے سواے جبرئیلؑ تک کی طرف التفات ان امور توحیدی مین نہین کرتے تھے چنانچہ جب نمرود نے انکو آگ مین ڈالنا چاہا اور پہاڑ پر
لیجا کر گوپھن مین بٹھایا اور ملائکہ آسمان و زمین و بندگان صالح اس حال کو دیکھکر جو حضرت ابراہیمؑ پر گذر رہا تھا حیران تھے اور تقدیر کا یہ عالم
دیکھ کر چپ تھے تب آخر دعا کرنے لگے پس حضرت عزوجل سے خطاب ہوا کہ جاؤ اور جو کچھ ابراہیم تم سے کہے اسکو پورا کرو پس اول جبرئیلؑ نے
آکر کہا کہ آپ کو کچھ میری مدد کی ضرورت ہو تو فرمائیے کہ مین نمرود و جمعیت اسکا تختہ لوٹ دون فرمایا کہ اے جبرئیل تمھاری طرف تو مجھے کوئی حاجت
نہین میرا پروردگار مجھے خود دیکھتا جانتا ہی جو اسکو منظور ہو وہی میری مراد ہی - اور ابراہیمؑ اپنی دین توحید مین کسی کی مداہنت نہین کرتے

حتی کہ اپنے ماں باپ کی محبت کچھ انکو امر حق سے سست نہیں کرتی تھی بلکہ انسے کہدیا کما قال تعالی انی بری مما تشرکون -اور فرمایا وقال انی ذاہب الی ربی سیہدین -اور حمیت کے ہتھوڑے سے بتون کے سر توڑدیے اور خیال تمثال سے پاک کردی وہ جگہ جو لنظر حق کے واسطے تھی پھر اللہ تعالے نے اسکو مشکور کیا اور فرمایا فجعلہم جذاذا -اور حضرت ابراہیم ؑ نے اللہ تعالے کی محبت مین مالون اور اولادون کو قربان کیا اور اللہ تعالی کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہین کرتے اسی معنے کر اللہ عز وجل نے فرمایا -واتبعوا ملۃ ابراہیم حنیفا -اور نیز حضرت ابراہیم ؑ کے شان سے دور کردیا وہ خطرہ جسکو شک تصور کیا جاوے کیونکہ انھون نے کہا تھا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی -تو وہمی آدمی اس سے وہم کرتا کہ شاید حضرت ابراہیم کو شک کا خطرہ آگیا تھا پس اسکو دفع کردیا اور فرمایا -وما کان من المشرکین -

اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۚ فِیْهِ اٰیٰتٌۢ

تحقیق پہلا گھر   جو ٹھہرا لوگون کے واسطے   یہی ہے جو مکہ مین ہے برکت والا اور ہدایت راہ جہان کے لوگون کو   اسمین نشانیان

بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰهِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ

ظاہر مین   کھڑے ہونے کی جگہ ابراہیم کی   اور جو اس کے اندر آیا   اسکو امن ملا   اور اللہ کا حق ہے لوگون پر حج کرنا   اس گھر کا

مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَیْهِ سَبِیْلًا ؕ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِیٌّ عَنِ الْعٰلَمِیْنَ ۝

جو کوئی پاوے   اس تک   راہ   اور جو کوئی منکر ہوا تو اللہ پروا   نہین رکھتا   جہان کے لوگون کی

ونزل لما قالوا قبلتنا قبل قبلتکم -یعنی یہود نے مسلمانون سے کہا کہ بیت المقدس ہمارا قبلہ ہے اور وہ کعبہ سے افضل اور مقدم ہے اسی کی طرف انبیاء ہجرت کرتے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی اور اللہ تعالی نے ظاہر فرمادیا کہ یہ بات وہ لوگ جہالت سے کہتے ہین -اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ -متعبدا -لِلنَّاسِ -فی الارض -یعنی البتہ پہلا گھر جو وضع کیا گیا ہے جائے عبادت کیا گیا واسطے لوگون کے زمین مین -اور جاننا چاہیئے کہ اول اس فرد کو کہتے ہین جو اپنے سوائے سب سے مقدم ہو -اور یہ معنی اولیت تحقیقی کے ہین -پھر ایسی چیز کو بھی کہتے ہین جو ابتداءً پائی جاوے خواہ اسکے بعد اور شئی ہو یا نہ ہو -پس معنے اول کی راہ سے یہ لفظ مضاف ہوگا -پس سدی نے زعم کیا کہ خانہ کعبہ پہلا گھر مطلقا ہے اور سراج مین لایا کہ وہ پہلا گھر ہے جو پانی پر ظاہر ہوا بروقت پیدائش آسمان و زمین کے اللہ تعالے نے اسکو دو ہزار برس قبل پیدائش زمین کے پیدا کیا اور پانی کی سطح پر وہ سپید جھاگ کے مانند تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی گئی -اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ صحیح وہ ہے جو شعبی نے علی رض سے اس آیت مین روایت کی کہ حضرت علی رض نے کہا کہ بیوت اس سے پہلے تھی ولیکن یہ پہلا وہ گھر ہے جو اللہ تعالی کی عبادت کے واسطے رکھا گیا -رواہ ابن ابی حاتم اور نیز خالد بن عرعرہ کی روایت مین صریح ہے کہ ایک نے حضرت علی رض سے پوچھا کہ وہ اول بیت ہے فرمایا کہ نہین لیکن وہ اول بیت بابرکت ہے اسکو بھی ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور اسکو مفسر نے اختیار کیا کہ متعبد کی قید لگادی پس اولیت اضافی ہوئی واللہ اعلم -لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ -وہ بیت جو بکہ مین ہے -البکۃ بالباء لغۃ فی مکۃ سمیت بذلک لانہا تبک اعناق الجبابرۃ ای تدقہا بناہ الملائکۃ قبل خلق آدم ووضع بعدہ الاقصی وبینہما اربعون سنۃ کما فی حدیث الصحیحین وفی حدیث ان اول ما ظہر علی وجہ الماء عند خلق السموات والارض زبدۃ بیضاء فدحیت الارض من تحتہ -یعنی بکہ بباء موحدہ مکہ کے نامون مین سے ایک نام ہے اسکا نام اسوجہ سے بکہ ہوا کہ وہ ہلاک کرتا ہے سرکشون کی گردنین یعنی انکو توڑدیتا ہے -اسکو ملائکہ نے پیدائش آدم سے پہلے بنایا اور اسکے بعد مسجد اقصی رکھی گئی اور ان دونون کے درمیان چالیس برس کا فرق ہے جیسا کہ صحیحین کی حدیث مین ہے کہ ابوذر رض سے روایت ہے کہ مین نے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلعم کون مسجد اول وضع ہوئی فرمایا کہ مسجد حرام پھر مین نے کہا

کہ پھر کون تو فرمایا کہ مسجد اقصی مین نے کہا کہ دونون مین کتنا فرق ہی فرمایا کہ چالیس برس پھر مین نے کہا کہ پھر کون تو فرمایا کہ پھر جہان تجکو نماز آلے وہین
پڑھ لے کہ سب زمین مسجد ہی رواہ البخاری ومسلم۔ اگر کہا جاوے کہ کعبہ بناء ابراہیمؑ اور مسجد اقصی بناء سلیمانؑ ہی اور ان مین ہزار برس سے زیادہ تفاوت ہی
تو جواب یہ ہی کہ ملائکہ نے دونون کو بنایا تھا پھر انکے بنانے مین اتنا فرق مراد ہی بعد اسکے جیسا ابراہیمؑ نے خانہ کعبہ بنایا اور سلیمانؑ نے بیت المقدس تو انکے بنانے
مین بہت فرق ہی فافہم۔ اور ایک حدیث مین آیا کہ اول جو بر روے آب ظاہر ہوا بوقت پیدائش آسمان و زمین کے ایک زبدۃ بیضا تھا پھر اسکے نیچے زمین بچھائی
گئی اخرجہ الطبرانی والبیہقی فی الشعب و ابن جریر و ابن المنذر اور یہی مستند قول سدی ہی واللہ اعلم۔ پھر کہا کہ بکہ اسم مکہ ہی بتبدیل میم از باء مانند لازم ولازب۔ وجہ
تسمیہ ایک تو مفسر رح نے ذکر کی اور بعض نے کہا کہ بکہ بمیم بسبب بکی آب کے من قولہم بک الفصیل ضرع امہ جبکہ بچہ نے سب دودھ چوس لیا اور بعض نے کہا اسلیے کہ مکہ
الظالم ای اسکو ہلاک کرتا ہی یا گناہون کو ہلاک کرتا ہی اور شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قتادہ سے روایت ہی کہ بکہ بباء موحدہ اسلیے کہ ان اللہ تعالے
بک بہ الناس جمیعا فیصلی النساء امام الرجال ولا یفعل ذلک ببلد غیرہا وکذا روی عن مجاہد وعکرمہ وسعید بن جبیر وعمرو بن شعیب ومقاتل وقیل
لان الناس یتباکون فیہا ای یزدحمون اور ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ مکہ تو فج سے تنعیم تک ہی اور بکہ بالباء بیت العتیق سے بطحا تک ہی اور ابراہیم
نخعیؒ سے ہی کہ بکہ بیت و مسجد ہی اور ایسا ہی زہریؒ نے کہا اور ایک روایت مین عکرمہؒ نے کہا کہ بکہ تو موضع بیت و جو گرد ہی اور اسکے سوا مکہ
ہی اور یہی میمون بن مہران کا قول ہی۔ و ابو مالک و ابو صالح و ابراہیم نخعی و عطیہ و مقاتل نے کہا کہ بکہ موضع بیت ہی اور ماسواے اسکے مکہ ہی
پھر منجملہ اسماء مکہ کے بیت عتیق۔ بیت الحرام۔ بلد امین۔ بلد مامون۔ ام الرحم۔ ام القری۔ عرش۔ قادس وغیرہ مذکور ہین۔ **مُبٰرَكًا**۔ حالیکہ
یہ اول بیت اس شان سے ہی کہ وہ مبارک ہی ف حال من الذی ای ذا برکۃ۔ یعنی اسکو نصب بنا بر تکیہ الذی سے حال واقع ہی اور معنے
اس کے یہ ہین کہ برکت والا ہی۔ ادنی برکت اسکی یہ ہی کہ مسجد حرام مین ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ ہی اور مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مین پچاس
ہزار کا جیسے بیت المقدس مین پچاس ہزار کا ثواب ہی۔ اور یہ صحیحین کے روایات سے ثابت ہی۔ **وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ**۔ لانہ قبلتہم۔ اور
وہ اہل علم کے لیے ہادی ہی ف کیونکہ یہی انکا قبلہ ہی یعنی عالمین کے لیے ہادی ہونا اس وجہ سے کہ انکا قبلہ ہی۔ **فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ**۔ منہا
مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ۔ ای الحجر الذی قام علیہ عند بناء البیت فاثر قدماہ فیہ وبقی الی الآن مع تطاول الزمان وتداول الایدی علیہ و
منہا تضعیف الحسنات فیہ وان الطیر لا یعلوہ۔ اسمین نشانیان کھلی ہوئی ہین (انھین مین سے) مقام ابراہیم ہی ف یعنی وہ پتھر جسپر ابراہیمؑ
کھڑے ہوے وقت بنانے بیت کے پس انکے دونون قدمون نے اسمین اثر کیا اور اسوقت تک باقی رہا باوجودیکہ زمانہ دراز گذرا اور بہتیرے
ہاتھ اسپر پڑے اور از انجملہ یہ کہ اسمین نیکیان دو چند ہوتی ہین اور یہ کہ پرندہ اسپر ہو کر نہین اڑتا ہی اور یہ بدیہی محسوس معجزہ ہی جاننا چاہیے کہ صاحب
کشاف نے یہان یہ اشکال پیش کیا کہ آیات بینات جمع ہی اور مقام ابراہیم مفرد ہی اسکا بیان کیونکر ہو سکتا ہی اور مفسر رح مانند **بیضاوی**
کے خبر محذوف کی ای منہا مقام ابراہیم۔ یعنی منجملہ ان آیات کے مقام ابراہیم ہی اور جو داخل ہو بیخوف ہی پھر خاصکر انھین کے ذکر سے کفار پر حجت
قائم ہی کیونکہ وہ انکو حواس سے ادراک کرتے ہین و مترجم کہتا ہی کہ امن داخلین بحکم شرعی ہی جیسا کہ آتا ہی پس کفار پر اس سے احتجاج مستبعد ہی
بلکہ ارجح وہی ہی کہ منہا خبر محذوف ہی اور **بیضاوی** نے کہا کہ مقام ابراہیم کا سبب یہ تھا کہ ابراہیمؑ اس پتھر پر کھڑے ہوے کہ دیوار بلند کرنے
پر قادر ہون اور اسمعیل علیہ السلام پتھر و گارا ہو پہنچاتے تھے پس انکے دونون پاؤن اسمین دھنس گئے اور ٹخنون تک در آئے ولیکن **مترجم** کہتا ہی
کہ صحیح مشہور یہ ہی کہ پتھر مین انکے متبرک قدمون کا نشان پڑ گیا جو بجنسہ باقی رہا **قال ابن کثیر** وہ دیوار بیت سے ملاصق تھا پھر عمر بن الخطابؓ
نے اسکو اپنی خلافت مین ناحیہ شرقی کی طرف ہٹا دیا تاکہ طواف پورا ہو سکے اور بعد طواف کے نماز ادا کرنے مین نمازیون کو تشویش نہو کیونکہ

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ واتخذوا من مقام ابراہیم مصلی - اور عوفی رح نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ فیہ آیات بینات مقام ابراہیم
ای فمنہن مقام ابراہیم والمشاعر اور مجاہد نے کہا مقام مین ابراہیم کے قدمون کا اثر ایک آیۃ بینہ ہی پھر مقام ابراہیم اکثرون کے قول پر وہی پتھر
ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ کل حرم مقام ابراہیم ہی اور شیخ عمرو الاودی راوی حدیث نے اپنی حدیث مین کہا کہ (الحج من مقام ابراہیم والمشاعر کلہا من ابن ابی حاتم)
کل حج مقام ابراہیم ہی اور یہ روایت اوفق ہی - پھر حق یہ ہی کہ مقام ابراہیم تو یہود و منکرین وغیرہ پر آیت بینہ و حجت ہی کہ وہ بیت المقدس
کو ابراہیم سے اختصاص دینے سو رد کر دیا کہ ابراہیم کو خصوصیت اس خانہ کعبہ سے ہی کہ انکا اثر قدم آیۃ ہی اور اسمین معنوی آیت اہل ایمان کے
واسطے ودلیت فرمائی اور منجملہ عجیب آیات کے یہ ہی کہ پرند اسکے اوپر ہو کر نہین اڑتا ہی ادہر اودہر کترا جاتا ہی حالانکہ کتنے ہزار برس گزرے یہی
حال جاری ہی اور یہ کہ درندے دیگر جانوروں سے خلط ہو کر حرم مین گھسنے ہین اور شکار سے تعرض نہین کرتے مین اور جس بدبخت سرکش نے اسکا
قصد کیا وہ ہلاک ہوا اور یہ کہ بارش جب رکن یمانی کی طرف ہوتی ہی تو عمدہ پیداوار یمن مین ہوتی ہی اور جب ناحیہ شامی کیطرف ہوتی ہی تو شام
مین پیداوار کی کثرت ہوتی ہی اور سب سے بڑھکر یہ کہ اس خانہ کی تعمیر کا حکم فرمانے والا حضرت رب جلیل اور مہندس بندہ خاص جبرئیل اور معمار کریم
بندہ حبیب ابراہیم خلیل ؑ اور مددگار معمار فرزند جمیل اسمٰعیل ؑ ہی اور طواف کرنے والے ذریات انبیائے کرام ہین اور یہ فخر کسی بیت کو نہین ہی -
وَمَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا ط - لا یتعرض لہ بقتل او ظلم او غیر ذلک - اور جو اسمین داخل ہوا مامون ہوا ف اس سے کچھ تعرض نہ کیا جائیگا
نہ قتل کا اور نہ ظلم کا اور نہ کسی دیگر امر کا مفسر رح نے اس مقام پر تفسیر راجح کو اختیار کیا کہ یہ خبر بمعنے امر ہی یعنی جو شخص اس موضع مبارک مین داخل ہوا
وہ شرعاً مامون ہی اس سے بالکل یہ تعرض نہ کیا جائیگا کہ قتل کیا جاوے یا اور کوئی ظلم و ایذا اسکو پہونچائی جاوے اور یہی ایک جماعت کا قول
ہی اور اسی سے امام ابو حنیفہ رح و انکے صاحبین نے کہا کہ جس شخص پر قتل لازم آیا خواہ اسوجہ سے کہ وہ مرتد ہو گیا یا اسنے کسیکو ناحق مارڈالا جس کے
قصاص مین اسکا قتل لازم آیا یا اور کسیوجہ سے پھر اسنے حرم مین جگہ پکڑی تو اس سے تعرض نہ کیا جائیگا ولیکن ایسے حال پر چھوڑا جائیگا کہ مجبور ہو کر
خود نکلے تب وہ گرفتار کیا جائیگا اور یہی مذہب قوی ہی اور حضرت عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ اگر مین اسمین بالفرض اپنے باپ کے قاتل کو پاؤن
تو اسکو ہاتھ بھی نہ لگاؤن یہانتک کہ وہ حرم سے باہر نکلے اور ابن عباس رض سے روایت ہی کہ جسنے بیت اللہ تعالی کی پناہ پکڑی اسکو بیت اللہ پناہ
دیتا ہی ولیکن اس مجرم کو وہان چھونا نہ دیا جائیگا اور نہ کھانا اور نہ پانی دیا جاوے یہانتک کہ نکلے پھر جب باہر نکلے تو اپنے گناہ مین پکڑا جاوے اور یہ
معنے حضرت ابن عباس سے بوجوہ ابن جریر و ابن ابی حاتم وغیرہ نے روایت کیے ہین اور شافعی رحمہ اللہ و دیگر ائمہ کا یہ قول ہی کہ جسنے کوئی جرم کیا اور
حرم مین گھس گیا اسپر وہان حد قائم کیجائیگی - شاید مفسر مجتہد رحمہ اللہ نے اس مسئلہ مین قول ابو حنیفہ رح اختیار کیا ہی کیونکہ اسکی مؤید احادیث صحاح موجود
ہین چنانچہ خطبہ حجۃ الوداع کی حدیث سابق مین لکھی گئی ہی اور وہ حدیث صحیحین کی معروف ہی اور حضرت جابر رض سے مرفوعاً روایت ہی کہ کسی کو حلال
نہین کہ مکہ مین ہتھیار اٹھاوے رواہ مسلم - اور عبداللہ بن عدی رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم فرماتے تھے کہ واللہ ای مکہ تو اللہ تعالے کو
زمین خدا سے بہتر اور زمین خدا سے محبوب تر ہی اور اگر مین تجھ مین سے نکالا جاتا تو نہ نکلتا - رواہ الامام احمد والنسائی و ابن ماجہ والترمذی
وقال حسن صحیح اور مانند اسکے ابن عباس سے روایت کر کے صحیح کہا اور احمد نے ابوہریرہ رض سے مانند اسکے روایت کیا پھر کچھ بعید نہین کہ مامون
ہونا سوائے معنی مذکور کے اور معانے پر بھی ہو چنانچہ یحیی بن جعدہ بن ہبیرہ سے روایت ہی کہ کان آمنا ای دوزخ سے مامون ہوا رواہ ابن
ابی حاتم - اگر کہا جاوے کہ فتح مکہ مین لشکر خالد بن الولید نے مشرکون کو قتل کیا اور حضرت صلعم نے عبداللہ بن خطل کے بارہ مین جو پردہ
کعبہ سے لپٹا کھڑا تھا اوہین قتل کیے جانے کا حکم دیا پس معلوم ہوا کہ مجرم وہان قتل ہو سکتا ہی تو جواب یہ ہی کہ فتح مکہ کے دوسرے روز حضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے جو خطبہ پڑھا اسمین صاف فرمایا کہ جو کوئی اسوجہ سے حرم مین قتال کا جواز نکالے کہ رسول اللہ صلعم نے اسمین قتال کیا تو اس سے
کہدو کہ اللہ عز وجل نے اپنے نبی صلعم کو اجازت دیدی تھی اور تمکو اجازت نہین دی ہی اور مجھے بھی دن کی ایک ساعت کیواسطے اجازت دی
تھی پھر اسکی حرمت نے عود کیا جیسی اگلے روز تھی پس چاہیے کہ جو شخص یہان حاضر ہی وہ غائب کو خبر پہونچا وے رواہ البخاری ومسلم وغیرہما
وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ - وبيدل من الناس - مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ط - طریقا فسرہ صلے اللہ علیہ
وسلم بالزاد والراحلة رواه الحاكم وغيره - اور اللہ تعالی کے واسطے لوگون پر حج کرنا اس بیت کا واجب ہی جو شخص کہ پاوے طرف اس
حج کے سبیل ف معنے سبیل کے طریق یعنے راستہ لیکن آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اس کی تفسیر فرمائی کہ زادراہ وسواری پاوے اسکو
حاکم وغیرہ نے روایت کیا حج بالکسر قراءۃ کوفیہ وبالفتح قراءۃ باقیہ وابو بکر ہی شیخ ابن کثیر وغیرہ نے ذکر کیا کہ للہ کا لام یہی لام ایجاب والزام
کہلاتا ہی امر اسپر علی کے ساتھ جو وجوب کے لیے ہی تاکید فرمائی پس جمہور کے نزدیک حج فرض ہونے کی یہی آیت ہی اور بعض نے کہا بلکہ قولہ واتموا الحج
والعمرۃ للہ سے حج فرض ہوا - بالجملہ واجب بمعنی فرض ہی جیسے حنفیہ کہتے ہین کہ زکوۃ واجب ہی یعنی فرض ہی اور خصوص علماے شافعیہ واجب و فرض مین فرق نہین
کرتے اور شارح منهاج الوصول بیضاوی نے اقرار کیا کہ دونون مین فرق معقول ہی پس فرض وہ ہی جو دلیل قطعی موجب سے جسمین کسی تاویل کو گنجائش
نہین ثابت ہوا اور واجب وہ کہ ہر دلیل ظنی مثبت ایجاب سے ثابت ہو - بہرحال احادیث متعددہ سے ثابت ہوا کہ حج منجملہ ارکان اسلام کے ایک رکن
ہی اور مسلمانون نے باجماع ضروری اسپر اجماع کیا پھر حج تمام عمر مین ایک مرتبہ ایسے شخص پر واجب ہوتا ہی جو مکلف ہو اور اسپر نص موجود اور اجماع
ثابت ہی اور یاد رکھنا چاہیے کہ کوئی مسلمان ہو خواہ فقیر یا تونگر اسپر فرض ہی کہ یہ اعتقاد رکھے کہ حج فرض ہی اور رہا اسکا ادا کرنا تو یہ اسی شخص پر واجب
ہی جسکو استطاعت ہو اور اس تقریر مین اسکا سب بیان ہوگیا ہی پس ابو ہریرہ رض نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے خطبہ پڑھا اور فرمایا کہ اے لوگو تمپر اللہ
تعالی نے حج فرض کیا پس تم حج کرو پھر ایک مرد نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا ہر سال تو آپ خاموش رہے یہانتک کہ اسنے تین بار یہی سوال کیا پس آپ نے فرمایا
کہ اگر مین ہان کہدیتا تو ہر سال واجب ہوجاتا اور تم سے ادا نہو سکتا پھر فرمایا کہ مین نے جس حد پر تمکو چھوڑا تم بھی مجھے چھوڑ دو یعنے سوال مت کرو کیونکہ تم سے
اگلے اسی سے ہلاک ہوے کہ انھون نے کثرت سے اپنے انبیاء سے سوال کیے اور انکے خلاف کیا سو جب مین تم کو کسی امر کا حکم دون تو تم اسکو بجالاؤ جہانتک
تم کو استطاعت ہی اور جب مین تمکو کسی چیز سے منع کرون تو اس سے باز رہو رواہ احمد ومسلم اور ابن عباس کی اس روایت مین پوچھنے والے کا نام
اقرع بن حابس مذکور ہی اور جواب مین تصریح ہی کہ فرمایا حج ایکمرتبہ ہی اور جو زائد ہو وہ نفل وغیرہ ہی رواہ احمد ایضا وابوداؤد والنسائی وابن ماجہ اور یہی حدیث
علی وانس بن مالک وسراقہ بن مالک وغیرہ سے ثابت ہین اور یہی ظاہر آیہ کریمہ ہی پھر سبیل کی تفسیر زاد وراحلہ سے ترمذی ابن ابی حاتم وابن مردویہ حاکم وابن
جریر وعبدالرزاق وغیرہ نے ایک جماعت صحابہ وتابعین سے مرفوعا یعنے کلام حضرت صلعم سے اور موقوفا روایت کیا اور انکی اسانید مین اگرچہ ادنی
کلام ہی ولیکن حدیث حجت ہی اور اسی حدیث کی اتباع پر بھی قول امام ابو حنیفہ وامام شافعی رح کا ہی اور یہی مذہب اکثر اہل علم از صحابہ وتابعین کا ہی جیسا کہ
امام ترمذی نے کہا اور یہی حق ہی اور امام مالک رح نے فرمایا کہ آدمی کو جسوقت اپنی قوت پر بھروسا ہو اور راہ مین کمائی کرنے پر قادر ہو تو اسپر ادا حج واجب
ہی اگرچہ زاد وراحلہ نرکھتا ہو اور یہی بعض تابعین سے مروی ہی پھر لفظ الناس عام ہی خواہ مرد ہون یا عورتین سب پر واجب ہی جبکہ استطاعت ہو
سواے ان لوگون کے جو کسی دلیل سے خاص کیے گئے مانند عورت بے محرم وطفل نابالغ وغلام ومجنون وغیرہ کے جنکا ذکر فقہ مین مفصل ہی پھر ان مخصوص
کیے ہوؤن کے سواے باقی سے من استطاع الیہ سبیلا بدل ہی اور استطاعت کی تفسیر اوپر گذری لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ استطاعت کا انحصار
انھین دونون باتون مین مقصور نہین اور نہ اسپر مقصور ہی چنانچہ یہ امر بالبداہت ظاہر ہی کہ جو شخص اسطرح لنجا ہو کہ نہ پیرون چل سکتا ہی اور نہ

سواری پر چل سکتا ہی وہ اگرچہ زاد و راحلہ پاوے مگر اسپر ادا کرنا فرض نہین کیونکہ اسنے استطاعت نہین پائی پس صحت بدن اسقدر کہ وہ وہان پہونچنے پر قادر ہو منجملہ استطاعت کے ہی اور نیز یہ کہ راستہ امون ہو کہ اسکو اپنی جان یا مال پر خوف نہو اور ایسے ہی عورت کو اسکا کوئی ذی رحم محرم مانند شوہر یا باپ و بھائی وغیرہ کے ساتھ کو ملے ورنہ استطاعت نہوگی اگر تین روز کی راہ مسافت سفر ہی۔ اسواسطے **بیضاوی** وغیرہ نے بعض مقام پر تنبیہ سباب ضروری جو ادائے فعل کے واسطے چاہیے ہین سب موجود ہونا استطاعت قرار دیا ہی لیکن زاد و راحلہ کی تفسیر سے یہ ضرور ثابت ہوا کہ زاد و راحلہ منجملہ استطاعت کے ہی اگر یہ نہو تو استطاعت تام نہین ہی۔ پھر باقی رہا بیان یہ مقام کہ حج کو وجوب بفور ہی یا تراخی یعنی جب واجب ہوا تو اسیوقت اس سال مین ادا کرے یا روا ہی کہ آخر عمر تک دیر کر سکتا ہی اسمین امام ابو یوسف و امام محمد کا خلاف فقہ مین مذکور ہی اور تعجیل کو قوی کہا گیا کیونکہ ابن عباس رضہ نے مرفوعاً روایت کی کہ جلدی کرو حج ادا کرنے مین یعنے حج فریضہ مین کیونکہ تم مین سے کسیکو نہین معلوم کہ اسکو کیا پیش آویگا رواہ احمد۔ اور نیز ابن عباس رضہ نے مرفوعاً روایت کی کہ جو حج کا ارادہ کرے وہ جلدی کرے رواہ احمد و ابو داؤد اور **مترجم** کہتا ہی کہ تامل کے بعد معلوم ہوتا ہی کہ یہ دلیل مفید قول دوم ہی اسواسطے کہ آیت سے جلدی ثابت نہ تھی اسکی تاکید کردی کہ معلوم نہین کیا پیش آوے لہذا جلدی کرنا چاہیے پس ظاہر یہ ہی کہ فرضیت تو تراخی ہی اور جلدی کرنیکا حکم الگ ہی فتامل۔ **وَمَنْ كَفَرَ** باللہ او با فرضہ من الحج۔ **فَإِنَّ اللهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِينَ** ۔ الانس و الجن و الملائکۃ و عن عبادتہم۔ اور جسنے کفر کیا یعنی اللہ تعالی کے ساتھ یا فریضہ حج سے انکار کیا، تو اللہ تعالی بے پروا ہی عالمون سے (یعنی عالم انس و عالم جن و عالم ملائکہ وغیرہ سے اور انکی عبادتون سے) اور **شیخ ابن کثیر** کی تفسیر مین ہی کہ عکرمہ نے کہا کہ جب یہ آیت اتری ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ۔ تو یہود بولے کہ ہم مسلمان ہین پس اللہ عز و جل نے انپر حجت قائم کردی کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے مسلمانون پر حج بیت فرض کیا ہی جو اسکی استطاعت پاوے تو بولے کہ ہمپر یہ فرض نہین کیا گیا اور حج کرنے سے انکار کیا تو اللہ عز و جل نے فرمایا کہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ اور مجاہد سے مانند اسکے مروی ہی اور اسماعیلی نے حضرت عمر رضہ سے روایت کی کہ جسنے حج کی طاقت پائی اور حج نہ کیا تو یکسان ہی اسپر کہ یہودی مرا یا نصرانی اور **ابن کثیر** نے کہا کہ اسکی اسناد صحیح ہی اور سعید بن منصور نے حسن بصری سے روایت کی کہ عمر رضہ نے فرمایا کہ مین نے قصد کیا کہ ان شہرون مین لوگ بھیجون وہ دیکھین کہ ہر وہ شخص جسکے پاس استطاعت ہی اور اسنے حج نہین کیا پس اسپر جزیہ باندھین وہ ہرگز مسلمان نہین وہ ہرگز مسلمان نہین ہین۔ بالجملہ اس آیت مین امر حج کی فضیلت اور اسکے تارک کے حق مین وعید شدید ہی جو نظم کلام سے ظاہر ہی اور یہ تنبیہ کے لئے تو اسکے طول کلام کی ضرورت نہین ہی ف۔ قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالی ان اول بیت وضع للناس۔ جاننا چاہیے کہ عرش تو قبلہ ملائکہ ہی اور کرسی ان لوگون کا قبلہ ہی جو درگاہ عزت مین اپنی خودی سے بے خبر ہین اور بیت المعمور اس گروہ ملائکہ کا قبلہ ہی جنکو سفرۂ کرام کہتے ہین اور کعبہ معظمہ آدمیون کا قبلہ ہی سب عام و خاص کے واسطے بلا تخصیص یہ قبلہ ہی ہر دو گروہ کو وسائط کی طرف حوالہ کردیا اور انکو اپنے مشاہدۂ جمال سے پردہ مین کردیا غیرت کی کہ اسکی طرف کوئی راہ پاوے کیونکہ اپنے بیت مکرمہ کو آدم اور اسکی ذریت سے پہلے وضع فرمایا یہ انکی ابتلا و امتحان کے واسطے تاکہ بیت کو قبلہ کرکے صاحب بیت سے محجوب ہون پھر جس نے اپنی توجہ کی حالت مین جہت کو فقط ایک واسطہ سمجھا اور سر باطنی کو اس سے طرف اللہ تعالے کے متوجہ کیا تو حق عز و جل اسکا قبلہ ہوا پس وہ خود تمام کا قبلہ ہوگا جیسے آدم علیہ السلام ملائکہ کے قبلہ ہوے کیونکہ اللہ عز و جل اور ملائکہ کے درمیان آدم ایک وسیلہ ہوگئے کیونکہ آدم پر اسکے جلال و جمال کا لباس تھا چنانچہ حدیث مین آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ خلق اللہ ادم علی صورتہ **مترجم** کہتا ہی کہ اس حدیث کو مین نے شروع پارۂ الم مین بیان کردیا ہی اور معنی بھی بیان کیے اور اشارہ کیا کہ صوفیہ اسکے معنی بروجہ دیگر لیتے ہین چنانچہ شیخ نے یہان اسکے معنی یہ بیان کیے کہ یعنی اللہ عز و جل نے آدم پر اپنی صفات و مشاہدہ کا حسن ڈال دیا جیسے موسی علیہ السلام کے حق مین کہا کہ **والقیت علیک محبۃ منی**۔ اور محبت جناب باریتعالی کا خاصہ ازلیہ ہی پھر اہل عبودیت مین سے جسنے آدم علیہ السلام سے اعراض کیا اسکی مثال ایسی ہی جیسے ملائکہ کے درمیان سے ابلیس نے اعراض

کیا تھا اسواسطے کہ معرفت کی شرط سے یہ ہی کہ عالم پرستش مین وسائط کو وسیلہ کرے پھر جب وہ مشاہدہ خاص مین پہونچکر مرتبۂ تحقیق کو پہونچ جاوے
تو جس طرف چاہے توجہ کرے ہر طرف وہی ہی چنانچہ فرمایا - **فاینما تولوا فثم وجہ اللہ** - کیونکہ وہ محل عین الجمع مین پہونچا اور اسی سے بعض
عارفون نے کہا کہ مین نے کسی شی کی طرف نظر نہین کی مگر آنکہ اسمین اللہ تعالی کو دیکھا **قال المترجم** یہ مطلب نہین ہی کہ نعوذ باللہ اسمین اللہ
تعالی کا حلول تھا یا اسمین کوئی دخل تھا بلکہ مراد یہ ہی کہ مشاہدہ حضرت باری تعالے وہی اسکا عین ہو گیا حتی کہ وہ خود اپنے آپکو بھی نہین دیکھتا تھا
اور نہ کسی چیز کو دیکھتا تھا مگر چونکہ یہان جمع اضداد برحق ہی اگرچہ ظاہر گفتگو مین یہ تسلیم نہ کیا جاوے لہذا بعد تسلیم کے اسکے علم مین دونون امر موجود
ہوتے ہین فتامل وتفہم - پھر شیخ نے دوسرا اشارہ شروع کیا اور کہا کہ نیز اسمین یہ اشارہ ہی کہ اللہ تعالی نے اپنا بیت رکھا اور اسکو اپنی آیات کبری کا لباس
پہنایا اور وہ نور قدرت ہی تاکہ اپنی طرف بندون کے دل اس بیت کے وسیلہ سے جذب فرماوے اسی جہت سے اس بیت کو اپنی طرف اضافت فرماکر
کہا ہی کہ - طہر بیتی للطائفین - اور نیز اسوجہ سے کہ وہ اللہ تعالی کی آیات خاصہ سے منور ہی - قولہ للذی ببکۃ - اسکا نام بکہ اسوجہ سے ہوا کہ اس
سے عاشقون کی ارواح جاملتی ہین اس شوق مین کہ حبیب کا دیدار نصیب ہوا اور اسوجہ سے کہ اسپر عارف لوگ ازدحام کرتے ہین بانیطور کہ اپنی
جانین اسپر قربان کرتے اور اسطرف دوڑتے ہین **قال المترجم شیخ ابن کثیر** نے اسکی وجہ تسمیہ مین ذکر کیا کہ بعض نے کہا ہی کہ اسکو بکہ کہا گیا اسوجہ سے
کہ الناس یبکون فیہا ای یزدحمون - بعض مشائخ نے کہا کہ کتنا بڑا فرق ہی ان دو شخصون مین ایک نے تو اس بیت سے دل لگایا جو اول اسکے
واسطے موضوع ہوا اور دوسرے نے اس سے دل لگایا جسکا یہ اول بیت وضع کیا ہوا ہی - قولہ مبارکا وہدی للعالمین - یعنی پاک مقدس ان بات
سے کہ شک کرنے والون کا شک یا ریاکارون کی تہمت اس تک پہونچے یا یہ حسن آیات کبری سوائے مخلصون کے غیر کو نظر پڑے اور نیز اس کو
بزرگ کر دیا اس لباس سے جو اسکو انوار قرب وبرکات سے دیا ہی کہ مریدون کے دل اس سے تسکین پاتے ہین اور مشتاقون کی آتش شوق سے
سوختہ فواد کا پنکھا ہو جاتا ہی اور صادقین کی ارواح کے لیے باغ فرح بخش ہی اور عاشقون کے مشام دل کے لیے ریحان معطر ہی اور ہدی یعنے
ہادی ہی بانیطور کہ اہل عالم مین سے مومنون کے اوپر نور قرب کو انکشاف کر دیتا ہی اور نیز مریدون یعنے خالص ارادہ سے طلب کرنے والون
کو آیات کے دیدار تک راہ بتلاتا ہی اور عارفون کو اس پاک ذات تک پہونچاتا ہی جسکے واسطے آیات وہان موجود ہین اور خائفون کو مقامات امن تک
راہ دکھلاتا ہی - اور جو لوگ منقطع ہو گئے ہین انکو شہود انس تک ہدایت فرماتا ہی اور محسنین کو مشاہدۂ رب تبارک وتعالی تک رہنمائی کرتا ہی اور **حسین**
نے فرمایا کہ حق عز وجل نے اپنی تکلیف دو قسم پر دائر فرمائی ہی یعنی بندونکو جو مکلف کیا تو دو قسم کی تکلیفون سے باعتبار معنی کے مکلف کیا ایک تکلیف از وسائط ہی
اور دوم تکلیف بحقائق ہی پس تکلیف بحقائق کے معارف اس سے ظاہر ہوتے اور اسکی طرف عود کرتے ہین اور تکلیف بوسائط کے معارف تو اسکے سوائے غیر سے
ظاہر ہوتے ہین اور اس تک پہونچتے نہین مگر اسوقت کہ جب وہ مکلف انسے ترقی کر جاوے بانیطور کہ انسے اٹھا ہو کر اوپر کو قدم رکھے پس منجملہ تکلیف وسائط کے اظہار
بیت وکعبہ ہی چنانچہ فرمایا ان اول بیت وضع للناس - پس جب تک تو اس سے متصل ہی تب تک منفصل ہوگا پھر جب تو اس سے حقیقۃ منفصل ہوا تو اسکے واضع
سے متصل ہوگا پھر تجکو بیت سے تو ایک رسم کا لگاؤ رہیگا اور حقیقی لگاؤ اسکے واضع سے ہوگا **قال المترجم** خانہ کعبہ کی دو جہت قرار دیگئی ہین ایک
سرسری نظر ظاہری اور دوم نظر باطنی پس اول تو ظاہر ہی اور دوم یہ ہی دو نظرین ایک تعلق اس واسطے سے جو موجب قربت ہی اور دوم واسطہ محض سفیر کے
طور پر ہوا اور حقیقی واسطہ ہو کہ اصل تعلق اس واسطہ کے مالک سے ہو پس مراد ترک واسطے سے یہ نہین ہی کہ اسکو بالکل چھوڑ دے بلکہ یہ مراد ہی
کہ وہ مرتبہ حاصل ہو کہ یہ واسطہ درحقیقت محض واسطہ ہو جاوے مثال اسکی قراءۃ کلام مجید ہی کہ بنظر سرسری تو اسکے نقوش ہین اور تجاوز
انسے تعلق اسکے الفاظ سے ہی اور ربط ماقبل بمابعد و تصحیح نظم وترکیب پھر اصلی مقصود اسکے معنے ہین کہ وہ بعد ایک تحریر وتنقیح کے حاصل

ہونگے اس صورت مین الفاظ و کلام سے تعلق و تنظر رفع ہوجائیگی اور مراد و معانی حاصل ہونگے واللہ اعلم- قولہ تعالیٰ فیہ آیات بینات بیت معظمہ عارفون کا آئینہ ہی اس سے حق عزوجل بواسطہ آیات کے انکے واسطے تجلی فرماتا ہی اور حق عزوجل نے اپنے ظہور کا بھید اسمین پوشیدہ کردیا ہی تاکہ اسپر ہر شخص جو اس قصہ سے اجنبی ہی مطلع ہو اور اس بیت کی شان اور درخت موسیٰؑ کی شان یکسان ہی وہان درخت سے حضرت موسیٰؑ کے واسطے تجلی فرمائی اور یہان بیت سے امت محمد صلعم کے واسطے تجلی فرمائی اور آیات بینات سے اشارہ کے طور پر اپنی ذات پاک کو کہا حالانکہ وہ ذات پاک حلول و نزول اور انتقال سے پاک برتر ہی یعنی فیہ آیات سے یہ وہم ہو کہ جب ذات پاک کی طرف اشارہ ہی تو اس شی مین ہونے سے حلول یا نزول و انتقال لازم آتا ہی کیونکہ یہ سب چیزین مخلوق پر قیاس ہی بلکہ یہ قیاس خود ادنیٰ مخلوق ہی وہ ذات پاک کے ہلر کو نہین پہونچ سکتا ہی ایسے قیاسات کو وہان مجال نہین ہی فافہم- اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات- اس مین آیات ہین ولیکن یہ آیتین ان آنکھون سے جو سر مین ہین ادراک نہین ہوتے ہین بلکہ قلوب کی آنکھون سے نظر آتی ہین **قال المترجم** یعنی جو آیتین ظاہر کی آنکھون سے ادراک ہین یہ ادنیٰ ہین یہ سمجھنا نچاہیئے کہ بس یہی ہین بلکہ وہان جو آیات بزرگ ہین وہ بڑے رتبہ کی ہین فافہم- اور **محمد بن الفضل** نے فرمایا کہ قولہ فیہ آیات بینات- یعنی علامات ظاہرہ ہین جنسے عارفون کو اپنی معروف کی طرف راہ ملتی ہی قولہ تعالےٰ- مقام ابراہیم- یہ مقام خانہ کعبہ مین ظاہر ہی اور باطنی مقام ابراہیم بھی ہی اور وہ چار مقام ہین رضا و تسلیم و انبساط و یقین- پس مقام رضا تو وہ تھا کہ جب آگ مین ڈالے گئے- اور مقام تسلیم وہ تھا جبکہ اپنے بیٹے کو ذبح کرنے لگے- اور مقام انبساط مین کہا کہ رب ارنی کیف تحیی الموتی- اور یقین اس سے ظاہر ہی کہ حق عزوجل نے فرمایا- وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض ولیکون من الموقنین- اور زیادت مین مقام مکاشفہ و مشاہدہ و خلت و فتوت ہی پس جسکا سر باطنی ان مقامات سے موافق پڑے آسنے البتہ مقام ابراہیم کا حق ادا کیا اور نیز خلیلؑ کو مقام معرفت و توحید اور فنا و بقا اور سکر و صحو حاصل تھے پس جسنے سکر کا مزہ چکھا اور صحو مین متمکن ہوا اور اپنی ذاتی اوصاف سے فنا ہوا اور اوصاف حق کے ساتھ تخلق پیدا کرکے اسپر قائم ہوا اور انوار معرفت سے منور ہوا اور لباس توحید سے متلبس ہوا اور اسکی روح نے نور قدم مین پرواز کیا اور اسکا قلب جلال ابدیت مین گھل گیا اور اسکا سر باطنی ملاء اعلیٰ کو پہونچا اور میدان عظمت و کبریا مین اسکی عقل حیران ہوئی اور احکام حق کو بلا جزع و فزع بجا لانے مین اسکا نفس مطمئن ہوا وہ مقام ابراہیم کے دیدار سے مشرف ہوا کیونکہ وہ محل تمکین ہی حضرت استادؒ نے فرمایا کہ مقام ابراہیم ظاہر مین وہ ہی جو انکے قدمون کے نیچے رہا اور اشارہ مین وہ ہی جو انکی ہمتون سے موافق ہوا اور بعض نے کہا کہ شرف دیا مقام ابراہیم کو اسلیے کہ وہ اثر خلیل ہی اور خلیل کے نزدیک خلیل کے آثار کو حظ عظیم ہوتا ہی اور **شیخ شبلیؒ** نے فرمایا کہ مقام ابراہیم خلت ہی پس جسنے اسمین مقام ابراہیم خلیل کو مشاہدہ کیا وہ شریف ہی اور جسنے اسمین مقام حق کو مشاہدہ کیا وہ اشرف ہی- اور **محمد بن علی الترمذیؒ** نے فرمایا کہ مقام ابراہیمؑ یہ ہی کہ خلیل کی راہ مین اپنا جان و مال و اولاد قربان کرنا پس جسنے اس مقام کو دیکھا اور اس سے اسکو نفس و مال و اولاد کے حق مین وہ تجلی ہوئی جو ابراہیمؑ کو ہوئی تھی اور مسلم ہوا تو اسکا سفر برباد ہوا اور مشقت بیکار گئی- قولہ تعالےٰ ومن دخلہ کان آمنا- جو شخص کہ مقام انابت مین داخل ہوا اسنے نور کفایت کا رجوع الی اللہ دامن پکڑا کہ متواتر معصیت سے بچے رہا- اور جو شخص مقام زہد مین داخل ہوا وہ وسوسہ کے ہیجان طوفان سے راحت مین ہوگیا اور جو مقام توکل مین آیا تو کمائیون کی تنگ و تاریک ہوس سے اسکو وسعت حاصل ہوئی اور جو مقام رضا مین گھسا اسنے فنا سے نجات پائی- اور جسنے صفا کا مزہ چکھا ہی وہی ہی جو مقام وفا مین پہونچا- اور جو شخص مقام استقامت مین آیا تو رنگ برنگ کے خطرات سے چھوٹا- اور جو مقام خلاص مین داخل ہوا وہ ریا و سمعت کی آفتون سے امن مین ہوا- اور جو مقام صدق مین آگیا وہ نفس کی رعونت سے بچا اور جو شخص مانند خلیلؑ کے مقام تسلیم مین پہونچا

وہ نفس کے جھگڑے و تدبیر و ارادے سے نکلا اور اسکو خود کچھ اختیار نرہا بلکہ حق عز و جل کے اختیار و اسکی مراد مین خاطر جمع ہوا اور مراد جاتے رہنے
کے خوف سے نکل گیا اسواسطے کہ جتنے خوف ہین سب اسی جہت سے ہوتے ہین کہ مراد جاتی رہے پس جب اسکی خود کوئی مراد نہین ہے تو اس سے بالکل
خوف زائل ہوگیا اور اسکے حال مین خوف کو کہین گنجائش ہی نرہی اور لامحالہ یہ بات ہے کہ بیت مین داخل ہونا جبھی مستحسن ہوگا کہ جتنے امور مین سب
مالک بیت کے سپرد کرے کیونکہ جو شخص اپنی مراد کو چھوڑکر تمام امور کو سپرد کرنے والا نہو وہ اپنے تمام امور مین تقدیر سے معارضہ کرنیوالا ہوگا حالانکہ
بیت مین داخل ہونے کا حسن ادب یہ تھا کہ رضامندی سے تسلیم اختیار کرے نہ آنکہ معارضہ و نزاع بشریت پر اڑے۔ اور جو شخص مقام مراقبہ مین
داخل ہوا وہ بعد استقامت کے روی خطرات سے بیخوف ہوا اور جو مقام اُنس مین گھسا اس سے وحشت دور ہوئی اور فتور پیدا کرنے والی
حرص اسکے پاس سے بھاگ گئی۔ اور جو شخص مقام خوف مین آیا اللہ تعالیٰ اس سے خوف زوال کو مٹا دیتا ہے اور تمام مخلوق کے نزدیک اسکو دبدبہ و ہیبت سے
توقیر دیتا ہے۔ اور جو شخص مقام امید مین آیا تو امتحان کے بگولے اسکے گرد سے پارہ پارہ ہوجاتے ہین اور وہ دنیا کی حلاوت و ماندگی کے فتنہ سے
پاک نکل جاتا ہے اسواسطے کہ جسکے دل مین حقیقی امید کا بادشاہ تخت نشین ہوا وہان بشریت کے جھگڑے اور ہوس طبیعت اور نفسانی کشمکش سے
امن ہوجاتا ہے اسواسطے کہ رجا کا نور تو دریاے اُنس سے ہے اور اُنس کا وجود دریاے قدس سے ہے اور قدس اسکی صفات کریمہ مین سے ہے جل
و علا شانہ۔ اور جسنے سلطان وحدانیت کے سایہ مین پناہ لی وہ شیطان کی لوٹ مار سے بیخوف ہوا کیونکہ وہ سلطان قدیر کی پناہ مین پہونچ گیا ہے
اور ظاہر ہے کہ جو سلطان جبروت کی پناہ مین ہوا اسکو شیطان کا دست غارت کہان پہونچ سکتا ہے چنانچہ فرمایا۔ ان عبادی لیس لک علیہم سلطان
یعنے شیطان کو کہا کہ میرے جو خاص بندے ہین انپر تجھکو کوئی دسترس نہین ہے اور نیز شیطان کا حال خود نقل فرمایا کہ اسنے کہا لاغوینہم اجمعین
الا عبادک منہم المخلصین۔ یعنی شیطان نے عزت حضرت عز و جل کی قسم کھائی کہ مین ضرور ان سب کو غوا کرونگا سوا تیرے ان بندون
کے جو ان مین سے مخلص و سچے ہین۔ اور جو شخص کہ مقام محبت مین آیا وہ دورا اور مطرود کیے جانے اور غضب مین گرفتار ہونے سے مامون ہوا۔
اور جو مقام شوق مین داخل ہوا وہ اس بات سے بیخوف ہوگیا کہ اسکی روح کو عالم حادث سے کوئی ارتباط رہے۔ اور جو شخص مقام عشق مین پہونچا وہ
اوصاف نفس سے نکلکر صفات حق سبحانہ سے متصف ہوگیا۔ اور جو شخص کہ مقام معرفت مین آیا وہ چشم انکار کے زخم سے بچگیا اور جو شخص کہ مقام
یقین مین آیا وہ شک و شبہت کے غبار سے بچا اور جو شخص کہ پردۂ توحید مین داخل ہوا اس سے شرک کے خطرے دور بھاگ گئے اسواسطے کہ حقیقت
توحید کی یہ ہے کہ نفس کے معارضہ سے اور وسواس کی قید سے اور بشریت کے علائق سے اور انسانیت کی روک ٹوک سے نکلکر سکون کیساتھ
ہردم اسکی یاد مین ہو۔ اور جو شخص مقام ذکر مین آیا وہ مذکور یعنی جسکو یاد کرتا ہے اسکے دیدار سے مطمئن ہوا اور ماسوائے حق کے اسکی یاد سے چھوٹا
اور جب بندہ اپنے نفس اور اسکی خواہشون سے چھوٹا تو صفاے عبودیت کے مقام کو پہونچتا ہے اور جب صفاے عبودیت کو پہونچا تو
صفاے حریت کا مقام ملتا ہے اور جو صفاے حریت کو پہونچا وہ صفاے ذکر کو پہونچا اور جو صفاے ذکر کو پہونچا اسنے جسکو ذکر کیا اس پاک مذکور کو
مشاہدہ کیا اور عذاب قبر سے چھوٹا اور جو شخص مقام تفکر مین آیا اسکی روح انوار ملکوت مین غوطہ لگاتی ہے اور غیب کی سیپون مین جبروت کے
موتی نکھنتی ہے پس وہ نفس کی گرفت اور شیطان کے چنگل سے سالم رہتا ہے۔ اور جو مقام حیا مین داخل ہوا تو اسکے قلب کی زیارتگاہ سے شیاطین کا
لگاؤ دور ہوتا ہے اور نفخ وسواس سے اسکا سر باطنی پاک ہوتا ہے۔ اور جو شخص کہ عین الجمع کے مقام مین پہونچا تو وہ حق تعالیٰ کو پاکر سکون مین ہوتا ہے
کہ اسکو لذت انبساط اور نور بسیط ملتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسکو خلعت انانیت پہناتا ہے اور وہ صفات انسانیت سے امن مین ہوجاتا ہے اور دنیاوی
زندگانی کی تکلیفون [illegible] سے از خود رفتہ ہوتا ہے قال المترجم یعنی دنیاوی تکالیف سب اسپر ایسی آسان ہوتی ہین جیسے بیخود پر کوئی تکلیف نہین۔

اور جسکے دل مین انوار قرب داخل ہوے اسکی روح مشاہدہ مین اور اسکی عقل مکاشفہ مین اور اسکا سر باطنی معائنہ مین اور اسکا نفس عبادت مین آرام پاتا ہی - اور جسکی روح انوار عظمت مین داخل ہوئی اسکا قلب میدان ہیبت مین حیران ہوتا ہو اور اسکی عقل نور معرفت مین ساکن ہوتی اور اسکا سر باطن نور وصل مین اور اسکا نفس لذت طمانیت مین تمام امور ربوبیت کے ساتھ ساکن ہوتا ہی - اور جسکا سر باطن جنت انس مین پہونچا تو انوار قدس کے ظہور مین اسکا قلب اور انوار قدم کے ظہور مین اسکی روح اور نور قدرت کے ظہور مین اسکی عقل آرام ساکن رہتی ہی اور جسکی عقل نور شواہد مین داخل ہوئی تو بقاے شہود مین اسکا سر باطنی اور عین الحقیقة کے دیدار مین اسکی روح اور محبت ازلیہ مین اسکا دل اور رسوم مخالطت مین اسکا نفس سکون کیساتھ رہتا ہی - اور جسکا نفس مراد حق مین داخل ہوا یعنی جو حق عزوجل کا ارادہ ہی وہی اسکا ارادہ ہی تو وہ مخلوق کی دیدبانی سے باہر ہوا اور نور اخلاص مین اسکا دل ٹھہرا اور نور صدق مین اسکی روح اور صفاے عبودیت مین اسکی عقل ساکن رہتی ہی اور نیز جو شخص کہ نور یقین مین آیا تو اضطراب شک سے اسکا دل مامون ہوا اور رحمت نفس سے اسکی عقل اور غمہاے تدبیر سے اسکی روح اور نفاد شہوت خفیہ سے اسکا نفس ٹھہرا ہوا رہتا ہی - اور جسکی عقل مین نور ایمان آیا تو اسکا دل حقائق براہین کو اور اسکی روح عالم ملکوت کو اور اسکا سر باطن نور جبروت کو دیکھتا ہی اور حضرت حق عزوجل سے اسکو خطاب خاص کی آوازین محسوس ہوتی ہین - اور جسکی روح نور توحید مین داخل ہوئی تو اسکی سر باطنی کی آنکھ نور توحید سے کشادہ اور سرمۂ فردانیت سے آراستہ ہوتی ہی اور اسکے نفس مین اخلاص عبودیت خوب راسخ ہو جاتی ہی اور جو شخص نور اخلاص مین داخل ہوا اسکی روح اسکے نفس کے خطرات سے اور اسکا سر باطنی اسکے نفس کی خفیہ نگاہون اور اسکا دل اسکے نفس کے وسوسون سے اور اسکی عقل اسکے نفس کے جھگڑون سے نجات پاتی ہی پھر جاننا چاہیے کہ جو شخص ان صفات کے ساتھ جو ہم نے ذکر کی ہین اپنے پروردگار تعالی کی بیت مین داخل ہوا وہ دنیا و آخرت کے عذاب ہجر سے مامون ہوا - شیخ استاذ نے فرمایا کہ ہم نے بیت سے یہان قلب بطریق اشارہ مراد لیا ہی اور جسکے قلب مین سلطان حقیقت تشریف لایا تو بشری جھگڑون اور نفسانی بدخواہشون سے امن مین ہوا - اور بعض نے کہا کہ قولہ سبحانہ من دخلہ کنایہ کا مرجع بیت کیطرف ہی اور جو شخص اسمین شاہد حقیقت سے داخل ہوا وہ بیخوف ہوگا - اور بعض نے فرمایا کہ بیت مین حقیقت کے ساتھ داخل ہونا نہین ہو سکتا مگر اسی طور پر کہ تو خودی سے خارج ہوا اور خودی سے جب تو خارج ہو گیا تو تیرا بیت مین داخل ہونا صحیح ہوا اور جب تو خودی سے خارج ہوا تب تیرا ایمان درست ہوا اور شیخ جعفر بن محمد نے قولہ تعالی و من دخلہ کان آمنا مین کہا ہی جسنے اللہ تعالے کو پہچانا اسنے سواے اسکے کسی سے انس نہین رکھا اور شیخ ابوالحسن النوری نے کہا کہ جسکے دل مین سلطان عرفان نے قدم رکھا وہ اپنے ہواجس نفس و وساوس شیطان سے بیخوف ہوا اور شیخ ابوبکر واسطی نے فرمایا کہ جو شخص بتبرک الحقیقة اسمین داخل ہوا وہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا - اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو بیت مین داخل ہوا وہ اللہ تعالی کے عقاب سے مامون ہوا اور اللہ عزوجل نے دنیا مین بھی ثواب و عقاب رکھا ہی پس ثواب تو یہ ہی کہ تجھکو عافیت دیوے اور عقاب اسکا بلا ہی پس عافیت تو یہ ہی کہ تیرے کام تیرے اوپر ڈالدے اور بلا یہ ہی کہ تیرے امور اپنی پاک ذات کی طرف لے لے - اور جعفر نے فرمایا کہ جسکے دل مین ایمان داخل ہوا وہ کفر سے مامون ہوا اور واسطی نے دوسرے مقام پر کہا کہ جسکے قلب کے جوار مین ایمان ساداہ اپنے نفس کی رعونت سے مامون ہوا اور جعفر صادق نے فرمایا کہ جو اس پاک بیت مین اس صفت سے داخل ہوا جس صفت سے انبیا و اولیا و اصفیا داخل ہوے تو وہ بھی عذاب الٰہی سے اسی طرح بچا جیسے وہ لوگ بے خوف ہو گئے ہین - قولہ تعالی وللہ علی الناس حج البیت من استطاع الیہ سبیلا حج کو حق عزوجل نے اپنی ذات پاک کی طرف نسبت کیا کیونکہ اسمین آثار ربوبیت اور حقائق عبودیت پائے جاتے ہین - اور نیز حق جو دیتا اپنے بندون پر لازم فرمایا تاکہ ذکر ربوبیت ادا کرین - اور نیز انکو راہ دکھلائی آیات و علامات مین دیدار مقصود کی اس وسیلہ سے کہ اسکے بیت مکرم کا قصد

کریں۔ اور نیز حج کو سب پر فرض کیا تاکہ عوام کے درمیان میں چھپے ہوئے خاص بندے بھی رب البیت کی زیارت کو حاضر ہوں **قال المترجم**
یعنی انکو تجلی خاص بمشاہدۂ خاص حاصل ہو فافہم۔ اور نیز چاہا کہ اپنے بندوں کو اپنی عظمت و کبریائی دکھلا دے کہ وہ اپنے کو دیکھیں کہ ذات عبودیت
و تواضع و تضرع اپنے گردنوں پر رکھے ہیں **قال المترجم** یعنی ہیأت و حالت حج کی محض ذلیل و عاشق کی سی حالت ہوتی ہے چنانچہ سب ارکان و ہیأت حج
کو ملاحظہ کرنے سے یہ بات ظاہر ہے اور جو بندے اس میں تہ دل سے کوشش کرتے ہیں اور خوش ہیں وہ اللہ تعالی کے نزدیک اسی قدر عزیز و عزت
والے ہیں فافہم۔ اور نیز وجوب قدیم نے بندوں پر واجب کیا کہ اسکے مشاہدہ کا قصد کریں اسطرح کہ اپنی جان و مال و ارواح خرچ و قربان کریں و ذہنین
و خواہشین و چاہتی چیزیں و اولاد و ازواج کو ترک کریں اور جہان سے مجرد ہو کر اسکی درگاہ کا قصد کریں پھر اس بیت مکرم کو جو مخصوص کیا
کہ اسکی طرف قصد کریں حالانکہ مشاہدہ مقصود ہے تو یہ مشاہدہ کی طرف سے رسماً و حکماً ظاہر میں قرار دیا گیا ہے کیونکہ اللہ تعالی حلول و تشبیہ سے
پاک منزہ ہے **قال المترجم** پس اصل مقصود مشاہدہ ہے اور بیت مکرم اسکی ایک رسم و حکم ظاہری ہے یعنی خانہ کعبہ جس پردۂ ظاہری میں ہے یہی زیارتگاہ
مقرر ہوا حالانکہ مقصود وہ حقیقت کعبہ ہے نہ ظاہری در و دیوار اور یہ مطلب نہیں ہے کہ مشاہدہ کوئی امر دیگر ہے اور یہ بیت مکرم فقط رسم ہے اور کچھ نہیں
ہے کیونکہ یہ خلاف ہے چنانچہ اکابر رحمہم اللہ نے تصریح کر دی ہے کہ حقیقت کعبہ ایسا امر ہے کہ بیان نہیں ہو سکتا اور کون اس امر کا قائل ہو سکتا ہے کہ
حضرت سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم حج سے رخصت ہونے کے وقت پردہائے خانۂ بیت سے باصد جوش و شوق لپٹتے تھے اور حسرت کے ساتھ
رخصت ہوتے تھے پھر کوئی احمق ہوگا جو سمجھے کہ اصل حقیقت یہی در و دیوار ہے فلیتامل۔ بلکہ بات یہ ہے کہ جو شیخ رح نے کہی کہ او تعالی ہر وہم و گمان
سے پاک برتر ہے کہ نہ اس بیت مکرم میں حلول ہے نہ اسکو تشبیہ ہے نہ نزول ہے تعالی اللہ عن ذلک علوا کبیرا۔ لیکن حال یہ ہے کہ جس سے ان لوگوں پر جو
قصد کر کے جاتے ہیں پردۂ ملک و لباس آیات میں تجلی فرماتا ہے کیونکہ او تعالی نے فرمایا۔ فیہ آیات بینات۔ پس خبر دی کہ آیات بینات اسی بیت
مکرم معظم میں ہیں اور اشارہ فرمایا کہ صفات کی تجلی انھیں آیات میں ہے چنانچہ حضرت نے فرمایا جاء اللہ من سیناء و استعلن بساعیر و اشرق من
جبال فاران۔ آیا اللہ تعالی طور سینا سے اور ظاہر ہوا ساعیر سے اور چمکا فاران کے پہاڑوں سے اور مراد اس سے مکہ کے پہاڑ ہیں اور مراد پہاڑو
سے واللہ اعلم شاید بیت الحرام ہے کیونکہ یہ پتھر ایسے ہیں کہ اللہ عز و جل نے انکو ازل ہی میں برگزیدہ فرما کر اپنے بندوں کا قبلہ اور خاص بندوں کے
لیے آئینۂ کشف قرار دیا ہے **قال المترجم** جاء اللہ من سیناء آیا اللہ طور سینا سے اشارہ ہے تجلی موسی علیہ السلام کی طرف کہ انکو کوہ طور پر تجلی
ہوئی اور یہی آنا بلا کیفیت مراد ہے اور ہم جیسے حضرت موسی علیہ السلام کے ساتھ کلام کرنے اور تجلی ہونے پر بنص قرآنی ایمان لائے ہیں ہم کو
یہاں بھی اس معنی کر کوئی تردد نہیں ہے کیونکہ قصہ موسی علیہ السلام میں بھی بلا کیفیت ہم تسلیم کرتے ہیں اور معتزلہ وغیرہ گمراہ فرقوں کی طرح کوئی تاویل لغو
نہیں کہتے ہیں پھر و استعلن بساعیر۔ اور ظاہر ہوا ساعیر سے وہ بھی نام پہاڑ کا ہے اور شاید یہ کوئی اشارہ حضرت عیسی علیہ السلام سے متعلق ہے
اگرچہ بعض نے عرب ہی کے پہاڑ میں سے قرار دیا واللہ اعلم و لیکن و اشرق من جبال فاران۔ اور چمکا فاران کے پہاڑوں سے۔ اس میں فاران سے بلا خلاف
مکہ کے پہاڑ مراد ہیں اور یہ تصریح ظہور نور نبوت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہی فرق ظاہر ہے درمیان نبوت موسیؑ اور درمیان نبوت محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کے ہے کہ وہاں فقط آیا ہے اور یہاں اشرق فرمایا یعنی خوب ظاہر چمک نکلا جیسے آفتاب کہ وہ وقت اشراق کا ہے جس کو چاشت کہتے ہیں اور بعضے
جو طلوع کا وقت لیتے ہیں یہ وہم و غلط ہے اسیواسطے نماز اشراق بے تحقیق قول وہی نماز چاشت ہے کما صرح بہ المحققون لیکن اب باقی سا کلام اس
بات میں کہ یہ حدیث نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے یا نہیں پس ظاہر کلام شیخ رح سے وہم ہوتا ہے کہ یہ حدیث ہے و لیکن ایسا نہیں ہے اور نقاد محدثین نے تصریح
کر دی ہے کہ یہ حدیث نہیں ہے اور اسپر موضوع کا اطلاق کیا ہے لیکن موضوع اس معنے کر ہے کہ آنحضرت صلعم نے نہیں فرمایا اور یہ مطلب نہیں ہوتا ہے

کہ یہ قول غلط یا بے معنی ہی ٹھیر جبکہ حدیث نہ ٹھہری تو دوسری طرف تلاش کرنی چاہیئے پس بعض نے کہا کہ یہ بعض اکابر کا کلام ہے جنھون نے استنباط وغیرہ کے طور پر کہا ہے مگر حق یہ ہے کہ اہل اسلام مین سے کسی کا کلام نہین بلکہ یہ توریت وانجیل کی عبارات مین سے ہے چنانچہ بعد بہت تحقیق کے اصل نسخہ مین پائی گئی حالانکہ انجیل کے ترجمہ کرنے والون نے حسد کی راہ سے یہ فقرہ نکال ڈالا ہے اور بعض نے اسکے معنی جو اپنے نزدیک صحیح سمجھے یہ لکھے ہین اور یہ بڑی حجت اہل توریت وانجیل پر صدق رسالت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے اور انکار ومکابرہ وہٹ دھرمی کا علاج نہین ایسے شخص کے حق مین یقین جاننا چاہیے کہ اللہ تعالے اسکا ایمان نہین چاہتا ہے نعوذ باللہ من الضلال۔ پھر بعض حکیمون نے اسی مضمون پر وقت ظہور از جبال فاران کا ایک طلسم بنایا تھا جسکا ذکر یونان وغیرہ کے انجیل کے مترجمون نے اور دیگر تواریخ مین مذکور ہے کہ وہ بھی زمانہ دراز گذرنے پر مٹایا گیا لیکن اب بھی پتا ملتا ہے اور خود مترجمین یونان ہی ترجمۂ انجیل مین بڑی تحریف کرنے والے ثابت ہوے ہین چنانچہ جو شخص اسکی تحقیق کا قصد کرے اسپر انشاء اللہ تعالیٰ یہ بات خوب ظاہر ہوگی واللہ الھادی وھو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال۔ قال الشیخ اور اللہ تعالی کی راہ مین استطاعت بطریق اشارہ یہ مراد ہے کہ اسکی معرفت ہو اور اسکا قرب حاصل ہو اور تمام اوقات مین اسکے الطاف پر نظر رکھے اور اسکے وعدے مین یقین کامل ہو اور تمام امور مین اسی پر توکل ہو اور ہر دم اسی کا مراقبہ رکھے اور اسی کی ہمیشہ رعایت وحفاظت کو پہچانے اور جان لے کہ سب بندون کا وہی وکیل ہے اور نفس کی رعونت سے پاک ہوکر اسکی محبت صافیہ رکھے اور صفائے نیت سے اسکی طرف قصد کرے اور اسکے ماسوائے سب سے قلب کو پاک طاہر رکھے۔ پھر انکا توشہ وزاد راہ یہی ہے کہ ہمیشہ اسکی یاد ہو اور ہمیشہ اسکی نعمتون ونشانیون واسکی خدمت کاملہ ورحمت کافیہ کی فکر کرین اور مانند اسکے دیگر امور ہین جو اسکے خانہ معظم مکرم کے قصد کرنے والون کے واسطے استطاعت ہین اور جو برخلاف اسکے ہو اوہ راہ ہدایت سے کٹ کر دوسری راہ چلا کہ عناد کے تاریک گڑھے مین گرکر ہلاک ہوگا نعوذ باللہ منہ۔ چنانچہ فرمایا قولہ ومن کفر فان اللہ غنی عن العالمین۔ شروع آیت مین تو اللہ تعالی نے حج کو اپنی طرف نسبت دیکر فرمایا تھا اب یہان آخر مین اپنی پاک ذات کو منزہ کردیا تاکہ بندگی کرنے والون مین سے جو ہوشیار لوگ ہین وہ جان لین کہ اسکی شفقت اپنے بندون پر کیسی ہے کیونکہ عبادت کرنیکا ثواب تو انھین بندون کی طرف لوٹ آتا ہے اور او تعالی جل شانہ جملہ اسباب سے منزہ وپاک برتر ہے پھر جاننا چاہیئے کہ بیت اللہ تعالی کی طرف قصد کرنے والے تین قسم ہین۔ قسم اول وہ قصد کرنے والے جو اپنی جان ومال کے ساتھ ثواب کیواسطے حج کرتے ہین قسم دوم جو اپنے دلون سے کہ دنیا وافیہا سے صاف ہین اللہ تعالی کی فرمانبرداری سے انکی رضامندی چاہتے کوچ کرتے ہین قسم سوم وہ قصد کرنیوالے ہین جو رب الہیت کے مشاہدہ وتجلی کے لیے اپنے عاشق ارواح کے ساتھ حقائق معرفت وقربت اور حصول صلت اور زیادت مشاہدہ تجلی وتدلی کی طلب مین قصد حج کرتے ہین۔ پس اہل ظاہر کا تو یہ حال ہے کہ وہ احرام باندھتے ہین اور جو امور منع ہین انسے باز رہتے ہین اور مناسک حج ادا کرکے اپنے احرام سے حلال ہو جاتے ہین۔ اور اہل باطن کا یہ حال ہے کہ وہ تمام کائنات سے احرام باندھ لیتے ہین اور تمام مخلوق سے نظر اٹھا لیتے ہین اور کبھی حلال نہین ہوتے جب تک دنیا مین ہین یہانتک کہ انکو مشاہدۂ ذات وکشف صفات کا نتیجہ اسوقت عیاناً کھلے کھلے مل جاتا ہے جب مرجاتے ہین پھر غور کرو کہ دونون مین کتنا بڑا فرق ہے ایک تو وہ ہوے کہ جنھون نے گنتی کی چند معلوم ومعہود چیزون سے چندون کے واسطے احرام باندھا اور دوسرے وہ ہوے کہ انھون نے سب نفس کی خوشی وتسکین کی چیزون سے اور تمام موجودات سے احرام باندھ لیا لیکن اس کٹھن کرنی کو کون کرتا ہے اور اس بلا کے بوجھ کو وہی لادے جو اس طرح کا باربردار ہے۔ اللہ اللہ وہی لوگ چلے گئے اور انکے ساتھ برکتین بھی جاتی رہین انکے غروب ہونے سے کرامتون کے سورج اور آیتون کے چاند بھی ایسے مغرب مین ڈوبے ہین کہ تا ابد نکلنے کی امید نہین مگر جب کبھی تھوڑا نبت کسی زمانہ مین اللہ تعالی کو منظور ہو۔ ہان اب انکی خبرین آفاق مین پھیل رہی ہین اور نشان انکا کہین ڈھونڈھے نہین ملتا ہے اللہ تعالی انکی پاک روحون پر رحم فرماوے

ودرجۂ حالی کرامت کرے **قال المترجم** اس حسرت میں شیخ رحمۃ اللہ کے ساتھ ہر دیندار شریک ہوگا اور کیا کوئی شرکت کرے کہ نہ وہ دل جو یاد اس کی لو پاوین اور نہ وہ آنکھیں جو دہاب کرامت پر آنسو بہاوین - اللھم انت اللہ الذی لا الٰہ الا انت الحی القیوم لا شریک لک لبیک لبیک لا شریک لک ان الحمد والنعمۃ والملک لک لا شریک لک سبحانک اللھم وبحمدک استغفرک واتوب الیک - اللھم اسألک حسن التوفیق وحسن الھدیٰ والعصمۃ من فتنۃ الدجال وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ سیدنا محمد وآلہ واصحابہ وجمیع المتقین الاخیار من عبادہ اجمعین والحمد للہ رب العالمین - اور حدیث میں ایک صحابی کو آپ نے فرمایا کیف بک اذا بقیت فی حثالۃ من الناس یعنی کیا حال ہوگا جب تو ایسے لوگوں میں رہ جاویگا جو بھوسی ہیں یعنے مغز نہیں پھر قیاس کرو کہ شیخ کیوں ایسا کلام حسرت نہ فرماوین - قال اور کعبۂ حقیقت کے حج کرنے والوں اور قصد رکھنے والوں کا اشارہ یہ بھی نکلا کہ جب وہ اپنے پاک دلوں سے جانب مقصود کا یعنی بیت اللہ الحرام کا قصد کرتے ہیں تو اللہ عزوجل کے ساتھ محبت سے پیمان وعہد معرفت باندھتے ہیں اور جتنے عہد انھوں نے سوائے خاص لوحِ حق کے دیگر امور میں باندھے تھے سب توڑ دیتے ہیں چنانچہ حق عزوجل پر اگر کسی دوسری چیز کو اختیار کیا تھا یا دکھلاوے سناوے کی ظاہر و پوشیدہ کہ نفس کو لگا رکھا تھا یا کسی بزرگی و شرف چاہنے کو جگہ دی تھی سب چھوڑ دیتے اور سب کی رسی توڑ دیتے ہیں پھر مشاہدہ کے مقام تک حاضر ہونے کی راہ کا توشہ یہ لیتے ہیں کہ صدق و توکل و اخلاص و یقین اور اللہ تعالیٰ کی تجارت میں زہد ساتھ لیتے ہیں اور صبر کی سواری پر چلتے ہیں جسکے پاؤن یہ ہیں کہ ہر حال میں حمد و شکر ہیں اور سر اسکا علم ہے اور پیٹ اسکا پرہیزگاری ہے اور زین اسکی تمکین ہے یعنی ہر وسوسہ و خطرہ باطل و فاسد سے دور اور صدق وغیرہ پر جمے رہتے ہیں اور تکمیل اسکی استقامت ہے اور باگ اسکی تسلیم ہے اور کوڑا اسکا ادب ہے اور زمین اسکی رضائے حق ہے اور آسمان اسکا یقین ہے اور پانی اسکا فکر صواب ہے اور چارہ دانہ اسکا ذکر رب الارباب ہے اور باغ اسکا مکاشفہ ہے اور چراگاہ اسکی مشاہدہ ہے اور توجہ و رخ اسکا بجانب شہود قدم ہے پھر جب ایسی سواری پر اپنے وطن سے نکلے تو دنیا و مافیہا سب چھوڑتے ہیں اور سب کو وداع کرتے ہیں اور سامان موت کو مہیا کرتے ہیں کہ جنکے ساتھ رہتے تھے خواہ دوست ہوں یا بیگانے انسے رخصت ہو لیتے ہیں اور راہ ریاضت میں تیز قدم اٹھاتے ہیں یعنی خوب ریاضت کرنی شروع کرتے ہیں اور اپنی جان پر تیزی کرنے والوں اور تیزی سکھلانے والوں کا طور لازم کر لیتے ہیں اور خالص نیت سے اللہ عزوجل کیطرف توجہ کرتے ہیں اور کسی غیر کی طرف اللہ تعالیٰ کی راہ میں التفات نہیں کرتے ہیں اور قصد مصمم کر لیتے ہیں کہ ٹھیک راہ سے تجاوز نہ کریں اور کسی خواہش نفس و راہ شیطان کی طرف لیجانے والی چیز پر نظر نہیں ڈالتے ہیں - پھر جب اپنی سواری پر سوار ہو کر روانہ ہوتے ہیں تو انکا آگے سے کھینچنے والا وعدہ ہی ہوتا ہے یعنی ہدایت الٰہی آگے ہوتی ہے اور پیچھے سے ہانکنے والا تقویٰ ہوتا ہے اور جس کشادہ راہ میں چلتے ہیں وہ راہ صفا ہے اور رفیق ساتھی انکا وہی انکا مولیٰ عزوجل ہوتا ہے اور عدیل انکا علم حق ہوتا ہے اور مصاحب انکا حلم ہوتا ہے انکو شوق دیدار بیابان عشق میں لیے جاتا ہے اور مونس انکا حنین و مطرب انکا بہنین ہوتا ہے - اور بدرقہ انکا حبیب ہے یعنی حضرت حقتعالیٰ [یعنی علم کتاب وسنت ۱۲] پھر جب میدان حرم سے قریب ہوتے ہیں تو شوق سے تیز قدم ہو جاتے ہیں اور گناہ ہو گی [یا دو ذکر ۱۲] شرم سے لجائے ہوئے راہ طے کرتے ہیں اور مشاہدہ پروردگار کیطرف جاتے ہیں اس حال سے شرمندہ ہیں اور جو اوقات عالم غفلت میں گئے اپر حسرت اٹھاتے ہیں اور اس صورت میں درجات بلند جانتے ہیں متحیر ہیں یہ ہم اس افسوس میں خون روتے ہیں اور اپنی جانوں پر توجہ کرتے ہیں انکا آٹھ آٹھ آنسو رونا اسکی شرح کرتا ہے اور جب اس میدان کے انتہائی سرے پر پہونچ گئے تو سب راحتیں ترک کرنا اور تمام خواہشوں سے مجرد ہو جاتے ہیں اور احرام میں تفرید کا لباس پہنتے اور دریائے تجرید میں نہاتے اور تمام شوائب علل سے پاک ہو جاتے ہیں - اب جو وہ تلبیہ کہتے ہیں تو یہ آواز سنتے ہیں کہ وصال سے رضامندی ہے اور درگاہ میں آنے دینے کی اجازت ہے اور یہی آواز انکو آتی ہے جو دنیاوی وجود سے پہلے انکی ارواح نے عالم ازل میں سنی تھی - اور جب

وہ عرفات مین پہونچے تو سکر کی زنجیر مین پابستہ رہجاتے ہین اس سے ہرگز خلاصی نہین الا یہی کہ پردہ صحو اتر ہوتا ہی پس وہ سکر و صحو کے درمیان متحیر اور ہیبت ورجا کے درمیان مبہوت ہوتے ہین انکو حق عزوجل اپنی قبول خاص سے حقائق مشاہدہ وصفات مکاشفہ بھیجتا ہی قال المترجم اسی سے اس مقام کا نام عرفات ہی اہی پہچنوانے کا مقام فافہم - اور حق عزوجل انکو غیب کی مکنونات اور دلون کے مضمرات ظاہر فرماتا ہی پھر جب کھڑے ہوتے ہین تو دیدار حضرت عزوجل کے امیدوار ہوتے ہین اور منقطع کیے جانے اور مہجور ہونے سے خوفناک رہتے ہین اور مقام حیا مین حاضر اور مقام فنا مین موجود اور دیدار بقا کے شاہد ہوتے ہین - پھر جب مشعر الحرام مین پہونچتے ہین تو اللہ تعالی کے دیدار کی نعمت کا نہایت شکر بجا لا کے اونکے ذکر مین سرگرم ہوجاتے ہین اور یہ ذکر انکا اس مقام پر یہ ہی کہ زبان گنگ اور جنان خجل اور حضرت حق عزوجل کے سامنے عرق تشویر بہاتے ہین او تقصیر سے سر درگریبان آنسوؤن سے نہاتے ہین اپنی کوتاہی پر گردن ڈالے رہجاتے ہین - پھر جب مقام منی مین پہونچے تو ظاہر مین جانور قربانی کرتے ہین مگر تحقیق وہ اپنے نفسون کو لذات و شہوات سے ذبح کر ڈالتے ہین پھر جب کنکریان مارتے تو اپنے مجاہدہ و ریاضت وعبادت کو پردہ عدم مین پھینکدیتے ہین کیونکہ مشاہدہ قدم کو پہونچ گئے اور جب پتھر توڑتے ہین تو انکے ساتھ اپنی باطنی شہوات کو توڑتے ہین اور اپنے نفس کے ارادون کو منکسر کرتے ہین جو انکے اسرار مین جاگیر تھے اور جب سر منڈاتے ہین تو اپنے باطن سے فضول وسواس اور لوگون کی تعریف کرنے کی پسندیدگی کو مونڈ کر صاف کر دیتے ہین اور جب زمین حرم مین داخل ہوتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ درگاہ حضرت وجناب عظمت کے قریب پہونچے پس جلال سے پگھلے جاتے ہین اور عظمت کبریائی کے مشاہدہ مین فنا ہوے جاتے ہین اور ماسواے حق عزوجل کے سبب سے احرام باندھتے ہین اُسی کے دیدار کے لیے آمادہ ہوتے ہین پھر انکو مخلوقات سے کوئی چیز حلال نہین ہوتی جب تک اسکی جناب تک نہ پہونچین یعنے موت مقررہ سے اس دنیا کو نچھوڑین کیونکہ وہ معاون صمدیت وصولت سرمدی مین ہین جو انکو حدوثیت کی علتون سے مانع ہوتی ہی اور جب وہ مکہ مین داخل ہوے تو یقین ہوا کہ وہ جوار حضرت جلال مین ہین اسواسطے کہ مکہ بمنزلہ جنت کے ہی اور جو اسمین داخل ہوا وہ اسکے پڑوس مین ہونے سے عقاب الٰہی سے مامون ہوا کیونکہ اوتعالی نے وعدہ فرمایا ہی اور جب وہ مسجد مین داخل ہوے تو اسکے دیدار عظمت سے ہیمان کی حالت مین داخل ہوتے ہین اور اسکی ہیبت وجلال کو یاد کرتے ہین اور جب وہ بیت معظمہ کو دیکھتے ہین تو بیت سے پہلے رب البیت کو دیکھتے ہین آمد اسکے مشاہدہ سے سرفراز ہوجاتے ہین اور جان لیتے ہین کہ وہ اسکی درگاہ قدیم ومشاہدہ کریم مین حاضر ہین اور جب وہ گرد خانۂ کعبہ کے طواف کرتے ہین تو اسکے ملائکہ کو دیکھتے ہین کہ اسکے عرش وکرسی کے گرد طواف مین لگے ہین اور یقین کرتے ہین کہ وہ اللہ تعالی کے نزدیک بمنزلہ ان ملائکہ کے ہی اور جب وہ حجر اسود کو بوسہ دیتے ہین تو جانتے ہین کہ انھون نے اللہ تعالی کے ساتھ بیعت ازل کے ساتھ اس طرح بیعت کی کہ بعد اس بیعت کے مخالفت نہین کرینگے اور اپنے ہاتھون کو ایسی چیزون کی طرف نہ بڑھاوینگے جنکو انکی خواہشین چاہتی اور انکے نفس الفت کرتے ہین اور جب وہ مقام ابراہیم کے پیچھے نماز پڑھتے ہین تو جان لیتے ہین کہ وہ مقام وصل و قرب ومناجات مین ہین اور اس مقام مین ہین جہان اللہ تعالی کے عہد پورا کرنے والے پہونچے اور جب وہ پردہ کعبہ سے لپٹے تو جان لیتے ہین کہ انھون نے اعتصام کی رسی مضبوط پکڑی اور اسکی حقیقی عصمت سے لپٹے ہوے ہین اور اسکی نزدیکی سے ملتجی ہین اور ہر بھروسے سے جو اسکے سواے ہی الگ ہین بعد ازین حق عزوجل کو پانے والے مین اور جب وہ خانۂ کعبہ مین داخل ہوے تو یقین کرتے ہین کہ وہ اللہ تعالی کے حفظ عنایت اور اسکی نگہبانی مین اُسی کے وجود قدم وبقا مین مستغرق ہین اور جب وہ صفا ومروہ پر چڑھے تو کدورات نفس سے پاک ہوے اور دیکھا کہ وہ مقام اصطفا و اختیار مین ہین - پھر جس شخص کو معرفت مین کچھ بصیرت ہی وہ تحقیق جانتا ہی کہ اللہ تعالی نے ان مناسک ومشاعر کو جو حج مین برتے جاتے ہین اپنی درگاہ جلال کی مثال مقرر کیا ہی پس کعبہ کو تو مثال عرش کے مقرر کیا ہی اور مسجد حرام کو حظیرۂ قدس کی مثال اور شہر مکہ کو جنت کی مثال وصفا ومروہ وجبال مکہ کو حجاب ملکوت کی مثال اور کل حرم کو پردہ ہاے

پیچ ہوئی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو صفا پر نہیں چڑھا - فرمایا تو نے درمیان صفا و مروہ میں سعی کی میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسکی طرف بھاگا میں نے کہا کہ نہیں - فرمایا
تو نہیں دوڑا - فرمایا کہ مروہ پر کھڑا ہوا میں نے کہا ہاں - فرمایا تجھ میں سکینت کا نزول ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو مروہ پر نہیں کھڑا ہوا فرمایا تو منی کیطرف نکلا
میں نے کہا ہاں - فرمایا تیری تمنا تجکو ملی میں نے کہا نہیں - فرمایا تو منی کو نہیں نکلا - فرمایا تو مسجد الخیف میں گیا میں نے کہا ہاں فرمایا تجھ میں خوف جدید داخل
ہوا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں داخل ہوا - فرمایا تو عرفات کو گیا تو مشعر الحرام کو گیا میں نے کہا ہاں - فرمایا بھلا تو نے اللہ تعالیٰ کا ایسا ذکر کیا کہ ما سوائے اسکے
سب تجھے فراموش ہوگیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نہیں گیا - فرمایا تو نے جانا کہ تجھے کیا جواب ملا اور کیا تجھے خطاب ہوا میں نے کہا نہیں فرمایا تو مشعر الحرام نہیں گیا پھر فرمایا
تو نے قربانی کی - کہا ہاں - فرمایا اپنی خواہشوں طلاداوں کو رضائے حق میں ذبح کر ڈالا - کہا نہیں فرمایا تو نے قربانی نہیں کی - فرمایا تو نے کنکریاں ماریں - کہا ہاں
فرمایا اپنی جہالت پھینکدی اور اس علم کا شکر ادا کیا کہا نہیں - فرمایا تو نے نہیں کنکریاں پھینکیں فرمایا تو نے طواف زیارت ادا کیا - کہا ہاں - فرمایا تجھے حقائق کا کچھ
انکشاف ہوا یا اپنے اوپر زیارت کرامات دیکھیں جو زیارت سے ملتی ہیں کیونکہ نبی صلعم نے فرمایا ہے کہ حاجی اور عمرہ ادا کرنیوالے اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنیوالے ہوتے ہیں - اور
جسکی زیارت کی اسپر حق ہے کہ زیارت کرنیوالے کی تکریم کرے - میں نے کہا یہ تو نہیں ہوا فرمایا تو نے زیارت نہیں کی فرمایا تو نے حلال کیا - کہا ہاں - فرمایا حلال کھانے پر
مصمم عہد کر لیا کہا نہیں - فرمایا تو نے حلال نہیں کیا - فرمایا تو نے وداع کیا - کہا ہاں فرمایا تو اپنے نفس روح سے بالکلیہ خارج ہو گیا میں نے کہا نہیں - فرمایا تو نے وداع نہیں کیا
تو نے کچھ حج نہیں کیا تجھ پر واجب ہے کہ دوبارہ حج کر جسوقت تیرا جی چاہے اور جب تو حج کرے تو اسمیں کوشش کر کہ تیرا حج ایسا ہو جیسا میں نے تجھسے وصف کیا ہے - **شیخ عبد الرحمٰن السلمی** کہتے ہیں کہ جب میں بغداد میں **شیخ خصری** رحمہ اللہ کی خدمت میں پہونچا تو مجھسے فرمایا کہ تو حاجی ہے یعنی حج کا قصد کرتا ہے میں نے کہا کہ میں
تو میں کیساتھ ہوں - فرمایا کہ کیا حج کے فرائض میں سے چار باتیں جتیں ہیں ایک احرام دوخول بلفظ تلبیہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تلبیہ تو اجابت ہے یعنی پکارا
جاوے تو جی ہاں حاضر ہوں کہکر جواب دے - میں نے کہا درست ہے - فرمایا بے بلائے جواب دینا بے ادبی ہے میں نے کہا درست ہے - فرمایا پھر کیا تجھے بلایا جانا
تحقیق ہو گیا کہ تو نے جواب دیا - پھر فرمایا کہ احرام تو تجرید ہے ہر چیز سے اور تجرید بدون تفریق کے پوری نہیں ہوتی ہے میں نے کہا درست ہے پھر فرمایا کہ ایک بات ارکان
حج میں سے وقوف عرفہ ہے میں نے کہا ہاں - فرمایا تو اسمیں سخت کوشش کر کہ وہ مباہات کا مقام ہے پھر دیکھ کہ طواف میں تو کس حال سے ہوتا ہے اور بات یہ کہ طواف جناب
باری سے قربت کا مقام ہے پس تو ہوگا کہ پہلی ہی جس ادب سے داخل ہو پھر سعی درمیان صفا و مروہ کا درجہ ایسا مقام ہے کہ وہاں اس سے اسکی طرف بھاگتا ہے یعنی بانیطور کہ
اسوائے حق کے سب سے بیزار ہو پس خبردار رہو کہ بعد اس سعی کے تجکو ہر دو جہان سے اور جو کچھ ان میں ہے کسی سے کچھ تعلق نہ ہووے اور شیخ نے فرمایا کہ میں نے **محمد بن الحسن البغدادی**
سے سنا فرماتے تھے کہ میں نے **محمد بن احمد بن سہل** رح سے سنا انہوں نے **سعد بن عثمان** رح سے انہوں نے **عبد الباری** سے سنا کہ **حضرت ذوالنون مصری** رح سے سوال کیا گیا کہ وقوف کی جگہ مشعر الحرام کیوں مقرر ہوا اور حرم کیوں نہیں مقرر ہوا تو ذوالنون رح نے فرمایا کہ اسکا بھید یہ ہے کہ کعبہ تو بیت اللہ تعالیٰ ہے اور
حرم اسکا حجاب اور مشعر الحرام اسکا دروازہ ہے پھر جب حاضر ہونے والوں نے قصد کیا تو پہلے دروازے پر روکے گئے وہاں تضرع والحاح کرتے ہیں یہانتک کہ آگے آنے کی
اجازت مانگتی ہے پھر دوسرے حجاب پر روکے گئے اور وہ مزدلفہ ہے پھر جب انکی نہایت عاجزی زاری پر نظر رحمت ہوئی تو قربان کرنیکا حکم ملا جب قربانی کی اور آداب پورے
کیے اور ان گناہوں سے پاک ہوئے جو انکے حق میں پردہ تھے تب انکو اجازت ملی کہ اب زیارت کے قابل ہیں پس وہ پاک و طاہر ہو کر زیارت سے مشرف ہوتے ہیں

قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِـَٔايَٰتِ ٱللَّهِ وَٱللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا تَعْمَلُونَ ۝ قُلْ يَٰٓأَهْلَ ٱلْكِتَٰبِ لِمَ تَصُدُّونَ
تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے روبرو ہے جو تم کرتے ہو تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو
عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ مَنْ ءَامَنَ تَبْغُونَهَا عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَآءُ وَمَا ٱللَّهُ بِغَٰفِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ
اللہ کی راہ سے ایمان لانے والے کو ڈھونڈھتے ہو اسمیں عیب اور تم خبر رکھتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ - القرآن - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون آیات الٰہی سے انکار کرتے ہو ف یعنے
قرآن سے اور یہ ظاہر ہے اور اشارہ اس مین حج خانۂ کعبہ کے فرض ہونے سے انکار کی طرف ہے کیونکہ وہ اس سے انکار کرتے تھے اور انکار اسکے فرض
ہونے کا کفر ہے اور بعض نے کہا کہ آیات اللہ سے مراد محمد صلعم ہین اور بعض نے مخصوص آیات حج مراد لین - اور یہ خطاب یہود و نصاریٰ کو ہے اور بعض نے
کہا کہ انکے علما کو جو صدق آیات سے آگاہ تھے اور اس مین دلیل ہے کہ انکا کفر واضح تر ہے اگرچہ وہ اپنے آپکو توریت و انجیل پر مومن جانتے تھے - وَاللّٰهُ
شَهِيْدٌ عَلٰى مَا تَعْمَلُوْنَ - اور اللہ تعالے تمھارے اعمال پر شاہد ہے ف شاہد ہونے کی تہدید سے مراد یہ ہے کہ تمکو اسکی سزا دیگا -
قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَصُدُّوْنَ - تصرفون - کہدے کہ اے اہل کتاب کیون پھرتے ہو ف پہلی آیۃ مین تو خود انکے اپنی ذات
سے کافر ہونے کا حال بیان کیا اور یہان انکے دوسرون کو روکنے کا حال فرمایا کہ تم کیون روکتے ہو عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - دینہ - راہ خدا سے یعنی
دین قیم اسلام سے - مَنْ اٰمَنَ - ہر ایسے شخص کو جو ایمان لایا ف بتکذیبکم النبی وکتم نعتہ - اسطرح کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کرتے
ہو اور اسکی صفت کو چھپاتے ہو کیونکہ یہود کمبخت حسد سے کہتے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر و بشارت پہلے نہین مذکور ہے اور آپکی صفت و
نعت جو توریت و انجیل مین مذکور تھی اسکو چھپاتے بلکہ وہ آیات نکالکر دیگر انبیا علیہم السلام کیساتھ لاتے اور بعضے کہتے کہ عرب سے جو پیغمبر آخر الزمان
ہونگے وہ سیاہ رنگ اور ایسے ویسے ہونگے یعنی آپ کی اصلی تعریف مین تحریف کرتے تھے - پھر من آمن سے یا تو ایمان لائے ہوئے مراد ہین پس
یہود انسے حیلہ و مکر کرتے تاکہ انکے دل مین شبہہ ڈالین یا من اراد الایمان مراد ہین تو انکو جو ایمان لانا چاہتے تھے ایسے ہی شک و شبہہ ڈالکر
روکتے اور ظاہر یہ ہے کہ عام مراد لیجاوے جیسے حنفیہ عموم مجاز کے قائل ہین تَبْغُوْنَهَا - تطلبون السبیل عِوَجًا مصدر بمعنی معوجۃ مائلۃ
عن الحق - حالانکہ طلب کرتے ہو راہ کو عوجا ف یہ لفظ مصدر ہے اور معنی اسم مفعول کے ہین ای معوجۃ یعنی حق سے پھری ہوئی راہ مصدر
ہونے کی وجہ سے تانیث نہین آئی - اور ابو عبیدہ نے کہا کہ عوج بالکسر تو دین و قول و عمل مین مستعمل ہے اور بالفتح دیوار وغیرہ کے ساتھ
مستعمل ہے الحاصل تم لوگ دین کو کج ڈھونڈھتے ہو - وَاَنْتُمْ شُهَدَاۤءُ - علماء بان الدین المرضی القیم ہو دین الاسلام کما فی کتابکم
حالانکہ تم لوگ شاہد یعنی عالم ہو - خوب جانتے ہو کہ دین پسندیدہ قیم وہ دین اسلام ہے جیسا کہ انکی کتاب مین مذکور ہے اور حاصل یہ ہے کہ تم کیونکر کجی
طلب کرتے ہو دین اسلام کے حق مین حالانکہ تم جانتے ہو کہ وہی دین الٰہی ہے یعنی اللہ تعالیٰ اسکے سوائے کوئی دین قبول نفرماویگا - اور
بعض نے کہا کہ تم کیونکر دین اسلام کو حق جانکر اسمین کجی چاہتے ہو اور مومنون کے درمیان فساد و فتنہ ڈالتے ہو پھر انکو وعید سخت سے تہدید کی -
وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ - من الکفر والتکذیب وانما یؤخرکم الی وقتکم فیجازیکم - اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف
یعنی کفر اور پیغمبر صلعم یا آیات اللہ قرآن کو جھٹلانا اور سوائے اسکے نہین کہ تمکو تمھاری موت تک تاخیر دیتا ہے پھر تمکو سزائے کار دیگا - اور اولی یہ
ہے کہ یون کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو تم مومنون مین یا ایمان کا قصد رکھنے والون مین فتنہ و شبہہ ڈالتے ہو اور دین اسلام مین اعوجاج طلب کرتے
ہو - اگر کہا جاوے کہ پہلی آیۃ کریمہ کو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیہ کو واللہ بغافل عما تعملون پر ختم کیا اسمین کیا حکمت ہے تو جواب دیا گیا کہ
پہلی آیۃ مین تو انکے ذاتی کفر پر انکار ہے جسکو وہ کھلے کھلے کرتے تھے پس اسکو واللہ شہید علی ما تعملون پر ختم کیا اور اس آیت مین انکا فعل حیلہ و فریب
تھا کہ جس سے مومنون کو روکتے تھے تو اسکو چھپاتے تھے یہ نہین ظاہر ہونے دیتے تھے کہ ہم ہی پس اعلام کردیا کہ اللہ تعالیٰ کو سب خبر ہے ذکرہ فی السراج

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوْا فَرِيْقًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ يَرُدُّوْكُمْ بَعْدَ

اے ایمان والو　اگر تم مانو گے　بعض اہل کتاب کی بات　تو پھر کردینگے تم کو ایمان لائے پیچھے

إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ۝ وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ط

منکر　اور کیسے تم منکر ہو　اور تمپر پڑھی جاتی ہین　آیتین　اللہ کی اور تم مین اسکا رسول ہو

وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ ۝

اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو وہ پہونچا　سیدھی راہ پر

شیخ سیوطی و بغوی و شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ محمد بن اسحٰق بن یسار وغیرہ نے روایت کیا ہو کہ یہ آیت اوس خزرج کی شان مین نازل ہوئی اور بات یہ ہوئی کہ ایک شخص یہود مین سے جسکا نام معالم مین شاس بن قیس لکھا بوڑھا عالم یہودی سخت کافر اور مسلمانون پر سخت طعن کرنے والا اتفاقًا اوس و خزرج پر گذرا اور اوس خزرج دو گروہ انصار کے ہین جو زمانہ جاہلیت مین ایک دوسرے کے دشمن اور آپسمین سخت لڑائیان لڑتے تھے اور بعد اسلام کے آپسمین دوست ہوگئے پس ان مین سے کچھ لوگ اپنی مسجد مین بیٹھے آپسمین باتین کرتے تھے (قال ابن کثیر) پس یہ اتفاق و الفت انکی دیکھکر اس یہودی کو رنج ہوا پس اسنے اپنے ساتھ کے ایک جوان یہودی کو بھیجا کہ انمین جا کر بیٹھے اور انکو وہ لڑائیان یاد دلاوے جو زمانہ جاہلیت مین انکے درمیان ہوئی تھیں خصوص یوم بعاث کی کہ آخر لڑائی ہو (سرقی المعالم) اور جو اشعار اس لڑائی مین کہے گئے تھے وہ سناوے اور یہ لڑائی نہایت سخت ہوئی تھی اور اسمین اوس کو فتح حاصل ہوئی تھی (قال ابن کثیر) پس اس جوان یہودی نے یہی کیا اور برابر انکے درمیان یہی مذکور کرتا رہا یہانتک کہ ان قوم نے باہم فخر کیا اور غضب انکا بھڑکا اور سب جوش مین آگئے اور جو انکا شعار تھا اس سے آپسمین ہر فریق والے نے اپنون کو آواز دی اور اپنے ہتھیار مانگے اور میدان حرہ مین وعدہ گاہ مقرر کی پس یہ خبر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچی آپ اپنے ساتھ مہاجرین و انصار کو لیے ہوئے آئے اور انکو نصیحت کرتا اور فرماتے تھے کہ کیا تم یہ جاہلیت کی پکار آپسمین پکارتے ہو اور مین تمھارے سامنے موجود ہون اور اللہ تعالیٰ نے تمکو اسلام سے بزرگی دی اور جاہلیت تم مین سے دور کیا اور تم مین الفت ڈالدی اور اپنے یہ آیت پڑھی پس سبکے سب سخت نادم ہوے کہ ہمنے کیا حرکت کی اور سمجھے کہ یہ فتنہ شیطانی تھا پس ہتھیار پھینکدیا اور رونے لگے اور آپسمین ایکدوسرے کے گلے لپٹ گئے اور حضرت صلعم کے ساتھ سر جھکائے ہوے لوٹ آئے اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا فَرِيقًا مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ - ای ایمان والو اگر تم کتابیون مین سے ایک فریق (یہودی خبیث) کی بات مانوگے تو یہ فرقہ تم کو تمھارے ایمان کے بعد الٹا کافر کریگا - ف پھر اللہ تعالیٰ نے تعجب لایا لقولہ تعالیٰ كَيْفَ تَكْفُرُونَ - استفہام تعجب و توبیخ ہو یعنی یہ استفہام انکو تعجب دلانے اور ملامت کے طور پر ہو کہ تم کیونکر کفر کی بات کرتے ہو - ف وَأَنْتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ - حالانکہ تمھاری شان یہ ہو کہ تمپر آیات الٰہی تلاوت کیجاتی ہین وَفِيكُمْ رَسُولُهُ - اور تم مین اللہ تعالیٰ کا رسول پاک (محمد) موجود ہو ف پھر بھلا کون صورت ہو کہ کفر پیدا ہو - وَمَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُسْتَقِيمٍ اور جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کو مضبوطی سے لے لے وہ راہ مستقیم کو پہونچا دیا گیا ف پس ان دونون گروہ نے اللہ تعالیٰ کے رسول و قرآن کو مضبوط پکڑ لیا اور فتنہ فرو ہوگیا بعض علما نے ذکر کیا کہ انکے اس توران و جوش مین چند فوائد تھے اول آنکہ کفار سے خلطا بقدر سخت مضر ہو اور یقین ہوگیا کہ یہود انکے دین کے دشمن ہین دوم بندگان مطیع ایسے ہوتے ہین کہ یاد دلانے کے فورًا نادم ہوتے ہین - سوم یہود کے دلمین ہیبت اور انکے اتفاق کا یقین اور غیظ زیادہ ہو - چہارم کیونکر اسنے مدت مین یہ فتنہ ابھارا اور کیونکر اللہ تعالیٰ نے رحمت سے دم مین فرو کردیا اور سراج مین جابر رضی سے روایت لایا کہ مین نے ایسا کوئی دن نہین دیکھا کہ اول اوسکا تو ایسا قبیح ہوا اور آخر اسکا ایسا نیک ہو - اور قولہ تعالیٰ وکیف تکفرون وانتم تتلیٰ علیکم آیات اللہ - مین اشارہ ہو کہ تلاوت قرآن مجید سے ایسی صفائی قلب کو حاصل ہوتی ہو کہ شیطانی وسواس خود بخود دور ہوتے ہین

اسیواسطے تعجب وسرزنش دونون مین کریہ تعجب ہے کہ تمپر آیات اللہ پڑھی جاوین اور پھر یہ فتنہ دوم آنکہ تم کیسی تلاوت والے ہو کہ تمکو تدبر نہین ہوجتی
کہ شیطان نے یہ راہ پائی ۔ پس بعد اس آیت کے ہمیشہ کے واسطے انصار کے دلون سے جو کچھ میل آپس کا تھا بالکل نکل گیا ۔ قولہ وفیکم رسولہ ۔ وجود بابرکت
حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم کا بھی عین رحمت تھا ۔ اب بعد آپ کے آپکی عترت طاہرہ واہل بیت مین تھا اسیواسطے آپ نے اپنے بعد کے لیے دو چیزون کی
وصیت کی ایک قرآن مجید دوم آل اطہار اور فرمایا کہ انکو مضبوط پکڑے رہو تو گمراہ نہو گے اور زجاج نے معانی قرآن مین اشارہ کیا کہ آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم کے آثار وعلامات موجود ہونا اب بھی بمنزلہ آپ کے وجود شریف کے ہے اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک آنحضرت صلعم کی احادیث
پاک کی تبعیت اور تعظیم سے بڑی برکت واثر ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اپنی جامع کی صفت مین خود فرمایا کہ جس گھر مین ہو گویا اس مین
نبی صلی اللہ علیہ وسلم باتین کرتے ہین پس چاہیے کہ تقوی وزہد وحسن اخلاق کی حدیثین اور مذمت تکبر وغرور وریا وشرک وغیرہ کی احادیث کو ان
کتابون سے بے تکلف لیوین اور انپر عمل کرین اور رہین احادیث احکام نماز وروزہ وحج وزکوۃ وغیرہ کی جنمین حدیثون کو ملا کر توفیق دینے
وغیرہ کی ضرورت ہوتی ہے انمین روا ہے کہ فقیہ مجتہد کی سمجھ پر عمل کرین اور یہ تو بہت تھوڑی حدیثین ہین اور جنکو بے تکلف لے سکتے ہو وہ بہت ہین
اور بڑا باب دین کا انسے متعلق ہے فلیعمل العاملون واللہ الموفق ۔ اور تمام نصیحت اس مختصر آیت مین جمع فرما دی قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
فقد ہدی الی صراط مستقیم جس نے چنگل مارا اور مضبوط پکڑ لیا اللہ تعالی کے ساتھ اسنے ضرور راہ مستقیم کی ہدایت پائی پس جو شخص وہ کرے جو اللہ
تعالیٰ نے فرمایا اور کسی طرف نہ جھکے وہ یقینی راہ راست پر واصل وکامل ہوگا چاہے اسکی سمجھ وعقل کچھ ہی کیون نہ کہے اس کو روا نہین کہ
اللہ تعالی کے فرمان سے ذرا بھی تجاوز کرے کیونکہ اسکی عقل جزوی ہے اور وہم وشیطان مین پھنسی ہوئی اسکا کیا اعتبار ہے اور جاننا چاہیے
کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا فرمان بھی اسی مین داخل ہے کیونکہ وہ عین فرمان الٰہی ہے ف اشارہ عراکس مین ہے کہ قولہ تعالی ومن یعتصم باللہ
جمیع وجود ظاہر وباطن سے اعتصام بحق ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ سلم نے فرمایا ۔ اللھم انی اعوذ برضاك من سخطك واعوذ بمعافاتك
من عقوبتك واعوذبك منك لا احصی ثناء علیك انت کما اثنیت علی نفسك ۔ یعنی الٰہی مین تیرے خشم سے تیری ہی رضا
کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے عقوبت سے تیری ہی عفو کی پناہ مین آتا ہون اور تیرے ہی ساتھ تجھسے پناہ لیتا ہون مین کچھ تیری ثنا وصفت
نہین ادا کر سکتا بلکہ تیری شان وہ ہے جو خود تو نے اپنا وصف فرمایا ہے ۔ (الصحیحین) اور اسوقت مین آنحضرت صلعم مشاہدہ جلال وجمال وکمال و
قدم وبقا وجبروت وکبریا مین تھے اسطرح کہ وجود حق عزوجل کی معرفت پوری تھی اور علوم قضا وقدر کے سمندر مین غرق تھے اور اسکی عجایب قدرت
سے دیکھا تھا جو کچھ دیکھا تھا اور اسکے بعض اسرار وارادہ سے اطلاع حاصل ہوئی تھی پس اللہ عزوجل پاک بے نیاز کی جناب مین اس سے اسکی طرف
پناہ لی اور نیز ۔ جسنے اللہ تعالی کے ساتھ اعتصام کیا اللہ تعالی اسکو اسکے نفس کے عیب جاننے کی راہ دکھلاتا ہے اور شیطان کے باریک مکر کی
شناخت کی ہدایت فرماتا ہے اور قلب کے اخلاق اور روح کے شمائل وعقل کے اوصاف اور امور معاملہ وحقیقت حالات وطلب مکاشفات واطلاع
مشاہدات ولمہ ملائکہ وعلوم الہام وفراسات کی اسکو ہدایت کرتا ہے اور ان خصلتون کے حاصل ہونے سے وہ مقام تمکین مین جو مستقیم راہون
مین سے نہایت استوار ہے متمکن ہوتا ہے ۔ اور نیز اعتصام یہ ہے کہ قلب تمام اسباب وارباب سے منقطع ہو اور اللہ تعالی کی طرف حاضری کرے کہ
مین اپنے حول وقوت سے بیزار ہون اور جسنے مخلوق سے طلب کے حیلے قطع کر دیے اسکے اور اللہ تعالی کے درمیان سے دوری منقطع ہوئی
اور معرفت سے پہلے اعتصام محال ہے اور مشاہدہ سے پہلے معرفت محال ہے اور جسنے معرفت کیساتھ حق عزوجل کو مشاہدہ کیا وہ اپنی تمام
مراد مین اسکے ساتھ اعتصام کرتا ہے اور شیخ ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص تمام ماسوی اللہ تعالی سے منہ موڑ کر خالص اللہ تعالی ہی کیطرف

ف ل اشارہ ہے کہ آدمی مین دو لمہ ہین ایک لمہ شیطانی دوم لمہ ملائکہ اور سابق مین یہ حدیث مذکور ہو چکی ۱۲ منہ

تمام

محتاج ہوا تو اسکے لیے حج کا راستہ کشادہ ہوتا ہے اور یہ راستہ اقوم ہے - اور شیخ جعفرؒ نے فرمایا کہ جسنے اسکو بہی یاد کیا اسکے ساتھ تمام مخلوق سے مستغنی ہوتا ہے - اور واسطیؒ نے فرمایا کہ تولہ ان یعتصم باللہ - تو پیشواؤن کے واسطے ہے اور قولہ اعتصموا بحبل اللہ - یہ عوام کے واسطے ہے اور اعتصام تو یہ ہے کہ تو اپنے نفس کو اُسکے سایہ اور گود مین دیکھے اور حسن قیام پر اُسکے ساتھ ہو اسکے دست قدرت مین ہو پس سب سے لائق تو اعتصام ہے اور تصدیق موجب اعتصام ہے اور بعض نے فرمایا کہ اعتصام یہ ہے کہ اُسکی طرف التجا کرکے اپنے حول وقوت سے خارج ہو اور اسکے حکم کی طرف سکون ہو اور اللہ تعالے کی مرادین ٹھہراؤ ہو قال المترجم یعنی جو کچھ اللہ تعالے نے قضاء وقدر کے موافق بندے کے حق مین ارادہ فرمایا ہے اسکو تسکین سے لیوے اور اسی پر راضی ہو اور اپنے نفس کے اضطراب سے خارج ہو - شیخ ابو بکر وراقؒ نے فرمایا کہ اعتصام کی علامت تین چیزین ہین ایک تو دل کو مخلوق کی مددگاری سے توڑ لینا اور یہ امید نہ رکھنا کہ کوئی مخلوق ہماری معونت کرے دوم یہ کہ بالکلیہ حضرت رب العالمین کی طرف پھیر دینا اور سوم یہ کہ ہمیشہ اللہ تعالی کی طرف سے کشایش کا امیدوار ہونا - اور شیخ ابو سعید خرازؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالی پر ایمان لایا وہ امانت نہ کیا جائیگا اور جس شخص نے کہ اس سے اعتصام کیا اسکو ہزیمت نہوگی اور فرمایا کہ نفس کو اصلاح کی طرف پھیرنا کسی چیز سے ممکن نہین سواے حکمت اور علم اور مجاہدہ وعاجزی کے کہ ان چیزون سے البتہ نفس کی صلاح ہوتی ہے اور ان سب کی جڑ یہ ہے کہ اللہ تعالی کیساتھ اعتصام ہو -

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ ۝ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مرلو مگر مسلمان اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی

جَمِيعًا وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنْتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ

سب ملکر اور آپس سے نہ پھوٹو اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب تھے تم آپس مین دشمن پھر الفت دی تمہارے دلون مین

فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنْتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِنَ النَّارِ فَأَنْقَذَكُمْ مِنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ

اب ہوگئے اسکے فضل سے بھائی اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے پھر تم کو اُس سے خلاص کیا - اسی طرح

يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ۝

کھول بیان کرتا ہے اللہ تمپر نشانیان اپنی شاید تم راہ پاؤ

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ - اے ایمان والو اللہ تعالی سے حق تقوی کرو ف حدیث مین ہے کہ بان یطاع فلا یعصی ویشکر فلا یکفر ویذکر فلا ینسی فقالوا یا رسول اللہ ومن یقوی علی ہذا فنسخ بقولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم - یعنی حق تقاة یا ہین طور کہ طاعت کیجاوے اللہ کی پس اسکی نافرمانی نہ کیجاوے اور شکر کیا جاوے پس ناشکری نہ کیجاوے اور یاد کیا جاوے پس نہ بھولا جاوے پھر صحابہؓ نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ایسا کرنے پر کسکو طاقت ہے پس منسوخ کیا گیا بقولہ تعالی فاتقوا اللہ ما استطعتم پس تقوی کرو اللہ کا جہانتک تم مین استطاعت ہو - وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ - موحدون - اور مرو مت مگر اس حال مین کہ تم توحید کرنے والے ہو ف تقاة مصدر ہے اور حق تقاتہ اضافت بموصوف ہے اصل مین تقاتہ الحق تھا ای ایسا تقوی کہ جو اسکے واسطے حق وثابت ہے اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ جب یہ آیت اُتری تو صحابہؓ پر یہ شاق گذرا اور بولے کہ یا رسول اللہ یہ کون کرسکتا ہے پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - فاتقوا اللہ ما استطعتم پس یہ آیت منسوخ کردی یہی قتادہ وربیع بن انس وابن زید سے مروی قال ابن کثیر یہی قول سعید بن جبیر وابو العالیہ ومقاتل وسدی وغیرہ سے مروی ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور تقوی کی جو تفسیر کی وہ حاکم نے ابن مسعودؓ سے مرفوعاً روایت کرکے کہا کہ یہ حدیث بر شرط شیخین صحیح ہے اور ایسا ہی

ابن مردویہ نے روایت کی اور ابن ابی حاتم نے اسکو ابن مسعودؓ سے موقوفاً انکا قول روایت کیا اور ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسکی اسناد صحیح ہے اور کہا
کہ اظہر یہی ہے کہ حدیث موقوف ہے واللہ اعلم۔ اور مفسرؒ نے جو کہا کہ فقالوا۔ یقال تو اس سے مراد یہ ہے کہ اس آیت کے اترنے پر صحابہؓ نے کہا پس تفریع
نزول آیۃ پر یہ ہے نہ اس تفسیر تقویٰ پر کیونکہ تفسیر مذکور کے بعد انکا یہ کہنا مروی نہین ہوا۔ لیکن اسمین اشارہ ہے کہ جو تفسیر تقویٰ کی مذکور ہوئی ہے وہ طاقت
سے باہر ہے پس اسکے منسوخ ہونے کا قول اقرب ہے۔ اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت منسوخ
نہین ہوئی ولیکن حق تقویٰ یہ ہے کہ جہاد کرین اسکی راہ مین حق جہاد اور انکو اللہ تعالےٰ کے معاملہ مین کسی ملامت کرنے والے کی ملامت مانع نہو اور عدل
پر قائم ہون اگرچہ اپنی جانون اور اپنے آباء و اجداد اور اپنے فرزندون کے حق مین ہو۔ اور قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ قولہ فاتقوا اللہ ما استطعتم
اسکا مبین ہے اور معنی یہ ہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ ما استطعتم۔ اور کہا کہ یہی قول صوب ہے اسواسطے کہ نسخ وہان بضرورت ہے جہان جمع کرنا ممکن
نہو اور یہان دونون آیتون مین اتفاق ہوگیا جیسا کہ بیان ہوا۔ **مترجم** کہتا ہے کہ اسمین شک نہین کہ اتقوا اللہ حق تقاتہ۔ اپنے اطلاق پر
سب وجوہ تقویٰ کو خواہ داخل استطاعت ہو یا نہو شامل ہے اور ما استطعتم کی قید لگانے سے دوسری شق عدم استطاعت کی جاتی رہی پس یہ
اصطلاحی نسخ نہین قرار دیا جاسکتا ہے بلکہ تخصیص بنابر ایک رائے کے ہوسکتا ہے سو وہ بھی نسخ فی حق البعض ہے لہذا بظاہر اصوب وہی ہے جو مفسرؒ نے
اختیار کیا واللہ اعلم اگرچہ روایت علی بن ابی طلحہ عن ابن عباسؓ تامل والی ہے اور علی بن ابی طلحہ اس روایت مین منفرد نہین ہین بلکہ مجاہدؒ نے بھی ایسا ہی
کہا پس با صل تفسیر انھون نے حضرت ابن عباسؓ سے سنا ہوگا واللہ اعلم اور بعض نے حق تقاتہ کی تفسیر مین کہا کہ تقوے واجب ادا کرے یعنی جو فرض
ہے اسکو ٹھیک ادا کرے اور جو حرام و نا روا ہے اس سے پورا پرہیز کرے۔ پھر قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ استثنا مفرغ از اعم الاحوال ہے یعنی
لا تموتوا علےٰ حال سوی حال الاسلام یعنی جب مرو تو کسی حال مین نہو سوائے حال اسلام کے اور مجاہدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے یہ
آیت پڑھی یا ایہا الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون۔ اور فرمایا کہ اگر زقوم کا ایک قطرہ اس دنیا مین ٹپکے تو اہل دنیا
کی زندگانی بگاڑ دے پس ان لوگون کا کیا حال ہوگا جن کا کھانا کچھ نہین سوائے زقوم کے رواہ احمد والنسائی وابن ماجہ وابن حبان والحاکم والترمذی
وقال حسن صحیح۔ اور جابرؓ سے روایت ہے کہ مین نے رسول اللہ صلعم سے آپکی موت کے تین روز پہلے آپ سے سنا کہ تم مین کوئی نہ مرے مگر اس
حال مین کہ وہ اللہ عزوجل کے ساتھ ظن نیک رکھتا ہو رواہ احمد ومسلم۔ اور صحیحین مین حضرت ابوہریرہ کی حدیث مرفوع مین بھی اللہ عزوجل
سے حدیث قدسی مروی ہے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مین بندے کے اس گمان پر اسکے ساتھ ہون جو وہ میرے ساتھ رکھتا ہے۔ **وَاعْتَصِمُوا**۔
تمسکوا۔ اور مضبوط پکڑلو **بِحَبْلِ اللّٰهِ**۔ ای دینہ۔ اللہ تعالیٰ کی رسی یعنی دین کو **ف** حبل اللہ سے مراد دین اسلام ہے جیسا کہ ابن زیدؒ سے
مروی ہے اور حبل در اصل رسی ہے یا ہر سبب جس سے مراد کیطرف توصل ہو پس اللہ عزوجل نے انکو حکم کیا کہ دین اسلام پر تمسک کرنے مین مجتمع و متفق رہین یا حبل اللہ
سے قرآن مراد ہے اور احادیث صحیحہ مین قرآن کو حبل اللہ الممدود کے مانند الفاظ سے فرمایا ہے اور قتادہ نے عہد اللہ سے تفسیر کی اور معنی متقارب ہین **جَمِيعًا**
کو نصب بنابر حال کے ہے ای مجتمعین اور قولہ۔ **وَلَا تَفَرَّقُوا**۔ بعد الاسلام۔ اور اسلام کے بعد متفرق نہو ف ابوہریرہؓ کی حدیث مین ہے کہ اللہ تعالیٰ تمسے
تین چیزون سے راضی ہوتا ہے ایک یہ کہ تم اسکی بندگی کرو اور شرک کچھ نہ کرو دوم یہ کہ اعتصام کرو بحبل اللہ جمیعا اور متفرق نہو سوم یہ کہ والی ملک کو باہم نصیحت کرتے
رہو اور تم سے تین چیزون سے سخط فرماتا ہے ایک قیل وقال دوم کثرت سوال سوم اضاعۃ المال۔ رواہ مسلم۔ **وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللّٰهِ**۔ انعامہ
عَلَيْكُمْ یا معشر الاوس والخزرج۔ اور اپنے اوپر اللہ تعالےٰ کے انعام کو یاد کرو ف اے گروہ اوس وخزرج وانعام یہ ہے کہ۔ **اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً**
قبل الاسلام۔ جب تم باہم ایک دوسرے کے دشمن تھے یعنی اسلام سے پہلے۔ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اوس وخزرج دونون سگے

بھائی تھے انکی اولاد میں ایک بات پر ایک سو بیس برس تک لڑائیاں رہیں یہانتک کہ اسلام قائم ہوا اور اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا اور انمیں الفت ڈالدی چنانچہ فرمایا۔ فَاَلَّفَ۔ جمع۔ پھر جمع کر دیا۔ بَیْنَ قُلُوْبِكُمْ۔ بالاسلام۔ تمھارے دلوں میں اسلام کے ساتھ فَاَصْبَحْتُمْ۔ فصرتم۔ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا۔ پھر تم ہوگئے نعمت الٰہی سے بھائی بھائی۔ ف یعنی دین اور مددگاری میں تم آپس میں ایک دوسرے کے بھائی ہوگئے۔ اور بر و تقویٰ پر ایک دوسرے کے مددگار ہوئے جیساکہ دوسری آیت میں فرمایا۔ هو الذی ایدك بنصره وبالمؤمنین والف بین قلوبهم الآیہ۔ کذا ذکرہ ابن کثیر۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا۔ طرف۔ حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ۔ لیس بینکم وبین الوقوع فیها الا ان تموتوا کفارا۔ اور تم لوگ آگ کے گڑھے کے کنارے پر تھے یعنی تمھارے درمیان اور گڑھے میں گرنے کے درمیان کچھ باقی نہ تھا مگر یہی کہ تم کافر مرجاؤ۔ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ بالایمان۔ پس اللہ تعالیٰ نے تم کو اس سے نکال لیا بایں طور کہ تم کو ایمان دیدیا۔ كَذٰلِكَ۔ کما بین لکم ما ذکر جیسے یہ انعام تمپر ظاہر کیا۔ اسی طرح۔ یُبَیِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰیٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی آیات ظاہر فرماتا ہے تاکہ تم ہدایت پاؤ۔ یعنی تم ہدایت پر ثابت رہو اور مضبوطی حاصل کرو۔ ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایها الذین آمنوا اتقوا اللہ حق تقاته۔ اور نیز حق تقویٰ یہ ہے کہ جو عہد ہیں انکو مضبوطی سے نگاہ رکھے اور اللہ تعالیٰ نے جو حدود حرام و حلال کے مقرر فرمائے ہیں انکی حفاظت کرے اور قضاء و قدر جاری ہونے کے وقت رضامندی سے ٹھنڈا رہے اور نیز حق تقویٰ یہ ہے کہ حق عزوجل کے مشاہدہ کیواسطے حادثات و مخلوقات کو ترک کرے۔ اور نیز برگزیدہ بندوں کو اپنی تعریف سے حقیقت میں قدم تلے کر متنبہ کر دیا تاکہ حقیقت عبودیت کو ادا کرکے حق ربوبیت کو پہچانیں اور انپر لازم کر دیا کہ اس عبودیت پر مستقیم رہیں پس گویا فرمایا کہ مجھے حق معرفت سے پہچانو اور میرے پاس ایسی حالت سے آؤ کہ تم میں استقامت ہو اور تمکو وفات نہ ہونے مگر اسی حال میں کہ وفات کی جو شرطیں ہیں وہ تم میں پوری موجود ہوں اور یہی معنی ہیں قولہ ولا تموتن الا وانتم مسلمون کے اور قاسم رحمہ نے فرمایا کہ اپنی کوشش کو پورا صرف کر دینا اور طاعت کے موافق عمل کرنا اور راحت کی طرف توجہ چھوڑنا اور راحت کی طرف تو کوئی راہ بھی نہیں ہے کیونکہ واصل ہونے کا پہلا کنارہ تو نفس کا تلف کرنا ٹھہرا ہے۔ اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ حق تقویٰ یہ کہ جو مواجب عبودیت ہیں انمیں نفس کو تلف کرنا۔ اور ابن عطا رحمہ نے فرمایا کہ حق تقویٰ یہ کہ سچائی کے ساتھ لا الٰہ الا اللہ کہے بحالیکہ تیرے دل میں سوائے حق عزوجل کے کچھ نہو۔ ابن عطا نے فرمایا کہ تقویٰ کی حقیقت ظاہر میں تو یہ ہے کہ جو حدود اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے انکو نگاہ رکھے اور باطن میں یہ ہے کہ نیت و اخلاص ہو اور روایت ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم سے اس آیت کے معنی پوچھے گئے تو آپ نے فرمایا کہ حق تقویٰ یہ کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کیجاوے پھر اسکی نافرمانی نہو اور اسکی یاد کیجاوے پھر کبھی فراموشی نہو اور شکر کیا جاوے کہ پھر کبھی کفران نہ ہو۔ قال المترجم۔ یہ الفاظ اس روایت کے ہیں جو ابن ابی حاتم نے حضرت ابن مسعود رضہ سے موقوفا روایت کی ہے اور شیخ ابو تراب رحمہ نے فرمایا کہ پورا تقویٰ یہ ہے کہ جب کہے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے کہے اور جب کام کرے تو اللہ تعالیٰ کے واسطے ہو اور جب نیت ہو تو اللہ تعالیٰ کے واسطے اور خود اللہ تعالیٰ کے واسطے اور اسی کے ساتھ ہو جاوے اور نیز فرمایا کہ تمام تقویٰ یہی ہے کہ تمام شبہات سے بچے المترجم کہتا ہے کہ حدیث صحیح میں حضرت سید عالم صاحب جوامع الکلم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جو شبہات سے بچا وہ اپنے دین کو پاک لے گیا۔ فرمایا اتقوا اللہ حق تقاته قولہ تعالیٰ واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا۔ حبل اللہ ہدایت کفایت و رعایت و عبودیت و معرفت و محبت و خدمت اور ہیبت و حشمت اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم و قرآن مجید و سنت نبی صلے اللہ علیہ وسلم ہے پس اللہ تعالیٰ نے جمہور یاران و قائق کے ساتھ اعتصام واجب کر دیا تاکہ اسکی طرف پہنچ جاویں اور اس سے متفرق نہوں کیونکہ جسنے اپنی رائے و تدبیر و معاملہ و مجاہدہ و حیلہ و فکر و استدلال کی طرف رجوع کیا یعنی اسکی

ہدایت وکفایت ورعایت وغیرہ ہو بزہا وہ سایہ عنایت وکفایت سے کہین دور پڑ گیا **شیخ سہل** رح نے فرمایا کہ انھون نے عہد سے تمسک کیا اور عہد اسکا توحید ہی اور **شیخ ابویزید** رح نے فرمایا کہ جبتک تو اپنے نفس کو گم نہ کرے اور اپنے خالق سے اعتصام نہ کرے تب تک تیری دعا قبول نہو گی اور جب تک تو واسطہ امور مین رہیگا تو مخلوق اپنے خالق کی طرف راہ نہین پاتا ہی پھر جب تو نے اسکو اپنے سے طرح دیدیا یعنی کسی امر کے واسطے سے وصول نچاہا تو اللہ تعالے سے اعتصام کرنے والا ہو گیا اور بعض نے فرمایا کہ اسکی طرف اعتصام یہ ہی کہ بندہ کا دل عہد وفا کرنے پر مائل ہے در بدون کمی وکوتاہی کے فرائض ادا کرنے پر جھکے - اور **شیخ ابن عطا** نے فرمایا کہ حبل اللہ ہر بندہ سے متصل ہی اور حبل اللہ ہی عہد الٰہی اور اس کی کتاب مجید ہی پس جسنے اسکو مضبوط پکڑ لیا وہ واصل ہو گیا اور **شیخ جنید** رح سے پوچھا گیا کہ قولہ تعالی واعتصموا بحبل اللہ کے معنی کیا ہین تو کہا کہ صوفیہ کہتے ہین کہ اسمین خصوص ہی اور عموم بھی ہی پس اعتصموا باللہ کے یہ معنی ہین کہ حبل اللہ کے ساتھ اعتصام کرنے سے تم اللہ تعالے کے ساتھ اعتصام کرو **قال المترجم** حاصل یہ کہ خاص لوگون کو تو اعتصموا باللہ فرمایا اور عام کو اعتصموا بحبل اللہ فرمایا ہی - اور بعض نے کہا کہ اعتصموا بحبل اللہ کے یہ معنی ہین کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت پر مجتمع ہو یعنی ہر حال مین آنحضرت صلعم کے قول وفعل سب سے موافقت کرو کہ وہی حبل اوثق ہین ازظاہر وباطن اور پوشیدہ وعلانیہ کسی حال مین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موافقت سے متفرق نہو - قولہ تعالی واذکروا نعمۃ اللہ علیکم - یعنی اپنے اوپر اس انعام الٰہی کو یاد کرو کہ معرفت ومحبت کی صفت سے تم کو اپنی طرف راہ دے - قولہ اذ کنتم اعداءً - یعنی لشریت کے گھٹاٹوپ بادل کے نیچے کفر وانکار کے پردہ مین اسکی توحید کو مشاہدہ کرنے سے دور اسکی دیدار قربت سے محروم پڑے تھے اوسوقت دیکھو کہ اللہ تعالے کا حق اور اپنے بھائیون کا حق برباد کرنے تھے اور کفر کی ذلت مین پھنسے ہوے اپنے نفس کی خواہشین چلاتے اور اپنے بھائیون کی خواہشون کو برباد کرتے تھے اور جاننا چاہیے کہ اصل سب انہین عداوت کا یہی تھا کہ اللہ تعالی نے انکو لباس معرفت سے ننگا رکھا تھا پھر جب انکے اسرار باطنی کو اپنی جناب سے انوار معرفت کی خلعتین عطا فرمائین اور انکے دلون کو حقائق وصال نے ڈھانپ لیا تو بعض نے بعض پر جمال حق عز وجل کا اثر دیکھا اور بعض روحین بعض پر عاشق ہوئین جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا حبب الیکم الایمان وزینہ فی قلوبکم - اور یہی شرح جو مین نے بیان کی یہی معنے ہین اس قول ونعالی عز وجل کے کہ فرمایا - فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا - اور نیز یہ اشارہ ہی کہ پھر اللہ تعالی نے تمھارے دلون مین الفت دیدی اسطرح کہ اپنی طرف سے عصمت نورانی تمھارے دلون کو دی ورپنی درگاہ باکمال کا جمال کشف فرمایا یہانتک کہ تم سب کے سب مکاشفات وصال کی حقیقت کو پہونچے اور شرف احسان سے تمکو الفت کا دودھ سا پیالہ ملا اور جمال حبیب سے خوش دل ہو گئے اور تمھارے قلوب سے وحشت کا پردہ اٹھ گیا پس ان سب کا عیش ایک اور مذہب ایک اور حظ ایک ہو گیا اور اللہ تعالے نے سب کو اخلاص پر جمع کر دیا تاکہ انکے اخلاق پر جو میل آ گیا تھا اور طبیعت پر کچھ لگاؤ ہو گیا تھا اس سے پاک ہو گئے اور باہمی الفت و اخلاص کا لباس پہن لیا **قال المترجم** جب حضرت صلعم نے حنین کی غنیمت تقسیم فرمائی تو انصار رضی اللہ عنہم کو کچھ کم دیا اور جنکی تالیف قلوب منظور تھی انکو زیادہ دیا پس بعض انصار نے اسمین کچھ باتین کہین جنکی خبر حضرت صلعم کو پہونچی تو خطبہ فرمایا کہ اے گروہ انصار کیا مین نے تمکو گمراہ نہین پایا تھا کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو ہدایت دی اور تم آپس سے پھوٹے ہوے تھے کہ میرے ساتھ اللہ تعالی نے تمکو باہم ملا دیا الفت سے تم محتاج تھے کہ اللہ تعالے نے تم کو میری وجہ سے تونگر کر دیا جب آنحضرت صلعم کوئی بات فرماتے تو انصار کہتے کہ اللہ تعالی واسکے رسول کا بہت بڑا احسان ہی **مترجم** کہتا ہی گویا اس تصدیق سے انھون نے اپنا حصہ بھرپور کیا خدا داناتر ہی کہ کسقدر لیا فلیتامل غیہ اللہ تعالی نے انکو مخلوقات کے پھنساؤ سے چھڑا لیا اور انکے دلون سے تفرقہ کے خطرات دور کر دیے پس انکو عین الجمع مین ایک کر دیا گویا ایک نفس ہین پس انکے جمال نے انکو فنا دیدی اور انکے اخلاص نے انکے دلون کو صفا کا لباس پہنایا پس وفا وصفا کے درمیان وہ سچے بھائی ہو گئے اور محبت مین مخلص ہو گئے

اور آپس کے ساتھ مین انصاف سے رہنے والے ہوگئے اور ایک کو دوسرے کی دوستی پر یقین کامل ہوگیا۔ حاصل کلام بیان یہ ہی کہ برگزیدہ لوگون کے دلون مین جو الفت ہوتی ہی وہ انکے مقامات وحالات کے مراتب کے موافق درجہ بدرجہ مختلف ہوتی ہی اور جان رکھو کہ جب اللہ تعالیٰ نے ارواح کو پیدا کر کے انکو اپنے مشاہدۂ قرب مین جمع کیا تو بعض کو مقام توحید سے مشرف کیا اور بعض کو مقام معرفت سے اور بعض کو مقام محبت اور بعض کو مکاشفہ اور بعض کو مقام مشاہدہ اور بعض کو مقام اُنس و وجد و حالات سے مشرف فرمایا پس الفت ان سب مین اسی اندازہ سے ہی جس قدر ان کے درجون مین آپس مین نزدیکی ہی مثلاً مقام توحید و معرفت مین قربت ہی بہ نسبت توحید و مکاشفہ کے پھر ان سب کو بعض کو بعض پر رحمت و ہدایت و عصمت قرار دیا ہی حدیث مین فرمایا کہ مومنین مثل عمارت مکان کے ہین کہ ایک دوسرے کو قوت دیتا ہی۔ پھر جانو کہ جو شخص شہد ازل مین جمیع مقامات کے مدارج سے توفیق یافتہ ہوا وہ اپنے لوگون مین سب کے نزدیک محبوب و معشوق ہوگا اور سب کا پیشوا ہوگا کیونکہ اسنے صول حقائق قوم کو پالیا اور سب کے مقامات کی حقیقت کو ادراک کرلیا ہی اور جسنے تمام مقامات کو نہین پایا تو اسکا حال ایسا نہین ہوگا پس باہم الفت ہونا تو اگلون کی صفات سے ہی اور ایک دوسرے سے انکار ہونا پچھلون کا حال ہی اسواسطے کہ انکی روحین باہم ایک دوسرے سے محجوب ہوئی ہین اور یہی حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہی کہ ارواح جنود مجندہ ہین پس جنهین باہم تعارف ہوا انہین باہم الفت ہوئی اور جنهین باہم شناسائی نہوئی انہین پھوٹ پڑی **قال المترجم** یہ حدیث صحاح مین ہی۔ بعض اکابر نے کہا کہ کنتم اعداء کے یہ معنی ہین کہ اپنے حظوظ نفس سے لگے رہنے سے تم دشمن تھے پھر فرمایا کہ فالف بین قلوبکم۔ یا این معنے کہ حظوظ نفس تم سے زائل کردیے اور اس سے پھیر کر تم کو حظ حق کی طرف لگا دیا۔ قولہ تعالیٰ کنتم علی شفا حفرۃ من النار فانقذکم منها۔ یعنی تم امتحان کے واسطے ازلی غضب مین ڈالے گئے تھے اور یہ مراد نہین کہ حقیقت مین ایسے تھے کیونکہ وہ تو یہ لوگ خاصان حق سے تھے چنانچہ فرمایا پھر تم کو اس سے نکال لیا اور یہ رضاے تقدیر ازلی تھی کہ تمھارے شرف و برگزیدگی پر جاری ہوئی تھی کہ تمکو معارف و کواشف سے سرفراز کرے اور یہی فرمایا سبقت رحمتی غضبی **مترجم** کہتا ہی کہ یہ حدیث قدسی صحاح کی روایت سے ہی اور معنے اسکے یہ ہین کہ حق عزوجل نے فرمایا کہ میری رحمت میرے غضب پر پیش قدم ہی۔ اور بعض محققین نے ہر چیز و ہر حال مین رحمت ثابت کی ہی اور **شیخ اکبر** نے یہان تک کہ عذاب کفار مین بھی انھون نے وجوہ رحمت کی تقریر کی ہی اور یہ اللہ تعالیٰ جانے ولیکن عموم رحمت تو صحیح ہی بلکہ منصوص ہی کہ فرمایا ورحمتی وسعت کل شیٔ۔ میری رحمت ہر شی کو وسیع ہی اور شر مین سب شامل ہی ولیکن ادراک وجوہ رحمت عوام کا کام نہین مثلاً جہاد مین قتل کفار انکے حق مین دفع ارتکاب شر و فساد کفر ہی اور مومنون کے حق مین تو ظاہر علی ہذا القیاس فافہم

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ؕ

اور چاہیے کہ رہین تم مین ایک جماعت بلاتی نیک کام پر اور حکم کرتی اچھی بات کو اور منع کرتی ناپسند کو

وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ

اور وہی ہین بچے مراد کو اور نہو انکی طرح جو پھوٹ گئے اور خلاف کرنے لگے بعد اسکے کہ پہونچ چکے ان کو

الْبَيِّنٰتُ ؕ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ○

صاف حکم اور انکو بڑا عذاب ہے جس دن سپید ہونگے بعضے منھ اور سیاہ ہونگے بعضے منھ

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ

سو وہ لوگ جن کے منھ سیاہ ہوے آیا تم کافر ہوگئے ایمان مین آکر اب چکھو عذاب

بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا

بدلا اوس کفر کرنے کا اور وہ جو سپید ہوے منھ انکے سو اللہ کی رحمت مین ہین وہ اوسی مین

خٰلِدُوْنَ ۝ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝

رہ پڑے یہ حکم ہین اللہ کے ہم سناتے ہین تجکو تحقیق اور نہین چاہتا اللہ ظلم کو جہان والون پر

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

اور اللہ ہی کا ہی جو کچھ آسمان و زمین مین ہی اور اللہ کی طرف ہر کام کی رجوع ہی

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ ۔ الاسلام ۔ اور تم مین سے ایک گروہ ہونا چاہیے کہ خیر یعنی اسلام کی طرف دعوت کرے ف اور حضرت جعفر باقرؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیۃ کو پڑھکر فرمایا کہ خیر یہی قرآن اور میری سنت کا اتباع ہی (رواہ ابن مردویہ) وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۔ اور معروف شرعی کا حکم کرے ف اور نیک کامون کو سکھلاوے ۔ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ ۔ اور منکر شرعی سے منع کرے ف جو شرع مین بدکام ہی اس سے روکے ۔ وَاُولٰۗىِٕكَ الداعون الآمرون الناهون هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ الفائزون ومن للتبعيض لان ما ذكر فرض كفاية لا يلزم كل الامة ولا يليق بكل احد كالجاهل وقيل زائدة اى لتكونوا امة ۔ اور یہی خیر کی طرف بلانیوالے اور نیک کام کا حکم کرنے والے اور منکر سے منع کرنیوالے یہی مفلحون ہین ای فائز مراد ہین ف او منکم مین من تبعیضیہ ہی کیونکہ جو حکم ذکر فرمایا وہ فرض کفایہ ہی کہ کل امت پر لازم نہین ہی اور ہر فرد کے لائق بھی نہین ہی جیسے جاہل اسکی لیاقت نہین رکھتا مترجم کہتا ہی کہ مفسر کی عبارت مین ظاہر یہ نکلتا ہی کہ فرض کفایہ ہر امت پر لازم نہین ہی بلکہ بعض پر ہوتا ہی اور اسپر علامہ تفتازانی نے اعتراض کیا ہی کہ یہ قول مردود ہی اور دلیل قائم ہوگئی کہ فرض کفایہ بھی کل پر واجب ہوتا ہی لیکن بعض کے ادا کردینے سے سب کے ذمہ سے ساقط ہو جاتا ہی چنانچہ بیضاوی نے بھی کہا کہ خطاب کیا جمیع کو اور انہین سے بعض کا فعل طلب کیا تاکہ دلیل ہو اس بات پر کہ یہ حکم سب پر لازم ہی حتی کہ اگر سبھون نے ایک سرے سے ترک کیا تو سب کے سب گناہگار ہونگے لیکن اگر بعض نے ادا کیا تو سب کے ذمہ سے ساقط ہوگا اور یہی ہر فرض کفایہ کا حال ہی ۔ اور بعض نے کہا کہ من زائدہ ہی اور معنی یہ ہین کہ چاہیے کہ ہو جاؤ تم ایسی امت الی آخرہ مترجم کہتا ہی کہ قرطبی نے اول کو ترجیح دی اسوجہ سے کہ محتسب ہونا بعد علم ولیاقت کے ہو سکتا ہی پس فقط اہل علم سے مخصوص ہوگا ۔ اور شیخ ابن کثیر نے فرمایا کہ مقصود اس آیہ سے یہ ہی کہ اس امت مین سے ایک فرقہ اس کام کی تکلیف لینے اوپر اٹھائے اگرچہ یہ کام تو ہر فرد پر اسکی لیاقت کے موافق واجب ہی جیسا کہ صحیح مسلم مین حضرت ابوہریرہؓ کی روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جسنے تم مین سے منکر دیکھا یعنی کسی کو ایسا فعل کرتے دیکھا جو شرع مین منکر ہی تو چاہیے کہ اسکو اپنے ہاتھون بگاڑے اور اگر ایسا نہ کر سکے تو زبان سے متغیر کرے اور اگر یہ بھی نکر سکے تو دل سے اور یہ سب سے کمزور ایمان ہی اسکے بعد رائی برابر ایمان نہین ہی ۔ اور حذیفہؓ سے مرفوعا روایت ہی کہ قسم اس ذات کی جسکے قبضۂ قدرت مین میری جان ہی کہ تم حکم کروگے امر بالمعروف کا اور منع کروگے منکر سے یا اللہ تعالی تمپر اپنے پاس سے عذاب بھیجیگا پھر تم اس سے دعا کروگے اور تمھاری دعا قبول نہوگی رواہ الترمذی وابن ماجہ ۔ اور آیۃ مین دلیل ہی کہ امر بالمعروف و نہی منکر واجب ہی اور بیضاوی نے کشاف کی پیروی مین کہا کہ امر بالمعروف تو کبھی واجب ہوتا ہی اور کبھی مستحب ہوتا ہی جیسا حکم ہو یعنی اگر اسکا کرنا واجب تھا مثل نماز کے تو امر بالمعروف بھی واجب ہی اگر اسکا کرنا مستحب تھا تو امر بالمعروف بھی مندوب ہی اور رہا نہی از منکر تو یہ سب کل واجب ہی اسواسطے کہ تمام جسکو شرع نے منکر قرار دیا ہی وہ حرام ہی اور رہا یہ

مفسر جلال الدین سیوطی ؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ یہ غلطی ہے اور صحیح یہ ہے کہ اگر فعل منکر حرام ہو تو اس سے نہی کرنا واجب ہے اور اگر مکروہ
ہو تو اس سے نہی کرنا مستحب ہے اب رہا یہ کہ جس فعل کو آدمی خود کرتا ہے حالانکہ منع ہے تو اس سے دوسرے کو منع کرے یا نہین کیونکہ اللہ تعالے
نے فرمایا - یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یعنی اے ایمان والو تم کیون کہتے ہو وہ جو خود نہین کرتے ہو تو بیضاوی وغیرہ نے لکھا
کہ اسمین اختلاف ہے اور اظہر وارجح یہ ہے کہ گنہگار جس گناہ کا خود مرتکب ہوتا ہے اس سے بھی دوسرے کرنیوالے کو منع کرے کیونکہ اسپر دو باتین
واجب ہین ایک یہ کہ خود اسکو نہ کرے اور دوم یہ کہ جسکو کرتے دیکھے اسکو منع کرے پس اگر اسنے پہلی بات نہ کی تو دوسری بات جو اسکے ذمہ واجب
تھی وہ کیونکر ساقط ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ اسی پر ائمہ حنفیہ کا فتوی ہے - وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ تَفَرَّقُوا - عن منہم - وَاخْتَلَفُوا
فیہ مِنْ بَعْدِ مَا جَاءَهُمُ الْبَيِّنَاتُ - وہم الیہود والنصاری - اور تم لوگ ایسے مت ہو جیو جیسے وہ لوگ جو پھوٹ مین
پڑے اور اختلاف ڈالا بعد اسکے کہ انکے پاس آیات بینات آچکی تھین ف یعنی تفرق سے دین کا تفرق مراد ہے اور اختلاف سے دین
مین اختلاف مراد ہے اور اس موصول وصلہ کی مصداق یہود و نصاری ہین اور یہی جمہور مفسرین کا قول ہے - وَأُولَٰئِكَ لَهُمْ
عَذَابٌ عَظِيمٌ - ایسے بدکارون پر عذاب عظیم ہے ف اور ابن عباس رض سے روایت ہے کہ بدعتی مراد ہین اور حضرت ابو ہریرہ رض سے
مرفوعاً روایت ہے کہ یہودی اکہتر فرقے پر متفرق ہوے اور النصاری بہتر فرقہ پر متفرق ہوے اور میری امت تہتر فرقون پر متفرق ہو گی اور ایک روایت مین
یہ زیادہ ہے کہ سب جہنم مین جاوینگے سوا ایک کے اور وہ جماعت ہے یعنی اہل السنۃ والجماعۃ رواہ ابو داؤد والترمذی وابن ماجہ والحاکم واحمد وغیرہ
اور ابن عمر رض کی روایت حاکم مین مرفوع ہے کہ پوچھا گیا کہ وہ ایک فرقہ کون ہے یا رسول اللہ تو فرمایا وہ کہ جو اس راہ پر ہو گا جسپر مین اور میرے
صحابہ آج مین - بالجملہ مصداق اسکے وہ لوگ ہین جو شرک سے پرہیز کرکے حضرت صلعم کی سنت پاکیزہ اور صحابہ رضی اللہ عنہم کی چال پر چلتے ہین اور
سب جماعت ہین تفرقہ روا نہین رکھتے ہین کیونکہ ابو ذر رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے جماعت کو بالشت بھر چھوڑا اسنے ربقہ
اسلام اپنی گردن سے نکالا رواہ ابو داود پس اسمین مسلمانون کو سخت تنبیہ ہے کہ آپسمین متفرق نہون ولیکن کبھی ہو متفق ہونگے جب تک کہ را[illegible]
توحید پر قائم ہون - يَوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوهٌ وَتَسْوَدُّ وُجُوهٌ - ای یوم القیامۃ - یعنی اس دن سے مراد روز قیامت ہے شیخ
ابن کثیر ؒ نے ذکر کیا کہ تبیض وجوہ - اہلسنت و جماعت ہین اور تسود وجوہ اہل بدعت ہین یہ ابن عباس رض کا قول ہے اور ظاہراً مراد اہل بدعت سے
عام ہین خواہ اس امت کے بد عقاد لوگ ہون یا پہلی امت کے ہون - الحاصل جنھون نے صراط مستقیم اور آیات بینات مین اختلاف کیا اور راہ حق
مین مومنون کو تکلیف دی تو آخرت مین ان مشرکون کافرون بدعتیون کے لیے عذاب عظیم ہے جس دن دو قسم کے چہرہ ہونگے ایک سیاہ دوم سفید
پھر ہر ایک کی تفصیل یہ ہے کہ - فَأَمَّا الَّذِينَ اسْوَدَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم الکفرون فیلقون فی النار ویقال لہم توبیخا - أَكَفَرْتُمْ
بَعْدَ إِيمَانِكُمْ - یوم اخذ المیثاق - جنکے چہرے سیاہ ہونگے (وہ کافر ہین جو آگ مین ڈالے جاوینگے و توبیخاً کہا جاویگا) کیا تم کافر ہوئے بعد
ایمان لانیکے ف ازل مین عہد توحید لینے کے وقت جو سبھون نے اللہ تعالی پر ایمان کا اقرار کیا تھا ایمان مراد ہے اور در صورتیکہ اہل بدعت
مراد ہون تو کوئی تردد نہین کیونکہ بدعت تو بعد سنت کے ہوئی ہے فافہم - اور حسن بصری ؒ سے روایت ہے کہ وہ منافق ہین اور انہین بھی تاویل کارگر ہے
کیونکہ وہ ایمان نہین لائے تھے غرضکہ انکو ملامت کی جاویگی کہ کیا تم بعد ایمان لانے کے کافر ہو گئے یعنی عہد ازل مین اللہ تعالی پر ایمان لانیکے
بعد کافر ہو گئے - فَذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُونَ - پس اپنے کفر کرنے کے بدلے عذاب چکھو ف جو دائمی جہنم ہے
وَأَمَّا الَّذِينَ ابْيَضَّتْ وُجُوهُهُمْ - وہم المومنون اور وہ لوگ جنکے چہرے سپید ہونگے - (وہ مومنین ہین) - ففی

رَحْمَتِ اللّٰهِ - جنت - تو وہ اللہ تعالی کی رحمت مین یعنی جنت مین ہین ف جنت کو بطور مجاز کے رحمۃ اللہ سے تعبیر کیا کیونکہ جنت محل
رحمت ہی اور اسمین تنبیہ ہی کہ جنت نتیجہ فضل ہی کسی کے اعمال وغیرہ کا عوض نہین ہی - هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - یہ نیک بندے جنت مین ہمیشہ
رہین گے ف وہان موت نہین ہی - پھر جاننا چاہیے کہ ترمذی رحمہ اللہ نے اس آیت کی تفسیر مین ابو غالب سے روایت کی کہ ابو امامہ نے
درج مسجد دمشق پر کچھ سر چنے دیکھے تو ابو امامہ نے فرمایا کہ دوزخ کے کتے ہین یہ زیر آسمان نہایت شریر مقتول ہین اور جسکو انھون نے قتل کیا
ہوگا وہ سب بہت اچھے مقتول ہونگے پھر یہ آیۃ پڑھی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - آخر تک تو مین نے ابو امامہ سے پوچھا کہ آپ نے اس کو
رسول اللہ صلعم سے سنا ہی تو فرمایا کہ اگر مین نے اسکو آنحضرت صلعم سے فقط ایک بار یا دو یا تین بار یہانتک کہ سات بار شمار کرکے کہا کہ اگر فقط سات
ہی بار سنا ہوتا تو مین تم سے اسکو بیان نکرتا - قال الترمذی حدیث حسن وقد رواہ ابن ماجہ والامام احمد ایضا مترجم کہتا ہی کہ یہ حال خارجیون کا
بیان ہوا ہی اسی واسطے بعض نے اس آیت مین - الذین اسودت وجوہہم - سے خارجی مراد لیے ہین اور حق یہ ہی کہ خارجی بھی ان لوگون مین
داخل ہین اور آیۃ کریمہ اسپر زیادہ منطبق ہی کیونکہ پہلے وہ لوگ مسلمان ہوے تھے پھر خارجی ہوگئے مین کہتا ہون کہ اسلام انکا مانند نفاق
کے تھا اور معالم مین محی السنۃ رحمہ اللہ نے بموقف قیامت مین تجلی پروردگار کی حدیث ابن عباس سے روایت کی اور مین اسکو عرائس البیان مین لاؤنگا
انشاء اللہ تعالی - تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ - یہ آیات اللہ تعالی ف جو کافرون کی خواری عذاب مین اور مومنون کی منزلت ثواب مین مذکور ہوئین
نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ - انکو ہم تجھپر تلاوت فرماتے ہین تحقیق ف اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاص ہماری وحی عظیم ہی تعرض بیون ہی ہونے
والا ہی - وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِيْنَ - ان یاخذہم بغیر جرم - اور اللہ تعالی کچھ بھی جہان والون پر ظلم کا ارادہ نہین کرتا ف
یعنی خیر کہ انکو بغیر جرم کے ماخوذ کرے بیضاوی نے کہا اسواسطے کہ اللہ تعالی سے ظلم ہونا تو محال ہی اسواسطے کہ اللہ تعالی پر کچھ واجب
نہین کہ اسمین کمی سے ظلم ہو اور وہ کسی امر سے ممنوع نہین کہ اسکے کرنے سے ظالم ہو کیونکہ وہ تو علی الاطلاق مالک ہی - حاصل یہ کہ اللہ عز وجل کیطرف سے
ظلم تو متصور ہی نہین ہوسکتا کیونکہ جو کچھ وہ کرے خود مختار ہی - لا یسئل عما یفعل وہم یسئلون - اور جسپر جو چاہے کرے سب بجا و درست ہی کیونکہ اسنے
اپنے ملک مین تصرف کیا پس ظلم تو ہو نہین سکتا ہی لہذا فرمایا - قل فمن یملک لکم من اللہ شیئا ان اراد ان یہلک المسیح ومن فی الارض جمیعا یعنی اگر وہ
حضرت عیسی و انکی ماں و سب کچھ جو زمین مین ہی ہلاک کرنے کا ارادہ کرے تو کون مانع ہی - اگر کہا جاوے کہ ظلم نکرہ کی نفی کرنے مین ہر فرد ظلم کی نفی
ہوگئی حالانکہ دنیا مین جو ایک دوسرے پر ظلم کرتے ہین وہ بارادۂ الٰہی ہین اور جواب یہ کہ خلق بامر الٰہی ہی نہ انکو مرضی ہی فافہم - وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ
وَمَا فِي الْاَرْضِ - ملکا وخلقا وعبیدا - اور اللہ تعالی ہی کے واسطے ہی جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی ف از راہ ملک و خلق ہونے
اور بندے ہونے کے یعنی سب اسی کی ملکیت و مخلوق و بندے ہین - وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ - تصیر - الْاُمُوْرُ - اور بازگشت جمیع امور
کی اللہ تعالی ہی کی طرف ہی ف یہ اللہ عز وجل کے بیان عظمت کا مقام ہی اسمین عقلا بمنزلہ لا یعقلون کے ہین ف شیخ نے عرائس البیان
مین کہا کہ قولہ تعالی یوم تبیض وجوہ وتسود وجوہ - اشارہ ہی کہ جو لوگ دعوی محبت مین سچے ہین انکے چہرے نور مشاہدہ سے منور ہونگے کیونکہ مطلع
قدم مشرق ازل سے آفتاب کمال طلوع فرمائیگا پس اپنی تجلی جمال سے ایسے چہرون کو پاک منور فرماویگا جو اسکی درگاہ مین گرد آلودہ ہو رہے تھے اور
انکو اپنے نور سے ایک نور خاص کا لباس عطا فرماویگا کہ اسی نور قدم کی قوت سے جمال قدم کو دیکھینگے یہ چہرے شرف بجلال ب کرم اور نورانی بنور قرب
اور شاد و خرم بدیدار وصال ہونگے اور رضوان اکبر سے لہلہاتے ہونگے اور اپنے پروردگار کیجانب قوت پاکر ٹکٹکی لگائے ہونگے چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا
وجوہ یومئذ ناضرۃ الی ربہا ناظرۃ - اور جان رکھو کہ جیسے روز بھی وہ چہرے چمکتے ہین جن پر کل کے روز یہ انوار و اوصاف ظاہر ہونگے چنانچہ فرمایا

سیماہم فی وجوہہم من اثر السجود - اور فرمایا تعرفہم بسیماہم - اور یہ سیما ان اولیاء کرام کے چہرون کی ہین کہ جب تو انکو دیکھے تو نعیم و ملک کبیر دیکھے اسواسطے کہ وہ آئینۂ حق ہین اللہ تعالیٰ انسے اپنی مخلوق کے واسطے تجلی فرماتا ہے - قولہ تعالیٰ وتسود وجوہ - یہان لوگون کے چہرے ہونگے جو جناب باریتعالیٰ مین کچھ نہین اور یہان اپنے آپکو اللہ تعالیٰ کا دوست قرار دیتے ہین جیسے یہود و نصاریٰ جیسا کا فروشرک و باطنیہ فرقہ وغیرہ کے لوگ کہ خلق کے درمیان تقشف ظاہر کر کے مقامات اولیاء کا دعوی کرتے ہین اور صادقین کی وضع مین نکلتے ہین اور خلق سے خواہش رکھتے ہین کہ انکی تعریف کرین اور اپنے چہرے انہین مخلوق کیطرف لگائے رہتے ہین اور جو لوگ کہ زمین مین اللہ عزوجل کے امین ہین انسے عداوت رکھتے ہین **قال المترجم** فرقہ خوارج کا جو شخص پیشوا تھا اسنے حضرت صلعم سے آکر کہا کہ یا محمد آپ اس تقسیم کرنے مین انصاف کیجیے کہ آپ نے انصاف نہین کیا تب آپ نے فرمایا کہ افسوس ہے کہ مالک آسمان و زمین تو مجکو اہل زمین پر امین کرتا ہے اور تم نہین کرتے ہو الخ اسی قصہ مین ذوالخویصرہ اور خارجیین کے بے ایمان ہونے کا حال فرمایا ہے حالانکہ یہ بھی فرمایا کہ تم اپنی نماز و روزہ کو انکے مقابلہ مین حقیر دیکھوگے مگر باوجود اسکے یہ لوگ دین سے ایسے باہر ہونگے جیسے کمان سے تیر نکل جاتا ہے اور اصل حدیث صحیح مسلم وغیرہ مین ہے مکار مدعی لوگون کے چہرے سیاہ ہو جائینگے کیونکہ مجمع قیامت کے حضور مین وہ لوگ دیدار درگاہ سے محروم و محجوب ہونگے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون الآیۃ - محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ سعید بن جبیرؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے یہ آیت پڑھی اور کہا کہ سپید ہونگے چہرے اہل سنت کے اور سیاہ ہونگے اہل بدعت کے - اور **کلبیؒ** نے ابی صالح کے واسطہ سے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو ہر قوم کے واسطے وہ اونچا کیا جائیگا جسکو وہ پوجتے تھے پس ہر قوم جسکو پوجتی تھی اسکی طرف روان ہوگی اور یہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے نولہ ما تولی - بعد جب اسکی طرف جا پہونچینگے تو حقیقت حال دیکھ کر سخت غمگین ہونگے کہ سب برباد ہوا پھر غم سے انکے چہرے سیاہ ہو جاوینگے - اور اہل قبلہ اور یہود و نصاریٰ باقی رہینگے کہ جو انکے واسطے اونچا کیا گیا ہے اسمین سے کسیکو نہین پہنچانینگے پھر اللہ تعالیٰ انپر آویگا پس اسکو سجدہ کریگا پھر جو شخص جو دنیا مین اسکو سجدہ کرتا تھا مطیع مومن ہو کر پھر باقی رہجاوینگے یہود و نصاریٰ اور منافق لوگ کہ یہ لوگ سجدہ کرنے پر قابو نپاوینگے پھر انکو سر اٹھانے کی اجازت دیجاویگی اور مسلمانون کے چہرے برف کے مانند سفید ہونگے اور منافق و اہل کتاب یعنی یہود و نصاریٰ جب مومنین کے چہرے دیکھینگے تو سخت غمناک ہو جاوینگے اور انکے چہرے سیاہ پڑجاوینگے تو کہینگے کہ اے پروردگار ہمارا کیا حال ہے کہ ہمارے چہرے سیاہ ہین پس واللہ ہم مشرک نہ تھے تو اللہ تعالیٰ ملائکہ سے فرمائیگا کہ دیکھو انھون نے اپنے نفسون پر کیا جھوٹ باندھا ہے **قال المترجم** یہ حدیث مرفوع طور پر باسلوب دیگر اسانید صحیحہ کے ساتھ تفسیر قولہ تعالیٰ یوم یکشف عن ساق ویدعون الی السجود الآیہ - مین انشاء اللہ تعالیٰ اچھی طرح بیان ہوگی اور جو حال اس حدیث مین مذکور ہے اہل ایمان اکابر صلحاء عارفان پاک نہیر صدق دل سے ایمان لائے اور مترجم تمام اسوجہ پر جسپر صلحاء امت ایمان لائے ہین ایمان لایا اور اس کو اللہ عزوجل کا فضل جانتا ہے پس عام بھائی مسلمانون کو لازم ہے کہ سلف صالحین کے طریقہ پر ایمان لاوین اور اپنے نفس و شیطان کے وسوسہ و اوہام و ردیٔ عقل جزوی کی حماقت کو درمیان سے اٹھادین وما التوفیق الا باللہ تعالیٰ - اور جو آیہ مین مذکور ہے اسپر صریح دلالت کرتا ہے قولہ تعالیٰ للذین احسنوا الحسنیٰ وزیادۃ ولا یرہق وجوہہم قتر ولا ذلۃ - والذین کسبوا السیئات جزاء سیئۃ بمثلہا وترہقہم ذلۃ - ولیکن چہرون کی سیاہی وغیرہ جزاء بدکرداری و نارضامندی باریتعالیٰ ہے اگرچہ ظاہر کلام سے یہ وہم ہوتا ہے کہ فقط غم سے سیاہ ہونگے - فتفکر - پھر قولہ الذین احسنوا الحسنیٰ و زیادۃ - کی تفسیر مین زیادہ دیدار باری تعالیٰ ہے اور یہی تفسیر مرفوع و موقوف متواتر مروی ہے اور شیخؒ نے جو آیت ذکر کی یعنی قولہ - کلا انہم عن ربہم یومئذ لمحجوبون - اسمین امام مالکؒ نے کہا کہ دلیل موجود ہے کہ مومنین اس دن اپنے پروردگار سے محجوب نہونگے بلکہ اسکے دیدار کریم سے مشرف ہونگے

اور آگے انشاء اللہ تعالیٰ دیدار باری تعالیٰ کی بحث آویگی۔ قال الشیخ اور محمد بن علی نے فرمایا کہ چہرے سپید ہونگے اسوجہ سے کہ انکو اپنے مولا بے عزوجل کا دیدار نصیب ہوگا اور چہرے سیاہ ہونگے یعنی کافرون و منافقون کے اسوجہ سے کہ انکو محرومی ہوگی **قال المترجم** یہ کلام عجیب ہے واللہ تعالیٰ اعلم

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ

تم ہو بہتر سب امتون سے جو پیدا ہوئی ہین لوگون مین حکم کرتے ہو پسند بات پر اور منع کرتے ناپسند سے اور ایمان لاتے ہو

بِاللّٰهِ ۗ وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۗ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝

اللہ پر اور اگر ایمان مین آتے اہل کتاب تو انکو بہتر تھا کوئی ان مین ہین ایمان والے اور اکثر تو وہ فاسق ہین یعنی کافر

كُنْتُمْ - یا امة محمد صلعم فی علم اللہ تعالیٰ - **خَيْرَ اُمَّةٍ** - تم (اے امت محمد صلعم اللہ تعالیٰ کے علم مین) بہتر امت تھے - **اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ** - جو لوگون کے واسطے ظاہر کی گئی ف یعنی جسقدر امتین پیدا ظاہر ہوئین تم سب سے بہتر امت ہو - **تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ** - تم بھلائی کا حکم کرتے ہو اور برائی سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہو ف یہ وصف جسطرح اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا برابر اسیطرح صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین مین جاری رہا - پس یہ بدیہی معجزہ ہے واضح ہو کہ یہان اللہ عزوجل نے اپنا کرم و فضل کامل جو اسنے امت محمد صلعم پر اپنے علم قدیم مین رکھا ہے ظاہر فرمایا - کنتم صیغہ ماضی ہے جو گذرے ہوے پر دلالت کرتا ہے تو **بیضاوی** نے کہا کہ کنتم سے زمانہ قدیم سے انکی خیر ہونے پر دلیل ہے اور مابعد مین انقطاع نہین جیسے قولہ کان اللہ غفورا رحیما - اللہ تعالیٰ غفور رحیم تھا اسکے یہ معنی کہ تھا اور اب بھی ہے اور آئیندہ بھی رہیگا کیونکہ یہ اسکی صفت قدیم ہے - پھر کنتم خطاب ہے پس حاضر موجود لوگون کو جو حضرت صلعم کے صحابہ رضی اللہ عنہم تھے انھین کو خطاب ہوا - اسیواسطے ابن عباس رض نے کہا کہ یہ وہ لوگ ہین جنھون نے رسول اللہ صلعم کیساتھ ہجرت فرمائی **مترجم** کہتا ہے کہ ابن عباس رضی اللہ عنہ نے معلوم نہین کس موقع پر ایسا فرمایا شاید مہاجرین کے درمیان سے انکی تخصیص ہو ورنہ سب صحابہ کو شامل ہونا ظاہر ہے تخصیص کی کوئی وجہ نہین - اور یہ روایت حاکم نے سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباس رض سے وارد کی ہے - اور معالم مین کہا کہ عمر بن الخطاب رض سے روایت ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو فرماتا کہ انتم خیر امۃ - تو ہم سب کے سب شامل ہوتے ولیکن اللہ تعالیٰ نے کنتم فرمایا جو مخصوص اصحاب محمد صلعم کے حق مین ہے اور جسنے انکی طرح کام کیا وہ بھی خیر امۃ مین شامل ہونگے - اور ایک روایت مین عمر رضی اللہ عنہ سے آیا کہ یہ ہمارے اگلون کیواسطے ہوگا اور ہمارے پچھلون کے واسطے نہوگا اور نیز عمر رض سے روایت ہے کہ فرمایا اے لوگو جسکو خوش آوے کہ اس امت سے ہو اسکو چاہیے کہ جو اللہ تعالیٰ نے اس امت سے ہونے کی شرط کردی ہے اسکو ادا کرے یعنی امر بالمعروف و نہی از منکر و ایمان باللہ عزوجل قد رواہ ابن جریر ایضا و جاننا چاہیے کہ ضحاک سے بھی مانند قول حضرت عمر رض کے مروی ہے اور معالم مین فرمایا کہ عکرمہ و مقاتل نے کہا کہ مالک بن الصیف و وہب بن یہودا وغیرہ یہودیون نے حضرت ابن مسعود و ابی بن کعب و معاذ بن جبل و سالم مولے حذیفہ رضی اللہ عنہم سے کہا کہ ہم تو تم سے افضل ہین اور ہمارا دین تو اس سے بہتر ہے جسکی طرف تم ہمکو بلاتے ہو پس یہ آیت کریمہ نازل ہوئی - پھر بر تقدیر قول عمر رض کے کہ اگلون کیواسطے ہے ہمارے پچھلون کے لیے نہین تو اگلون کی حد کہانتک ہے تو عمران بن حصین رض نے روایت کی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ میری امت مین سے بہتر میرا قرن ہے پھر جو انسے پیچھے لگے ہوے ہونگے پھر جو انسے پیچھے لگے ہونگے - عمران کہتے ہین کہ مجھے دریافت نہین رہا کہ آنحضرت صلعم نے اپنے قرن کے بعد دو قرن ذکر فرمائے یا تین قرن فرمائے ہین پھر انکے بعد ایسی قوم ہونگے جو خیانت کرینگے اور امانت والے نہونگے اور گواہی دینگے حالانکہ گواہ نہ کیے جاوینگے اور نذر کرینگے اور اسکو پورا نہ کرینگے اور انمین موٹاپا پھیل جاویگا رواہ البغوی

والحدیث فی الصحیح وغیرہ من السنن۔ اور ابو سعیدؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ برزبانی مت کرنا میرے صحاب کے حق مین کیونکہ قسم ہو
اُس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہو کہ اگر تم مین سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے تو انکے آدھ سیر ستو کے برابر نہین
بلکہ وہ اسکے آدھے کے برابر بھی نہین پہونچ سکتا ہو رواہ البغوی و ہو فی الصحیح۔ یہ تمام بیان تو اس بنا پر تھا کہ کنتم سے فقط صحابہؓ مراد مین اور یہ قول
حضرت ابوہریرہ سے بھی نکلتا ہو جیسا کہ بخاریؒ نے روایت کیا کہ ابوہریرہؓ نے قولہ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس مین کہا لوگون کے واسطے تم بہتر ہو
کہ لوگون کو طوق و زنجیرون مین قید کرکے لاتے ہو یہانتک کہ وہ دین اسلام مین آجاتے ہین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ یہی ابن عباس مجاہد وعطیہ عوفی
وعکرمہ وعطا وربیع بن انس سے مروی ہو اور معنے یہ ہین کہ امتون مین سے بہتر اور لوگون مین زیادہ نافع ہو لوگون کے لیے ہسواسطے فرمایا تامرون
بالمعروف وتنہون عن المنکر وتومنون باللہ۔ اور امام احمد نے درہ بنت ابولہب سے روایت کی کہ ایک مرد نے کھڑے ہوکر رسول اللہ صلعم سے پوچھا در حالیکہ آپ
خطبہ پڑھتے تھے کہ لوگون مین سے کون بہتر ہو آپ نے فرمایا کہ جو انمین سے اقرأ ہو اور اللہ تعالیٰ کے واسطے سب سے زیادہ تقویٰ والا اور معروف کا حکم
کرنے والا اور منکر سے منع کرنے والا اور ناتے کا ملانے والا ہو۔ ورواہ النسائی وغیرہ ایضا مترجم کہتا ہو کہ دیگر دلائل موجود ہین جنسے صریح ثابت ہوتا ہو
کہ تمام امت محمدی صلعم سب امتون سے بہتر ہو اور کلام مین للناس صلہ اخرجت کا ہو اور معنی اسکے یہ ہین ما اخرج اللہ للناس امۃ خیر من امۃ محمد صلعم
یعنی نہین نکالا اللہ تعالیٰ نے لوگون کے واسطے کسی امت کو بہتر امت محمد صلعم سے۔ چنانچہ محی السنۃ نے بہز بن حکیم عن ابیہ عن جدہ روایت کی
کہ اسنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے قولہ تعالیٰ کنتم خیر امۃ اخرجت للناس کی تفسیر مین سنا کہ آپ فرماتے تھے کہ تم ستر امت کے تتمہ ہو یعنی اگلی امتون
کے بعد تم ہوے کہ ستر کی تعداد پوری ہوئی سو انمین سے تم سب سے بہتر اور اللہ عزوجل کے نزدیک سب سے بزرگ ہو ورواہ الترمذی وحسنہ وجدہ
ابن ماجہ والحاکم وصححہ والطبرانی وابن جریر وابن المنذر وابن ابی حاتم۔ اور نیز ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ اس امت
نے پورا کیا ستر امتون کی تعداد کو جنمین سے یہ امت سب سے بہتر اور سب سے بزرگ ہو اللہ عزوجل کے یہان۔ اور حضرت انسؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ میری امت کی مثال جیسے مینہ کا پانی کہ معلوم نہین ہوتا کہ اول بہتر ہو یا آخر۔ اور حضرت عمر بن الخطاب سے روایت کی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ
جنت سب انبیاء پر ممنوع رہیگی یہانتک کہ مین پہلے اسمین داخل ہون اور سب امتون پر حرام رہیگی یہانتک کہ پہلے میری امت اسمین داخل ہو قال المترجم
وقد رواہ الدارقطنی فی الافراد وابن عدی والثعلبی والحدیث صالح الاسناد وان کان فیہ تفرد لبعض الرواۃ واللہ اعلم اور بریدہؓ سے روایت کی کہ حضرت
صلعم نے فرمایا کہ جنت والے ایک سو بیس صف ہونگے جنمین سے اسی صفین میری امت ہوگی مترجم کہتا ہو کہ بیان اور قوی دلائل بھی موجود ہین
جنکو بخوف طوالت مین ترک کرتا ہون۔ لنظر برین ہمارے مفسر جلال نے کنتم کا خطاب عام امت محمد صلعم کو لیا ہو اور اللہ عزوجل کے سامنے
موجود و معدوم سب حاضر ہین کیونکہ اسکے علم مین سب موجود ہین اسواسطے کہا کہ تم اے امت محمد صلعم علم الٰہی مین ایسے بہتر ٹھہرے ہوئے ہو اور
شیخ ابن کثیرؒ نے اسکو صحیح فرمایا چنانچہ کہا کہ صحیح یہ ہو کہ یہ آیت کریمہ عام امت محمدی کو شامل ہو پس امت محمدی باقی تمام امتون سے بہتر ہو ان میں کی
امت محمدی اپنے درمیان ہر ہر قرن کے موافق ایک دوسرے سے بہتر ہو پس اس امت کا سب سے بہتر قرن وہ ہو جنمین رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے پھر انکے
بعد والے یعنی تابعین کا قرن پھر انکے بعد والے یعنی تبع تابعین کا قرن ہو اور یہی دوسری آیت مین فرمایا وکذلک جعلناکم امۃ وسطا لتکونوا شہداء
علی الناس الآیۃ۔ پھر شیخ ابن کثیر نے معاویہ بن حیدۃ القشیری کی روایت ذکر کرکے کہا کہ یہ حدیث مشہور ہو اور معاذ بن جبل و ابو سعید خدری
رضی اللہ عنہما سے اسکے مانند مروی ہو۔ پھر کہا کہ اس امت کو جو یہ فضیلت حاصل ہوئی کہ تمام امتون سے بہتر ہو تو فقط اپنے نبی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم
کی ذات پاکیزہ کی وجہ سے حاصل ہوئی کیونکہ آنحضرت صلعم اشرف خلق اللہ واکرم الرسل ہین اور اللہ تعالیٰ نے آپکو شرع کامل عظیم کیساتھ بھیجا ایسی شرع کسی

رسول کو نہین عطا فرمائی پس آپ کی شرع پر عمل قلیل اسقدر درجہ و ثواب و خیر کا نتیجہ دیتا ہی کہ دیگر انبیا کی شرائع پر عمل کثیر اسقدر خیر کا نتیجہ نہین دیتا ہی اور امام احمد نے باسنادہ حضرت علی بن ابیطالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا جو مجھے دیا گیا وہ کسی نبی کو نہین دیا گیا ہم لوگون نے عرض کیا کہ یارسول اللہ وہ کیا ہی فرمایا کہ مین رعب سے فتح دیا گیا اور زمین کی کنجیان مجھے دی گئین اور نام میرا احمد رکھا گیا اور مٹی میرے لیے طہور کر دیگئی اور میری امت خیر الامم کر دی گئی۔ تفرد بہ احمد من ہذا الوجہ واسنادہ حسن اور نیز امام احمد نے ابو الدرداءؓ سے روایت کی کہ مین نے ابو القاسم صلعم سے سُنا فرماتے تھے کہ اللہ عزوجل نے فرمایا اے عیسیٰ مین تیرے بعد ایک ایسی امت مبعوث کرنے والا ہون کہ اگر انکو ایسی چیز پہونچیگی جس کو محبوب رکھتے ہین تو حمد و شکر کرینگے اور اگر انکو ایسی چیز پہونچے گی جسکو مکروہ رکھتے ہین تو ثواب کی نیت سے صبر کرینگے اور نہ حلم ہی اور نہ علم ہی عیسیٰؑ نے عرض کیا کہ انکو یہ کیونکر حاصل ہوگا حالانکہ نہ حلم ہی اور نہ علم ہی۔ فرمایا کہ مین اپنے حلم و علم سے انکو دونگا **شیخ ابن کثیر** نے کہا کہ یہان اور احادیث مناسب ہین پھر حضرت ابوبکر الصدیقؓ سے روایت ذکر کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین ستر ہزار اپنی امت کے لوگ دیا گیا ہون کہ وہ بلا حساب جنت مین داخل ہونگے انکے چہرے ایسے ہونگے جیسے چودھوین رات کا چاند اور ان سب کے دل ایک مرد واحد کے دل پر ہونگے پھر مین نے اپنے پروردگار سے زیادہ مانگا پس اللہ عزوجل نے مجھے ہر واحد کیساتھ ستر ہزار دیے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے فرمایا کہ مین نے دیکھا کہ اس شمار مین شہر والے اور گانون والے تو آجاوینگے اور جنگل کے کنارون کے بھی داخل ہوجاوینگے رواہ احمد اور دوسری روایت مین کئی بار ستر ہزار کی زیادتی مذکور ہی اور اسکے ساتھ دونون ہاتھ پھیلا کر لپ بھر کے دیے جانا بھی مذکور ہی اور ہشام بن حسان راوی نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کیطرف سے یہ مقدار ایسی ہی کہ اسکا شمار نہین معلوم ہو سکتا **قال المترجم** پوشیدہ نہین ہی کہ حضرت ابوبکرؓ کی زیادتی مین صدیقان امت کی زیادتی ہی اور حضرت عمرؓ کی روایت مین دوسری و تیسری وغیرہ زیادات شہداء و صالحین کے ہی اور روایت طبرانی مین مصرح ہی کہ عمرؓ نے کہا کہ پہلے ستر ہزار تو ایسے ہونگے کہ اللہ تعالیٰ انکی سفارش انکے آباء و ابناء و عشیرہ و ازواج کے حق مین قبول فرماویگا اور مین امید کرتا ہون کہ اللہ تعالیٰ مجھے پچھلے کسی لپ بھر کی زیادت مین سے کردے اور اس حدیث طبرانی کی اسناد صحیح ہی چنانچہ **ضیاء مقدسی** نے فرمایا کہ مین اسکی اسناد مین کوئی علت نہین جانتا ہون پھر **شیخ ابن کثیر** نے اس حدیث کے طرق و اسانید کثرت سے ذکر فرماتے اور ظاہر کیا کہ بہت سے صحابہ سے یہ روایت باسانید صحیحہ مروی ہی اور صحیحین و سنن و مسانید و معاجم مین ائمہ حدیث نے اخراج کیا ہی اور مسلم کی روایت مین حضرت صلعم نے فرمایا ہی کہ یہ وہ لوگ ہین جو رقیہ نہین کراتے ہین اور نہ داغ دلاتے اور نہ طیرہ کرتے ہین اور فقط اپنے پروردگار پر توکل کرتے ہین اور ایسا ہی اور ائمہ کی روایت مین مذکور ہی۔ اور صحیحین مین عبد اللہ بن مسعودؓ سے روایت ہی کہ ہم سے رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت مین سے چوتھائی تم ہو تو ہم نے خوشی سے تکبیر کہی پھر فرمایا بھلا تم راضی نہین ہو کہ اہل جنت سے تہائی ہو پھر ہم نے تکبیر کہی پھر فرمایا مجھے امید ہی کہ اہل جنت مین سے شطر یعنی آدھے تم ہوگے پھر **شیخ ابن کثیر** نے طبرانی و امام احمد و ترمذی وغیرہ کی روایات سے منجملہ ایکسو بیس صف اہل جنت کے اسی صفین اس امت کی ہونا ذکر کیا **مترجم** کہتا ہی کہ دونون روایتون مین کچھ تعارض نہین اول تو یہ کہ حضرت صلعم نے نصف سے مقدار قطعی نہین فرمائی ہی دوم آنکہ شطر کا لفظ چھوٹے آدھے اور بڑے آدھے اور آدھے سے سب پر بولا جاتا ہی اور سوم یہ کہ شاید اسی صف کی تعداد وحی سے معلوم ہوئی ہو فافہم **مترجم** کہتا ہی کہ مین نے تفسیر **ابن کثیر**ؒ سے یہ مقام بہت ہی ملخص کر لیا اور بخوف طوالت انکی تفصیل کو ترک کیا اگرچہ اسمین فوائد تھے و لیکن اسقدر مین بھی کفایت ہی واللہ الموفق۔ قولہ اخرجت للناس ای اظہرت یعنی اخراج سے جدید طور پر انکا نکالا جانا مراد نہین بلکہ اخراج بمعنی اظہار ہی حاصل آنکہ علم الٰہی مین وہ خیر امت قرار پائے ہوے قدیم سے تھے اب وہ ظاہر کیے گئے ہین چنانچہ حدیث صحیحین مین یہ مضمون مذکور ہی کہ ہم دنیا کی پیدائش مین پچھلے ہین اور قیامت مین جنت مین داخل ہونے مین اگلے ہین۔ قولہ

ف۱ ثوبان ہو واسم کے ساتھ یعنی ہر ہاتھ کے ساتھ ستر ہزار ہو ورنہ کے ساتھ اور وہ مین کما نکا ہی امام احمد کی روایت حضرت ثوبانؓ مین مصرح ہی و اسنادہ صحیح کذا فی روایۃ الطبرانی و غیرہ و اسنادہ جیدا صحیح نص علیہ ابن کثیر ۱۲ ستر یعنی وہ بھی بلا حساب داخل ہونگے ۱۲

پارہ

تامرون بالمعروف الخ - یہ جملہ مستانفہ ہے جس سے انکا خیر امت ہونا بیان فرمایا - یا کنتم کی خبر دوم ہے اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ وہ خیر امت ان شرائط مذکورہ پر ہیں اور اس سے لازم آتا ہے کہ یہ جملہ حالیہ ہو اور تومنون باللہ متضمن ہے ہر ایسی چیز پر ایمان کو جسکے ساتھ ایمان لانے کا اللہ تعالی نے حکم دیا ہے اسواسطے کہ اللہ تعالی کے ساتھ ایمان لانا جبھی شمار کے قابل ٹھیک ہوگا کہ جو کچھ اسنے حکم دیا ہے سب پر ایمان لاوے اور اسکو موخر کر دیا حالانکہ یہ سب سے مقدم ہے کیونکہ مقصود یہ ہے کہ دلالت ہو کہ انکا امر بالمعروف ونہی از منکر بجا لانا اسی راہ سے تھا کہ اللہ تعالی پر ایمان لائے اور اسکی تصدیق کی ہے - اور اس آیت سے استدلال کیا گیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا اجماع حجت شرعی ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ مقتضی ہے کہ وہ جو حکم کرتے ہیں وہ معروف شرعی ہے یا جس سے منع کرتے ہیں وہ منکر شرعی ہے اسلیے کہ الف لام المعروف والمنکر میں استغراق کا ہے پس اگر حاشاہم اللہ تعالی دے کسی باطل پر اجماع کریں تو انکا حال اسکے برخلاف ہو جائیگا پس معلوم ہوا کہ جب یہ کسی امر پر اجماع کریں تو قطعاً وہی حق ہے اور حدیث میں انکے اجماع کے حق ہونے کا بیان صریح موجود ہے - وَلَوْ اٰمَنَ اَهْلُ الْكِتٰبِ - باللہ - اور اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر ایمان لاتے ف یعنے اہل کتاب اپنے زعم میں تو شرک کا ایمان لائے تھے مگر مقصود یہ ہے کہ اگر اہل کتاب اللہ تعالی پر توحید کا ایمان لاتے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم ایمان لائے تھے - لَكَانَ - الایمان - خَيْرًا لَّهُمْ - تو البتہ یہ ایمان لانا انکے حق میں بہتر ہوتا ف اس حال سے جسپر آپ موجود ہیں - اگر کہا جاوے کہ خیر تو اسم تفضیل ہے یعنی زیادہ اچھا پس معلوم ہوا کہ اہل کتاب کا حال اچھا ہے اور اگر ایمان لاتے تو زیادہ اچھا ہوتا تو جواب یہ ہے کہ یہ طریقہ تہایش کا ہے کہ وہ اپنے زعم میں اچھا سمجھتے تھے اور نیز اس حال کفر سے وہ بہت اچھا تھا پس اسم تفضیل میں معنے تفضیلی مقصود نہیں ہیں اور کرخیؒ سے نقل کیا گیا کہ بہتر ہونا بہ نسبت ایمان بموسی وعیسی علیہما السلام ہے اور یہ خبر ہے پس اسم تفضیل اپنے معنی پر ہوگا اور حق یہ ہے کہ معنی تفضیلی مراد نہیں جیسے قولہ افمن یلقی فی النار خیر الآیہ - میں ہے - مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ - کعبداللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے بعضے مومن ہیں جیسے عبداللہ بن سلام اور انکے ساتھی کہ وہ آنحضرت صلعم پر ایمان لائے تھے - وَاَكْثَرُهُمُ الْفٰسِقُوْنَ - الکافرون - اور انمیں سے بہتیرے فاسق ہیں ای کافر ہیں ف یعنی فاسق بمعنی کافر ہے کیونکہ طاعت سے باہر ہونا فسق ہے سو کافر بھی فاسق ہے کہ ایمان سے خارج ہے اور مومن گنہگار بھی فاسق ہوتا ہے کہ شرعی احکام بجا لانے میں نافرمان ہے اور یہاں چونکہ ایمان نہ لانے میں انکا حال بیان کیا تو وہی کافر ہوے اور یہیں اشارہ ہے کہ انکا کفر اور بداعتقادی بداعمالی کیساتھ ہے ف شیخ نے عرائس البیان میں کہا کہ قولہ تعالی کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنہون عن المنکر - اللہ عزوجل نے انکی خیر ہونے کی مدح فرمائی پھر خیر ہونے کی شرح کر دی امر معروف ونہی منکر بجا لانے سے اور یہ رتبہ ہے کیونکہ درجات میں سے یہ انتہائی ہے اور وہ محل تمکین وتقدیس ہے جبکہ خطرات سے نفس پاک ہو اور یہ حاصل نہیں ہوتا مگر اسی وقت کہ اسکو لباس عظمت وکبریاء کا پرتو ملے جیسے انبیاء علیہم السلام کو حاصل تھا - پھر اس امت والوں کا سب سے بہتر ہونا انکے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے بہتر ہونے کی وجہ سے ہے اور اسوجہ سے کہ انھوں نے ایسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی اور اسکی موافقت کی اور انکی خیر ہونے کی صفت انکے نبی صلعم کے خیر ہونے سے مقرون ہے اور حال یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء سے بہتر ہیں پس قوم آپ کی تمام امتوں سے بہتر ہے - اقول صحابہ رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور علماے امت عارفین ربانی الحقین کے قدم پر ہیں فاعلم پھر امر بالمعروف سے تمہارہ ہے کہ مریدوں کو زبان محبت کیساتھ مشاہدہ کی مدح کرکے بلاوے اور نہی منکر یہ ہے کہ مریدوں کو انکے نفوس سے اللہ تعالی کی طرف پھیرے اور اپنے نفوس پر اعتماد کرنے سے منع کرے اور یحیی بن معاذ رازی نے فرمایا کہ یہ ان بندوں کے واسطے مدح ہے اور یہ نہیں ہوگا کہ اللہ عزوجل ایک قوم کی مدح کرے پھر انکو عذاب کرے اور جعفر صادق نے فرمایا کہ امر معروف یہ کہ معروف شرعی بجا لانے کا حکم کرے اور معروف شرعی یہ ہے کہ قرآن مجید سنت

نبی صلعم سے موافقت کرے **قال المترجم** معروف یعنی پسندیدہ لینا مجمل ہے مراد یہ ہے کہ جو قرآن و حدیث کے موافق ہے اسپر عمل کرے اور جس سے قرآن و حدیث میں منع و انکار ہے اسکو چھوڑے اگرچہ وہ مکروہ تنزیہی کیوں نہو کیونکہ مقصود تمام ایمان کا حصول ہے۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ اِلَّآ اَذًى ؕ وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ ۫ ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ ۝ ضُرِبَتْ

وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑینگے مگر ستانا اور اگر تم سے لڑینگے تو پیٹھ دینگے پھر انکو مدد نہوگی ٹھپا دیگئی ہے

عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ

اونپر ذلت جہاں دیکھیے سوائے دست آویز اللہ کے اور دست آویز لوگون کے اور کمالائے غصہ

مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ

اللہ کا اور ٹھپا دی گئی اونپر مسکنت یہ اسواسطے کہ وہ رہے ہین منکر اللہ کی آیتون سے

وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝

اور مار ڈالتے رہے ہین نبیون کو ناحق یہ اس سے کہ نافرمان ہوئے اور حد سے بڑھتے ہین۔

لَنْ يَّضُرُّوْكُمْ۔ ای الیہود یا معشر المسلمین بشیء۔ **اِلَّآ اَذًى**۔ باللسان من سب و تہدید۔ ہرگز نہین ضرر پہونچا سکتے (یعنی یہود لوگ) تم کو اے گروہ مسلمانون کے کسی چیز کے ساتھ سوائے اذی کے زبان سے کہ وہ بدگوئی و دہمکی وغیرہ ہے۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی نے مومنون کو وعدہ دیدیا کہ یہود تمکو کوئی ضرر نہین پہونچا سکینگے جو درحقیقت ضرر ہو سوائے اسکے کہ زبان سے تمپر زبان درازی و بدگوئی و دھمکیان دینگے اور یہ درحقیقت ضرر نہین بلکہ اذیت ہے پس یہ استثنار مفرغ ہے۔ اور یہ ایذا بھی اسوجہ سے کہ یہود بدبخت کی قسمت مین عذاب غضب بے فائدہ لکھا جاوے۔ **وَاِنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ يُوَلُّوْكُمُ الْاَدْبَارَ**۔ منہزمین۔ اور اگر تم سے قتال کرینگے تو تمکو پیٹھ دینگے (درحالیکہ بھاگنے والے ہونگے) اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے مومنین کو یہود پر وعدہ فتح و نصرت ہے اور یہ وعدہ دائمی ہے چنانچہ فرمایا **ثُمَّ لَا يُنْصَرُوْنَ**۔ علیکم بل لکم النصر علیہم۔ یعنی پھر کبھی وہ مدد نہ دیے جاوینگے تمپر بلکہ تمہارے واسطے اونپر فتح ہوگی۔ یہ آیت معجزہ و نبوت ہے آنحضرت کیونکہ مومنین نے ایسا ہی پایا کہ بعد اسکے کبھی یہود کا کوئی جھنڈا آجتک بلند ہوا اور نہ کبھی غالب ہوے جہان کہیں یہودی ذلیل ہین اور مسلمان برابر غالب ہے اور یہود یون پر ہمیشہ غالب رہینگے اور ہر قوم پر غالب رہین اگر کتاب اللہ و سنت رسول پر ثابت قدم ہون **ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْٓا**۔ حیثما وجدوا فلا عز لہم ولا اعتصام۔ یعنی ٹھپا دیدی گئی اونپر ذلت جیسے ضرب سکہ ہوتا ہے جہان کہین پائے جاوین ذلیل انکو کوئی عزت نہین اور نہ اعتصام ہے) **اِلَّا**۔ کائنین **بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ**۔ المومنین و ہو عہدہم الیہم بالامان علی اداء الجزیۃ ای لا عصمۃ لہم غیر ذلک یعنی الا کا مابعد منصوب المحل بنابر حال ہونے کے ہے اور معنی یہ ہین کہ انکو کہین عزت نہین اور نہ انکے خون کی حفاظت ہے سوائے اس حال کے کہ وہ ہووین ساتھ عہد ذمہ کے اللہ تعالی کی طرف سے اور بزرگ لوگون کی طرف سے یعنی مومنین کیطرف سے پس حبل سے جو رسی کے معنی مین ہے مراد عہد مومنین کا یہود کیطرف ہے امان کا ادا جزیہ کے ساتھ اور حاصل یہ کہ نہین بچاؤ ہے انکو سوائے اس حال کے اگر کہا جاوے کہ پھر عہد اللہ تعالی کا کیا ہے تو جواب یہ کہ اللہ عز و جل نے مومنین کی بزرگی ظاہر فرمانے کو اپنا عہد فرمایا و ہی مومنین کا عہد ہے اور بعض نے کہا کہ عہد اللہ تعالے یہ کہ یہود مسلمان ہوجاوین تو انسے یہ ذلت زائل ہو۔ **وَبَآءُوْ**۔ رجعوا۔ **بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ**۔ رجوع کیا انہون نے غضب الٰہی کے

ساتھ اور مسکنت اپنیر داغ دیگئی ف حاصل یہ کہ مرجع انکا غضب الٰہی ذلت ہوگیا جسکے وہ مستحق ہین ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ - ای بسبب انہم یہ بات جو مذکور ہوئی اس سبب سے ہی کہ وہ لوگ - كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ - کفر کرتے تھے آیات اللہ تعالی سے اور قتل کرتے رہے انبیاء کو بغیر حق کے اگر کہا جاوے کہ قتل نبی تو ہمیشہ ناحق ہوگا جواب یہ کہ اشارہ ہی کہ وہ خود بھی جانتے کہ ناحق قتل کرتے ہین مگر دنیا کے واسطے اپنے فسق و فجور پر رہنے کو قتل کرتے اور اسمین زیادہ فضیحت ہی - ذٰلِكَ تاکید - بِمَا عَصَوْا - امر اللہ تعالے - وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ - یتجاوزون الحلال الی الحرام - تاکید فرمائی کہ یہ جو مذکور ہوا اس سبب سے کہ انھون نے امر الٰہی سے نافرمانی کی اور تجاوز کیا کرتے یعنی حلال چھوڑکر حرام کے مرتکب ہوتے تھے ف مفسر رحمہ اللہ نے ہین ذلک کو اول کی تاکید قرار دیا اور بیضاوی نے اول ذالک کو ذلت و مسکنت مذکور کی طرف اشارہ قرار دیا اور دوم ذلک کا اشارہ کفر و قتل کیطرف رکھا اور باعصوا کی با سببیہ ہی اور ما مصدریہ ہی ای بسبب عصیانہم امر اللہ - یعنی اللہ تعالی کے حکم کی نافرمانی کرنے کے سبب سے کہ نافرمانی حکم الٰہی کی جو کبیرہ گناہ ہی اصرار کیوجہ سے مودی بکفر ہوئی - وکانوا یعتدون ای تجاوز کرتے حلال سے حرام کی طرف یعنی جو حد اللہ تعالی نے مقرر فرمائی تھی اُس سے تجاوز کرتا اور حرام کے مرتکب ہوتے تھے آخر یہ نتیجہ پایا - مگر اس سے یہ مت سمجھو کہ یہود مین سے کوئی بھی اس بدکاری و مذمت سے خالی نہین بلکہ بعضے اچھے ہین قال تعالے

لَيْسُوْا سَوَآءً ۗ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ

وہ سب برابر نہین اہل کتاب میں ایک فرقہ ہو سیدھی راہ پر پڑھتے ہین آیتین اللہ کی راتون کے وقت اور وہ سجدہ کرتے ہین

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ

یقین لاتے ہین اللہ پر اور پچھلے دن پر اور حکم کرتے ہین نیک بات کا اور منع کرتے ہین ناپسند سے اور دوڑتے ہین

فِي الْخَيْرٰتِ ۭ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ

نیک کامون پر اور وہ لوگ نیک بختون مین ہین اور جو نیک کام کرین گے وہ ردنہ ہوگا

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ۝

اور اللہ کو خبر ہی پرہیزگارون کی

لَيْسُوْا - ای اہل الکتاب - سَوَآءً - مستوین یعنی نہین ہین سب اہل کتاب یکسان ف یعنی لیسوا کا اسم ضمیر اہل کتاب ہی اور سوا مصدر بمعنے مستوی ہی اور چونکہ مصدر ہی لہذا لفظا مین مفرد اور معنی مین جمع ہی اسیواسطے مستوین سے تفسیر کی شیخ ابن کثیر نے ذکر کیا کہ قولہ لیسوا سوا کی تفسیر حضرت ابن مسعودؓ سے یون مذکور ہی کہ نہین برابر ہین اہل کتاب اور امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور یہی سدی رحمہ اللہ نے کہا ہی اور اس قول کی مویدہ وہ حدیث ہی جو امام احمد نے اپنی اسناد سے حضرت ابن مسعودؓ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز عشا مین تاخیر کردی پھر مسجد مین نکلکر تشریف لائے تو لوگ سب نماز کے منتظر بیٹھے تھے پس فرمایا کہ آگاہ رہو کہ ان ادیان مین سے کوئی نہین کہ اللہ تعالی کی اس ساعت مین یاد کرتا ہو سوا ے تمھارے کہا کہ پھر نازل ہوئی یہ آیت لیسوا سوا من اہل الکتاب تا قولہ واللہ علیم بالمتقین شیخ ابن کثیر نے کہا کہ مشہور اکثر مفسرین کے نزدیک وہ ہی جیسا کہ محمد بن اسحاق وغیرہ نے ذکر کیا اور اسکو عوفی نے ابن عباسؓ سے روایت کیا کہ یہ آیت کریمہ یہود کے ان احبار کے حق مین نازل ہوئی جو ایمان لائے مانند عبداللہ بن سلام و اسد بن عبید و ثعلبہ بن شعبہ وغیرہ کہ اور حاصل معنی یہ کہ اہل کتاب مین سے جن کا ذکر مذمت کے ساتھ پہلے ہوا وہ اور جو اہل کتاب ایمان لائے یہ دونون فریق برابر نہین ہین پس قولہ لیسوا سوا ای لیس کلہم علی حد سوا بل منہم المومن

ومنہم المجرم - اور دیگر آیات بھی اسکے مفسر ہیں مانند قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم وما انزل الیہم خاشعین للہ الآیہ
مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ اُمَّۃٌ قَآئِمَۃٌ - مستقیمۃ ثابتۃ علی الحق کعبد اللہ بن سلام واصحابہ - اہل کتاب میں سے ایک امت قائمہ ہے اے مستقیمۃ
ثابتہ برحق ہے مانند عبد اللہ بن سلام وانکے ساتھیوں کے یعنی یہ گروہ پاکیزہ الفتیہ حق پر ثابت وٹھیک قائم ہے پس توریت پر ٹھیک قائم ہونے
سے وہ فوراً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و قرآن پر ایمان لائے یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ اٰنَآءَ الَّیْلِ - ای فی ساعاتہ یہ لوگ اوقات شب میں اللہ تعالے
کی آیات پڑھا کرتے ہیں ف انار جمع الی مانند معی وامعار کے اور یہ تلاوت یا تو نماز تہجد میں مراد ہے یا نماز عشا میں اور مخصوص اسکو ذکر کیا
اسلیے کہ اہل کتاب میں یہ نماز نہ تھی کذا قیل اور اولی یہ ہے کہ انا کے قرینہ سے عام کہا جاوے نماز عشا و تہجد وغیرہ اوقات شب میں تلاوت کرتے ہیں
وَہُمْ یَسْجُدُوْنَ - یصلون حال - یعنی تلاوت قرآن کرتے ہیں درحالیکہ سجدے کرتے ہیں یعنی درحالیکہ نماز پڑھتے ہیں ف پس یسجدون کی تاویل
یصلون کی سے ہے اسواسطے کہ جب مراد اس سے وہ لوگ اہل کتاب میں سے ہیں جو اسلام لائے اور امت محمد صلعم میں شامل ہوے تو اس شریعت حقہ کے
موافق عمل کرینگے اور صحیح ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے سجدے کی حالت میں قراۃ قرآن سے منع فرمایا جیسے رکوع میں بھی منع فرمایا ہے پس اسکی تاویل ضرور ہے
اور ارجح تاویل جو اہل معانی میں سے فرا و زجاج رحمہما اللہ نے بیان کی یہ ہے کہ وہم یسجدون کے معنے وہم یصلون ہے یعنی حالت نماز میں تلاوت
کرتے ہیں یا کہا جاوے کہ یسجدون بمعنی یخضعون ہے ای خضوع کرتے ہیں اسواسطے کہ سجدہ کمال خضوع ہے - اگر کہا جاوے کہ جملہ مستقل کیوں نہیں
قرار دیا گیا حالیہ کیوں قرار دیا جاتا ہے کہ تاویل کی ضرورت ہو تو جواب یہ کہ مستقل ہونے کی صورت میں عطف جملہ اسمیہ کا فعلیہ پر لازم آویگا اور یہ ممنوع ہے مترجم
کہتا ہے کہ یہ عذر مہمل ہے وقد حقق الجواز التفتازانی - یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَیَنْہَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ
وَیُسَارِعُوْنَ فِی الْخَیْرٰتِ - یہ لوگ ایمان لاتے ہیں اللہ تعالی پر اور روز قیامت پر اور نیکیوں کا حکم کرتے اور برائیوں سے منع کرتے ہیں اور
بہتریاں حاصل کرنے میں جلدی کرتے ہیں - وَاُولٰٓئِکَ - الموصوفون بما ذکر مِنَ الصّٰلِحِیْنَ - اور ایسے بندے منجملہ صالحین ہیں
ف یعنی اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہیں - قال المفسر ومنہم من لیسوا کذالک ولیسوا من الصالحین یعنی یہ لوگ جو امور مذکورہ سے
وصف کیے گئے ہیں یہ لوگ صالحین سے ہیں اور بعضے ان کتابیوں میں جو ایسے نہیں اور نہ وہ صالحین سے ہیں - حاصل آنکہ ایک فریق اہل کتاب
کو ذکر کرکے دوسرے جنس فریق کے ذکر کو ترک کیا کیونکہ انکی صفات خوب کے برعکس انمیں ذمائم قبیح ہیں - وَمَا یَفْعَلُوْا - بالتاء ایہا الامۃ والیاء
ای الامۃ القائمۃ - یعنی تفعلوا بصیغہ خطاب قراءۃ سوائے قراء کوفہ کی ہے پس خطاب جمیع امت کو ہے اور معنی یہ ہونگے کہ اے امت محمدی جو کچھ
نیکی کروگے ضائع نہ ہوگی اور یا کے ساتھ قراءۃ اہل کوفہ ہے پس فاعل اسکا وہی امت قائمہ ہے یعنی گروہ صالحین اہل کتاب جو کچھ کرینگے مِنْ خَیْرٍ
فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ - بھلائی میں سے تو ضائع نہ ہوگی ف یکفروہ یا لوجہین ای تن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - یعنی یکفروہ بھی بالتاء الفوقیہ
وبالیاء التحتیہ اوپر کے موافق دو قرأتیں ہیں پس قراءت خطاب یہ کہ - وما تفعلوا من خیر فلن تکفروہ - اور قراءت یائے غیبت تو آیت میں مذکور ہے
اور معنی یہ ہیں کہ فلن تعدموا ثوابہ بل تجازون علیہ - ای ہرگز محروم نہ کیے جاؤگے (یا نہ کیے جاوینگے) ثواب عمل سے بلکہ اسکا ثواب دیے جاؤگے
(یا دیے جاوینگے) اور بیضاوی میں ہے کہ حمزہ وکسائی وحفص نے بالیاء التحتیہ پڑھا اور باقیوں نے بتاء فوقیہ پڑھا ہے اور کہا کہ اضاعت
ثواب کو کفران کہا جیسے بھرپور ثواب کو شکر فرمایا - کما فی قولہ تعالی انہ شکور حلیم - اور دو مفعول کیطرف اسکا متعدی ہونا اس سبب سے ہے کہ
وہ متضمن معنی حرمان ہے - وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالْمُتَّقِیْنَ - اور اللہ تعالے اپنے متقی بندوں کو خوب جانتا ہے ف یا انکے واسطے بشارت
ہے اور اسمیں اشعار ہے کہ تقوی مبدا خیر وحسن عمل ہے اور اللہ تعالی کے نزدیک فائز وہی اہل تقوی ہیں - اور علیم ہونیکے معنی یہ ہیں کہ انکے

ثواب ضائع نہیں ہوسکتے ہیں - بخلاف کافرون کے جنکے پاس سوائے مال متاع دنیا کے کچھ نہیں تو وہ فانی ہو

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَاُولٰٓئِكَ

لوگ جو منکر ہین انکو کام نہ آوینگے انکے مال اور نہ اولاد اللہ کے عذاب سے کچھ اور وہ دوزخ کے

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَثَلِ

لوگ ہین وہ اسمین رہ پڑے جو کچھ خرچ کرتے ہین اس دنیا کی زندگی مین اسکی مثال

رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَاَهْلَكَتْهُ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَ

جیسے تیز ہوا مین پالا وہ مار گئے کھیتی ایک قوم کی جنھون نے اپنے حق مین برا کیا تھا پس ہکو میٹ گئے اور اللہ نے انپر ظلم نہین کیا

لٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝

پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہین

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِيَ - تدفع - عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ - جو لوگ کافر ہین تو نہین بے پروا کرینگے یعنی نہین دور کرسکینگے انسے انکا مال وزنہ اولاد - مِنَ اللّٰهِ - ای عذابہ - شَيْـًٔا - اللہ تعالی سے یعنی عذاب الٰہی سے کچھ بھی یعنی یہان عذاب مضاف حذف کرکے نام جلیل تعالی کو ہول دلانے کے واسطے رکھا گیا حاصل یہ کہ کافرون کو عذاب آلہی سے بچانے مین انکے مال و اولاد کچھ کارآمد نہونگے قال المفسر خصہما بالذکر لان الانسان یدفع عن نفسہ تارۃ بفداء المال وتارۃ بالاستعانۃ بالاولاد یعنی مخصوص مال و اولاد کو ذکر فرمایا حالانکہ کوئی چیز بھی عذاب الٰہی سے کافرون کو نہ بچاویگی تو اسوجہ سے کہ عادت یون جاری ہے کہ آدمی اپنے اوپر سے مصیبت کو کبھی تو مال فدیہ دیکر دفع کرتا ہے اور کبھی اولاد کی مدد سے دور کرتا ہے - پھر مقاتل رح نے کہا کہ یہ تو بنو قریظہ و نضیر کے یہودی کافرون کے حق مین ہے اور بعض نے کہا کہ مشرکین قریش کے حق مین ہے اور ظاہر یہ ہے کہ آیہ عام ہے جملہ کافرون کے حق مین اور یہی قول مامول خوذ ہے کیونکہ اگر خصوص سبب ثابت بھی ہو تب بھی حکم عام لیا جائیگا - وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ - اور یہی لوگ جہنمی ہین ف ہر جگہ کافرون و مشرکون کو اصحاب نار فرمایا ہے اسمین اشعار ہے کہ نار کی خصوصیت انھین لوگون سے ہے اور گنہگار اہل اسلام اگرچہ دوزخ مین بقدر جرم کے جاوین لیکن وہ اصحاب النار نہین کیونکہ خلقت جنت بھی انکے واسطے ہے جیسے خلقت دوزخ کی کافرون کے لیے ہے چنانچہ فرمایا - اعدت للکافرین - یعنی وہ کافرون ہی کے واسطے مہیا و موجود کیگئی ہے فاہم هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ - ای ملازمون - یہ لوگ ہمیشہ اسمین رہینگے کیونکہ دلائل دیگر قائم ہین کہ کافرون کے حق مین خلود سے ہمیشگی مراد ہے اگرچہ خلود زمانہ دراز کو بھی کہتے ہین مَثَلُ - صفۃ - مَا يُنْفِقُوْنَ - ای الکفار - مثل کی تفسیر صفت سے اشارہ ہے کہ انکے نفقہ و خرچ کے حال کو جو مثل فرمایا تو اسوجہ سے کہ مثل امر عجیب ہی بولتے ہین اور انکی حالت عجیب ہے کہ محض بیکار جاتا ہے - الحاصل مثل یعنی نفقہ کی حکایت خرچ کرنے مین فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا - اس دنیا کی زندگی مین ف ینفقون کا فاعل کفار ہین اور یہ بیان انکے مالون کا ہے کہ کچھ کارآمد نہونگے خواہ کسیطرح خرچ کرین پس خرچ کرنا عام ہے خواہ ایسے کام مین خرچ کرین جسکو بھلا سمجھتے ہین مثلا بتون کی دعوت مین یا حضرت صلعم کی ایذا مین یا باہمی فخر مین یاد کھلانے سنانے کو یا منافق لوگ ریاکاری اور خوف سے خرچ کرین چنانچہ مفسر رح نے کہا تو لہ فی ہذہ الحیوۃ الدنیا فی عداوۃ النبی صلعم او صدقۃ اونحوہا - یعنی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی عداوت مین یا صدقہ دینے مین یا مانند اسکے کسی کام مین - بالجملہ کفار اپنی نیت پر جو کچھ دنیا مین خرچ کرین اسکی مثال عجیب ہی ہے كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْهَا صِرٌّ - حرا و برد شدید - جیسے ہوا جسمین صر یعنی حرارت شدید یا سردی شدید ہو بیضاوی

نے کہا کہ شائع اسکا اطلاق ہوائے سرد میں ہے- اور مفسرؔ نے جو دو قول کو بیان کیا تو اسوجہ سے کہ حضرت ابن عباس سے دونوں معنی مروی ہوئے ہیں اور تحقیق وہ ہے جو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صر بمعنی برد و شدید ہے یہ قول ابن عباس و عکرمہ و سعید و حسن و قتادہ و ربیع و ضحاک وغیرہ کا ہے اور عطاء نے فرمایا ہے برد و جلید اور نیز ابن عباس و مجاہد سے فیہا صر ای نار یعنی آگ مروی ہوا اور اسکا مرجع بھی اول ہی کیطرف ہے کیونکہ برد شدید خصوص جبکہ جلید ہو تو کھیتوں و پھلوں کو جلا دیتا ہے جیسے آگ جلاتی ہے- اور بیضاوی نے کہا کہ صر در اصل مصدر ہے یا صفت ہے کہ اس سے مبالغہ کے طور پر وصف کیا گیا جیسے بردبارد کہتے ہیں غرضکہ کافروں کے خرچ کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ہوائے سرد جو کہ- اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ- بالکفر والمعصیۃ- ایسی قوم کی کھیتی کو پہونچی جنھوں نے نافرمانیوں و کفر سے اپنے اوپر وبال لیا تھا- فَاَھْلَکَتْہُ- فلم ینتفعوا بہ فکذلک نفقاتہم ذاہبۃ لا ینتفعون بہا- پس اس ریح مذکور نے اس کھیتی کو تباہ کیا ف یعنی قوم مذکور نے اس سے نفع نہیں پایا ایسے ہی ان کافروں کے نفقات مالی ہیں کہ محض برباد ہیں اُسلیے انکو کچھ نفع نہوگا- حاصل یہ کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اور قبول سے سب اثر و نفع ہوتا ہے اسلئے انکے خرچ و نفقہ کو کیسا ہی ہو بیجا طور پر لانے سے قبول نہ کیا اور میٹ دیا کہ کچھ اسکا نفع انکو عذاب الٰہی دفع کرنے میں نہیں ملسکتا ہے اور وہ صدقہ و نفقہ ہونے کے حکم میں بھی کارآمد نہیں ہوتے ہیں- اگر کہا جاوے کہ کاف تشبیہ تو ریح پر داخل ہے پس نفقات کی مثل ریح سے ہوئی حالانکہ کھیتی سے جسکو ایسا پالا ہو تمثال مقصود ہے تو جواب یہ ہے کہ یہ تمثیل مفرد نہیں ہے کہ ہر فرد کی فرد سے تشبیہ ہو بلکہ تشبیہ مرکب ہے جسمیں مفردات کی تشبیہ پر لحاظ نہیں ہوتا ہے اور بیضاوی نے کہا کہ جائز ہے کہ مضاف مقدر ہو یعنی کمثل مہلک ریح مانند ہوائے مذکور سے ہلاک کی ہوئی چیز یعنی کھیتی کی اور پھر بھی تشبیہ مرکب ہے اور مفرد تصور کرنا وہم ہے- وَمَا ظَلَمَھُمُ اللّٰہُ- بضیاع نفقاتہم- اور اللہ تعالیٰ نے ان پر ظلم نہیں کیا کہ انکے نفقات ضائع کر دیئے- وَلٰکِنْ اَنْفُسَھُمْ یَظْلِمُوْنَ- بالکفر الموجب لضیاعہا- ولیکن وہی خود اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف بسبب اسکے کہ کفر کرتے ہیں جو ان کے نفقات ضائع ہونیکا موجب ہے حاصل آنکہ خود ہی انھوں نے کھیتی والوں کے مانند ایسا امر کیا جو مستوجب عقوبت ہے کہ نفقات کو ایمان کیساتھ نہ لائے جو مقبول ہوتے بلکہ کفر کیساتھ لاکر خود ضائع کیے- اور تقدیم انفسہم مفعول رعایت فواصل ہے تخصیص قدرتی ہی لکن بالتشدید واسمہ انفسہم لا النفید لکنہ لا اختص بالشعر

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ط وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ج

اے ایمان والو مت ٹھہراؤ بھیدی اپنے غیر کو وہ کمی نہیں کرتے تمھاری خرابی میں انکی خوشی ہے تم جسقدر تکلیف پاؤ

قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَآءُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ صلے وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ اَكْبَرُ ط قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ

نکلی پڑتی ہے دشمنی انکی زبانوں سے اور جو چھپا ہے انکے دلوں میں سو اس سے زیادہ ہے ہم نے بتا دیے تم کو

الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ

پتے اگر تم کو عقل ہے سنتے ہو تم لوگ انکے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب

بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ج وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا صلے وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ

کتابوں کو مانتے ہو اور جب تم سے ملتے ہیں کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اور جب اکیلے ہوتے ہیں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں

الْغَيْظِ ط قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

غصے سے تو کہہ مرو تم اپنی دشمنی میں اللہ کو معلوم ہے جیوں کی بات اگر ملے تم کو کچھ بھلائی

تَسُؤْهُمْ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِهَا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا يَضُرُّكُمْ

تو بری لگے انکو اور اگر تم کو پہنچے کچھ برائی تو خوش ہوں اس سے اور اگر تم ٹھہرے رہو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگاڑے گا تمہارا

كَيْدُهُمْ شَيْئًا ۗ إِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ مُحِيطٌ

انکا فریب سے جو کچھ وہ کرتے ہین سب اللہ کے بس مین ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً - اصفیا تطلعونهم علی سرکم - یعنی بطانہ سے مراد صفیا ہین ای ایسے برگزیدہ دوست مت بناؤ کہ انکو اپنے بھید پر مطلع کرو - اور بطانہ دراصل مصدر ہے کہ واحد کا اور جمع کا نام ہوتا ہے اور یہان جمع پر اطلاق ہے چنانچہ مفسر نے اصفیا سے جو جمع صفی ہے تفسیر کی اور بطن فلان بفلان جبکہ اسکے ساتھ خاص ہو اور **بیضاوی** رح نے کہا کہ اسکو ولیجہ کہتے ہین اور بطانہ ہے ایسا شخص ہے جسکو آدمی اپنے اسرار سے مطلع کرے اسپر اعتماد کرکے - اور تشبیہ اسکی بطانۃ الثوب ای استر سے ہے جیسے حضرت صلعم نے شعار سے تشبیہ دی کہ فرمایا انصار شعار ہین اور دیگر لوگ دثار ہین مِنْ دُونِكُمْ - ای غیرکم من الیہود والمنافقین یعنی مسلمانون کے غیر لوگون یہود و منافقون وغیرہ مین سے - الحاصل ای ایمان والو تم اپنے سوائے غیرون مین سے ولی دوست رازدار مت بناؤ - اور واضح رہے کہ ممانعت دراصل انکے دوست بنانے سے ہے یہ مراد نہین کہ دوست بناؤ مگر نہ ایسے دوست کہ اسپر اعتماد کرکے اپنے اسرار پر مطلع کرو کیونکہ کفار کی دوستی سے مطلق ممانعت ہے جیسا کہ پہلے اسکی ممانعت گذر چکی ہے اور اسی پر دلالت کرتا ہے جو مروی ہوا کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ مسلمانون مین سے چند لوگ تھے کہ یہود سے مواصلت رکھتے بسبب انکے پڑوسی ہونے کے اور بسبب اس عہد و قسم کے جو انکے درمیان زمانہ جاہلیت مین تھے پس اللہ تعالی نے انکے حق مین یہ آیت نازل فرمائی پس انکو ان یہود سے مباطنت کرنے سے منع کردیا تاکہ فتنہ مین نہ پڑین اور نیز ابن عباس رض نے فرمایا کہ منافقون سے مباطنت کو منع فرمایا ہے اسی سے بعض نے کہا کہ من دونکم مین من زائدہ ہے اور معنی یہ ہین کہ ایسے لوگون سے جو تمہارے دون ہین ایمان و عمل مین انکے مباطنت نہ رکھو اور صحیح یہ کہ یہ تفسیر وہم ہے اسواسطے کہ منافقین ایمان و عمل مین انکے ادون نہین بلکہ محض بے ایمان تھے بلکہ کھلے کافرون سے زیادہ انکی مباطنت مین خوف ضرر تھا - اور ابو امامہ رض نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ جنسے مباطنت کو منع فرمایا ہے وہ خوارج ہین رواہ ابن ابی حاتم والطبرانی و **شیخ مفسر جلال الدین سیوطی** رح نے کہا کہ اسکی اسناد جید ہے اور ظاہر یہ ہے کہ یہ بھی ان لوگون مین داخل ہین جنکی مباطنت سے منع فرمایا پس قول اقرب یہ ہے کہ آیہ کریمہ مین جمیع اقسام کفار سے مباطنت منع ہے اور یا لاوہ داخل ہین جنکے حق مین نزول آیہ ہے اور ثانیا باقی سب تمام داخل ہین اور **شیخ ابن کثیر** رح نے جو کہا اسکا حاصل یہ ہے کہ اہل نفاق سے رازداری دکھین کہ وہ مومنون کے حق مین کوئی مکر و خدیعت اٹھا نہین رکھینگے اور اپنے دین والے کے سوائے کسی سے مباطنت نرکھین اور ابو سعید رض سے اور ابو ہریرہ رض سے اور ابو ایوب انصاری رض سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ نہین مبعوث کیا اللہ تعالی نے کوئی نبی اور نہین خلیفہ کیا کوئی خلیفہ مگر آنکہ اسکے دو بطانہ رہے ایک اسکو بھلائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور دوسرا اسکو برائی کا حکم کرتا اور اسپر آمادہ کرتا ہے اور معصوم وہی رہا جسکو اللہ تعالی نے معصوم کیا رواہ البخاری والنسائی من غیر وجہ اور مترجم کہتا ہے کہ شاید یہ دونون وہی ہین جنکو دوسری حدیث مین لمہ ملک اور لمہ شیطان سے تعبیر فرمایا ہے واللہ اعلم اور حضرت عمر بن الخطاب سے کہا گیا کہ یہان ایک غلام اہل حیرہ مین سے ہوشیار کاتب ہے اگر اسکو منشی مقرر کرلیتے تو اچھا ہوتا آپ نے فرمایا کہ ایسی صورت مین یمین تو سوائے مومنین کے دوسرون مین سے بطانہ بنالینے والا ہو جاتا یعنی اس سے انکار کیا اور اس اثر کو ابن ابی حاتم نے روایت کیا ہے اور بالبتہ مذکور ہے کہ حضرت عمر رض نے اپنے غلام نصرانی کو بھی دیدیا اور فرمایا کہ اگر تو مسلمان ہو جاتا تو ہم تجھسے مسلمانون کے کام مین مدد لیتے پھر اللہ تعالی نے مومنون کو سمجھایا کہ کافرون کو دوست بنانے مین نفع کا خیال مت کرو بلکہ لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا - ای لا یقصرون لکم جہدہم فی الفساد وہ لوگ تمہارے بگاڑنے مین کوئی کوشش اٹھا نہین رکھینگے ف خبالا جو ہر طرح کے فساد کرنے کو عقل مین یا دین مین یا بدن مین ہو کہتے ہین اسکو

نصب بنزع خافض ہے یا ہے فی خبالا اسواسطے کہ یالون الا لو یعنی کمی و کوتاہی متعدی بحرف ہے اسیواسطے کہا کہ معنی یہ ہین یا یہ کہ کمی کرینگے تمہارے
لیے اپنی کوشش تک بگاڑ کرنے مین اور **بیضاوی** نے فرمایا کہ متعدی بدو مفعول ہے جیسے عرب بولتے ہین لا آلوک نصحًا سو جب کہ متضمن
معنے منع کو یا معنے نقص کو ہے **وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ** - ای عنتکم ہو شدۃ الضرر - دل سے چاہا ان کافرون نے تمہاری عنت کو یعنی سخت
ضرر کو **قَدْ بَدَتِ** - ظہرت - **الْبَغْضَاءُ** - العداوۃ لکم **مِنْ اَفْوَاهِهِمْ** - بالوقیعۃ فیکم و اطلاع المشرکین علی سرکم - ظاہر ہوگئی عداوت
تمہارے ساتھ انکے منہون سے باینطور کہ تمہاری بدگوئی مین پڑے اور تمہارے بھید پر تمہارے دشمن مشرکین مکہ کو اطلاع دیدی ف بغضاء
شدت بغض ہے جیسے ضرار شدت ضرر ہے اور انکا ایسا شدید بغض تمہارے ساتھ ہے کہ انکے چھپائے نہ چھپا اُبل کر منھ کو آگیا اور نکلگیا - اور محاورہ مین بولتے
ہین وقع فلان فی زید یعنی اسکی بدگوئی اور غیبت مین پڑگیا پھر اسقدر تو انکی عداوت کھل گئی - **وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُهُمْ** - من العداوۃ لکم **اَكْبَرُ** -
اور جو چھپائے ہوئے ہین سینے انکے تمہاری عداوت اُسے وہ بہت بڑی ہے ف یہ ذی عقل پر ظاہر ہے کہ دبانے اور چھپانے پر تو جو اُبل آیا اور نہ رکا
تو یہ کچھ نہ ہے اگلا پھر سینون مین کیا کچھ ہوگا اسیواسطے فرمایا - **قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ** - علی عداوتہم - تمہارے لیے انکی عداوت پر نشانیان
ہم نے بیان کردین انکو خوب سمجھو - **اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ** - ذلک فلا توالوہم - اگر اسکو سمجھتے ہو تو جاہل کافرون سے موالات مت کرو
ف اگر کہا جاوے کہ اِن حرف شک کیا ہے - جواب یہ کہ یہ شک کے واسطے نہین بلکہ بڑھاوا ہے جیسے کہتے ہین کہ بیٹا اگر تم ہمارے بیٹے ہو تو
تازہ نہ چھوڑنا پھر مابعد مین بھی آمادگی دلائی چنانچہ فرمایا - **هَا** - للتنبیہ - ای ہوشیار ہو جاؤ - **اَنْتُمْ** - یا - **اُولَاۗءِ** - المؤمنین - تم ہی یہ
ایمان والے ہو - **تُحِبُّوْنَهُمْ** - لقرابتہم منکم و صداقتہم - **وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ** - لمخالفتہم لکم فی الدین - تم محبت کرتے ہو ان لوگون سے
ف بسبب انکی قرابت کے تمہارے ساتھ اور بسبب انکے یار سمجھنے کے "اور حال یہ کہ وہ تمکو نہین چاہتے ہین بسبب سکے کہ دین مین تم اُنسے
مخالف ہو جہالا کہ تمہین حق پر ہو - **وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ** - ای بالکتب کلہا ولا یؤمنون بکتابکم - اور تم کل جنس کتاب سماوی پر ایمان
لاتے ہو یعنی سب کتابون پر ایمان رکھتے ہو اور وہی لوگ تمہاری کتاب پر ایمان نہین لاتے - اور حاصل یہ کہ ہر معاملہ دوستی و دشمنی کا جب اللہ تعالے
کیواسطے ہے تو دیکھو کہ تمکو تو شک و حیرت و شبہہ کچھ نہین تم سب کتابون پر ایمان لاتے ہو اور وہ شک و شبہہ و حیرت مین مذبذب و کفر مین حسد کرتے
ہین اور حاصل اسکا وہ جو ابن عباسؓ نے فرمایا کہ تم ایمان لاتے ہو اپنی کتاب پر اور انکی کتاب پر اور تمام ان کتابون پر جو اس سے پہلے اللہ تعالے نے
نازل فرمائین اور وہ لوگ تمہاری کتاب سے انکار کرتے ہین پس وہ جسقدر تم سے بغض رکھتے ہین اسکی بہ نسبت تمکو اُنسے زیادہ سخت بغض رکھنا چاہیے
رواہ ابن جریر - **وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ** - اطراف الاصابع یعنی انامل
جمع انملہ اور وہ انگلی کا اوپر کا سرا ہے اور یہی قتادہؒ نے کہا اور ابن مسعود و سدی و ربیع نے انامل کی اصابع سے تفسیر کی اور یہی مراد ہے کیونکہ
کاٹنا انگلیون کا ہوتا ہے **مِنَ الْغَيْظِ** - شدۃ الغضب لما یرون من ائتلافکم و یعبر عن شدۃ الغضب بعض الانامل مجازا وان لم یکن ثمہ
عض - المعنی اور یہ منافق جب تمسے ملتے ہین تو کہتے ہین کہ ہم ایمان لائے اور جب اکیلے مین ہوتے ہین تو تم پر انگلیان چباتے ہین بوجہ غیظ کے
ف یہ بیان سبب ہے یعنی تم پر انگلیان چباتے ہین بسبب غیظ یعنی شدت غضب کے کیونکہ تم مین آپسمین بہت میل دیکھتے ہین یا اس تاسف
و حسرت پر کہ تمکو کوئی برائی نہین پہنچا سکتے ہین جل جل کر رہتے ہین کچھ بدلا نہین لے سکتے ہین اگر کہا جاوے کہ کیا وہ انگلیان چباتے تھے
جواب یہ کہ شدت غضب کو مجازاً عض الانامل سے تعبیر کرتے ہین اگرچہ درحقیقت عض واقع بھی نہوا ہو - **قُلْ مُوْتُوْا بِغَيْظِكُمْ** - ای
ابقوا علیہ الی الموت فلن تروا ما یسرکم یعنی حضرت صلعم کو حکم دیا کہ کہدے کہ مرو تم اپنے غیظ مین ف اس سے یہ مطلب نہین کہ فی الفور

مرجاؤ اگر یہ مراد ہوتی تو اسیوقت سب جل مرتے بلکہ یہ محاورہ ہے اور معنی یہ ہین کہ موت کے وقت تک اسی غیظ و جلن مین پڑے رہو کیونکہ ہرگز
تم ایسی چیز نہ دیکھوگے جو تم کو خوش کرے پس زندگی بھر اسی بدحال سے جیو اور بدحال سے مرو اور آگے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ
بما فی القلوب ومنہ ما یضمرہ ہؤلاء یعنی اللہ تعالی دانا ہے جو ذات صدور مین ہے یعنی جو دلون مین ہے اور منجملہ اسکے یہ بھی ہے جو یہ لوگ اپنے دین
عداوت اسلام و مومنین کو پوشیدہ کیے ہین پس وہ عاقبت مین بھی انکو اسکا عذاب سخت دیگا - اور یہ بھی خبر غیب تھی کہ دیکھو منافق مرتے دم تک
اپنی خوشی کی مراد نہ دیکھینگے یعنی مسلمانون کی پھوٹ اور کافرون کی شوکت کو بیواسطے آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ آپ انکو فرماوین فانہم - اِنْ
تَمْسَسْكُمْ تصبکم - حَسَنَةٌ - نعمۃ کنصر و غنیمۃ - تَسُؤْهُمْ - تحزنہم - یعنی اگر ہو پہنچے تمکو نعمت مانند فتح یا غنیمت کے تو غمناک کرتی ہے انکو
ف یہہ پہنچنے کو مس سے تعبیر کیا اور حسنہ کو تنوین تقلیل فرمایا اور حزن کو سوء سے تعبیر فرمایا اسمین انکی سخت دشمنی کا اشارہ ہے یعنی ایسے سخت دشمن ہین کہ
اگر تم کو قلیل بھلائی چھو جاتی ہے تو انکو بڑا ملال ہوتا ہے پھر سمجھ لینا چاہیے کہ بہت بھلائی پہونچ جانے کو وہ کب دیکھ سکینگے لیکن اللہ عز و جل نے اپنے
اپنے فضل سے ایسا کچھ دیا کہ ظاہر ہے ان الفضل بید اللہ یؤتیہ من یشاء فللہ الحمد والمنۃ - وَإِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ - کہزیمۃ وجدب - اور اگر تم کو
پہونچے کوئی برائی ف مانند شکست کے لڑائی مین یا رزق کی تنگی کے جو قحط مین ہوتی ہے - يَفْرَحُوا بِهَا - تو اس سے خوش ہو جاتے ہین ف
یعنے آجتک انکا یہ حال رہا ہے کہ تمہاری بھلائی پہ جلتے اور تمہاری برائی دیکھکر خوش ہوتے وجملۃ الشرطیۃ عاطفۃ متصلۃ بالشرط الاول وما بینہما اعتراض والمعنی انہم
متناہون فی عداوتکم فلم توالونہم فاجتنبوہم - اور یہ جملہ شرطیہ علیہ متصل ہے شرط سابق سے یعنی اذا خلوا کے ساتھ ان دونون کے درمیان مین فصل ہونا لکن
جملہ معترضہ ہے اور معنی یہ ہین کہ تمہاری عداوت مین وہ لوگ انتہا درجہ پر پہونچے ہوے ہین پھر تم انسے کیون موالات رکھتے ہو جب تمنے یہ جان لیا تو اب انسے
پرہیز کرو - وَإِنْ تَصْبِرُوا - علی اذاہم - وَتَتَّقُوا - اللہ فی موالاتہم وغیرہا - لَا يَضُرُّكُمْ كَيْدُهُمْ شَيْئًا - اور اگر تم صبر
کرو انکی اذیت پر اور ڈرو اللہ سے ان کافرون سے موالات رکھنے وغیرہ مین تو نہ ضرر دیگا تمکو مکر انکا کچھ ف لا یضرکم مین دو قراءۃ ہین ابو عمرو
نافع و ابن کثیر نے بمعنی لا یضیرکم بکسر ضاد و سکون راء پڑھا ای لا یضرکم - وہو کا نہ دیگا - اور باقیون نے بضمہ ضاد اور راء و تشدید راء پڑھا اور
راء پر ضمہ باتباع ضاد ہے ورنہ اصل فتحہ ہے مانند قراءۃ مفضل از عاصم کے یعنی مفتوحہ دیکھو - اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُونَ - بالیاء والتاء - مُحِيطٌ
عالم فیجازیہم یعنی یعملون بیاء تحتیہ تو قراءۃ سبعہ کی متواتر ہے اور تعملون بتاء فوقیہ قراءۃ سہل کی شاذہ ہے اور بنا بر قراءۃ متواترہ کے معنی یہ ہین
جو وہ کرتے ہین اللہ تعالی اسکا محیط ہے یعنی علم الہی اسکو محیط یعنی دانا ہے پس انکو اسکا بدلا دیگا اور کمالین مین لکھا کہ بیضاوی نے کشاف
کی تبعیت مین عجب غریب بات کہی کہ قراءۃ بتاء فوقیہ کو اصل قرار دیکر تفسیر کیا مین کہتا ہون کہ درحقیقت یہ وہم ہوا کہ ذکر الفاضل السبیل کونی القاری

وَإِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِينَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ۝ إِذْ
اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے ٹھہرانے لگا مومنون کو لڑائی کے ٹھکانون پر اور اللہ سنتا جانتا ہے جب
هَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا ۗ وَاللَّهُ وَلِيُّهُمَا ۗ وَعَلَى اللَّهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ ۝
قصد کیا دو فرقون نے تم مین سے یہ کہ نامردی کرین اور اللہ مددگار تھا انکا اور اللہ ہی پر چاہیے کہ بھروسا کرین مسلمان

وَ - اذکر یا محمد - اور یاد کر یعنی بیان کر اے محمد - إِذْ غَدَوْتَ مِنْ أَهْلِكَ - من المدینۃ - جب فجر کو نکلا تو اپنے اہل سے یعنی مدینہ سے
نکلکر - جاننا چاہیے کہ حضرت صلعم کے مکہ معظمہ سے مدینہ کو ہجرت کرکے آنے کے بعد مشرکین مکہ سے پہلے بدر کے مقام پر لڑائی ہوئی جسمین مومنون
نے فتح پائی جسکا قصہ انفال مین آویگا انشاء اللہ تعالی اور پھر احد پر لڑائی ہوئی جو مدینہ کے قریب ایک پہاڑ کا نام ہے جسمین مسلمانون نے

شکست کھائی اور اس دن کو یوم اُحُد کہتے ہین اس دن سورہ آل عمران کی ساٹھ آیتین نازل ہوئین جسمین اسدن کے واقعہ کا بیان اور شکست اٹھانے والون پر عتاب ہی - پس جمہور کے نزدیک یہ آیۃ کریمہ بھی واقعہ اُحُد کے بیان مین ہی اور یہی حضرت عبد الرحمن بن عوف وابن مسعود وابن عباس رضی اللہ عنہم سے مروی ہی اور یہی قول زہری وقتادہ وسدی وبعض کا ہی اور حسنؒ نے کہا کہ غزوۂ احزاب ہی کما رواہ ابن جریر اور یہی مقاتل وکلبی کا قول ہی اور یہ ضعیف ہین اور ابن جریر نے کہا کہ قول اول اصح ہی بدلیل آیۃ آئندہ **قال ابن کثیر** وغیرہ واقعہ احد کا ماہ شوال روز سنیچر کو سنہ تین ہجری مین واقع ہوا اور سبب اسکا یہ ہوا کہ واقعہ بدر مین جب مال تجارت بچ گیا اور مشرکین مکہ کی جان بچ گئی اور اکثر مارے گئے تو مقتولون کی اولاد وباقی بچے ہوؤن نے ابو سفیان سے کہا کہ یہ سب مال محمد سے لڑائی مین صرف کرنے کو رکھو پس انھون نے تین ہزار لشکر جمع کر کے احد پر قریب مدینہ کے اتارا اور رسول اللہ صلعم نے جمعہ کی نماز مدینہ مین پڑھکر مالک بن عمرو پر جنازہ کی نماز پڑھکر لوگون سے مشورہ لیا اور عبد اللہ بن ابی منافق کو بھی اس روز طلب کیا اسنے مدینہ مین ٹھہرنے کی رائے دی اور یہی بعضے صحابہ کی رائے ہوئی کہ قریش اگر وہان پڑے رہے تو بری جگہ پڑے ہین اور اگر مدینہ پر چڑھین تو مرد روبرو سے مارینگے اور عورتین ولڑکے اوپر سے پتھر مارینگے اور آنحضرت صلعم بھی اسی رائے کیطرف مائل تھے اور فرمایا کہ مین نے خواب دیکھا کہ میرے گرد گلہ گاؤن کا ذبح کیا ہوا ہی اسکی مین نے تاویل بہتر دیدی اور مین نے دیکھا کہ میری تلوار کے پھیلے مین رخنہ ہو گیا اسکی مین نے تاویل دی کہ ہزیمت ہوگی اور مین نے دیکھا کہ مین نے اپنے دونون ہاتھ ایک زرہ حصین مین داخل کر دیے اسکی مین نے تاویل مدینہ دیدی اور دوسرون نے جو بدر مین شریک ہوے تھے باہر نکلکر لڑنے کی رائے دی اور اصرار کیا پس آپؐ اندر گئے اور سامان جنگ پہنکر نکلے یہ دیکھکر وہ نادم ہوے کہ آنحضرت صلعم پر وحی آتی ہی ہم نے دلیری کی تو عذر کرنے لگے کہ یا رسول اللہ اگر آپ چاہین تو ٹھہرین آپ نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین کہ سامان جنگ پہنکر لوٹے یہانتک کہ اللہ تعالے حکم کرے جو چاہے پس ہزار مرد کی جماعت سے نکلے جب مقام شوط تک پہونچے تو عبد اللہ بن ابی منافق تین سو کی جماعت سے لوٹا کیونکہ حضرت صلعم نے اسکی رائے کو نہین لیا اور باقی لشکر سے آپ احد پر پہونچ گئے اور عدوہ قریب اترے اور لشکر کی پشت احد کی جانب کی اور کہا کہ کوئی نہ لڑے جبتک مین حکم ندون پھر سات سو کی جماعت سے آپ نے لڑائی کا تہیا کیا اور تیر اندازون پر عبد اللہ بن جبیر کو سردار کیا وہ پچاس تیر انداز تھے اور فرمایا کہ ہمسے مشرکین کے سوارون کو دور رکھنا کہ ہمارے پیچھے سے حملہ آور نہ ہون اور برابر اپنی جگہ پر جمے رہنا خواہ ہمکو غلبہ ہو یا ہم پر غلبہ ہو اور خوب تاکید کر کے مصعب بن عمیر کو لواء لشکر دیدیا اور مشرکین قریش نے جو تین ہزار تھے تہیا کیا اور انکے ساتھ دو سو گھوڑے تھے ان سوارون کے میمنہ پر خالد بن الولید کو اور میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل کو سردار کیا اور لواء بنی عبد الدار کو دیا اور باقی قصہ ان آیات مین آویگا پس یہی اللہ تعالی نے ذکر فرمایا۔ واذ غدوت من اہلک ظرف منصوب بفعل مقدر اذکر ہی اور غدو کہتے ہین صبح کے چلنے کو - یہان ابن جریر نے اشکال کیا کہ اس قصہ مین بعد نماز جمعہ کے آپ کا روانہ ہونا کیونکر مذکور ہی اور جواب دیا کہ غدوہ تو مومنون کو مقاعد قتال کیواسطے ہی وہ سنیچر کی صبح کو واقع ہوا **مترجم** کہتا ہی کہ من اہلک کا تعلق غدوت سے رکھنا اس صورت مین مشکل ہوگا اور بعض نے جواب دیا کہ کبھی غدو ورواح مطلق نکلنے وآنے کے معنی مین بدون اعتبار وقت کے مستعمل ہوتا ہی جیسے اضحی بدون اعتبار وقت ضحی کے بولا جاتا ہی - اور من اہلک اسواسطے فرمایا کہ آپ حجرۂ عائشہؓ سے نکلکر روانہ ہوے تھے اور اسمین حضرت عائشہؓ کے اہل رسول اللہ صلعم ہونے پر تنصیص ہی اور یہ بڑی فضیلت ہی - تُبَوِّئُ - تنزل - **اَلْمُؤْمِنِیْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ** - لو اتارتا تھا مومنون کو مقاعد قتال کے لیے - مقاعد جمع مقعد اور مراد مراکز جمع مرکز ہی جہان وہ کھڑے ہونگے الحاصل درحالیکہ تو موقع سے اتارتا تھا مومنون کو کہ قتال کرین - **وَاللّٰہُ سَمِیْعٌ** - لاقوالکم - اور اللہ تعالی سننے والا ہی تمھارے اقوال کا - **عَلِیْمٌ** - باحوالکم - جاننے والا تمھارے احوال کا ہی - وہو یوم احد خرج صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بالف اوالا خمسین رجلا والمشرکون ثلثۃ الاف ونزل بالشعب یوم السبت سابع شوال سنۃ [illegible]

ثلث من الہجرۃ وجعل ظہرہ وعسکرہ الی احد وسوی صفوفہم واجلس جیشا من الرماۃ وامر علیہم عبداللہ بن جبیر لیسقع الجبل وقال انضحوا عنا بالنبل لا یاتونا من ورائنا ولا تبرحوا غلبنا او نصرنا - یہ واقعہ روز احد کا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہزار مرد سے یا پچاس کم ایک ہزار مرد سے نکلے اور ان میں سے تین سو مرد منافق واپس ہوئے) اور مشرکین تین ہزار تھے جن کا سردار ابوسفیان تھا اور حضرت صلعم جاکر احد کی گھاٹی پر صدعۃ قریب پہاڑ کے اترے بروز شنبہ ہفتم شوال دیا گیا رھوین کما قال قتادہ یا چودھوین کما قال عکرمہ (سنہ تین ہجری کو اور پشت اپنی ولشکر کی کوہ احد کیطرف کی اور مومنین کی صفین راست کین اور ایک لشکر تیر اندازون کا بٹھایا جو پچاس مرد تھے اور امیر مقرر کیا امیر عبداللہ بن جبیر کو اور بٹھایا کم جبل پر یعنی درہ احد پر اور حکم کیا کہ مشرکین سوارون کو تیرون سے ہم سے دور رکھو وہ ہمارے پیچھے سے ہم پر نہ آنے پاوین اور اپنی جگہ سے مت ٹلو خواہ ہم مغلوب ہون یا فتح پاوین۔

اِذْ - بدل من اذ غدوت یا بدل من اذ غدوت ہے - پہلے اذ سے بدل واقع ہے۔ **هَمَّتْ طَّآئِفَتٰنِ مِنْكُمْ** - بنو سلمہ و بنو حارثہ جناحا العسکر یعنی وہ گروہ ان کے وہ بنو سلمہ بکسر لام از قبیلہ خزرج اور بنو حارثہ از قبیلہ اوس ہین جو لشکر کے دونون بازو کیے گئے تھے - **اَنْ تَفْشَلَا** - تجبنا عن القتال و ترجعا لما رجع عبداللہ بن ابی المنافق واصحابہ وقال علیم نقتل انفسنا واولادنا فقال لابی حاتم السلمی القائل لہ انشدکم اللہ فی نبیکم وانفسکم لو نعلم قتالا لاتبعناکم فثبتھما اللہ تعالی ولم ینصرفا المعنی جب تم مین سے دو گروہ نے کچھ ارادہ کیا - یہ کہ نامردی کرجاوین لڑائی سے ف لوٹ جاوین جدھر عبداللہ بن ابی المنافق واسکے ساتھی لوٹ گئے ہین یہ کہکر کہ کس بات پر قتل کرین ہم اپنی جانون کو واولاد کو اور ابو حاتم سلمی نے ابولا جسنے اس منافق مذکور سے کہا کہ مین تمکو قسم دلاتا ہون اور خدا کا واسطہ دیتا ہون تمہارے نبی و تمہارے جانون کے حق مین تو یون جواب دیا کہ اگر ہم قتال جانتے تو تمہارے پیچھے ہو لیتے پھر اللہ تعالی نے ہر دو گروہ کو ثابت رکھا اور وہ نہین لوٹے مترجم کہتا ہے کہ جب عبداللہ بن ابی بن سلول منافق یہ کہکر لوٹا کہ کس چیز پر ہم اپنے کو اور اپنی اولاد کو قتل کرین تو ابو حاتم سلمی اسکے پیچھے گئے اور اسکو قسم دلائی کہ نہ لوٹے تو انکو اسنے جواب دیا کہ اگر آج ہم لڑائی جانتے تو تمہارے پیچھے چلتے ولیکن ہم نہین دیکھتے ہین کہ تم آج لڑوگے - اور بنو سلمہ و بنو حارثہ بھی لوٹنے کا ارادہ دلین کھتے تھے بسبب عبداللہ بن ابی کے لوٹنے پر انھون بھی قصد لوٹنے کا کیا لیکن اللہ تعالی نے انکو ثابت رکھا وہ نہین لوٹے **وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا** - ناصرہما اور اللہ تعالی ان دونون کا مددگار ہے۔ **وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ** - لیثقوا بہ دون غیرہ - مومنون کو چاہیے کہ اللہ تعالی پر بھروسا کرین ف اور کسی پر - اور یہ حصر تقدیم علی اللہ سے مستفاد ہے - حضرت جابر سے روایت ہے کہ ہمارے حق مین نازل ہوئی - اذ ہمت طائفتان منکم ان تفشلا الآیہ اور کہا کہ ہم دونون گروہ بنو حارثہ و بنو سلمہ تھے اور کہا کہ ہم نہین چاہتے ہین کہ وہ نہ اترتی اسواسطے کہ اس مین یہ فرمایا واللہ ولیہما رواہ البخاری و مسلم پھر جب قتال واقع ہوا اور لوگون نے حکم رسول صلعم کا خلاف کرکے غضب الٰہی کمایا اور شکست کھاکر بھاگے اور منافقون نے باتین بنائین تو انکو اپنی نعمت یاد دلانے اور نصیحت بلیغ فرمانے کو نازل فرمایا جیسا کہ مفسر نے کہا کہ جب لوگون نے ہزیمت کھائی تو انکو اپنی نعمت سابق انکو یاد دلانیکے لیے نازل فرمایا۔

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ اِذْ تَقُوْلُ

اور البتہ اللہ نے تم کو مدد دی بدر مین حالانکہ تم بے مقدور تھے سو ڈرو اللہ سے شاید تم شکر کرو جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ ○

مسلمانون کو کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھاری مدد کرے پروردگار تمھارا تین ہزار فرشتے اتارے ہوے سے

بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِهِمْ هٰذَا يُمْدِدْكُمْ رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ

البتہ اگر تم صبر کرو اور پرہیزگاری کرو اور وہ آوین تم پر اسی دم تو مدد بھیجے تمھارا رب پانچ ہزار

مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ

فرشتے پلے ہوے گھوڑون پر اور یہ تو اللہ نے تمھارے دل کی خوشی کی اور تا کہ تسکین ہو تمھارے دلون کو

وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اور نہین مدد مگر اللہ کے پاس جو زبردست ہی حکمت والا تا کاٹ ڈالے ایک طرف کافرون کو

اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ۝

یا اونکو ذلیل کرے کہ پھر جاوین نامراد

وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ - موضع بین مكة والمدينة سمی برا ایک مقام درمیان مکہ و مدینہ کے بنام بدر بن النضر یا بدر بن النا بن ماچاہ بدر مشہور ہی اور یہ لڑائی بروز جمعہ ہفدہم شعبان سنہ دو ہجری بین بی سامان کے اتفاقی واقع ہوگئی جسمین اللہ تعالی نے مومنون کو فتح دی اور ابوجہل وغیرہ جو قریش کے سرغنہ تھے مارے گئے حالانکہ مسلمان تین سو تیرہ آدمی بے سامان تھے اور مشرکین نوسو اور ہزار کے درمیان پورے سامان سے تھے ہی فرمایا۔ ولقد نصرکم اللہ ببدر۔ وَاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ - بقلة العدد والسلاح۔ اذلة جمع ذلیل یعنی ذلت بسبب قلت تعداد و سامان جنگ کے ہی حاصل المعنی اللہ تعالی نے تم کو بدر کے روز فتح دی حالانکہ تم بے مقدور تھے تاکہ جان رکھو کہ فتح ہونا کثرت تعداد و ساز سامان پر نہین ہی اور عیاض اشعری سے روایت ہی کہ مین فتح ملک شام کے واقعہ یرموک مین موجود تھا اور ہم پر ابو عبیدہ و یزید بن ابی سفیان و ابن حسنہ و خالد بن الولید و عیاض یہ پانچ آدمی سردار تھے اور حضرت عمرؓ نے حکم دیا تھا کہ جب قتال ہو تو تمپر سب کا سردار ابو عبیدہ ہی۔ پھر ہمنے حضرت عمرؓ کو لکھا کہ ہمکو موت نے گھیر لیا اور عمرؓ سے مدد چاہی تو جواب لکھا کہ تمھارا خط آیا تم ہمسے مدد مانگتے ہو مین تمکو ایسے پاک کی طرف رستہ بتاتا ہون کہ اسی سے مانگو کہ اسکی نصرت سب سے عزیز اور لشکر نہایت قوی ہی یعنی اللہ عز و جل سے کہ اسنے محمد صلعم کو تمھاری تعداد سے کم کو بدر کے روز فتح دی پھر جب میرا خط پہونچے تو تم اسنے لڑائی شروع کرو اور دوبارہ مجھے مت لکھو۔ عیاض کہتے ہین کہ ہمنے کفار لشکر شام سے جو بہت کثرت سے تھے قتال کیا پس اللہ تعالی کی مدد سے ہمنے انکو چار فرسخ بھگا دیا اور بہت مال غنیمت ہاتھ آیا پھر سردار عیاض نے ہمکو مشورہ دیا کہ ہر ذی راس کو دس لوین۔ اور کہا کہ حضرت ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ کون مراہنت کریگا تو ایک نوجوان بولا کہ مین بشرطیکہ آپ غصہ نہون۔ تمار پھر وہ آگے ہوگیا پس مین نے دیکھا ابو عبیدہؓ اور ڑتے دیکھا اور وہ اسکے پیچھے ایک اعرابی گھوڑے پر بھی رواہ احمد و اسنادہ صحیح وقد اخرجہ ابن حبان فی صحیحہ۔ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ نعمتہ یعنی تقوی کرو اللہ سے شاید تم شکر کرو اسکی نعمتون کا۔ پھر جب احد مین مسلمانون نے گریز کیا تو اللہ تعالی نے یاد دلایا کہ کیا موت سے ڈرے جسکا نتیجہ اللہ تعالی کی جوار رحمت مین تھا یا غلبہ کفار سے ڈرے حالانکہ صبر پر اللہ تعالی تمھارا ناصر تھا پھر جسکی طرف اللہ تعالی ہو وہ قلیل یا ذلیل نہین ہی اور جسکی طرف اللہ تعالی کی نصرت نہو وہ کرورون ہون تو خوار و ذلیل ہین پس فرمایا۔ اِذْ - ظرف لنصرکم۔ یہ نصرکم کا ظرف زمان ہی۔ تَقُوْلُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ - تقول لہم تطمینا لقلوبہم۔ جب تو مومنون کو انکے دل کے اطمینان کے لیے یہ وعدہ دیتا تھا۔ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُنْزَلِيْنَ - کیا تم کو کفایت نہین کہ تمھارا رب تمکو تین ہزار ملائکہ منزلین سے مدد فرماوے ف یعنی تم کو بہت کافی ہی بلکہ فقط اللہ تعالی کی نصرت کافی ہی۔ یہ تو عام دلون کے اطمینان کیلیے ہی اور بعض مفسرین نے اذ کو ینصرکم کے متعلق ہونے سے اشارہ کیا کہ یہ وعدہ بروز بدر شاقع ہوا تھا نہ بروز احد جیسا کہ بعض مفسرین اس طرف گئے ہین اور صحیح قول یہ ہی اور وہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا ہی اور ابن ابی حاتم نے بسند صحیح عامر شعبیؒ سے روایت کیا کہ مسلمانون کو بدر کے روز یہ خبر پہونچی کہ کرز

بن جابر مشرکون کی مدد کریگا پس انپر یہ گران گذرا تو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا۔ الن یکفیکم ان یمدکم ربکم تا قولہ مسومین پھر کرز کو شکست کفار کی
خبر ہو گئی اسنے مشرکون کی مدد نہ کی اور مسلمانون کو بھی پانچہزار ملائکہ سے مدد نہین دی گئی منزلین۔ بالتخفیف والتشدید تخفیف زا معجمہ اکثر کی قراءۃ
ہے اور تشدید زا معجمہ ابن عامر کی قراءۃ ہے جو تکثیر کے معنی مین ہے یا تدریج کے معنی مین یعنی درجہ بدرجہ کرکے اتارے۔ بلیٰ۔ یکفیکم ذلک یعنی کیون نہین
یعنی تمکو ضرور مدد کافی ہے قال المفسر فی الانفال بالف لانہ امدہم اولا بہا ثم صارت ثلاثۃ ثم صارت خمسۃ کما قال تعالیٰ۔ ان تصبروا۔ علی
لقاء العدو۔ اگر کہا جاوے کہ سورۂ انفال مین تو ایک ہزار مذکور ہین جواب یہ کہ پہلے انکو ایک ہی ہزار سے مدد دیگئی پھر وہ تین ہزار ہوئے پھر
پانچہزار ہوئے اور یہی قول ربیع بن انسؓ سے مروی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ ان تصبروا یعنی اب اگر تم صبر کرو دشمن سے بھڑنے مین۔ وتتقوا۔ اللہ
فی المخالفۃ اور ڈرو اللہ تعالیٰ سے خلاف کرنے مین۔ ویاتوکم۔ ای المشرکون من فورہم۔ وقتہم۔ ھذا یمددکم ربکم بخمسۃ
آلاف من الملئکۃ مسومین۔ بکسر الواو وفتحہا ای معلمین وقد صبروا وانجز اللہ وعدہ بان قاتلت معہم الملائکۃ علی خیل بلق علیہم عمائم صفر و
بیض ارسلوہا بین اکتافہم۔ اور آوین مشرک اسی وقت تو مدد کریگا تمکو تمہارا پروردگار پانچہزار ملائکہ مسومین سے فاسومین بکسر الواو قراءۃ ابو عمرو
وابن کثیر کی ہے اور بفتح الواو باقیون کی قراءۃ ہے اور معنی اسکے معلمین یعنی اول قراءۃ کے موافق بکسر لام اور مفعول اسکا خود ملائکہ ہین یا گھوڑے انکے
اور دوم قراءۃ کے موافق بفتح لام ہے۔ اور مسلمانون نے صبر کیا اور اللہ تعالیٰ نے وعدہ پورا کر دیا باینطور کہ ملائکہ نے مومنون کے ساتھ ابلق گھوڑون پر قتال کیا
اور انپر زرد عمامہ اور سپید تھے کہ انکو اپنے مونڈھون کے درمیان چھوڑا تھا۔ یہ ابن عباسؓ سے روایت ہے قال ابن کثیر دوسرا قول یہ ہے کہ یہ وعدہ متعلق
بقولہ واذ غدوت من اہلک ہے پس یہ بدر احد سے ہوگا اور یہی قول مجاہد و عکرمہ و ضحاک و زہری و موسیٰ بن عقبہ وغیرہم کا ہے لیکن ان بزرگون نے کہا کہ
پانچہزار سے امداد حاصل نہین ہوئی کیونکہ مسلمان اس روز ہٹ گئے اور عکرمہ نے فرمایا کہ تین ہزار سے بھی مدد نہ ملی کیونکہ صبر و تقویٰ کی شرط نہ پائی گئی کیونکہ
بھاگے اور صبر نہ کیا پس ایک فرشتہ سے بھی مدد حاصل نہوئی۔ اور فورہم یعنی وقتہم مفسر نے کہا۔ اور کہا گیا یعنی وجہہم یعنی اسی راہ سے یہ قالہ الحسن وقتادہ
وربیع وسدی۔ اور کہا گیا من سفرہم ہذا اسی سفر سے۔ قالہ العوفی عن ابن عباس۔ اور کہا گیا فور یعنی جوش غضب ہے ای من غضبہم ہذا اپنے جوش غضب
مین قالہ المجاہد و عکرمہ و ابو صالح اور کہا گیا۔ من غضبہم ووجہہم قالہ الضحاک پھر مسومین یعنی معلمین بسیما ہے چنانچہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے
روایت ہے کہ بدر کے روز سیما ملائکہ صوف سفید تھا اور انکے گھوڑون کی پیشانی مین بھی تھا رواہ ابن ابی حاتم اور سرخ و زرد و عمامہ سپید وغیرہ اقوال ہین
اسمین طول کلام بیکار ہے۔ اور یہ روایت ابن عباس سے صحیح ہوئی کہ ملائکہ نے سوائے بدر کے اور کسی روز قتال نہین کیا بلکہ سامان و بھیڑ کے طور پر رہتے
تھے۔ اگر کہا جاوے کہ جبرئیل علیہ السلام ایک دھکے سے تمام کافرون کو میٹ سکتے تھے ایکہزار وغیرہ کی کیا ضرورت تھی تو علامہ سبکیؒ نے جواب دیا
کہ بدین غرض کہ فضیلت نبی صلی اللہ علیہ وسلم وصحابہؓ کو حاصل ہو اور ملائکہ بطور سامان وجماؤ کے لشکر کے مددی رہین اور یہ رعایت ان اسباب کی ہے جو اللہ
تعالیٰ نے جاری فرمائے ہین حالانکہ وہی سب کا خالق ہے۔ اور عمامہ باندھنا سیما ملائکہ ہے عمامہ کا سرا لٹکانا چاہیے اور حدیث مین پس پشت دونون مونڈھون کے
درمیان مذکور ہے اور بعض احادیث مین دونون سرے دونون طرف سے سینہ پر آگے ہین۔ وما جعلہ اللہ۔ ای الامداد۔ الا بشریٰ
لکم۔ بالنصر۔ ولتطمئن۔ تسکن۔ قلوبکم بہ۔ فلا تجزع من کثرۃ العدو وقلتکم۔ اور نہین قرار دیا اللہ تعالیٰ نے اسکو (یعنے
مدد دینے کو) مگر بشری (خوشخبری) واسطے تمہارے (ساتھ فتح کے) اور تاکہ مطمئن ہون (یعنے ٹھہرے رہین) دل تمہارے اسکے ساتھ تو نہ جزع کرین تمہارے
دل دشمنون کی کثرت اور تمہاری قلت سے۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم۔ اور نصرت نہین مگر اللہ تعالیٰ
کے یہان سے جو عزیز حکیم ہے۔ یؤتیہ من یشاء ولیس بکثرۃ الجند۔ وہی جسکو چاہے نصرت دیدیتا ہے اور لشکر کی کثرت پر نہین ہے لہذا باوجود تمہاری

قلت شدید کے تم کو بدر مین نصرت دیدی ۔ لِيَقْطَعَ متعلق بنصرکم ای لیہلک یعنی تعلق اسکا نصرکم سے ہے اور معنی اسکے یہ کہ تم کو نصرت دیدی تا کہ ہلاک کرے ۔ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۔ بالقتل والاسر ۔ ایک طرف کو کافرون سے قتل و قید کیا تھا ف طرف یا تو بمعنے طائفہ وجماعت ہے یا بمعنے شرفا ہے کیونکہ اطراف العرب بمعنی شرفاء عرب بولا جاتا ہے اور بدر مین یہی ہوا کہ جو لوگ مشرکون کے مُڈ تھے مارے گئے اور بہت سے قید ہو گئے کہ یا قیدون کی قوت کم ہو گئی ۔ پھر مفسر نے قتل و قید کیا تھا " جو کہا تو یہ کیسقدر فعل سابق سے نامناسب ہے کیونکہ لیقطع کی تفسیر لیہلک سے کی اور قید ہونے مین ہلاکت نہین اور نیز وہ لوگ جو قید ہوے تھے فدیہ دیکر رہا ہو گئے تھے چنانچہ آویگا ۔ الا آنکہ ہلاک سے محض تباہی مراد ہو فافہم قولہ ۔ اَوْ يَكْبِتَهُمْ ۔ یذلہم بالہزیمۃ ۔ یا ذلیل کرے انکو ہزیمت سے یعنی یا ذلیل کرے انکو ہزیمت یا قید سے ۔ فَيَنْقَلِبُوْا ۔ یرجعوا ۔ خَآئِبِيْنَ لم ینالوا ما راموہ ۔ پس لوٹین نامراد کہ جو مقصود تھا وہ انھون نے نہ پایا ف واضح ہو کہ غزوہ بدر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہجرت کے دوسرے سال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قافلۂ قریش کی خبر منگائی جو شام سے آیا تھا جب خبر پہونچی تو آپ فقط ۳۱۲ آدمیون سے اس قافلہ کو گرفتار کرنے نکلے اور باقیونکو نہین بلایا حتے کہ بہتون کو خبر نہوئی ۔ ادھر قافلہ والون نے خرما کی گٹھلیون سے پہچانا کہ راہ مین کوئی جاسوس مدینہ کا آیا تھا تو وہ پہلے ہی بھاگ کر ساحل سمندر کیطرف ہو رہے اور قریش کو خبر پہونچائی تو وہ ایک ہزار مسلح نکلکر بدر مین پہونچے تو مقابلہ ہو گیا جسکا کوئی قرار پہلے سے نہ تھا آخر نتیجہ آپ یاد ہے کفار مقتول ۷۰ اسیر ہوے حالانکہ بڑے بہادر تھے ۔ احد کی لڑائی اسکے دوسرے سال ہوئی ہے جن لوگون نے اس آیۃ کو بھی غزوہ احد پر محمول کیا وہ قولہ لیقطع طرفا من الذین کفروا الآیۃ کے معنی یہ بیان کرتے ہین کہ ابتداے جنگ مین حضرت سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب و اسد اللہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر بعضے مشرکین کو مع انکے نشان برداروں کے پیہم قتل کیا یہانتک کہ نشان گر گیا اور مشرکین نے شکست کھائی اور مسلمان انکے وسط لشکر مین لوٹ مین مشغول ہو گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن جبیر کو پچاس تیراندازون سے پہاڑی پر مقرر کیا تھا اور حکم دیدیا کہ تم لوگ یہان سے ٹلنا اگرچہ ہم لوگ ہلاک ہو جاوین یا فتح پاوین لیکن یہ دیکھکر پہاڑی والون نے جو عبد اللہ بن جبیر کیساتھ پشت لشکر کی حفاظت پر تھے پہاڑی چھوڑ دی ہر چند عبد اللہ بن جبیر نے سمجھایا کہ خلاف حکم رسول اللہ ہے نہ مانا سواے دس آدمیون کے باقی سب لوٹ مین آکر مشغول ہوے یہ دیکھکر مشرکین سوارون نے نگہبانی کی طرف سے قصد کیا اور دس آدمی مع عبد اللہ بن جبیر کے کثرت سے زخم اٹھاکر شہید ہوے اور مشرکین نے پیچھے سے حملہ آور ہو کر مسلمانون کی جماعت آخر کار سخت پریشان کر دی اور ہوا جو ہوا اگر سولہ ۱۶ یا اٹھارہ ۱۸ مشرک مارے گئے اور ساٹھ سے زیادہ مسلمان شہید ہوے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ مبارک و اگلے رباعیہ دانت شہید ہوے ۔ یہ توجیہ اگرچہ قریب ہے مگر اقرب وہی ہے کہ حال روز بدر ہے کہ اسمین ستر اشراف قریش مارے گئے اور ستر قید ہوے تھے ۔ اور آیۂ کریمہ مین اشارہ ہے کہ اسباب کی طرف سے نظر اٹھاکر مسبب الاسباب پر نظر رکھین اسیواسطے ملائکہ سے تسکین دیکر فرمایا ۔ وما النصر الا من عند اللہ العزیز الحکیم ف عرائس البیان مین ہے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ ۔ اذلہ کی لفظ مین علوم تجربہ کا اشارہ ہے یعنی جس کو وہ ذلت حاصل ہو جو انوار کبریا و عظمت کھلنے کے وقت پیدا ہوتی ہے یعنے انوار کبریا و عظمت اسپر ظاہر ہوے کہ انکے توجہ مین اسکا نفس سخت ذلیل ہو گیا تو وہ تمام مخلوق مین نہایت عظیم و با ہیبت ہوتا ہے اور تائید ازلی سے منصور اور ہر منکر اسکے سامنے خوار ہوتا ہے اسواسطے کہ اسپر جلال الٰہی کا لباس ہوتا ہے جس سے ہر متکبر ڈرتا و لرزتا ہے اور امیر المومنین عمر بن الخطاب رض اس شان سے موصوف تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ شیطان بھاگتا ہے سایۂ عمر رضی اللہ عنہ سے اور شیخ ابو عبد الرحمن السلمی نے قولہ ولقد نصرکم اللہ ببدر مین کہا ای بسبب تمھارے ضعف کے اور تمھارے توکل صحیح کے اپنے پروردگار پر اور تمھارے منقطع ہو جانے کے اپنے حول و قوت سے اور تمام امر اپنے پروردگار کے سپرد کرنے سے فافہم

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ۝ وَلِلّٰهِ مَا

تیرا اختیار کچھ نہیں ہے یا انکو توبہ دیوے یا انکو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں اور اللہ کا مال ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

جو کچھ آسمان میں اور جو زمین میں ہے بخشے جس بندے کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے

ونزل لما کسرت رباعیۃ النبی صلعم وشج وجہہ یوم احد وقال کیف یفلح قوم خضبوا وجہ نبیہم بالدم - اور نازل ہوئی یہ آیت جبکہ احد کی لڑائی میں خبیث مشرک نے آنحضرت صلعم کو پتھر کھینچ مارا اور آپ کے اگلے نیچے اوپر کے چار دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک بچ کر پھٹ گیا اور خون جاری ہوا اور آپ نے فرمایا کہ کیونکر فلاح پاویگی وہ قوم جنھوں نے اپنے نبی کے چہرہ کو خون سے رنگ دیا مترجم کہتا ہے اسی کے مانند امام مسلم و احمد نے حضرت انس رضہ سے روایت کیا اور بخاری نے تعلیقا ذکر کیا اور علی ہذا آیت اس قصہ سے مربوط ہے اور نیز بخاری و نسائی و امام احمد نے عبد اللہ بن عمر سے روایت کی کہ میں نے رسول اللہ صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان پر اے اللہ میرے لعنت کر حارث بن ہشام پر اے اللہ میرے لعنت کر سہیل بن عمرو پر اے اللہ میرے لعنت کر صفوان بن امیہ پر پس نازل ہوئی یہ آیت - لیس لک من الامر شیء الآیہ - پھر اللہ تعالیٰ نے ان سب کو توبہ کی توفیق دیدی وہذا لفظ احمد - اور دوسری روایت میں ہے کہ چار شخصوں پر لعنت کی بد دعا کرتے اور بعض روایت میں ہے کہ یہ دوسری رکعت نماز فجر میں بعد رکوع کے ہوتا تھا - اور جاننا چاہیے کہ مشرکین مکہ نے بہت سے ایمان لانے والوں کو پکڑ کر باندھ رکھا اور طرح طرح کی تکلیفیں دیتے اور مدینہ کو آنے نہیں دیتے تھے اور قبیلہ مضر کے کفار بہت سخت تھے اب سنو کہ بخاری رحمہ اللہ نے ابوہریرہ رضہ سے روایت کی جسمیں ہے کہ رسول اللہ آنحضرت صلعم رکوع سے اٹھکر سمع اللہ لمن حمدہ ربنا ولک الحمد کہنے کے بعد کہتے اے اللہ میرے نجات دے ولید بن الولید کو اور سلمہ بن ہشام و عیاش بن ابی ربیعہ اور ان سب مومنوں کو جو ضعیف کر کے پکڑے گئے ہیں اے اللہ میرے سخت روندد ے مضر کو اور یہ روندنا انپے قحط کے سال کر دے جیسے حضرت یوسف علیہ السلام (یعنے عذاب ربنا دے ۱۲) کی قوم پر ہوے تھے اسکو آواز سے کہتے تھے اور بعض نماز فجر میں فرماتے اے اللہ میرے لعنت کر فلان و فلان کو چند قبیلۂ عرب کا نام لیتے تھے یہاں تک کہ نازل ہوئی یہ آیت لیس لک من الامر شیء الآیہ - **قال المترجم** ان روایات میں سبب نزول کی تصریح نہیں ہے اور ایسے ہی بعض روایات میں آیا کہ صحابہ بیر معونہ کو جب عامر بن الطفیل نے شہید کیا تو آپ کو سخت ملال ہوا کہ آپ نماز میں چند قبائل پر لعنت کی بد دعا فرماتے یہانتک کہ نازل ہوئی یہ آیت - اسمیں بھی سبب نزول نہیں اور بحث در کلام و تحقیق مقام یہاں دراز ہے گنجایش نہیں اتنا معلوم کرنا چاہیے کہ سبب نزول اول جو بعض مفسرین نے ذکر کیا اور قبل نزول کے آپ ایسا کرتے تھے پھر چھوڑ دیا اور احسن یہ ہے کہ نزول اسکا شاید مکرر واقع ہوا ہے اور یہی اوفق و اقرب بتحقیق ہے واللہ اعلم - **لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ** - بل الامر للہ فاصبر - یعنی تیرا کچھ اختیار نہیں بلکہ اختیار اللہ تعالیٰ ہی کو ہے تو صبر کر - **اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ** اور معنے الی ان - ای الی ان یتوب علیہم بالاسلام - یہانتک کہ اللہ تعالیٰ انپر توبہ قبول کرے باین طور کہ اسلام دیدے - **اَوْ يُعَذِّبَهُمْ** بالکفر - یا انکو عذاب دے کیونکہ وے ظلم کرتے ہیں بسبب کفر کرنے کے ف لیس از افعال ناقصہ در لک اسکی خبر مقدم اور شیء اسم موخر ہے اور من الامر حال از اسم ہے اور امر کے معنی حکم کے بیان کیے گئے ہیں یعنی حکم تیرا نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے - پھر جو معنے مفسر نے ذکر کیے یہی اکثر مفسرین نے بیان کیے ہیں اور شیخ ابن کثیر نے محمد بن اسحاق سے ایک وجہ دیگر نقل کی کہ لیس لک من الامر شیء جملہ معترضہ ہے اور قولہ او یتوب علیہم عطف ہے او یکبتہم پر اور حاصل یہ کہ لیقطع طرفا من الذین کفروا او یکبتہم او یتوب علیہم او یعذبہم - ان چار وجہوں سے انکے حال کا استیفار کیا اور پوشیدہ نہیں کہ اسمیں بعد ہے اگرچہ شیخ ابن کثیر و بیضاوی نے اسطرف میلان فرمایا ہے قال - **وَلِلّٰهِ مَا**

فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ۔ ملکا وخلقا وعبیدا۔ یعنی ہر طرح سب اللہ تعالی ہی کا ہو از راہ ملک واز راہ خلق اور بندے ہونے کے۔ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَاءُ۔ المغفرة له۔ اللہ تعالی مغفرت فرماتا ہو جسکے لیے مغفرت منظور ہو۔ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَاءُ التعذیب۔ اور عذاب فرماتا ہو جسکے اوپر عذاب منظور ہو۔ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ۔ لاولیائه۔ رَّحِيْمٌ۔ باہل طاعته یعنی اللہ تعالی اپنے اولیا مومنین کے واسطے غفور ہو اور اپنے بندگی کرنے والون کے واسطے رحیم ہو۔ فائدہ فی العرائس قوله تعالی لیس لک من الامر شیء سید علیہ السلام نے چاہا کہ مجرمین وکافرین جو ایسی باتین شرک وکفر کی کہتے ہین جو لائق جلال آلہی عزوجل نہین ہین اُن سے ساحت کبریائی پاک ہو اور یہ چاہنا حضرت رب العزة عزوجل کے جمال پاک پر غیرت کھاکر تھا اور جسکو شدت محبت چھا جاتی ہو اسکو یہ لحاظ نہین بھی رہتا ہو کہ امر قدم ایسے لوگون کے حق مین جو مستور و محجاب مین تجربہ ہین امتحان کے پردون کے ساتھ کیونکر جاری ہوا ہو لہذا حق عزوجل نے ایک لطف کے ساتھ عتاب فرمایا کہ این تو کہان ہو تو نے میری سابق عنایت کو مشاہدہ نہین کیا کہ ان لوگون کے حق مین کس غیب سے جاری ہوئی ہو تو دیوان ازل مین غور سے نظر کر یہ لوگ تو تیرے سلسلے سے میرے حضور شکرگزار رہتے ہین اگر تو اس غیرت سے منھ پھیر کر امر مشیت کی طرف توجہ کرے تو پھر بددعا کرنے سے بے پرواہ ہوگا اس قول کی تصدیق آگے موجود ہو کہ فرمایا او یتوب علیہم او یعذبہم۔ مترجم کہتا ہو کہ بوجوہ متعددہ روایت ہوا کہ حضرت صلعم نے احد کے روز فرمایا تھا کہ قریش لوگ الی امانت مین بعد چند روز کے تو دیکھیگا کہ انسے جو اللہ تعالی کی راہ مین جان بازیان ہونگی انکے مقابلہ مین تو اپنے عمال کو حقیر جانیگا اور واقع ایسا ہی ہوا کہ جہاد شام وملک مغرب مین انسے وہ وہ امور سرزد ہوے کہ بیان سے باہر ہین۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپکو اطلاع تھی پھر بھی انکے فی الحال کے کفر پر غیرت کھاکر بددعا فرمائی فافہم واللہ اعلم۔ شیخ نے کہا کہ پھر واضح ہو کہ اللہ عزوجل نے بیان اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دو عمدہ ادب سکھلائے ایک یہ کہ آنحضرت صلعم عرش سے ثری تک صاحب کرم ورحمت ہین چنانچہ آنحضرت صلعم کو کمال رحمت سے موصوف فرمایا بقوله وما ارسلناک الا رحمة للعالمین یعنی تو ہر حال پر اپنی امت پر رحم کر اور انپر بددعا نفرما۔ دوم یہ کہ آنحضرت صلعم کو اپنے خلق خاص سے خلعت پہنائی کیونکہ اللہ تعالی عزوجل کی خلق وصفت سے یہ ہو کہ سب پر رحمت فرماتا ہو اور آنحضرت صلعم کو طریقہ انبیاء ومرسلین سابق سے آگاہ فرمایا اور انہین سے مخصوص ابراہیم وعیسی علیہما السلام کو لے لیا چنانچہ فرمایا کہ اسنے کہا فمن تبعنی فانه منی ومن عصانی فانک غفور رحیم۔ اور عیسی نے کہا ان تعذبہم فانہم عبادک وان تغفر لہم فانک انت العزیز الحکیم

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰۤوا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝

اے ایمان والو مت کھاؤ سود دونے پر دونا اور ڈرو اللہ سے شاید تمھارا بھلا ہو

وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْۤ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ۝

اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافرون کے لیے اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا شاید تمپر رحم ہو۔

وَسَارِعُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝

اور دوڑو بخشش پر اپنے رب کی اور جنت پر جسکا پھیلاؤ ہو آسمان وزمین تیار ہوئی ہو پرہیزگارون کے لیے

الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ فِي السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ۗ

جو خرچ کرتے ہین آسانی مین اور تکلیف مین اور دباتے ہین غصہ اور معاف کرتے ہین لوگون کو

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝

اور اللہ تعالی چاہتا ہو احسان کرنے والون کو

أَضْعَافًا مُّضَاعَفَةً - بالف دو دو بار تزیدوا فی المال عند طول الاجل تو خروا الطلب یعنی اکثر کی قرارۃ مضاعفۃ بالف از باب مفاعلہ ہے اور نافع و ابن عامر و یعقوب کی قرارۃ بدون الف از باب تفعیل ہے اور معنی یہ کہ مت کھاؤ سود [illegible] میعاد آنے پر مال میں بڑھا دو اور مطالبہ میں مہلت و تاخیر دیدو - جاننا چاہیے کہ بعض نے کہا کہ یہ کلام [illegible] اور بعض نے کہا کہ قصداً حد کے درمیان کلام معترضہ ہے - پھر مضاعفۃ کی قید اسواسطے نہیں [illegible] ورنہ نہیں کیونکہ پہلے معلوم ہو چکا کہ سود مطلقاً حرام ہے پس یہ قید یہاں اہل عرب کی عادت کے موافق ہے کہ وہ [illegible] مقرر کرتے پھر میعاد آنے پر اگر قرضدار ادا نہ کرتا تو باہمی رضامندی سے کسیقدر مال اصل میں بڑھا کر پھر میعاد مقرر کر دیتے یہانتک کہ قرضخواہ اکثر اصل سے کئی گونہ مال آخر کو لیتا اور بعض نے کہا کہ اضعاف جمع ضعف کی ہے چونکہ جمع قلت ہے اور مراد کثرت ہے لہذا مضاعفۃ کی قید بڑھائی - وَاتَّقُوا اللّٰہَ - ڈرو یعنی سود خواری چھوڑنے کے ساتھ تقوی کرو اور مترجم کے نزدیک ظاہر یہ کہ اللہ تعالی [illegible] فرمایا لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ - تفوزون - فوز و سعادت دارین حاصل کرو - یہ امر پورے تقوی پر حاصل ہوگا [illegible] کبیرہ گناہ ہے اور اسکو حلال جاننا کفر ہے اور آگے فرمایا - وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْٓ اُعِدَّتْ لِلْکٰفِرِیْنَ - [illegible] بچو اس بات سے کہ دوزخ سے عذاب کیے جاؤ اور ابن عباس نے فرمایا کہ آیت مسلمانوں کو [illegible] حرام کیا ہے اسکی عقوبت رکھی اسکے مرتکب ہوں اور مدارک میں لکھا کہ ابو حنیفہ فرماتے کہ بڑی خوفناک آیت ہے کہ اللہ تعالی [illegible] کافروں کے واسطے مہیا ہے بشرطیکہ تقوی نہ کریں اور حرام سے اجتناب نہ کریں اور نیز مدارک میں کہا کہ [illegible] ایمان کے بعد کوئی گناہ ضرر نہیں کرتا اور ہمارے نزدیک کافروں کے سوائے گنہگار مومن دوزخ میں جائیگا مگر [illegible] وغیرہ سے جو لوگ نقل کرتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ مرجیہ مذہب تھے یہ سب بہتان ہے - وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَالرَّسُوْلَ [illegible] کی فی محمد بن اسحاق نے کہا کہ اس میں ان لوگوں کو عتاب ہے جنہوں نے احد کے روز حکم حضرت صلعم کی نافرمانی [illegible] - یعنی اطاعت کرو بامید رحمت الٰہی عز و جل - کذا قیل - وَسَارِعُوْٓا - اور جلدی کرو - اکثر کی قرارۃ [illegible] قرارۃ بدون واو جملہ مستانفہ ہے - اور عطاء بن ابی رباح نے مرسلاً روایت کی کہ مسلمانوں نے [illegible] نسبت اللہ تعالے کے نزدیک بزرگ تھے کہ جب انہیں کوئی گناہ کرتا تو صبح کو اسکے دروازہ پر [illegible] نبی صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے پس یہ آیت اتری وسارعوا الی مغفرۃ من ربکم الآیۃ - اخرجہ [illegible] ہے کہ اللہ عز و جل نے تمہارے واسطے نیک کام ایسے مقرر فرمائے ہیں جو ثواب کے ساتھ کفارہ گناہ [illegible] یہ نیکیاں دور کرتی ہیں گناہوں کو - اِلٰی مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّکُمْ - ابن عباس [illegible] کی طرف اور علی کرم اللہ وجہہ سے فرائض کی طرف اور انس و سعید بن جبیر نماز جماعت [illegible] فرمایا اور ظاہر معنے یہ ہیں کہ ایسی چیز کی طرف دوڑو جو موجب مغفرت ہے [illegible] وَجَنَّةٍ - یعنی سارعوا الی جنۃ پہلے گناہوں سے پاک کرنے کو مغفرت کی طرف دوڑایا پھر [illegible] طرف راہ دی عَرْضُھَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ - ای کعرضہا [illegible] جس کا پھیلاؤ آسمان و زمین ہے اور مانند پھیلاؤ ان دونوں کے ہے اگر ایک [illegible]

سے مروی ہی اور کاف سے اشارہ ہی کہ تمثیل منظور ہی یہ نہین کہ اتنی ہی وسعت تحقیقاً ہی اور عرض بمعنے وسعت لیا اور طول کا مقابل نہین لیا اور
ابن کثیر نے بھی تفسیر مین بعض احادیث سے مدور ہونا جنت کا استنباط کرکے اسکو موجہ کیا ہی اور بعض نے عرض مقابل طول لیا اور کہا کہ عرض
جب اسقدر ہی تو طول کا کیا ٹھکانا ہی کما قال الزہری اور حق یہ ہی کہ یہ بھی مخلوق کے علم کیموافق تصویر ہی تحقیقی حد عرض کی بیان نہین ہی۔ اور حضرت
انس رضؓ سے پوچھا کہ جنت آسمان مین ہی یا زمین مین فرمایا کہ کون آسمان و کون زمین ہی جسمین جنت سماوے کی وہ آسمانون سے اوپر زیر عرش ہی اور قتادہ
سے روایت ہی کہ صحابہؓ جنت کو آسمانون کے اوپر اور دوزخ کو زمینون کے نیچے جانتے تھے۔ اور ابن جریر و بزار و احمد نے مرفوعاً روایت کیا کہ
ہرقل نے سوال کیا کہ آپ جب مجھے ایسی جنت کی طرف بلاتے ہین جسکا عرض آسمان و زمین ہی تو دوزخ کہان ہی آپ نے جواب دیا کہ سبحان اللہ جب دن آئی
تو رات کہان ہی۔ اور ایسا ہی ابن جریر وغیرہ نے عمرؓ و ابن عباس سے یہود کے جواب مین روایت کیا تو یہود بولے کہ یہ جواب ہماری توریت سے لیا گیا ہی یہ
انکا عناد تھا اور معنی یہ ہین کہ جہان اللہ چاہتا ہی رکھتا ہی بندے کا علم اسکی خلقت کو کہان حاوی ہی کیا اسکی خلقت بس اسقدر مین منحصر ہی یہی
سے آنحضرت صلعم نے سبحان اللہ کہا یعنی پاک ہی وہ اللہ تعالی کہ اسکے ملک کو عوام اپنے وہم سے احاطہ کرین۔ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ اللہ
بعمل الطاعات وترک المعاصی۔ یعنی مہیا کی ہوئی ہی ایسے بندون کے واسطے جو تقوی کرتے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کرکے ونافرمانی چھوڑ کر
اس مین دلیل ہی کہ جنت بھی پیدا کی ہوئی موجود ہی جیسے دوزخ اور اسمین معتزلہ کا رد ہی جو اسکے خلاف کہتے ہین اور نیچری فرقہ کا ہر طرح رد ہی جو جنت و دوزخ کے
قائل نہین ہین اور فرمایا اللہ تعالی نے تلک الدار الآخرۃ نجعلها للذین لا یریدون علوا فی الارض الآیہ۔ یعنی اسم اشارہ کے ساتھ جو حاضر موجود کے
واسطے ہی پس اگر یہ لوگ اس سے منکر ہین تو کافر ہین اور تاویل وہ مقبول ہی جو کسی دلیل سے ہو اور انکو انکار کی کوئی دلیل نہین کیونکہ جنت وغیرہ کی جس طرح
خبر دی ہی وہ سب خدا کی قدرت مین ہی جیسی مخلوق چاہے پیدا کردے۔ اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ۔ فی طاعۃ اللہ۔ یعنی جن خرچ کرنے والون کی
تعریف کی وہ ہین جو اللہ تعالی کی طاعت مین خرچ کرتے ہین اور طاعت مین تمام اُن وجوہ پر خرچ کرنا داخل ہی جنمین شرع مین ثواب کی نیت سے
ثواب کا وعدہ ہی حتی کہ اپنی وہتی اولاد و عیال پر بہ نیت ثواب خرچ کرنا اور نان و نفقہ دینا بھی داخل ہی اگرچہ صدقہ و خیرات کا ثواب زیادہ ہو۔ اگر کہا جاوے
کہ حدیث مین جو یہ آیا ہی کہ بندہ کہتا ہی میرا مال میرا مال۔ اسکا مال کچھ نہین مگر یہ کہ جو کھا کر فنا کر دیا اور جو پہنکر پرانا کیا تا آخر حدیث تو جواب یہ
ہی کہ مقصود حدیث سے مال کار آمد ہونے کا بیان ہی وہ ان وجوہ سے حاصل ہوتا ہی ہان اسمین تعریض ہی کہ ادنی مرتبہ حاجت و کفایت سے
زائد اٹھانے سے بہتر تھا کہ خیرات کیا جاوے کہ ادنی مرتبہ حاجت پر کھانے پہننے مین جو اسوجہ سے ثواب ہی وہی اوسط و اعلی مرتبہ حاجت تک اسراف سے
نیچے ثواب ہوگا بخلاف صدقہ کے کہ اسمین زیادہ ثواب ہی۔ فِي السَّرَّاۤءِ وَالضَّرَّاۤءِ۔ ای الیسر والعسر یعنی راہ الہی مین خرچ کرتے ہین حالت فراخ دستی
مین اور تنگدستی مین پس سراری تفسیر لیسر و ضراری عسر سے کی ہی اور حاصل اسکا سخاوت ہی پس ظاہر ہوا کہ وہ عمدہ صفت سخاوت رکھتے ہین جسکی تعریف مع بخل
کے مذمت کی احادیث صحاح مین وارد ہی۔ وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ۔ الکافین عن امضائہ مع القدرۃ کظم تشدید خاسمنے رکنا ہو یعنی
غیظ و غضب شدید کو باوجود قدرت کے روان کرنے سے روکنے والے ہین۔ کیونکہ تعریف یہی ہی کہ قابو کے ساتھ ترک کرے ورنہ جو غصہ اتار نہین سکتا
وہ تو خواہ مخواہ پی جاویگا یہ نفس کے مالک ہونے اور کمال علم کا بیان ہی۔ اور حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ زبردست
وہ نہین جو دوسرون کو پچھاڑے بلکہ وہ ہی جو غضب کے وقت اپنے نفس کا مالک ہو رواہ البخاری و مسلم۔ اور انس بن معبد الجہنی سے روایت ہی کہ رسول اللہ
صلعم نے فرمایا کہ جسنے غصہ پی لیا حالانکہ وہ اپنا غصہ اتارنے پر قابو رکھتا ہی تو قیامت کے روز اللہ تعالی اسکو جمع خلائق کے روبرو بلا کر اختیار دیگا
کہ حوران بہشتی سے جسکو چاہے پسند کرے رواہ الترمذی و ابوداؤد اور یہ کمال رضا بقضا کا بیان ہی۔ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ

۱ یعنی چار آنہ تک بیرون اسراف کے اعلی وجہ تک رہ اعلا اگر دس آنہ چار آنہ اعلا تنقفہ عیال کا ثواب ہ اور اگر دہ روا آنہ ادنی درجہ پر او کھاتا اور روا نہ خیرات کرتا تو نقد کا اندھر ذکا دونون ثواب حاصل ہوتے فافہم ۱۲ منہ

ممن ظلمہم ای التارکین عقوبتہم۔ عفو کرنے والے لوگون کو یعنی ان لوگون کو جنھون نے انپر ظلم کیا ہو اور حاصل یہ کہ انکو سزا دینے سے چھوڑنے والے
اور حاصل یہ کہ کسی نے انپر ایسا ظلم کیا کہ شرع کے حکم سے اسپر مواخذہ عائد ہو لیس انھون نے اپنے عفو کی صفت سے اسکو معاف کردیا بدلا نہین لیا خواہ
بُرا کرنے والا کوئی ہو انکا مملوک ہو یا نہو۔ اور یہ عفو ایک احسان ہی۔ اور حدیث مین ہی کہ جو تجھسے میل کو توڑدے تو اس سے مل اور جو تجھپر ظلم کرے یعنی ایسی
بات کرے جو نہ کرنی چاہیے تھی تو اسکو معاف کردے اور جو تجھسے برائی کرے تو اس سے بھلائی کر۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ۔ بہذہ الافعال
ای یثیبہم۔ اور اللہ دوست رکھتا ہی محسنین کو جوان افعال کے ساتھ بھلائی کرتے ہین اور دوست رکھنا یہ کہ ان کو ثواب جمیل دیگا۔ پس
المحسنین کا الف لام عہد کا ٹھہرا کہ اس سے یہی مذکورین مراد ہین اور بعض نے کہا کہ جنس کا بھی ہو سکتا ہی کہ جنس احسان جس سے صادر ہو اسکو دوست
رکھتا ہی اور شاید کہ محسنین سے وہ لوگ مراد ہون جو اسلام و ایمان سے اعلیٰ مرتبہ احسان پر فائز ہون واللہ اعلم۔ اور جاننا چاہیے کہ جنگ احد مین
حضرت حمزہ رضا شہید ہوے کافرون نے انکے بند بند کاٹ کر صورت بگاڑ دی حضرت صلعم نے غمناک ہو کر فرمایا کہ مین قابو پاؤنگا تو انمین سے
ستر کو مثلہ کرونگا۔ ان آیات مین عفو و احسان سے تسکین دینا نکلتا ہی ف۔ شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ واتقوا النار التی اعدت
للکافرین۔ اس آیت کریمہ مین عجیب لطیف اشارہ ہی اور وہ ظاہر بیان ہی کہ دوزخ کو اللہ تعالیٰ نے مومنون کے واسطے مہیا نہین فرمایا ہی اور انکے
واسطے مخلوق نہین کیا کیونکہ اعدت للکافرین فرمایا پس جب کافرون کے واسطے ہوئی تو مومنون کے واسطے مخلوق نہوئی لیکن مومنون کو اس سے زجر
و نصیحت کے طور پر خوف دلایا جیسے مہربان باپ اپنے فرزند کو تلوار و شیر سے ڈراتا ہی اگرچہ اسکو تلوار سے نہین مارےگا اور نہ شیر کے آگے ڈالیگا پس باقی رہا
یہ امر کہ یہ آیت اپنے نیچے مومن بندون پر لطف و شفقت ہی اور اس سے زیادہ عجیب یہ بات ہی کہ اللہ تعالیٰ نے انکو دوزخ سے ڈرایا حالانکہ دوزخ دوسرون
کے واسطے مخلوق ہی اور مقصود تجلی قہر کی عظمت دوزخ سے ہی اور دوزخ کی عظمت اسکی عظمت کی تجلی سے ہی یعنی دوزخ کے معاملہ مین تم مجھسے تقویٰ کرو کیونکہ
مین آگ کو جلاتا اور اپنے سے اسکو عذاب دیتا ہون اور یہ عین الجمع کے مقام کا بھید ہی شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ عوام کے حق مین آگ مین ڈالنے کا
حکم دیا کیونکہ اس سے ڈرتے ہین اور اسی خوف سے معاصی ترک کرتے ہین اور خاص بندون کو اپنے سے تقویٰ کا حکم کیا اور فرمایا کہ میرے ہی طرف دیکھو کسی غیر
کی طرف نظر مت کرو چنانچہ فرمایا واتقون یا اولی الالباب۔ یعنی ای خاص بندو۔ قولہ تعالیٰ وسارعوا الی مغفرة من ربکم وجنة عرضہا السموات والارض الآیة
حق عز و جل اپنے مخلوق کے حال کو جانتا ہی کہ جس طرح اسنے پیدا فرمایا ہی اور وہ اپنے نفس کی خواہشون کی طرف جھکتے ہین پس دو علتون سے
اپنی فرمانبرداری کی طرف انکو بلایا ایک مغفرت دوم جنت اور خاص بندون کو بدون علت کے اپنی ذات پاک کی طرف بلایا چنانچہ فرمایا ففروا الی
اللہ الآیة۔ پھر آگاہ فرمایا کہ سب کے سب عوام ہون یا خواص ہون ادراک امتحان مین مجرم ہین اور آیۂ کریمہ سے سبھون کا مجرم ہونا ثابت فرمایا اسواسطے
کہ خواص اگرچہ لغزش سے معصوم ہین پر یہ انکا گناہ کیا ہی کہ قدر حق عز و جل سے آگاہ نہین یعنی اسکی قدر کمال کو نہین پہچانتے ہین جیسا کہ آنحضرت
علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اگر ملائکہ کو عذاب کرے تو بجا ہی۔ عرض کیا گیا کہ وے تو معصوم ہین فرمایا کہ حق عز و جل کو کمتر پہچانتے ہین۔
اسیواسطے بندون کو علی العموم مغفرت کی طرف بلایا۔ قال المترجم شیخ کی مراد قدر حق عز و جل سے وہ قدر ہی جو اسکی عظمت و جلال ذات پاک کے ساتھ ہی
اور یہ ممکن نہین کسی کو میسر آوے اسواسطے کہ بندہ کیسا ہی خاص ہو ذات باری تعالیٰ کو ادراک نہین کرسکتا یعنی محیط نہین ہو سکتا۔

وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا
اور وہ لوگ جو کر بیٹھین کچھ کھلا گناہ یا برا کرین اپنے حق مین تو یاد کرین اللہ کو سو بخشش مانگین
لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ ۪۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰي مَا فَعَلُوْا وَهُمْ
اپنے گناہون کی اور کون ہی گناہ بخشتا سواے اللہ کے اور نہ اڑتے رہین اپنے کیے پر جانتے

يَعْلَمُونَ ۝ أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُمْ مَغْفِرَةٌ مِنْ رَبِّهِمْ وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ

بوجھتے — ایسون کی جزا ہی — بخشش — انکے رب کی — اور باغ — جنکے نیچے بہتی

تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ ۝

نہرین — رہ پڑینگے — انمین — اور بھلی مزدوری ہی کام کرنے والونکی

وَالَّذِينَ إِذَا فَعَلُوا فَاحِشَةً - ذنبا قبیحا کالزنا یعنی فاحشہ صفت محذوف ہی ای فعلۃ فاحشۃ اور یہ ہرچند کہ ہر معصیت پر بولا جاتا ہی مگر بقرینہ مالعبہ بیان گناہ قبیح مانند زنا وغیرہ کے مراد ہی اور کہا گیا کہ اکثر استعمال اسکا زنا مین ہی وارجح وہی جو مفسر نے ذکر کیا کیونکہ موافق اصل ہی اسلیے کہ اصل مین فحش بمعنے قبح وخروج از حد ہی یعنی ایسے بندے جنھون نے فعل فاحشہ کیا جیسے زنا۔ أَوْ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ - بما دونہ کالقبلۃ یا اپنی جان پر ظلم کیا مانند اسکے کہ اجنبی عورت کا بوسہ لیا جو زنا سے کم ہی۔ اور بعض نے کہا کہ فاحشہ کبیرہ گناہ اور ظلم النفس صغیرہ گناہ ہی (یہ بھی اسی کے مساوی ہی) اور بیضاوی نے کہا کہ شاید فاحشہ وہ گناہ جو متعدی ہو یعنے دوسرے کو بھی اسکا ضرر پہونچے جیسے کھلم کھلا شراب پینا اور ظلم النفس جو ایسا نہو۔ ذَكَرُوا اللَّهَ - ای عیدہ - تو یاد کیا اللہ کو ف یعنی وعید آلہی کو یعنی اللہ تعالی نے جو اس فعل پر سزا کا حکم فرمایا ہی وہ یاد کیا۔ اور بعض نے کہا کہ اللہ تعالی کو بھول گئے تھے یاد کیا اور اسکی موید ہی جو صحیحین مین ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک مرد نے گناہ کیا پھر ہوشیار ہوکر عرض کرنے لگا کہ ای پروردگار میرے مین نے گناہ کیا سو تو اسکو بخشدے پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ میرے بندے نے گناہ کیا پھر جانا کہ اسکا ایک پروردگار ہی جو گناہ کو بخشدیتا ہی اور اسپر مواخذہ بھی کرتا ہی۔ مین نے اپنے بندے کا گناہ بخشدیا پھر اسنے دوسرا گناہ کیا پھر اسنے ایسا ہی کہا اور اللہ عز وجل نے ایسا ہی فرمایا اسی طرح چوتھی بار حدیث مین مذکور ہی کہ اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مین تم کو گواہ کرتا ہون کہ مین نے اپنے بندے کو بخشا کرے وہ جو چاہے رواہ احمد ایضاً اور ظاہر حدیث یہی ہی کہ یہ کسی خاص بندے کا حال ہی اور امام احمد نے روایت کی کہ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ ہم لوگون نے حضرت صلعم سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلعم جب ہم لوگ آپکو دیکھتے ہین تو ہمارے دل رقیق ہوجاتے ہین اور ہم آخرت کے لوگون مین سے ہوجاتے ہین پھر جب آپ سے الگ ہوے تو دنیا اپنی خوبی ہمکو دکھاتی ہی اور ہم عورتون واولاد کی خوشبو سونگھتے ہین تو ہمارے دل غافل ہوجاتے ہین فرمایا کہ اگر تم ہر وقت اسی حال پر رہتے جیسے میرے پاس ہوتے ہو تو ملائکہ اپنے ہاتھون تم سے مصافحہ کرتے اور تمھارے گھرون مین تمھاری زیارت کو آتے اور جان لو کہ اگر تم گناہ نہ کرتے تو ضرور اللہ تعالے ایسی قوم کو پیدا کرتا جو گناہ کرتے تاکہ انکو بخشے الحدیث (رواہ الترمذی وابن ماجہ وغیرہم) غرضکہ اللہ تعالی نے اپنے مومن بندون کا ذکر فرمایا کہ جب انسے کوئی گناہ فاحشہ سرزد ہوا یا ظلم النفس صادر ہوا تو اللہ تعالی کو یاد کیا۔ فَاسْتَغْفَرُوا لِذُنُوبِهِمْ - پس اللہ تعالی سے اپنے گناہون کی مغفرت چاہی ف یعنی انکا دستور ہی کہ فوراً ہوشیار ہوتے ہی اللہ تعالے سے مغفرت مانگتے ہین اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو بندہ کوئی گناہ کرے پھر وضو کرے اور اچھی طرح پورا وضو کرے پھر دو رکعت نماز پڑھے پھر اللہ تعالی سے استغفار کرے تو ضرور اللہ تعالی اسکو بخشدیتا ہی رواہ احمد والترمذی واہل السنن وابن حبان والبزار والدارقطنی قال ابن کثیر وہو حدیث حسن جدا - وَمَنْ - ای لا احد - يَغْفِرُ الذُّنُوبَ إِلَّا اللَّهُ - اور کون ہی ای کوئی نہین ہی جو بخشے گناہون کو سوائے اللہ کے - یہ جملہ معترضہ ترغیب توبہ کے واسطے ہی مع بیان اس امر کے کہ مغفرت گناہ فقط جناب باری عز وجل ہی سے مخصوص ہی اسواسطے کہ من متضمن استفہام انکاری ہی اسی سے مفسر نے لا احد سے تفسیر کی ورنکرہ تحت مین نفی کے تمام کو

مستغرق ہوتا ہو اسی سے مترجم نے ترجمہ کیا کہ کوئی نہین ہو اور عمر بن الخطابؓ سے روایت ہو کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ تم مین کوئی نہین کہ جو پورا
وضو کرے پھر کہے کہ اشہد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ واشہد ان محمدا عبدہ ورسولہ مگر آنکا اسکے واسطے جنت کے آٹھون دروازے کھولے جاوینگے
جسمین دروازے سے چاہے جاوے (رواہ مسلم) اور عثمان بن عفانؓ نے حضرت صلعم کا سا وضو کر کے لوگون سے کہا کہ مین نے حضرت صلعم سے سنا کہ جو ایسا
وضو کرے پھر دو رکعتین پڑھے جنمین اپنے نفس [illegible] باتین نہ کرے تو اسکے اگلے گناہ معاف ہونگے (رواہ البخاری ومسلم) ولم یصروا - یعنی اصرار نہ کیا علیٰ ما
فعلوا - بل اقلعوا عنہ وھم یعلمون - ان الذی اتوہ معصیۃ - یعنی انھون نے استغفار کیا یہی سمجھکر کہ اللہ تعالیٰ ہی گناہ بخشنے والا
ہو) اور نہ جمے رہے اس فعل پر جو کیا (بلکہ اس سے الگ ہو گئے) یہ یقین کر کے کہ جو انھون نے کیا وہ بُرا فعل نافرمانی کا تھا اور جانتے ہو کہ اللہ تعالیٰ
نے جو ثواب جمیل آگے فرمایا وہ ایسے استغفار پر کہ گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ کو یاد کر کے مغفرت مانگی اور اپنے فعل پر اصرار نہ کیا یعنی یہ نیت رکھی کہ پھر اسکو کرونگا
ورنہ توبہ نہوئی کیونکہ زبان پر توبہ اور دلمین گناہ کا مزا بھرا ہوا ہو توبہ کے معنی تو اس سے بالکل منہ پھیر کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا - پھر یہ اصرار نہ کرنا
اور گناہ سے بالکل الگ ہونا اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے یہ جانکر ہو کہ یہ فعل بدتر نافرمانی تھا اور یہ نہین کہ مثلاً رو سیاہ ہوا تو زناکاری چھوڑ دی بلکہ
مرد خدا و خاصان حق وہی ہین جو سب کچھ ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے گناہ چھوڑ دیتے ہین اور شیطان کے بندے نہین بنتے ہین اگرچہ
بمقتضائے بشریت دوبارہ سہ بارہ بلکہ اتفاق تقدیر سے دن مین ستر بار ایسے گناہ سرزد ہو مگر جب سرزد ہوا فوراً بیزار ہوے اور گڑگڑا کر مغفرت مانگی اور
اصرار یہ ہو کہ بیدار ہو کر برابر گناہ کا مرتکب رہے گویا کچھ باک نہین ہو - اسیواسطے کبیرہ گناہ پر اصرار کرنا کفر ہو - اور ابو سعیدؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ
آپ نے فرمایا کہ شیطان نے جناب باری مین کہا کہ اے پروردگار تیری عزت کی قسم ہو کہ مین برابر آدم کی اولاد کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحین انکے جسمون مین
رہینگی پس اللہ عز وجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت وجلال کی قسم ہو کہ مین برابر انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے بخشش مانگتے جاوینگے (رواہ احمد) اور حضرت
ابوبکر الصدیقؓ سے روایت ہو کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسنے گناہ پر استغفار کر لیا اسنے اصرار نہین کیا اگرچہ دن مین ستر بار اس سے سرزد ہو (رواہ
ابو یعلیٰ والترمذی وابوداؤد والبزار وقال ابن کثیر ہذا حدیث حسن) اور حدیث عبد اللہ بن عمرو مین ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا خرابی ہو ان لوگون کی جو اپنی
بدکرداری پر اصرار کرتے ہین حالانکہ جانتے ہین (رواہ احمد) پھر فقہ آیۂ کریمہ یہ ہو کہ آدمی سے گناہ بعید نہین ہو اور اللہ تعالیٰ کو استغفار پسند ہو اور
اصرار کرنا خود بڑا گناہ ہو اور توبہ خود بہت اچھی عبادت ہو اور شیطان ہمیشہ طرح طرح کے مکر و فریب سے بہکاتا ہو ثابت البنانی جو بزرگ تابعی ہین کہتے ہین
کہ مجھے یہ خبر پہونچی کہ جب یہ آیت اُتری تو شیطان خوب رویا اور عطاف بن خالد نے کہا مجھے خبر ہوئی کہ جب یہ آیت اُتری تو ابلیس نے اپنے لشکر کو پکارا اور
رویا چلایا پس اسکے لشکر نے کہا کہ کیا ہو بولا کہ کتاب اللہ تعالیٰ مین ایک آیۃ اُتری کہ اسکے بعد کسی آدمی کو کوئی گناہ ضرر نہ کریگا پھر اسنے بیان کیا
تب وہ بولے کہ ہم اب آدم کی اولاد کے واسطے ہوا و ہوس کے دروازے کھول دینگے کہ وے توبہ ہی نکر سکینگے اور مغفرت ہی نہ مانگینگے اور یہی سمجھینگے کہ ہم ٹھیک
چال چلتے ہین - مترجم کہتا ہو کہ حق عز وجل نے اپنے کرم سے سب سمجھا دیا اور فرمایا - وتوبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون لعلکم تفلحون - یعنی توبہ کرو اللہ کی طرف
سب کے سب اے ایمان والو البتہ تم فلاح پاؤگے پھر اللہ تعالیٰ نے ایسے نیک بندون توبہ کرنے والون (کا جزا) دینے پر انعام ذکر فرمایا - اولٰئک
جزاؤھم مغفرۃ من ربھم وجنت تجری من تحتھا الانھر خالدین فیھا - ایسے بندون کے
واسطے بدلا یہ کہ انکے رب عز وجل کی طرف سے انکے لیے مغفرت ہو اور باغات جنت ہین جنکے نیچے نہرین جاری ہین درحالیکہ انمین ہمیشہ رہینگے ف جب سے
داخل ہون یعنی انکے واسطے مقدر ہو کہ بعد داخل ہونے کے ہمیشہ رہین - ونعم اجر العاملین - بالا ہذا الاجر اجرا بھلا اجر
طاعت کے ساتھ عمل کرنے والون کا اجر مذکور ہو ف یعنی یہ ثواب طاعت بہشت ہو ف فی اشارات الرائق الذین اذا فعلوا فاحشۃ [illegible]

بن خلاد سے دریافت کیا گیا کہ ظلم کیا ہے تو فرمایا کہ نفس جو خواہش کرے اسکی خواہش کی پیروی کرنا یہی ظلم ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ اچھا کلام ہے قائل - اور
شیخ محمد بن علیؒ سے دریافت کیا گیا کہ قولہ تعالے والذین اذا فعلوا فاحشة کے معنے کیا ہین تو کہا کہ اپنے افعال پر نظر رکھنا یہی فاحشہ ہے اور پھر قولہ او
ظلموا انفسہم مین کہا کہ اپنے اعمال پر اپنی نجات کا اعتقاد کرنا ظلم ہے - پھر قولہ ذکروا اللہ مین کہا یعنی انکو توفیق الٰہی پہونچی اور اللہ عزوجل کی طرف سے
انکو عصمت حاصل ہوئی - پھر قولہ فاستغفروا لذنوبہم مین کہا کہ اپنے افعال واقوال سے انھون نے استغفار کیا - پھر قولہ ومن یغفر الذنوب الا اللہ مین
کہا کہ انھون نے جان لیا کہ اللہ عزوجل کی طرف پہونچنا ممکن نہین ہے مگر اسی کے فضل سے یعنی وہی چاہے تب مرتبۂ رضا مین پہونچ ہوسکتی ہے - اور
استاد رحؒ نے فرمایا کہ کہا جاتا ہے کہ ہر ایک کا فاحشہ اسکے حال ومقام کے موافق مختلف ہے اور ایسے ہی ہر ایک کا ظلم بھی اسیطرح متفاوت ہے اوراکابر
کے دلون مین مخالف حکم خدا ورسول کا خطرہ آنا بھی ایسا بدتر ہے جیسے عوام سے اس مخالفت کا وقوع مین آنا - اور فرمایا کہ انوار حقائق ظاہر ہونیکے
کے بعد اپنے اقوال واحوال کو دیکھنا انوار مین تاریکیان ہین - قولہ تعالی اولئک جزاؤہم مغفرة من ربہم وجنات تجری من تحتہا الانہار خالدین فیہا و
نعم اجر العاملین - جو شخص امتحان کے ڈر سے اسطرح نکلا کہ جو عہد کیا ہے اسکو پورا کیا اور نفس وہوا کی بدخلقیون سے اپنے آپکو پاک کیا اور پھر بھی اپنے
آپ مین تقصیر دیکھی اور شرمندہ رہا اور پورے صادق ہونے مین خجل رہا اور محبت ومعرفت مین اخلاص کا برتاؤ کیا اور مخالفت کے تاوان مین اپنے
دل وجان کو قربان کیا اور نادم ہوکر استغفار کرتا رہا تو حق عزوجل اسکو اونچے مقام مین پہونچاتا ہے کہ اسکو اپنے مشاہدۂ عزت تک واصل کرتا ہے
اور غیب کے خزانے اسپر کھول دیتا ہے

قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ فَانْظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ ۝

ہوچکے ہین تم سے آگے دستور سو پھرو زمین مین تو دیکھو کہ کیا انجام کار ہوا جھٹلانے والون کا

هَٰذَا بَيَانٌ لِلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِلْمُتَّقِينَ ۝ وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنْتُمُ

یہ بیان ہے لوگون کے واسطے اور ہدایت ونصیحت ڈروالون کو اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی

الْأَعْلَوْنَ إِنْ كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ ۝ إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِثْلُهُ ۚ وَ

غالب رہوگے اگر تم ایمان رکھتے ہو اگر تم نے زخم پایا تو اس قوم کو بھی زخم پہونچ چکا ہے اسکی مثل اور

تِلْكَ الْأَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَاءَ ۗ

یہ دن ہین کہ گھماتے ہین ہم انکو لوگون مین اور اسواسطے کہ جانے اللہ جن کو ایمان ہے اور کرے بعضے تم مین سے شہید

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۙ ۝ وَلِيُمَحِّصَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَيَمْحَقَ الْكَافِرِينَ

اور اللہ نہین چاہتا ناحق والون کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والون کو اور مٹادے کافرون کو

جب جنگ احد مین مسلمانون نے ہزیمت اٹھائی تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ سنن جمع سنت
بمعنے طریقہ ہے اور مراد وہ وقائع ہین جو اللہ تعالے نے گذری امتون مین حادث کیے اور معنی یہ کہ تم سے پہلے اگلی امتون کے کافرون ورسولون
کے جھٹلانے والون کے طریقے گذر چکے ہین کہ اللہ تعالی نے پہلے ایک وقت تک کافرون کو استدراجاً چھوڑ رکھا اور مسلمان انکے ہاتھ سے ایذا
اٹھاتے رہے پھر ایک وقت ہے کافرون کو پکڑا تو بالکل انکو جڑ سے مٹادیا - اور ظاہر یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے اس واقعہ کو فرمایا کہ جیسا کہ مومنون کو کافرون کے
ساتھ پیش آیا یہی طریقہ اگلی امتون مین بھی ہوتا رہا ہے یعنی تھا کہ مومنین ہی غالب ہوتے ہون اور کافرین ایذا نہ دے سکتے ہون ہان انجام کار مومنون کے

لیے ہوتا تھا اور کافرین جنھوں نے دنیا کے مال متاع و دولت کے لیے کفر کیا تھا اس ساز و عمارات کو ویسا ہی چھوڑ کر غضب مواخذہ الٰہی مین ہلاک ہوجاتے تھے اسیواسطے فرمایا۔ فَسِیْرُوْا ۔ ایہا المومنون۔ فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِیْنَ الرسل ای آخر امرہم من الهلاک فلا تحزنوا لغلبتهم فانا امهلهم لوقتهم۔ سو پھرو (ای مومنو) زمین مین اور دیکھو کہ کیسا ہوا انجام کار جھٹلانے والون کا ف جنھون نے رسولون کو جھٹلایا اسی آخر امر انکا ہلاک ہے پس تم غمناک نہو مشرکون کے غلبہ سے کہ مین انکو ڈھیل دیتا ہون انکے وقت تک ف مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی ایک جماعت مفسرین نے ذکر کیا کہ فسیروا کا خطاب مومنون کو ہے اور شاید کہ تخصیص کی چندان ضرورت نہین مومن و کافر سب کو ارشاد ہے پس مومنون کو صبر دلانا اور کافرون کا زعم توڑ دینا دونون امین حاصل ہونگے اور یہ امر یعنی فسیروا کا امر وجوب کا نہین ہے کہ پھرنا واجب ہو بلکہ امر اعتبار کا ہے ای عبرت حاصل کرو انکے آثار سے جو کھنڈل و نشان پڑے ہین چنانچہ ایک مقام پر فرمایا۔ تلك عاد جحدوا بآیات ربہم یعنی اشارہ کے ساتھ انکے کھنڈرون و نشانون کیطرف کہ یہ دیکھو یہ قوم عاد تھی جنھون نے اپنے پروردگار کی آیات سے انکار کیا پس یہ عبرت امر مومن کو بیان الٰہی پر جو قرآن مین مذکور ہے یقین سے حاصل ہے پس پھرنے سے جو مقصود ہے یعنی عبرت۔ وہ حاصل ہوگئی بدون پھرے اور کافرون کو کچھ بھی نافع نہین خواہ پھرین یا نہ پھرین اسیواسطے آگے فرمایا۔ هٰذَا۔ القرآن۔ بَیَانٌ لِّلنَّاسِ۔ کلہم۔ وَهُدًى۔ من الضلالة۔ وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِیْنَ۔ منہم۔ یہ قرآن بیان ہے آدمیون کے لیے ای سب آدمیون کے لیے خواہ کافر ہون یا مومن ہون اور ہدایت ہے گمراہی سے اور موعظت ان لوگون کے لیے ہے جو انمین سے متقی ہین ف ہذا کا اشارہ قرآن کی طرف قرار دیا اور یہی شیخ ابن کثیرؒ وغیرہ اصحاب روایت و درایت نے کہا ہے یعنی یہ قرآن کھلا بیان اگلون کا ہے جو اللہ تعالےٰ نے تمام لوگون کی عبرت و ہدایت کے لیے بیان فرمایا ہے مگر اس سے نصیحت انھین کو ہے جو شرک سے بچے ہوے مومن ہین کہ انکو عبرت حاصل ہوتی ہے اور سعید بن جبیرؒ نے فرمایا کہ آل عمران مین سے اول جو اترا وہ تو لہٰذا بیان للناس الآیہ ہے پھر بقیہ رفقاء احد کو نازل ہوا۔ یہ روایت تفسیر مذکور کو موید ہے اور حسن بصریؒ سے صریح روایت ہے کہ قرآن کی طرف اشارہ ہے۔ اور یہی صحیح ہے لیکن بعض جنھین سمجھا اسنے کہا کہ یہین بعید ہے حالانکہ یہ انکا وہم ہے۔ اور بیضاوی وغیرہ نے کہا کہ ہذا۔ یا تو قولہ قد خلت کی طرف اشارہ ہے یا قولہ فانظروا کے مفہوم کی طرف ہے باوجودیکہ وہ بیان جھٹلانے والون کے لیے ہے متقیون کے لیے بھی نصیحت و زیادہ ہدایت ہے یا اس ملخص کی طرف اشارہ ہے جو متقین و تائبین کے حال سے لیا ہے لیکن اس صورت مین قولہ قد خلت جملہ معترضہ ہوگا جو ایمان و توبہ پر آمادہ کرنے کے لیے لایا گیا ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ رکیک باتین تکلف کی البتہ بعید ہین۔ وَلَا تَهِنُوْا۔ تضعفوا۔ عن قتال الکفار ضعیف نہو کافرون کے ساتھ لڑنے سے۔ وَلَا تَحْزَنُوْا۔ علی ما اصابکم باحد۔ اور غمناک نہو اس بات پر جو پہونچی تم کو احد کے دن۔ کیونکہ احد کے دن پانچ مہاجرین مین سے (از انجملہ سید الشہداء حمزہؓ و مصعب بن عمیرؓ ہین) اور ستر انصار مین سے شہید ہوے تھے۔ وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ۔ بالغلبة علیہم۔ اور تمھین اونچے ہو بغلبہ کے باعتبار ف یعنی آخر تمھین کو غلبہ ہے گویا مغلوب ہی نہین ہو۔ جملہ اسمیہ فرمایا۔ اور یہ بشارت ہے۔ یا یہ مطلب کہ غلبہ تمھین کو اس معنے کر ہے کہ بدر مین تمنے اس سے زیادہ کو مصیبت پہونچائی۔ یا غلبہ نیز از راہ شان ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی راہ مین شہید ہو بخلاف مشرکین کے کہ شیطان کی راہ مین دوزخی ہین والاول ارجح۔ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ حقا و جوابہ دل علیہ مجموع ما قبلہ۔ اگر تم مومنین ہو حق یعنی سچے اور اسکا جواب محذوف ہے جسپر مجموع ما قبل دلالت کرتا ہے۔ یعنی وہی اسکا جواب مقدر کیا جائیگا۔ پھر حرف اِنْ تو ایسی چیز پر داخل ہوتا ہے جسمین شک ہو تو جواب یہ کہ محی السنة نے معالم مین کہا کہ ان بمعنے اذ ہے ای اذ کنتم ای لانکم۔ اور یہی طیبیؒ نے کہا کہ لا تہنوا یا انتم الاعلون سے اسکا تعلق بطور تعلیل کے ہے یعنی بسبب یہ کہ تم مومن ہو۔ کیونکہ یہ خطاب تو نبی صلعم و صحابہ مومنین کو ہے پس یہ نہین ہوسکتا کہ شرط انکے حقیقی معنی پر ہو۔ اور مترجم کہتا ہے کہ کشاف کی

پیروی ہین جیسے بیضاوی وغیرہ تے یون تفسیر کی ای لاتہنوا ان صح ایمانکم یا انتم الاعلون ان صح ایمانکم حقا ـ تو یہ گستاخی سے خالی نہین پھر یہ اشکال وارد کیا گیا کہ اللہ تعالی نے حرف شک سے کیون فرمایا کیونکہ او تعالے دانا ہی اور لوگون نے جواب دینے شروع کیے اور مترجم کہتا ہی کہ یہ جواب کہ حرف ان بمعنے شک نہین ہی صحیح ہو لیکن کھلی بات تو یہ ہی کہ یہ اعتراض ہی کچھ نہین اسواسطے کہ یہ تو تعلیق ہی پس نظیر اسکی یہ کہ زید کو معلوم ہو کہ بکر مر گیا اپنے خالد سے کہا کہ اگر تو بکر سے دستخط کرا لا دے تو قبول ہی آسمین کوئی لاعلمی نہین فافہم ـ اِنۡ یَّمۡسَسۡكُمۡ یعنے پہنچے تمکو قَرۡحٌ بفتح القاف وضمہا جسمین جرح و نحوہ ـ اگر پہونچی تمکو احد مین قرح بفتح قاف وضم قاف بمعنی سختی مانند جراحت وغیرہ کے ـ فَقَدۡ مَسَّ الۡقَوۡمَ الکفار قَرۡحٌ مِّثۡلُهٗ ـ ببدر سو پہنچ چکی ہی قوم کفار کو قرح اسکے مانند یعنی بدر مین ف جملہ فقد مس الخ علت جزا ہی خود جزا نہین ہی اور تقدیر یہ کہ ان یمسسکم قرح فاصبروا ولا تہنوا یا اہل الحق فقد مس القوم الذی علی الباطل قرح فلم یضعفوا ولم یہنوا یعنی اگر تم کو احد مین مصیبت پہونچی تو صابر رہو سست مت ہو اے اہل ایمان کیونکہ قوم کفار کو جو باطل پر ہین اسکی مثل مصیبت پہنچ چکی تھی مگر وہ لوگ ہمت نہین ہوئے تھے دوبارہ تمسے لڑنے آئے ـ پھر قرح بفتح قاف جمہور کی قرات ہی اور بضم قاف حمزہ وکسائی وابو بکر کی قرات ہی اور بعضون کے نزدیک دونون ہم معنی ہین و قیل بالفتح الجرح وبالضم الم ـ اور تفتازانی نے کہا کہ ان یمسسکم حکایت حال ہی کیونکہ یہ مس ماضی ہو چکا تھا اور رہا کہ ان کیونکر آیا تو تقدیر کان ہی ای ان کان ہی ای ان کان یمسسکم ـ اور جاننا چاہیے کہ روز بدر مین کفار مکہ مین سے ستر مارے گئے اور ستر قید ہوئے تھے ان قیدیون کو مسلمانون نے فدیہ لیکر چھوڑ دیا یہ عتاب ہوا اور آخر احد مین مسلمانون نے حکم رسول اللہ صلعم سے خلاف کیا تو ستر سے کچھ زیادہ مسلمان مارے گئے اور بہ قدر کے قریب مجروح ہوئے ـ اور قصہ یون ہوا کہ دونون صفون کے درمیان مشرکین مین سے پہلے ابو عامر فاسق مع پچاس مرد اپنی قوم کے ظاہر ہوا اور پتھر برسائے اور مومنون نے بھی پتھر مارے تو وہ الٹا بھاگا اور قریش کی عورتین دف بجاتی اور گاتی اور بہادری دلاتی تھین اور بدر کے مقتول یاد دلاتی تھین پھر مسلمانون کے تیراندازون نے مشرکین سوارون کو تیر مارنے شروع کیے کہ وہ پیچھے بھاگے پس طلحہ بن ابی طلحہ نشان بردار قریش نے آواز دی کہ کون مقابلہ کو آتا ہی پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے بڑھکر آخر اسکو ایسی تلوار ماری کہ سر دو ٹکڑے ہو گیا وہ لشکر کا نیزہ تھا پس رسول اللہ صلعم خوش ہوئے اور تکبیر کہی اور مسلمانون نے بھی تکبیر کہی اور صفوف مشرکین پر حملہ کیا یہانتک کہ انکی صفین ٹوٹ گئین اور اسوقت ہوائے صبا چل رہی تھی پھر مشرکون کا نشان عثمان بن ابی طلحہ نے لیا اسکو حضرت حمزہؓ نے قتل کیا پھر ابو سعید بن ابی طلحہ نے لیا اسکو سعد بن ابی وقاص نے تیر مارا کہ سکی زبان نکل آئی پھر مسافع بن طلحہ بن ابی طلحہ نے لے لیا اسکو عاصم بن ثابت بن ابی الاقلح نے تیر سے قتل کیا پھر اسکے بھائی حارث نے لے لیا اسکو بھی عاصم نے قتل کیا پھر اسکو کلاب بن ابی طلحہ نے لیا اسکو زبیر بن العوام نے قتل کیا پھر جلاس بن طلحہ نے لیا پھر ارطاۃ بن شرحبیل نے لیا اسکو علی کرم اللہ وجہہ نے قتل کیا پھر شریح بن قانط نے لیا پھر صواب نے لیا اسکو قزمان نے قتل کیا پھر جب نشان بردار مارے گئے تو مشرکین نے بھاگنا شروع کیا کہ پیچھے مڑکر نہین دیکھتے تھے یہانتک کہ مشرکہ عورتین ہند بنت عتبہ وغیرہ بیرون بھاگی جاتی تھین اور پنڈلیون سے ازار چڑھالی تھی کہ انکی خلخال ظاہر ہو گئی تھی پس مسلمانون نے کہنا شروع کیا کہ غنیمت لو غنیمت لو پس عبد اللہ بن جبیر نے کہا کہ تم بھول گئے کیا نبی صلعم نے نہین کہا کہ اپنی جگہ سے نہ ہلنا پس انھون نے انکار کیا اور کہا کہ رسول اللہ صلعم کی یہ مراد تھی مشرکین تو بھاگ گئے اب ہم یہان کیون ٹھہرین پس مشرکون کا پڑاؤ لوٹنا شروع کیا اور جو پاتے لے لیتے مگر امیر عبد اللہ بن جبیر مع چند آدمیون کے جو دس سے کم تھے وہین رہنے اور کہا کہ حکم رسول خدا سے تجاوز نہ کرونگا پھر جب مسلمانون نے یون انکار کیا تو انکے منہ پھیر دیے گئے نہین جانتے تھے کہ کدھر جاتے ہین متحیر تھے پھر خالد بن ولید نے مڑکر دیکھا کہ پہاڑ کی گھاٹی خالی ہی پس سوارون سے حملہ کیا اور عکرمہ بن ابی جہل نے مع اپنے سوارون کے ساتھ دیا اور باقیون تیراندازون پر حملہ کرکے

لہ خالد بن الولید اسوقت تک مسلمان نہین ہوئے تھے بعد جنگ خندق مسلمان ہوئے ۱۲ منہ

قتل کیا اور امیر عبداللہ بن جبیر مارے گئے اور مسلمانون کی صفین ٹوٹ گئین اور چکی گھومی اور ہوائے دُبور چلنے لگی اور اہل اسلام آپسین مین ایسے گھبراہٹ سے ایک دوسرے کو قتل کرتے تھے اور ابلیس نے آواز سے پکار دیا کہ آگاہ رہو کہ محمد مارا گیا پس صحابہ بھاگ نکلے اور رسول اللہ صلعم مع چودہ آدمیون کے ثابت رہے کہ برابر تیر مارتے تھے اور انصار مین سے ستر شہید ہوئے اور مشرکون نے حضرت صلعم کو گھیر لیا مگر اللہ تعالی نے انکو محروم کیا لیکن پتھر برسائے تو آپ کے اگلے نیچے اوپر کے دو دو دانت ٹوٹے اور چہرۂ مبارک زخمی ہو کر خون جاری ہوا اور ہونٹ پر زخم آیا۔ آخر کار حضرت صلعم نے پہاڑی پر چڑھنے کا قصد کیا مگر چڑھ نہ سکے تو طلحہ رضی اللہ عنہ نے جھک کر کندھے پر اٹھایا اور آپ چڑھ گئے اور اس دن طلحہ نے جو جانبازی کی وہ معروف ہی اور حضرت صلعم نے قطعی جنتی ہونے کی بشارت دی اور وہان جو صحابہ منوحش بیٹھے تھے یہ گروہ دیکھتے ہی خوف زدہ ہو کر بھاگے کہ شاید مشرک آگئے اور بہتیرے تو مدینہ مین بھاگ کر پہونچ گئے تھے پھر آخر حضرت صلعم کی سلامتی سے بہت خوش ہوئے اور مشرکون نے پہاڑی پر قصد کیا تو آپ نے دعا کی کہ ای اللہ میرے اوپر نہ آسکین ورنہ باقیون کو مت ہلاک کر کہ یہی توحید کی عبادت کرتے ہین پس مشرکین کو رعب چھا گیا اور اوپر چڑھنے سے باز رہے اور ابوسفیان ایک ٹیکرے پر آیا اور پکارا کہ تم مین محمد ہین اور تم مین ابو بکر ہین اور تم مین عمر ہین اور حضرت صلعم نے ہر ایک کی پکار پر جواب دینے سے منع کیا پھر ابو سفیان نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ لوگ مارے گئے اگر ہوتے تو بولتے پس عمر اپنے کو تھام نہ سکے اور بولے کہ او دشمن خدا تو جھوٹا ہی ابھی تیرے دکھ دینے والے یہ لوگ باقی ہین پھر ابو سفیان نے کہنا شروع کیا اُعل ہبل اُعل ہبل لہ سو نبی صلعم نے فرمایا کہ جواب نہین دیتے ہو۔ بولے کہ کیا کہین۔ فرمایا کہو اللہ اعلی و اجل۔ ابو سفیان بولا کہ ہماری عزی ہی تمھاری عزی نہین۔ آنحضرت نے فرمایا کہو۔ اللہ ہمارا مولی ہی تمھارا کوئی مولی نہین۔ ابو سفیان بولا کہ یہ دن روز بدر کا بدلا تھا اسکو حضرت عمر نے رد کر دیا کہ نہین تمھارے مقتول دوزخ مین اور ہمارے مقتول جنت مین ہین۔ وہ بولا کہ لڑائی گھومتی ہی کبھی ہمارا دانون اور کبھی تمہارا اور تم مقتولون مین ایسے لوگ پاؤ گے جو مثلہ کیے ہوے ہین سو مین نے انکے مثلہ کرنے کا حکم نہین دیا اور مجھے برا بھی نہین معلوم ہوا۔ اور یہ قصہ ارباب سیر نے طول کے ساتھ مفصل بیان کیا مگر مین نے بخاری و معالم وغیرہ سے تلخیص کیا ہی۔ بالجملہ اللہ عز و جل نے مومنون کو سمجھایا کہ ایمان و اسلام تو اللہ تعالی کی رضامندی و حصول درجات ہی دنیا کی چین و آرام و بلندی حاصل کرنے کو نہین ہی اگر احد کی لڑائی مین تمکو قتل و زخم کی مصیبت پہونچی کہ ستر شہید ہوئے اور ستر زخمی ہوئے تو اس سے تم حق پر ہو کر اور ثواب پا کر دنیا کی نظر سے کیون سست ہوئے کیونکہ قوم جو باطل پر ہین اور انکو کوئی ثواب نہ ملا انھون نے بدر مین ایسا زخم تمھارے ہاتھون اٹھایا مگر بے صبر نہین ہوئے وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا۔ نصرفہا۔ بَيْنَ النَّاسِ۔ یوما لفرقۃ و یوما لاخری لیتعظوا۔ اور یہ ایام ہین کہ انکو ہم گردش دیتے ہین لوگون کے درمیان **ف** کوئی روز کسی فرقہ کے حسب مراد اور کوئی روز دوسرے فرقہ کے حسب مراد ہوتا ہی اور یہ ہین ہماری حکمتین ہین چنانچہ یہ کہ اس سے لوگ نصیحت پکڑین مترجم کہتا ہی کہ یتعظوا مقدر کرنے مین اشارہ ہی کہ یہ معطوف علیہ ہی اور اس کا معطوف قولہ۔ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ۔ علم ظہور۔ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔ اخلصوا فی ایمانہم من غیرہم۔ اور تا کہ جانے اللہ تعالے علم ظہور کے ساتھ ان لوگون کو جو ایمان لائے یعنی ایمان مین مخلص ہوئے ہین غیر مخلصون سے **ف** مترجم کہتا ہی کہ ظاہر آیہ کریمہ سے وہم ہوتا ہی کہ اللہ تعالی نے ان ایام کی مداولت لوگون مین اسواسطے کی تا کہ وہ مخلص کو غیر مخلص سے جان جاوے اور یہ علم حاصل کرے حالانکہ جناب باری تعالی تمام حوادث و واقعات کو انکی وقوع و وجود سے پہلے ہی جانتا ہی و قد قال و لا یعزب عن ربک مثقال ذرۃ فی السموٰت و لا فی الارض۔ اور پوشیدہ نہین تیرے پروردگار سے ذرہ برابر بھی آسمان و زمین مین اور یہی اجماع ہی کہ اسکا علم قدیم ہی اس مین تغیر محال ہی اور دوام ازلی غیر متغیر ہی کہا کہ ایسا ہی اشکال ان آیات مین ہی قولہ ام حسبتم ان تدخلوا الجنۃ و لما یعلم اللہ الذین جاہدوا منکم۔ اور قولہ و لقد فتنا الذین من قبلہم فلیعلمن اللہ الذین صدقوا و لیعلمن الکاذبین

لہ یعنی ہبل بلند ہو ۱۲

اور قولہ لنعلم ای الحزبین احصی لما لبثوا امدا - اور قولہ ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم - اور قولہ الا لنعلم من یتبع الرسول ممن ینقلب علی عقبیہ اور قولہ لیبلوکم ایکم
احسن عملا - پس ان سب آیات سے وہم یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالی کو ان اشیاء کا علم انکے حدوث پر ہوا حالانکہ یہ وہم قطعاً غلط ہے او تعالی ان کے
وجود سے پہلے ایسا ہی واقف و عالم ہے جیسا کہ انکے وجود پر اسکے نزدیک سب یکسان ہے پس جواب متکلمین نے یہ دیا کہ دلائل عقلیہ دال ہین کہ اللہ تعالی
حوادث کو قبل انکے وقوع کے جانتا ہے اور تغیر اسکے علم مین محال ہے لیکن علم کا اطلاق معلوم پر اور قدرت کا اطلاق مقدور پر مجاز مشہور ہے چنانچہ کہتے ہین
کہ یہ علم فلان ہے یعنی یہ اسکا معلوم ہے اور ایسے ہی یہ قدرت فلان بمعنے مقدور فلان مجازاً کہا جاتا ہے پس جہان علم کے نئے پیدا ہونے کا علم ہونا
ہے وہان معلوم کا تجدد مراد ہے پھر جب یہ معلوم ہوا تو اس آیۂ کریمہ مین چند وجوہ کا احتمال ہے اول آنکہ لنعلم ای لیظہر المخلص من غیرہ تاکہ ظاہر ہو جاوے اور متمیز
ہو جاوے مخلص از منافق - دوم آنکہ لیعلم اللہ بحذف مضاف ہے ای لیعلم اولیاء اللہ تعالی جان لے وہ شخص جو اللہ تعالی کا ولی ہے ولیکن تفخیم شان کے واسطے اپنی
طرف نسبت فرمایا - سوم آنکہ لیعلم اللہ ای لیحکم اللہ بالامتیاز پس چونکہ حکم مذکور بعد علم کے ہوتا ہے اسپر علم کا اطلاق کیا - چہارم آنکہ لیعلم اللہ ای لیعلم
واقعاً کما کان یعلم انہ سیقع یعنی اسکو از راہ واقع ہونے کے جان لے جیسے جانتا تھا کہ عنقریب واقع ہوگی اسواسطے کہ جزا و سزا کا مدار محض معلوم پر نہین
بلکہ واقع پر ہے اور یہی مراد ہے کلام **بیضاوی** کی کہ کہا تاکہ جان لے ایسے علم کے ساتھ جس سے جزا و سزا متعلق ہوتی ہے اور وہ علم کسی شی کا اسکے موجود
ہونے کے ساتھ ہے - مترجم کہتا ہے کہ یہی علم ظہور ہے جو مفسر نے کہا ولیکن پوشیدہ نہین کہ علم آلہی جسکے وجود سے متعلق ہے وہ ضرور موجود ہوگی جیسے جس
چیز کے عدم سے متعلق ہے وہ کبھی نہ موجود ہوگی اور علم آلہی پر ہر شی کی حالت وجود اور غیر وجود مین یکسان ہے جیسا کہ پہلے بیان ہوا پس علم مین کوئی فرق
نہین ہوا اور فہم اسی سے **بیضاوی** نے اسکو لفظ قیل کے ساتھ ضعیف ہونے کی طرف اشارہ کیا اور جو خود اختیار کیا ہے یہ ہے کہ غرض اس سے علم کا
اثبات ہے بطریق برہان یعنی تاکہ کھل جاوے وہ جو علم آلہی مین ثابت ہے یعنی معلوم آلہی ثابت ہو جاوے اور شاید کہ کلام مفسر کے بھی یہی معنی ہون لیکن خلاف
اصطلاح ہے اور یہ کلام جید پاکیزہ ہے اور جراحت ترجمان القرآن حضرت ابن عباس رض نے اس آیہ و اسکے مانند مین کہا ای لنری من یصبر علی مناجزۃ الاعداء
تاکہ ہم دیکھین جو صبر کرتا ہے دشمنان حق کے قتال مین - اور مترجم کہتا ہے کہ حق یہ ہے کہ اللہ عزوجل نے بندون سے انکے محاورات وانکی سمجھ کے موافق کلام
فرمایا اور اس مین مجاز و استعارات وتمثیل کو جو بلاغت کی گویا اصل ہین استعمال فرمایا پس یہ کلام بر سبیل تمثیل ہے ای فعلنا فعل من یرید ان یعلم یعنی
جیسے کوئی بندہ کسی کام کو کسی بات کی آزمایش و جاننے کو کرتا ہے ہم نے بھی ویسا ہی کیا - **وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَاءَ** - یکرمہم بالشہادۃ تاکہ تم مین
سے بعض کو درجۂ شہادت کرامت فرماوے - **وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِينَ** - الکافرین ای لیعاقبہم وانما نعمہ علیہم استدراج - یہ جملہ معترضہ بیان
ہے کہ تم مین سے بعض کو کرامت دے جو ثواب جزیل سے ہے وہ اور اللہ تعالی کافرون کو نہین چاہتا" یعنی انکو عذاب دیگا پس انکو جو ظاہر مین
ہمیشہ فتح معلوم ہوتی ہے یہ نعمت انکے حق مین استدراج ہے ای رفتہ رفتہ انکو ہلاکت مین بڑھا دیا کہ ہبل وعزی کی طرف سے فتح سمجھے و اللہ تعالی کے ساتھ
شرک بڑھایا - **وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِينَ آمَنُوا** - لیطہرہم من الذنوب بما یصیبہم - پھر جو شہید نہین ہوئے انپر فضل بیان کیا یعنی اور تاکہ پاک
کرے ایمان والون کو وقت گناہون سے بسبب اس محنت کے جو انکو پہونچی اور تمحیص کہتے ہین کسی شی کو اسکے میل کچیل سے پاک کردینا پس مومن
کو جو مصیبت پہونچے اور وہ صبر کرے تو اسکے گناہ معاف ہوتے ہین اگر ہون ورنہ اسکے درجات بلند ہوتے ہین اور ظاہر ایمان یہی خیر صورت
ہے **وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِينَ** - ای یہلک - یعنی تاکہ کافرون کو ہلاک کرے - مدارک مین کہا یعنی اگر کافرون پر شکست ہو تو یہ کہ ہلاک ہون اور
مترجم کہتا ہے کہ مومنین مین سے شہدا لیے انکے مقابلہ مین کافرون کو ناپسند رکھا اور مومنین مین سے زندہ کو بلندی درجات و طہارت
کا فضل دیا انکے مقابلہ مین زندہ بچے ہوئے کافرون کی ہلاکت فرمائی خواہ انکو فتح ہووے اور شکست ہووے اسلیے کہ دونون طرح وہ موت یا گناہ کی

ہلاکت مین پڑے فافہم ف عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالے ہذا بیان للناس ۔حق سبحانہ تعالی کا کلام یعنی قرآن مجید اسکی صفت ازلیہ ہی جو امور کونین کے حقائق کھولنے والا ہی مگر ایسے شخص پر جسکو لیاقت حاصل ہی پس قرآن کے لائق وہ بندے ہین جنکی روح جلالی اور قلب جمالی ہی اور نفس مطمئنہ اور سر باطنی انکا حق سبحانہ تعالے سے ہر اشارہ قبول کرتا ہی اور اسی گروہ کو معارف و کوشف کے واسطے برگزیدہ فرمایا ہی اور جب یہ بات ٹھہری تو حق عزوجل نے کلام پاک سے اہل قرآن کے لیے ایسی تجلی فرماتا ہی جس سے انکو مراد حق کھل جاتی ہی اور راہ صواب پر ہدایت ہوتی ہی کیونکہ وہ خزانہ قدم کی کنجی ہی جو اسکے ساتھ موافق رہا اسکو پردہ حروف سے مشاہدہ صفت قدیمہ حاصل ہوتا ہی اور ہر مراد کو پہونچتے ہین **قال المترجم** آمین اشارہ ہی کہ حروف قدیم نہین ہین اور یہی حنفیہ وغیرہ محققین کا قول ہی پس شیخ رحمہ اللہ اگرچہ شافعی ہین لیکن جمہور شافعیہ مین ہین جنکا یہی قول ہی پھر جان کہ بعضے اکابر نے تصریح کر دی ہی کہ قرآن کے ظہر وبطن سے مراد یہی ہی کہ ظاہر اسکا ظہر ہی اور بطن اسکا اگر بلا حجاب ظہر ہو تو نور سے قاری فنا ہو جاوے اور یہ بات ایسی ہی کہ عوام تو اسکو سمجھتے نہین ہین عجب ان لوگون سے ہی جو علما کی صورت ہین ہین جب یہ بات سنتے ہین تو منھ دیکھتے ہین یا انکار کرتے ہین اور یہی حق ہی اگرچہ وہ پڑے انکار کیا کرین ۔اللھم اغفرلی واہدنی احسن الھدایہ ۔ امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے بندون کے واسطے قرآن مین تجلی فرماتا ہی اور جسکو اسکے بیان پا جانے سے الہیت صفت حاصل ہی اسی کو کشف جلال باریتعالی کی ذاتی لیاقت ہی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قرآن والے اہل اللہ تعالے اور اسکے خاص بندے ہین ہر ایک کو اسی قدر خصوصیت ہی جتنی اسنے مقامات مین ترقی کی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت صدیق اکبرؓ کی صفت مین آیا ہی کہ قراءۃ قرآن کے وقت اپنی آنکھون کے مالک نہین رہتے تھے یعنی بے اختیار ان کو رونا چلا آتا تھا ۔پس یہ ایسی بات ہی کہ صدیق کے احوال پر قیاس کرین خطاب قرآن سب بندون کو عام ہی کوئی قوم اسکو عقلی کانون سے سنتی ہی کہ یہ حکم ہی اور یہ عبرت ہی اور کوئی قوم اسکو دل کے کانون شوق وحلاوت سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو روح کے کانون محبت ومعرفت وانس سے سنتی ہی اور کوئی قوم اسکو اسرار کے کانون سے ملاحظہ انوار کے ساتھ ازراہ کشف وبیان سنتی ہی اور یہ اسرار وقائع منکشف نہین ہوتے مگر آدمیون کے واسطے اور جو شخص کہ خلق آدم علیہ السلام سے آراستہ نہین اور نہ اسکو علم اسما وصفات سے کچھ بہرہ ہی جو آدم علیہ السلام کو تمام وکمال عطا ہوا تھا تو وہ جنگلی جانور ہی اسکو مشاہدۂ قرآن وملاحظہ اسرار کہان ہی کیونکہ اللہ عزوجل نے ہم بندون کو آگاہ ■ فرمایا کہ ہذا بیان للناس معلوم ہوا کہ آدمیون کے واسطے ہی نہ جانورون کے لیے اور آدمی تو وہی ہی جسکا حال ہم نے بیان کیا وہی بیان الٰہی مین اللہ تعالی ہی کے ساتھ باقی رہتا ہی ماسوائے حق کے سب سے قطع ہوتا ہی چنانچہ فرمایا ۔ وہدی وموعظۃ للمتقین حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ بیان کو لوگون کے واسطے ظاہر کر دیا لیکن اسپر متنبہ کوئی نہین ہوتا سوائے اسکے جسکو اسکی طرف سے نور یقین اور اسرار پاکیزہ سے تائید وتوفیق ملی ہی کیا تو نہین دیکھتا کہ اسنے فرمایا ۔ہدی وموعظۃ للمتقین ۔آگاہ رہو کہ اس بیان سے ایسا ہدایت پانا اور ایسی نصیحت لینا انھین متقیون کو حاصل ہی جنھون نے سوائے حق عزوجل کے سب چیز سے تقوی کیا ہی استاد رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ایک قوم کے واسطے تو یہ قرآن ازراہ دلائل عقلی بیان ہی اور دوسری قوم کے واسطے ازراہ مکاشفہ قلوب اور قوم دیگر کے واسطے ازراہ تجلی حق در اسرار مترجم کہتا ہی کہ عقل سے مراد یہ نہین ہی جو عوام سمجھتے ہین بلکہ اپنی اصطلاح کے موافق ہی اور وہ عقل کلی ہی جسپر مین نے بارہا تنبیہ کی ہی قولہ تعالے ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ۔ اللہ عزوجل نے انکو حقائق ایمان سے آگاہ فرمایا جو کہ یقین ہی اور یقین یہ کہ دل کو پروردگار عزوجل کے وعدے پر سکون ہو مترجم کہتا ہی کہ بعضے جاہلون نے جو اپنے آپکو عالم معقول جانتے ہین تصور کیا کہ منطقی اذعان ایمانی یقین سے اعلی ہی اور یہ مہمل کلام ہی آجتک مین اسکو نہین سمجھا اور اہل حقیقت کے نزدیک یقین وہ نزول سکینہ ہی قلب مین جسکو تصور وتصدیق سے جو علم حصولی کے اقسام ہین کچھ تعلق نہین ہی اور مین نے بعض مقام پر بیان کر دیا

کہ فلاسفہ کی تصدیق جسکا مدار استدلال پر ہی محض وہی ہی تو نہین دیکھتا کہ بوعلی سینا لیس الا کذا کو شفا مین اذعان کہتا ہی اور افلاطون کے نزدیک وہ ہیولی ثابت نہین جسکو ارسطو ثابت کرتا ہی پس ہر ایک اپنے دعوے پر اذعان سے لیس الا کذا کا قائل ہی حالانکہ دونون متناقضین جمع نہین ہوسکتی ایک قطعاً غلط ہی پھر لیس الا کذا کی یہ حقیقت ہی اللہ تعالی ایسی گمراہی سے بچاوے - ای اہل ایمان نور نبوت حضرت محمد صلعم سے علم حاصل کرو اور نفس وشیطان سے تبری کرو تب تصدیق کے معنی معلوم ہون دیکھو تصدیق ایمانی والون مین سے وہ ہین جن کے سر پر آرا چلایا گیا اور آگ مین جلائے گئے اور وہ اپنی تصدیق پر پختے فافہم واللہ الہادی ہو المفضل ونعوذ باللہ من الضلال - اس آیت مین اللہ تعالی نے بیان کردیا کہ جب تم معالج ایمان وتصدیق مین ہوے تو تمھارے دشمن پر تمھاری فتح وتمھارا غلبہ جاری ہی پھر غمنا کی وضعف کے کیا معنی ہین کیونکہ جسنے حقیقت حال معائنہ کیا اسکا یقین وہی یقین قوی ہی اور اس سبب سے اندوہ جاتے رہے اور عارف کا سزاوار اندوہ وہ ہی جو شاہدہ سے غیبت طاری ہونے کے وقت قبض پیدا ہونے سے اسکے سینہ کو تنگی ہوتی ہی اور خوشی اسکی وہ ہی جو ملکوت پروردگار کے انکشاف کے وقت اس کی روح کو کشادگی ہوتی ہی - اور محمد بن موسی سے پوچھا گیا کہ آدمی کا کیا حال ہی کہ کبھی اندوہناک اور کبھی فرحناک ہوتا ہی - فرمایا کہ غفلت کی طرح پردہ پڑجانے اور تجلی ہونے مین بدلتی ہی سو تجلی کے وقت اسکو خوشی ہوتی ہی اور پردہ پڑنے کیوقت اندوہ چھاجاتا ہی پس جب پردہ مین مہجور رہا اندوہناک ہوا اور جب اسنے الطاف کی نظر دیکھی خوش ہوا اور جب سخط وخشم کی نگاہ دیکھی تو خوفناک قلق مین ہوگیا قال المترجم اسمین حال صحابہ رضی اللہ عنہم کیطرف لطیف اشارہ کیا فافہم

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کیا تم کو خیال ہی کہ داخل ہوجاؤ گے جنت مین اور ابھی معلوم نہین کردیے اللہ نے جو تم مین سے جہاد کرنے والے ہین اور معلوم کرے

الصّٰبِرِيْنَ ○ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ص فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ وَاَنْتُمْ

ثابت رہنے والے اور تم تو آرزو کرتے تھے موت کی موت سے ملنے سے پہلے سو ابھی دیکھا تمنے اسکو اور تم

تَنْظُرُوْنَ ○ ع

دیکھتے ہو

۱۴ع ۱۴

اَمْ - بل حَسِبْتُمْ - مفسر نے ام کو بل سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ ام منقطعہ ہی اور ہمزہ انکار ہی یعنی بلکہ تم نے خیال کیا ای ایسا مت خیال کرو - اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا - لم - يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا مِنْكُمْ - علم ظہور - کہ داخل ہوجاؤ تم جنت مین اور نہین معلوم کیا اللہ نے ان لوگون کو جنھون نے جہاد کیا تم مین سے علم ظہور کرکے ف مفسر رحمہ نے لما یعلم کی لم یعلم سے تفسیر کرنے مین اشارہ کیا کہ یہ دونون بمعنے واحد ہین جیسا کہ جمہور کا قول ہی اور زمخشری نے کہا کہ لم ولما مین فرق یہ ہی کہ لما مین نفی ماضی د توقع مستقبل ہوتی ہی ای نہین صادر ہوا جہاد تم سے ماضی مین ولیکن آیندہ متوقع ہی علی ما ذکرہ الرازی اور کہا گیا کہ یہ معنی لما کے امام النحاۃ سیبویہ نے ذکر کیے ہین مگر ابوحیان نے زمخشری پر اعتراض کیا کہ مجھے نہین معلوم ہوا کہ کسی نحوی نے لما کے یہ معنی کہے ہون بلکہ انھون نے اتنا ہی کہا کہ لما سے تا ایندم متصل نفی ہوتی ہی پھر بیضاوی نے ذکر کیا کہ اسمین دلیل ہی کہ جہاد فرض کفایہ ہی مترجم کہتا ہی شاید منکم کی لفظ سے نکالا کہ بعض کے ادا کرنے پر دلالت کرتا ہی فقال - وَيَعْلَمَ الصّٰبِرِيْنَ فی الشدائد اور نہین جانا سختیون مین صبر کرنے والون کو ف ابھی تک ایسے لوگ متمیز نہین ہوے جو مجاہد صابر ہین اور جو جھوٹے منافق

ہین حتی کہ جب امتحان سخت آجاویگا تب مقبول ہوجاوینگے جو ثابت قدم رہینگے اور یہ غزوۂ خندق مین ہوا جسکا بیان احزاب مین ہے۔ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ - فیہ حذف احدی التائین فی الاصل یعنی تتمنون - الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَلْقَوْهُ حیث قلتم لیت لنا یوما کیوم بدر لننال ما نال شہداءہ - اور البتہ تم لوگ موت کی تمنا کیا کرتے تھے قبل اسکے کہ موت سے ملاقی ہو ؤ کیونکہ تمنے کہا کہ کاش ہمکو ایک دن ویسا ملتا جیسا بدر کا دن تھا کہ حاصل ہوتا ہمکو جو حاصل ہوا شہدائے بدر کو - ایسا ہی ابن عباسؓ سے مومنون کا دعا کرنا مروی ہوا ہے - اگر کہا جاوے کہ تمنئے موت تو منع ہے قرطبیؒ نے جواب دیا کہ مسلمانون سے موت کی تمنا کرنا شہادت کی تمنا ہے جو جہاد مین صبر و ثبات پر مبنی ہے نہ اس بات پر کہ کفار انکو قتل کر ڈالین اسواسطے کہ یہ تو معصیت و کفر ہے جو نہین جائز ہے پس درخواست شہادت کی نہی اگرچہ سودی بقتل ہو مترجم کہتا ہے کہ صریح ممانعت تو موت کی بددعا اپنے اوپر کرنے سے ہے اور محققین نے کہا مطلقا موت کی تمنا ممنوع نہین بدلیل آنکہ اللہ تعالے نے یہود کو کہا کہ فتمنوا الموت ان کنتم صادقین - اور حضرت یوسفؑ نے دعا کی کہ توفنی مسلما والحقنی بالصالحین پس کل نہی کا جزع و فزع و دنیا دی محنت پر ہے اور یہان شہادت کی امید پر ہے جو قطعاً خیر ہے اسیواسطے موت کی شہادت تفسیر کی گئی - اور یہی اثر ابن عباسؓ مین مصرح ہے کہ شہادت مانگتے تھے پس سوال وارد ہی نہین ہوتا - اور یہ جو کہا گیا کہ اسمین غلبۂ کفار کی دعا ہے کیونکہ انکے غلبہ سے قتل ہونا شہادت ہے تو یہ وہم ہے کیا تو نہین دیکھتا کہ بدر مین باوجود غلبۂ مومنین کے بھی شہید ہوے تھے - فَقَدْ رَأَيْتُمُوهُ - سو تم نے موت کو دیکھ لیا ف اے سببہ وہو الحرب - یعنی سبب موت کو دیکھ لیا جو حرب و لڑائی ہے کیونکہ خود موت کو انھون نے نہین دیکھا تھا - وَأَنْتُمْ تَنْظُرُونَ - ای بصراء تتاملون الحال فلم انہزمتم - بصراء بضم اول جمع بصیر ہے پس معنے آنکھ اور حال یہ کہ تم بصیر و نظر والے لوگ ہو حالت مین تامل کی نگاہ کر سکتے ہو کہ کیونکر ہے پھر تم کیون بھاگے - اصل سوال یہ کہ فقد رأیتموہ کے بعد وانتم تنظرون کے کیا معنے ہین پس مفسرؒ کا جواب مذکور ہوا اور معالم وغیرہ مین کہا کہ یہ بطور تاکید کے ہے اور یہ اخفشؒ کا قول ہے - پھر کہا گیا کہ اسمین گونہ توبیخ ہے کہ انھون نے حرب کی تمنا کی پھر بھاگ نکلے اور چاہیے تھا کہ تمنا کرکے مانگی تھی تو دلیرانہ لڑتے اور صبر کرتے اور نیز توبیخاً یہ بھی اشارہ ہے کہ بلا و امتحان کی تمنا کرنا نہین چاہیے کیونکہ بندہ اسکے امتحان کے لائق نہین ہے وہ خود امتحان مین لاتا اور توفیق دیکر خود ہی پار اتارتا ہے اور اسکے مؤید ہے جو صحیحین مین ثابت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ دشمن سے بھڑنے کی تمنا مت کرو اور اللہ تعالیٰ سے عافیت مانگو اور جب تم سے دشمن سے مٹھ بھیڑ ہو پڑے تو صبر سے ثابت قدم رہو اور جان لو کہ جنت تلوارون کے سایہ تلے ہے

وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ أَفَإِنْ مَاتَ أَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ

اور محمد تو ایک رسول ہے ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مرگیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے

عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ ۚ وَمَنْ يَنْقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا ۗ وَسَيَجْزِي اللَّهُ

الٹے پاؤن اور جو اپنے الٹے پاؤن پھر جائیگا وہ اللہ کا کچھ نہ بگاڑے گا اور جلد اللہ ثواب دیگا

الشَّاكِرِينَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ كِتَابًا مُؤَجَّلًا ۗ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ

بھلا ماننے والون کو اور کسی جان کو یہ نہین کہ مرجاوے مگر اللہ کے حکم ہی سے لکھا ہوا وعدہ اور جو کوئی چاہے گا

الدُّنْيَا نُؤْتِهِ مِنْهَا وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ ۝

دنیا کا بدلا ہم دنیا سے اسکو دین گے اور جو کوئی آخرت کا بدلا چاہیگا ہم اسمین سے اسکو دینگے اور جلدی ہم ثواب دینگے احسان ماننے والون کو

وما محمد الا رسول

ونزل فی ہزیمتہم لما اشیع ان النبی صلعم قتل وقال لہم المنافقون ان کان قتل فارجعوا الی دینکم جب جلین معرکۂ احد مین یہ آواز فاش ہوئی کہ نبی صلعم قتل ہوئے پس صحابہ بھاگے اور منافقون نے اُنسے کہا کہ اگر وہ قتل ہوئے تو تم اپنے دین کی طرف لوٹو تب نازل ہوا قولہ تعالے وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ یعنی نہین محمد مگر رسول۔ اس ایک صفت پر اقتصار کیا بطور مجاز کے ہے اور معنی یہ کہ مقصود انسے یہی حالت ہے یہ نہین کہ اسکے سوا یہ بھی مقصود ہو کہ انکو موت نہ آویگی جیسا تم نے بعید جانا کیونکہ حی قیوم صفت باریتعالی ہے اور بات یہ ہوئی تھی کہ بروز احد یہ بات پھیل گئی کہ محمد صلعم مارے گئے اور اس خبر پر جو صحابہؓ نے ہزیمت اُٹھائی تو ہر چند حضرت صلعم نے آواز دی کہ ادھر میری طرف آؤ ادھر آؤ کسی نے نہ سنا پس جو بھاگے ہوئے پہاڑی پر تھے بعض نے کہا کہ ہم کو کوئی ایلچی مل جاتا جو عبد اللہ بن ابی منافق کے پاس مدینہ جاتا کہ وہ ابوسفیان سے ہمارے لیے امان لیتا اور بعضے منافقون نے کہا کہ اگر محمد قتل ہوئے تو کیسے نبی تھے تم اپنے پہلے دین مین آؤ اور قریش کو ہاتھ دیدو کہ وہ آخر تمھارے بھائی ہین پس انس بن النضرؓ نے دونون کے کلام سے بیزاری و پناہ مانگی اور حضرت صلعم کے بعد زندہ رہنا بیکار سمجھکر تلوار سے مشرکون پر سخت حملہ کیا آخر کو شہید ہوئے اور حضرت صلعم پہاڑی کی طرف لوگون کو پکارتے چلے پہاڑی پر اول جسنے پہچانا وہ کعب بن مالک ہین پھر آواز دی کہ اے مسلمانو خوش ہو کہ رسول اللہ صلعم یہ موجود ہین آنحضرت صلعم نے اشارہ سے منع کیا پھر صحابہ رضی اللہ عنہم مین سے ایک ٹکڑا آپ کی طرف جمع ہوا آپ نے انکو بھاگنے پر ملامت کی بولے کہ ہمارے ماں باپ آپ پر قربان ہم کو جب یہ خبر پہونچی کہ آپ قتل ہوئے تو ہمارے دل رعب مین آگئے ہم اُلٹے پاؤن بھاگے پس اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ابن ابی نجیح نے اپنے باپ سے روایت کی کہ مہاجرین مین سے ایک شخص ایک انصاری کی طرف بھاگتے مین گذرا اور پوچھا کہ بھلا تم کو معلوم ہے کہ محمد صلعم قتل ہوئے تو انصاری نے جواپنے خون مین لتھڑے پڑے تھے فرمایا کہ اگر محمد صلعم قتل بھی ہوئے ہون تو وہ دین تکو پہونچا چکے تم اپنے دین کی طرف سے لڑو پس نازل ہوا قولہ وما محمد الا رسول الآیۃ۔ رواہ البیہقی۔ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۚ اس رسول کے تم سے پہلے بہت رسول گذر چکے ف یعنی محمد بھی انہین رسولون کی طرح عنقریب گذر جائیگا۔ اَفَائِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ کغیرہ۔ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ رجعتم الی الکفر والجملۃ الاخیرۃ محل الاستفہام الانکاری ای ماکان معبودا فترجعوا۔ کیا اگر مرا یا قتل ہوا (مانند دیگر بعض انبیا کے) تو تم رجوع کروگے اپنی ایڑیون پر (اے لوٹ پڑوگے کفر پر) ف یہی جملہ اخیرہ محل استفہام انکاری ہے یعنی وہ معبود نہین تھا کہ اسکی موت و قتل پر تم لوٹ جاؤ کہ پھر کس کی عبادت کرو۔ یہ آیت حضرت مصعب بن عمیرؓ کی زبان پر اتری کہ جو احد کے روز حضرت صلعم کے نشان بردار تھے جب ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کا قصد کیا اور پتھر مارا کہ آپ کے زخم آگیا درحالیکہ لوگ پریشان تھے تو مصعبؓ نے اس ملعون کو روکا اور حال یہ ہوا جو ابن سعدؒ نے طبقات مین بطریق واقدیؒ روایت کیا کہ انکا داہنا ہاتھ کاٹا گیا پس نشان بائین ہاتھ مین لیا اور یون کہتے تھے کہ وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم۔ پھر بایان ہاتھ کاٹا گیا تب نشان پر جھک رہے اور بازو سے چپٹایا اور یہی کہے جاتے تھے پھر قتل ہوئے تب نشان گر پڑا احمد بن شرحبیل عبدری راوی کہتے ہین کہ اسوقت یہ آیۃ ما محمد الا رسول آج مین اُتری تھی پھر اسکے بعد اتری ہے اگر کہا جاوے کہ مات او قتل شک ہے بحرف آو اور یہ جناب باری تعالے سے محال ہے جواب یہ کہ آو مساوات حکم کے لیے ہے یعنی خواہ ایسا ہو یا ایسا ہو کوئی بھی مرتد ہونے یا شکست اُٹھانے کا مستوجب نہین ہے اور یہان تو درحقیقت دونون مین سے کچھ بھی نہین واقع ہوا۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالی نے بہت سی آیات مین بیان فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت صلعم قتل ہونگے چنانچہ قولہ انک میت وانہم میتون۔ اور واللہ یعصمک من الناس۔ اور لیظہرہ علی الدین کلہ پھر او قتل کیونکر فرمایا۔ تو جواب دیا گیا کہ

یہ بطریق الزام ہی کہ تم یہود و نصاری سے کم ہوتے ہو حالانکہ یہود تے جا ناکہ موسیٰ مر گئے مگر وہ نہین پھرے اور نصاری نے اپنے زعم پر اعتقاد کیا کہ عیسیٰ قتل ہوے مگر نہین پھرے تم کیونکر ایسا کر سکتے ہو - وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا - وانما یضر نفسہ - اور جو کوئی اُلٹے پاؤن پھر ا وہ اللہ تعالے کا کچھ نہ ضرر کریگا ف بلکہ وہ اپنے آپ ہی کو ضرر پہونچا دیگا - کیونکہ ثواب سے محروم ہوگا - وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَ - نعمہ بالثبات اور اللہ تعالی ثواب عطا فرماویگا شاکرون کو - یعنی ان لوگون کو جو شکر کرتے ہین اسکی نعمتون کا ساتھ ثبات کے - یعنی قائم رہتے ہین اللہ تعالے کی فرمانبرداری پر اور اس کے دین کے واسطے لڑتے ہین اور اس کے رسول صلعم کی خواہ زندہ ہون یا انتقال فرمایا ہو پیروی کرتے ہین - حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم کی زندگی مین کہا کرتے کہ واللہ ہم اُلٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد اسکے کہ اللہ تعالی نے ہم کو ہدایت فرمائی اور واللہ اگر حضرت صلعم مرے یا قتل ہوے تو ضرور مین اسی راہ پر لڑے جاؤنگا جسپر حضرت صلعم لڑے یہانتک کہ مر جاؤن رواہ الطبرانی اور بخاری کی حدیث وفات مین ہی کہ ابوبکر نے آکر حضرت صلعم کا چہرہ مبارک کھولا (جب آپ انتقال فرما چکے تھے) اور منھ کے بل آپ پر گر پڑے اور بوسہ لیا اور رو کر کہا کہ میرے ماں باپ آپ پر فدا - اللہ تعالی دو موتین آپ پر جمع نہ کریگا - ابن عباس رض نے کہا کہ ابوبکر نکلے اور عمر لوگون سے باتین کرتے تھے (یعنی جو حضرت صلعم کو مردہ کہیگا مین قتل کرونگا) عمر سے کہا کہ بیٹھو اے عمر پھر خطبہ پڑھا اما بعد جو شخص کہ محمد کو پوجتا تھا تو محمد نے تو انتقال کیا اور جو اللہ تعالے کو پوجتا تھا تو اللہ تعالی زندہ ہی کبھی اسکی پاک ذات کو موت نہین - اللہ تعالی نے فرمایا وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افاین تا قولہ وسیجزی اللہ الشاکرین - ابن عباس نے کہا کہ واللہ گویا لوگون کو یہ آیت ہی معلوم نہ تھی یہانتک کہ ابوبکر نے پڑھی ہی پس کوئی بشر نہین تھا مگر آنکہ اس کی زبان پر یہی آیت تھی - اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ الشاکرین اہ وہ لوگ جو دین پر ثابت رہے وہ ابوبکر اور صحابہؓ ہین پس علی کرم اللہ وجہہ کہتے تھے کہ ابوبکر رض شاکرون کے امیر تھے اور سب سے زیادہ شکر گزار اور اللہ تعالے کو محبوب تھے وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ أَن تَمُوتَ إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ بقضائہ كِتَابًا - مصدر ای کتب اللہ ذلک کتابا مُّؤَجَّلًا موقتا لا یتقدم ولا یتاخر فلم انہزمتم والہزیمۃ لا تدفع الموت والثبات لا تقطع الحیوۃ - یعنی نہین سزاوار ہی کسی نفس کو کہ مرجاوے مگر باذن اللہ (یعنی بقضاء الٰہی) لکھدیا اللہ تعالی نے اسکو وقت کرکے (کہ وہ نہ پہلے ہو سکے اور نہ پیچھے) ف پھر تم لوگ کیون بھاگے حالانکہ بھاگنا موت کو دور نہین کر سکتا اگر وقت آگیا اور معرکہ مین ثابت رہنا زندگی کو نہین کاٹتا اگر وقت نہین آیا ہی - نفس کی طرف مرنے کی نسبت کرنا باوجودیکہ اسکو اختیار نہین ہی مجازاً ہی اور اس مین نامردون کو شجاعت دلائی اور قتال کی ترغیب دی کہ اللہ تعالی کے حکم سے اقدام کرنا اور جسکو نامرد ہلکہ سمجھتے ہین اسمین گھسنا عمر کو کاٹتا نہین ہی اور نہ اللہ تعالے کے حکم کا خلاف کرنے سے عمر بڑھ سکتی ہی جیسا کہ اعمش اور اہ ‐ نے حبیب بن ظبیان سے روایت کی کہ ملک فارس پر جہاد کرنے کی حالت مین دریاے دجلہ کے ادھر مسلمان اور ادھر ایرانی فوج تھی سو ایک مسلمان نے کہا اور وہ حجر بن عدی ہین کہ تم کو کون چیز ان دشمنون کی طرف عبور کرنے سے روکے ہو یہ دجلہ بھلا کیونکر موت دے گا اللہ تعالی نے فرمایا ہی - ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا مؤجلا - یہ کہکر دجلہ مین اپنا گھوڑا ڈال دیا انکے پیچھے مسلمانون نے بھی گھوڑے ڈالے اور ایرانیون نے جو یہ حال دیکھا تو اپنی زبان مین ایک دوسرے سے کہا دیوان اند - یہ لوگ دیو ہین اور خوفناک ہو کر بھاگے - رواہ ابن ابی حاتم عن العباس بن یزید العبدی عن ابی معاویہ عن الاعمش بہ - کذا ذکرہ ابن کثیر - وَمَن يُرِدْ بعملہ ثَوَابَ الدُّنْيَا - ای جزاءہ فیہا - نُؤْتِهِ مِنْهَا - ما قسم لہ ولا حظ لہ فی الآخرۃ یعنی اور جس نے چاہا اپنے کام سے ثواب دنیا کو اسکے

کام کی جزا دنیا مین تو دیتے ہین ہم اس کو دنیا سے یعنی اس قدر جو اس کے واسطے مقسوم ہی پھر آخرت مین اسکا کچھ حصہ نہین اور ظاہر ان ثواب
دنیا فتح وغنیمت ہی اگر کہا جاوے کہ آخرت مین حصہ نہونا کہان سے معلوم ہوا تو مین کہتا ہون کہ بدلیل حدیث آئندہ اور آگے کے کلام سے جو
بر سبیل مقابلہ واقع ہوا یعنی۔ وَمَنْ يُرِدْ ثَوَابَ الْآخِرَةِ نُؤْتِهِ مِنْهَا۔ ای من ثوابہا۔ اور جو چاہے ثواب آخرت دینگے
ہم اس کو آخرت سے یعنی ثواب آخرت سے وہ جنت ہی جانو کہ ثواب تو ابھی دے دیا مگر اس کو وہان پہونچنے پر ملے گا اور یہ بعد
موت کے شروع ہو جاتا ہی۔ وَسَنَجْزِي الشَّاكِرِينَ۔ اور قریب ہم جزا دینگے شکر گزارون کو۔ یہ بڑا فضل کا وعدہ ہی کہ
انکا ثواب تو ملے گا پھر دینے والے ہم ہین جس کی مقدار کوئی کیا قیاس کر سکتا ہی۔ اور حدیث صحیح مین آیا کہ اللہ تعالی نے فرمایا مین نے
اپنے پرہیزگار بندون کے لیے وہ کچھ رکھا ہی جسکو کسی آنکھ نے نہین دیکھا اور نہ کسی کان نے سنا اور نہ وہ کسی بشر کے دل مین خطور ہوا۔ یعنے
حواس وعقل سب سے بالاتر ہی اور کہا گیا کہ یہ دیدار حضرت باری عز وجل ہی۔ اور آیت مین تعریض ہی ان لوگون پر جو غنیمت لوٹنے کے واسطے
خلاف حکم رسول صلعم کر بیٹھے اور مدح ہی ان لوگون کی جو حکم پر ثابت رہے۔ اور جان رکھو کہ ثواب دنیا چاہتے سے یہ مراد ہی کہ غرض اسکی فقط
دنیا ہو پس اسکو دنیا تو قسمت بھر ملتی ہی اور آخرت سے محروم ہوتا ہی اور آخرت چاہنے والون سے یہ مراد ہی کہ انکا ہر فعل خالص اللہ تعالے
کے واسطے ہو پس انکو آخرت کا پورا ثواب ملتا ہی اور دنیا مین بھی قسمت بھر ملتا ہی پس ظاہر ہوا کہ دنیا چاہنے والا بڑا کمبخت ہی اور فرق
فقط ایک نیت کا ہوا اور عمر بن الخطاب رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سوا اسکے نہین کہ اعمال ساتھ نیتون کے ہین اور شخص
کے لیے وہی ہی جو اس نے نیت کیا پس جس شخص کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو تو اس کی ہجرت اللہ و رسول کی طرف ہو گی
اور جس کی ہجرت دنیا کی طرف ہو کہ اس کو حاصل کرے یا کسی عورت کی طرف کہ اس کو نکاح مین لاوے تو اسکی ہجرت اسی چیز کے لیے ہو گی
جس کی طرف اس نے ہجرت کی رواہ البخاری ومسلم واہل السنن والمسانید وغیرہم حتی قیل انہ حدیث متواتر ف عرائس البیان مین
اشارات آیات مین یون ذکر کیا کہ قولہ تعالی وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل۔ اللہ عز وجل نے اس خطاب مین سب کو عتاب
کیا یعنی جب مین نے تم کو اپنے معبود و پروردگار قادر مختار ہونے کے اپنے نبی صلعم کی زبان سے خبر دیدی اور اپنے رسول
صلعم کی رسالت سے تم پر اپنی ہی بندگی واجب کی اور تمکو اپنی الوہیت کی شان پہچنوا دیے کہ بلا واسطہ تمنے جان لیا پھر تمکو کیا ہوا کہ تم نے
حضرت صلعم کے درمیان سے جاتے رہنے سے تزلزل کیا اور حالت فترت و امتحان کے وقت تم حقائق ایمان واخلاص سے مضطرب
ہو گئے سو تم اگر میرے جلال کے مشاہدے مین رہتے تو اسکی موت سے یا میرے تمہارے درمیان ہر واسطہ کے اٹھ جانے سے مضطرب
نہوتے اسواسطے کہ جسنے حق عز وجل کو مشاہدہ ومعائنہ کیا تو اسکی محبت وبندگی بغیر واسطہ ربوبیت کے ہمیشہ اس کی ذات سے قائم
ہوتی ہی **قال المترجم** یعنے اسکی محبت اور بندگی کرنا اس واسطہ کی وجہ سے نہین ہوتا کہ او تعالی ہمارا پروردگار ہی اور اسکی پرورش کی وجہ
سے ہم بندگی کرین اور اس سے محبت کرین بلکہ محبت وبندگی محض ذات باریتعالی عز وجل کے واسطے ہی بدون لحاظ کسی واسطہ کے قال الشیخ
اور انبیا و اولیا پر کچھ نہین مگر یہی کہ خبر دین و آگاہ کرین کہ او تعالی نے یہ حکم دیا ہی اور اسکی مراد کو ظاہر کردین۔ پھر ان سب مین سے حضرت
صدیق اکبر و انکے قریب قریب مرتبہ والے لوگون کو خاص فرمایا (اللہ تعالی ان سب سے راضی ہو) کیا تو نہین دیکھتا کہ جب حضرت
سید عالم صلعم نے انتقال فرمایا تو صدیق اکبر رض نے کہا جو شخص محمد صلعم کو پوجتا تھا تو محمد صلعم نے انتقال فرمایا اور جو اللہ تعالی کو پوجتا تھا
تو اللہ تعالے زندہ ہی کبھی نہین فنا ہوگا اور یہ وصف اس آیت کے آخر مین ظاہر ہی مترجم کہتا ہی کہ شیخ نے جو کہا کہ آیت مین سب کو

عتاب فرمایا سوائے حضرت صدیق وانکے مانند رضی اللہ عنہم کے تو یہ سمجھنا نچاہیے کہ انکے مراتب مین نقصان ہی بلکہ یون سمجھو کہ یہ انہین کا
مرتبہ تھا کہ حضرت مالک الملک الحی القیوم وحدہ لاشریک لہ عزوجل نے انکو اس خطاب عتاب سے سرفراز کیا جس سے محبت ٹپکتی ہی بخلاف اُن
احکام کے جو کافرون کے حق مین دیے کہ وہ دو قسم کے ہین بعض ان کافرون کو ہین جو علم الٰہی مین کافر مرے انکو غضب ولعنت کے ساتھ ہی
اور بعض انکو جو آیندہ ایمان لانے والے تھے تو انکو جھڑکی اور خشم سے ہی فہمائش ملا ہوا فافہم - قولہ تعالی افائن مات او قتل انقلبتم علے
اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئا - اسکے بعد حضرت صدیق اکبر واس کے مانند لوگون کے حق مین فرمایا کہ وسیجزی اللہ
الشاکرین - یعنی ابوبکر رضہ اور جس کا قلب انکے قلب کے مثل تھا ایمان ویقین رکھنے مین یہ مزید جزا شکر کے واسطے یہ شاکرین مراد ہین اور
انکا شکر یہ ہی کہ پروردگار کے معاملہ وولایت مین مستقیم رہے اور منجملہ انکے شکر کی جزا کے تھا کہ اللہ تعالی نے انکو فتح دی اور شریعت کے فراخ
خوشنما میدان سے انھون نے سرکش مردودون کو بھگا دیا - واسطی رح نے کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات پر سب کی آنکھین بند
ہوگئین سوائے ایک مرد کے اسی نے ان سب پر فضل ظاہر کیا سو جسے کہ اپر فضیلت دیا گیا تھا اور وہی بصیرت کے ساتھ انکو اللہ تعالی
کی طرف بلانے والا تھا وہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ ہین پس گویا اس آیت کی مراد مین وہی مخصوص ہین اور باقی امت اس سے عاجز
رہی بسبب اسکے کہ بصائر مین سستی تھی اور یہ سب معاملہ اللہ ہی کی طرف سے تھا وہ جس کو چاہے اپنے فضل سے خاص کرے اور ابوبکر کی
فضیلت اس قول سے ظاہر ہوئی کہ جو محمد صلعم کو پوجتا تھا سو محمد صلعم نے تو انتقال کیا قال المترجم اس قول کے معنے یہ ہین کہ
اے لوگو تم اللہ تعالی کی عبادت کرتے ہو کچھ محمد صلعم کو نہین پوجتے تھے پھر یہ حیرانی واضطراب وشک بدگمانی کیا ہی تم تو اللہ عزوجل
کو پوجتے تھے جسکی طرف تم کو حضرت سرور عالم صلے اللہ علیہ وسلم نے ہدایت کردی وہی دائمی باقی حی قیوم ہی اب بھی اسی کی عبادت کرو
اور حضرت صلعم کی تجہیز وتکفین کرو اور اسمین اشارات وحقائق ہین کہ یہان گنجایش بیان نہین پاتا ہون مگر یہ اشارہ کہ قدم نبوت پر وہی قائم ہوئے
قال المترجم اگر کہا جاوے کہ ابن عباس کی روایت مین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا قول مذکور ہی کہ واللہ ہم الٹے پاؤن نہین پھرینگے بعد انکہ ہمکو
اللہ تعالی نے ہدایت کی واللہ اگر رسول اللہ صلعم انتقال کرین یا قتل کیے جاوین اسی پر قتال کرونگا جسپر حضرت صلعم نے قتال کیا یہانتک
کہ مر جاؤن واللہ مین انکا بھائی دولی اور چچا کا بیٹا ہون مجھسے زیادہ کون انکے ساتھ احق ہی رواہ الطبرانی ستہ جواب یہ ہی کہ کمال صدق ایمان
ہی اور یہ بات وہ حضرت صلعم کی زندگی مین فرماتے تھے جیساکہ اسی روایت مین مصرح ہی اور وہ وقت تھا کہ نور ظاہر ہا ہر تھا جب وفات ہوئی
اور اس واسطہ سے راہ بند ہو کر تاریکی ہوئی تو بیجانی وحیرانی سب پر چھا گئی سوائے اس کے کہ جسکی راہ مستقل کشادہ ہوئی پھر جب اسکی طرف واسطہ
ہوا تو وہی نور نظر آیا مگر فرق کے ساتھ اسی واسطے ابن عباس نے فرمایا کہ واللہ گویا لوگون کو معلوم ہی نہ تھا کہ اللہ عزوجل نے یہ آیت اُتاری
ہی یہانتک کہ ابوبکر رضہ نے اسپر پڑھ دی پھر انھین سے سنکر سب لوگون نے اسکو پڑھا سو مین کسی بشر کو لوگون مین سے نہین سنتا تھا مگر آنکہ وہ اسی
آیت کو پڑھتا تھا - اور سعید بن المسیب نے عمر رضہ سے روایت کی کہ یہ سنکر عرق عرق ہوگئے اور زمین کی طرف جھک پڑے - من حدیث البخاری اسیوا سطے
حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے ابوبکر رضہ کو امیر الشاکرین کہا اور شاکرین کی تفسیر مین کہا کہ وہ ابوبکر و انکے اصحاب ہین اور کہا کہ ابوبکر ہی سب سے زیادہ شاکر
اور سب سے زیادہ محبوب تھے اللہ تعالی کی طرف - اور یہین سے اہل حق نے قاطبۃً اتفاق کیا کہ ابوبکر رضہ افضل ہین اور یہی معنی ہین کہ حضرت صلعم نے
فرمایا کہ ابوبکر رضہ خلیل اللہ ہین اور فرمایا کہ انکار فرماتا ہی اللہ تعالی اور مومنین سوائے ابوبکر رضہ کے دوسرے کو - یعنی خلافت لکھنے کی حاجت نہین خود ہی
ارادۂ الٰہی عزوجل جاری ہی کہ اوتعالے ابوبکر ہی کو سب سے اول برگزیدہ فرماتا ہی اور اسی کے ارادہ پر مسلمانون کے دل موافقت کرینگے اور حضرت

یحییٰ منیری قدس سرہ نے کہا کہ کوئی آسمانی ہو یا زمینی مقبول نہین جب تک ابوبکرؓ کے افضل ہونے کا قائل نہو اور مترجم کہتا ہی کہ بعض کبار کا قول ہی کہ جو ابوبکرؓ کی افضلیت و خلافت حقہ کا قائل نہو اسکا کوئی عمل میرے نزدیک قبول نہوگا کما فی جامع الترمذی و بالجملہ اس مین اہل حق و جنکو نور ایمان حاصل ہی کسی نے خلاف نہین کیا سوا ے انکے جو اپنی ہوائے نفس کے پابند ہین۔ قال الشیخ ادریس شیخ حسین نے فرمایا کہ رسول کے واسطے نہین مگر وہی جبکا انکو حکم دیا گیا یا ان پر کشف کیا گیا کیا تو نہین دیکھتا کہ کیسے اُنسے پوچھا گیا کہ کس چیز مین ملاء اعلیٰ ایک دوسرے پر پیش قدمی چاہتے ہین یعنی انھون نے کوئی حس نہین سُنا اور نہ جانا پھر جبکہ انسے یہ بات پوشیدہ تھی تو انکو مشاہدہ دیا پس صفت ہیرواقع ہوئی اور انھون نے شہود حق عز و جل کے ساتھ مشاہدہ کیا اور بشریت کی یہ خفیف صفت جو مانع تھی جاتی رہی پس انھین نے تمام علوم کو بیان فرمایا **قال المترجم** یہ اشارہ اس حدیث کی طرف ہی کہ آپ نے فرمایا مین نے اپنے پروردگار کو نہایت عمدہ صورت مین دیکھا مجھسے فرمایا کہ اے محمد مین نے عرض کیا کہ اے پروردگار مین خدمت مین حاضر ہون فرمایا کہ کس بات مین ملاء اعلیٰ یعنی فرشتے ایک دوسرے پر پیشقدمی کرتے ہین تا آخر حدیث رواہ الترمذی والامام احمد والدارمی وغیرہم پس مطلب یہ کہ اگر وہ تمام علوم غیب پر واقف ہوتے تو انسے یہ کیون پوچھا جاتا پھر شہود حق سے انکو تمام علوم کا جہانتک امکان بشری ہی انکشاف ہوا کیونکہ صفت باریتعالیٰ مخلوق مین قدیم ہوجانا محال ہی۔ فافہم واللہ اعلم۔ قولہ تعالیٰ و ما کان لنفس ان تموت الا باذن اللہ کتابا موجلا۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ اسکی قدرت سے یہ بات ہی کہ زندہ کو موت دیتا ہی کہ اعظم از ایجاد زندہ ہی اور عجب از ابقاء زندہ ہی اسواسطے کہ موجود مین تو خود کچھ قدرت ہونے کا وہم بھی ہی بخلاف معدوم کے کہ اسمین کچھ قدرت نہین ہی۔ اور نیز اہل ریاضت کی طرف اشارہ ہی کہ نفس امارہ کچھ ریاضت و مجاہدہ سے زائل نہین ہوتی وہ تو مطمئنہ جبھی ہوتی ہی کہ اللہ تعالیٰ کا اذن و ارادہ متعلق ہو اور اسکی یاد و مناجات کی حلاوت سے اطمینان پاتی ہی اور واسطی رحؒ نے فرمایا کہ کوئی نفس نہین کہ فنا و بقا کی قدرت رکھے بلکہ اجل سب مقدر ہین جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و لکل اجل کتاب ہر اجل کے واسطے لکھی تقدیر ہی قولہ تعالیٰ و من یرد ثواب الدنیا نوتہ منہا و من یرد ثواب الآخرۃ نوتہ منہا۔ ثواب دنیا تو معرفت ہی اور ثواب آخرت مشاہدہ ہی مترجم کہتا ہی کہ شاید مشاہدہ سے دیدار عیانی مراد ہی۔ قال الشیخ اور نیز ثواب دنیا محبت ہی اور ثواب آخرت قربت ہی اور نیز ثواب دنیا تو صحبت اولیاء ہی اور ثواب آخرت صحبت حق جل و علا ہی۔ اور بعض نے کہا کہ ثواب دنیا عافیت ہی اور بعض نے کہا کہ شکر نعمت بجالانے کا الہام ہی اور ثواب آخرت جنت و اسکی نعمتین ہین **قال المترجم** یہ تفسیر اشبہ بظاہر ہی در حق ثواب آخرت۔ مگر ثواب دنیا مفسرین نے بھی فتح و غنیمت قرار دی ہی

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَ

اور بہت نبی ہین کہ جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہین بہت خدا کے طالب پھر کچھ ہارے نہین تکلیف ہو پہنچنے سے اللہ کی راہ مین

مَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا

سست ہوئے نہ دب گئے اور اللہ چاہتا ہی ثابت رہنے والون کو اور کچھ نہین بولے مگر یہی کہا

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَي الْقَوْمِ

کہ اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہمسے زیادتی ہوئی ہمارے کام مین اور ثابت رکھ ہمارے قدم اور مدد دے ہم کو منکر

الْكٰفِرِيْنَ ۝ فَاٰتٰىھُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۭ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ع ١٥

قوم پر پھر دیا انکو اللہ نے ثواب دنیا بھی اور خوب ثواب آخرت کا اور اللہ چاہتا ہی نیکی والون کو

وَكَاَيِّنْ - کم۔ یعنی کاین بمعنے کم خبریہ ہی اے بہتیرے۔ پس مفسر رحؒ کے نزدیک احتمال ہی کہ کاین مفرد لفظ بمعنے کم ہو اور احتمال ہی کہ مرکب

ہو جیسا کہ **خلیل وسیبویہ** نے کہا کہ اییٌّ اور کاف تشبیہ سے مرکب ہو کر کم کے معنی مین ہو گیا اور معالم مین فرمایا کہ تنوین کی کوئی خطی صورت
نہین سوائے اس لفظ کے کہ بحرف نون لکھی جاتی ہے۔ **مِّنۡ نَّبِیٍّ قٰتَلَ** ۔ وفی روایۃ **قاتل** حال الفاعل ضمیر کا یعنی قتل بروزن مجہول ابو عمرو
و ابن کثیر و نافع کی قراءۃ ہے اور ایک قراءۃ مین **قاتَلَ** از مفاعلت آیا یہ باقیون کی قراءۃ ہے اور فاعل اسکا اسی ضمیر ہے مَعَہٗ خبر
مبتدا رہ ۔ **رِبِّیُّوۡنَ کَثِیۡرٌ** ۔ جمع کثیرہ یعنی معہ خبر مقدم اور اسکا مبتدا ربیون کثیر موخر ہے ف مفسرین کے بیچ مین کئی قول ہین اول
قُتِلَ مجہول ہے اور معنے یہ کہ بہت بنی مقتول ہوئے اور انکے اصحاب سے بہت ربیون مقتول ہوئے پھر باقیون کو اس سے بھی کچھ ضعف ایمان
لاحق نہوا اور یہی ابن جریر و ابو حاتم نے اختیار کیا اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ سعید بن جبیر اور حسن نے کہا کہ قتال مین کوئی بنی کبھی مارا نہین گیا۔ مترجم
کہتا ہے کہ آیۂ کریمہ مین قتال مین مارا جانا اگرچہ صریح مذکور نہین اور فی سبیل اللہ بمعنے جہاد ہونا ضرور نہین ولیکن ثبت اقدامنا وانصرنا علی
القوم الکافرین سے یہی اظہر ہے۔ بالجملہ **قُتِلَ** مین اس صورت مین ضمیر راجع بجانب بنی ہوگی دوسری بہت سے بنی قتل ہوا ہر ایک کہ جسکے ساتھ بہت
سی ربانی جماعتین ہین دوم آنکہ قتل مین ضمیر نہین بلکہ مفعول مالم یسم فاعلہ ربیون کثیر ہے اور معنی یہ کہ بہت بنی گذرے کہ انکے ساتھ لڑائی مین ربیون
کثیر مارے گئے اور اسی کو **زمخشری** نے ترجیح دی اور اسپر وارد ہوتا ہے کہ فما وہنوا "پھر وہ لوگ سست نہوئے" یہ بعد مقتول ہونے کے کیونکر
کہا جا سکتا ہے اور اگر باقیین کو کہا تو انکے ساتھ انکا بنی موجود رہا ہے۔ اسی واسطے ابو عبیدؒ نے قاتل کی قراءۃ اختیار کی کیونکہ اس مین جن کے معنے مستقیم
رہتے ہین اور اس وجہ سے کہ جب قتال کرنے والے کی مدح ہوگی تو مقتول کی مدح بدرجۂ اولی ہوگی بخلاف اسکے عکس کا اور یہی وجہ سوم ہے۔ چہارم آنکہ
کلام مین حذف ہے تقدیر یہ کہ وکاین من بنی قتل ومعہ ربیون کثیر۔ یعنی اکثر نبی مارا گیا اور اسکے ساتھ ربیون کثیر تھے پس وہ بعد نبی کے مقتول ہونے
کے ضعیف و سست نہوئے۔ اور تقدیر واو کی ایسے مقام پر شائع ہے جیسے قتل فلان ومعہ جیش کثیر یہ معالم مین مذکور ہے اور احسن یہ ہے کہ
اس صورت مین بدون تقدیر واو کے معہ ربیون کثیر حال ڈالا جاوے اور درحالیکہ اسکے ساتھ ربیون کثیر تھا اور یہ وجہ موجہ ہے اور اسکو **محمد
بن اسحٰقؒ** نے ذکر کیا اور **سہیلیؒ** نے اسی قول کی تائید مین مبالغہ کیا اور واقعی مستقیم ہے اسواسطے کہ اللہ تعالے نے ان آیات مین اور آیات
سابقہ مین ان مسلمانون پر عتاب فرمایا جو بروز احد بھاگ نکلے قتال چھوڑ کر فقط اس آواز کے سنتے ہی کہ محمد صلعم مقتول ہوئے تو اللہ تعالے نے اسمین
ملامت کی کہ بہت بنی پہلے گذرے کہ بنی مقتول ہوا اور حالیکہ اسکے ساتھ مین ربیون کثیر تھے مگر وہ سست نہوئے تم کیون بھاگے کیا بنی کے مقتول
ہونے سے کوئی اللہ تعالے کا دین چھوڑ کر بھاگتا ہے **قال المترجم** لیکن قول حسن وسعید بن جبیر اسپر بھی وارد ہوتا ہے پھر ربیون کثیر کے جو معنی مفسر
نے ذکر کیے یہی **ابن کثیرؒ** نے ابن عباس وسعید ومجاہد وقتادہ وعکرمہ وحسن وربیع وعطاء سے ذکر کیے مین اور حسنؒ نے کہا علماء کثیر۔ اور ابن مسعودؓ
سے ربیون اسی ہزارون ۔ اور **کلبی** سے کہ ربیہ جو واحد ہے وہ فقط دس ہزار ہے۔ اور کہا گیا کہ ربی منسوب برب پھر کسر حاول بسبب تغییر کے
جیسے بصرہ وبصری بکسر اول۔ اور بعض نے کہا منسوب بجانب ربہ بمعنے جماعت ہے۔ **فَمَا وَهَنُوۡا** ۔ جبنوا پھر یہ لوگ نامرد نہوئے۔ **لِمَاۤ
اَصَابَهُمۡ فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ** من الجراح وقتل انبیائهم واصحابهم۔ بوجہ اس مصیبت کے جو انکو راہ الٰہی مین پہونچی ف کہ زخمی
ہوئے اور انکے انبیا و ساتھی مارے گئے۔ **وَمَا ضَعُفُوۡا** عن الجہاد ۔ اور جہاد کرنے سے ضعیف نہوئے۔ **وَمَا اسۡتَكَانُوۡا** ۔
خضعوا للعدو بہم کما فعلتم حین قیل قتل النبی صلعم ۔ خضوع نہین کیا اپنے دشمن کے واسطے یعنی اسکے سامنے پست نہین پڑ گئے ف کہ جو حیلہ مکر جیسے
تمنے کیا جبکہ کہا گیا کہ بنی صلی اللہ علیہ وسلم قتل ہوئے ۔ یہ اشارہ ہے انکے قصد کا جو قصہ مین گذرا کہ عبداللہ بن ابی منافق کے ذریعہ سے قریش
سے امان مانگین اور ڈھیلے ہو گئے۔ **وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيۡنَ** ۔ علی البلاء ای یثیبہم ۔ بلا و جہاد پر صبر کرنے والون کو اللہ تعالے

دوست رکھتا یعنی ثواب دیتا ہے۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ۔ عند قتل نبیہم مع ثباتہم وصبرہم۔ یعنی انکے پیغمبر کے قتل ہونے کے وقت باوجود
صبر وثبات کے انکی زبان سے کچھ نہین نکلتا تھا سوا اسکے کہ إِلَّا أَنْ قَالُوا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَإِسْرَافَنَا۔ تجاوزنا
الحد۔ فِي أَمْرِنَا۔ ایذانا بان ما اصابہم بسوء فعلہم وہضما لانفسہم۔ انھون نے یہی کہا کہ الٰہی ہم کو بخشدے ہمارے گناہ اور ہمارا اسراف
یعنی حد سے تجاوز کرنا ہمارے کامون مین ف یہ انکی طرف سے اظہار تھا کہ جو انکو پہونچا وہ انھین کے برے کامون کے سبب سے ہوا اور نیز اپنے
نفس کا انکسار تھا۔ اور یہ بھی کہتے کہ۔ وَثَبِّتْ أَقْدَامَنَا۔ بالقوۃ علی الجہاد۔ اور جہاد پر قوت دیکر ہمارے قدم ثابت رکھ۔ وَانْصُرْنَا
عَلَى الْقَوْمِ الْكَافِرِينَ۔ اور ہم کو کافرین قوم پر نصرت دے ف جہاد مین ہم کو غالب رکھ اور شیطان ہم پر تسلط نہ پاوے۔ فَآتَاهُمُ
اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا۔ النصر والغنیمۃ۔ پس اللہ تعالیٰ نے انکو ثواب دنیا عطا کیا ف نصرت وغنیمت اور عظیم ثواب آخرت بھی دیا۔
مترجم کہتا ہے کہ ایسا ہی بیضاوی ومعالم وسراج وغیرہ تفاسیر موجودہ مین فتح وغنیمت سے ثواب الدنیا کی تفسیر موجود ہے لیکن یہ معلوم
ہوتا ہے اسواسطے کہ غنیمت کا مال حلال ہونا اس امت محمدی علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کے خصائص سے ہے سابق امتون مین کسی پر حلال نہین
ہوا اسیواسطے شاید شیخ ابن کثیرؒ نے فتح وعافیت سے تفسیر کی۔ وَحُسْنَ ثَوَابِ الْآخِرَةِ۔ ای الجنۃ وحسنہ التفضل فوق
الاستحقاق۔ اور حسن ثواب آخرت دیا یعنے ثواب آخرت سے جنت مراد ہے اور حسن ثواب یہ کہ استحقاق سے زیادہ دیا۔ اور زمخشری وغیرہ نے
کہا کہ ثواب آخرت کے ساتھ حسن کی خصوصیت اسواسطے کر دی کہ دلالت ہو کہ اسی کو فضیلت وتقدم ہے اور دنیا کسی شمار مین نہین اور یہ
سب انکی نیکوکاری کا عوض ہے۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ۔ اور اللہ تعالیٰ نیکوکارون کو محبوب رکھتا ہے ف اور ثواب جزیل عنایت فرماتا ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوا
اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکرون کا تو تم کو پھیر دینگے الٹے پانون پھر جا پڑوگے

خَاسِرِينَ ○ بَلِ اللّٰهُ مَوْلَاكُمْ ج وَهُوَ خَيْرُ النَّاصِرِينَ ○ سَنُلْقِي فِي قُلُوبِ الَّذِينَ
نقصان مین بلکہ اللہ تمھارا مددگار ہے اور وہی سب سے بہتر مددگار اب ہم ڈالینگے کافرون کے دل مین

كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَا أَشْرَكُوا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا ج وَمَأْوَاهُمُ النَّارُ ط
ہیبت بسبب اسکے کہ انھون نے شریک ٹھہرایا اللہ کا جسکی اسنے سند نہین اتاری اور انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ مَثْوَى الظَّالِمِينَ ○
اور بری بستی ہے بےانصافون کے لیے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنْ تُطِيعُوا الَّذِينَ كَفَرُوا۔ اے ایمان والو اگر تم ان لوگون کی جو کافر بنے ہین اطاعت کرلو
ف جس کا تم کو حکم کرتے ہین یعنی رائے دیتے ہین اگر ایسا کروگے تو۔ يَرُدُّوكُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ۔ ای الی الکفر۔ تم کو یہ کفار
تمھارے اُلٹے قدم پھیر دینگے ف یعنی کافر بنا دینگے۔ کہا گیا کہ مراد کافرون سے منافق ہین کہ شکست کھانے اور بھاگنے پر مسلمانون
سے کہا کہ مشرکین قریش سے امان لے لو کہ وہ تمھارے بھائی ہین یا پہلے دین پر ہو جاؤ کہ محمد صلعم اگر نبی ہوتے تو قتل نہوتے۔ اور کہا گیا
کہ مشرکین قریش مراد ہین اور کہا گیا کہ علی العموم کل کافرون کی اطاعت سے ممانعت ہے اگرچہ منافقین کی طرف اشارہ اقرب ہے الحاصل اگر تم
کافرون کی بات مانوگے تو الٹے پانون کافر ہو جاؤگے۔ فَتَنْقَلِبُوا خَاسِرِينَ۔ تو دنیا وآخرت دونون مین خوار ہو جاؤگے

ف اسطرح کہ دشمن کی طاعت ذلت وخواری ہی اور آخر کفر کی طرف مودی ہوکر عاقبت کا عذاب ہی - بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰكُمْ - ناصرکم
یعنے مولی بمعنے ناصر - ای فتح دینے والا ہی اور بعض قراءۃ مین - اَللّٰهَ - بنصب ہی پس بل اطیعوا اللّٰہ - بلکہ اللّٰہ تعالے ہی کی اطاعت کرو
وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ - فاطیعوہ دونہم - پس اسکی طاعت کرو ف نہ کافرون کی - سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ
كَفَرُوا الرُّعْبَ - بسکون العین وضمہا الخوف وقد عزموا العود واستیصال المسلمین فرعبوا ولم یرجعوا - اکثر کی
قراءۃ رعب بسکون عین اور ابن عامر وکسائی کی قراءۃ بضم عین ہی اور معنی اس کے خوف ہین اور حال یہ تھا کہ مشرکین جب مکہ کو واپس ہوے
تو راہ مین کہا کہ ہم نے بہت برا کیا کہ اکثرون کو قتل کیا جب تھوڑے باقی رہے تو چھوڑ کے چلے آئے لوٹو کر ان کو جڑ سے کھودین پس
انپر رعب چھا گیا اور نہین لوٹے یہی اللّٰہ تعالی نے فرمایا - المعنے عنقریب ہم کافرون کے دلون مین رعب ڈالدینگے - یہ اکثر مفسرین کا قول ہی
اور بعض نے کہا کہ آنحضرت صلعم نے پہاڑی پر پہونچکر فرمایا ای اللّٰہ میرے وہ اوپر نہ آوین پس ابوسفیان ومشرکین کو رعب چھا گیا حتی کہ ابوسفیان نے
پہاڑی کے کوتے پر آکر باتین کین اور کہا کہ ای محمد ہمارا تمھارا وعدہ سال آیندہ مین بدر کا مقام ہی اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا کہ انشاء اللّٰہ تعالے
اور اسپر وارد ہوتا ہی کہ سنلقی مین سین استقبال کا ہی پس لہٰذا احد سے کچھ پیچھے ہونا چاہیے مترجم کہتا ہی کہ مطلقا رعب ڈالنے کے وعدے پر
اسواسطے نہین محمول کیا کہ بعد اس لڑائی کے پھر وہ لوگ پندرہ ہزار کی جماعت سے مدینہ پر چڑھ آئے تھے لیکن خائب وخاسر واپس گئے مین کہتا ہون کہ
سخت خوفناک ہوکر واپس ہوے تھے جیسا کہ غزوۂ احزاب کی تفسیر مین انشاء اللّٰہ تعالی بیان کرونگا پس اسی پر محمول کرنا اولی ہی واللّٰہ اعلم
پھر اسطرح انکے دلون مین رعب ڈالنے کی وجہ فرمائی - بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ - ای بسبب اشراکہم باللّٰہ - مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا
حجۃ علے عبادتہ وہو الاصنام - یعنی ہم انکے دلون مین رعب ڈالدینگے بسبب انکے شریک لانے کے اللّٰہ تعالی کے ساتھ عبادت مین ایسی چیز کو
کہ نہین اُتاری اللّٰہ تعالے نے کوئی حجت اس چیز کی عبادت کرنے پر - اور وہ بت ہین حاصل یہ کہ مشرکون نے اپنی راے سے اللّٰہ تعالی کا شریک
بنایا تو اللّٰہ تعالی انکے دلون مین رعب ڈالیگا کیونکہ مشرکین مکہ بت پرست تھے پس تنبیہ انکی موافقت سے ہی ورنہ سواے حق عز وجل کے کسی چیز
کی عبادت روا نہین خواہ بت ہون یا کوئی اور صلیب وغیرہ ہو کسی پر حجت نہین اُتاری ہی - وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ - اور آخرت مین ان مشرکون کا
ٹھکانا جہنم ہی - وَبِئْسَ مَثْوَى - اوی - الظّٰلِمِيْنَ - الکافرین ہی - یعنی برا ٹھکانا ہی ظالمون کا یعنی کافرون کا یعنی آگ -
ف پس لفظ ہی مخصوص بالذم ہی اور ظلم سے شرک وکفر مراد ہی کیونکہ شرک ظلم عظیم ہی ف رعب سے فتح پانا آنحضرت صلعم کی خصوصیات
مین سے ہی چنانچہ ابو امامہ رضی اللّٰہ عنہ نے رسول اللّٰہ صلعم سے روایت کی کہ اللّٰہ تعالے نے مجھے انبیاء پر فضیلت دی چار باتون سے - انمین یہ بھی فرمایا کہ فتح
دیا گیا مین رعب سے ایک مہینہ کی راہ کہ وہ رعب ڈالا جاتا ہی میرے دشمنون کے دلون مین اور حلال کی گئین میرے لیے غنیمتین رواہ احمد والترمذی وقال
حسن صحیح وکذا ثبت فیما رواہ سعید بن منصور ومسلم وغیرہم اور عوفی نے ابن عباس سے روایت کی کہ اللّٰہ تعالی نے قلب ابوسفیان مین رعب ڈالا
وہ مکہ کو لوٹ گیا پس نبی صلے اللّٰہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوسفیان نے تم مین ایک ٹکڑے کو مصیبت پہونچائی اور اب لوٹ گیا اور اللّٰہ تعالی نے اسکے
دل مین رعب ڈالدیا کذا قال فی تفسیر قولہ سنلقی فی قلوب الذین کفروا الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم اور معنے اسکے بھی وہی ہونگے کہ راہ مین سے
اور مہر قصد نہ کیا بلکہ مکہ کو لوٹ گیا ف فی العرائس قولہ تعالے بل اللّٰہ مولاکم - یعنی محبت ازلی کے ساتھ تمھارا محب ہی اور تمھارے شر نفس سے تمکو
بچانے والا ہی اور ہر خطرہ سے جو غیر حق کی طرف لیجاوے تمھارا نگہبان ہی اور تمھارا ناصر ہی اسوقت مین کہ تم اس کی بندگی ادا کرنے کی مشقتین اٹھاو
اگرچہ تمھارے نفوس اسکے اٹھانے سے انکار کرین - اور شیخ ابن عطا نے فرمایا کہ جو اوامر ونواہی بجالانے وباز رہنے کا تمکو حکم دیا ہی انکی

برداشت مین تمھارا معین ہی - اور حضرت جعفرؓ نے فرمایا کہ دار آخرت مین تمھارے امور کا متولی ہی اور ابن عطارؒ نے خیر الناصرین مین

کہا یعنی تمھارے نفس و خواہش سب پر تم کو فتح دینے والا ہی قال المترجم حاصل اسکا یہ کہ جہاد مین جہاد نفس بھی داخل ہی

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور ضرور اللہ نے سچ کردیا اپنا وعدہ جب تم لگے کاٹنے مشرکون کو اس کے حکم سے یہانتک کہ جب تم نے نامردی کی اور جھگڑے

فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ۭ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ

اس امر مین اور نافرمانی کی بعد ازانکہ تم کو دکھا دیا تمھاری خوشی کی چیز کوئی تم مین چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم مین

مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ

چاہتا تھا آخرت کو پھر تم کو پھیر دیا مشرکون سے تاکہ آزماوے تم کو اور البتہ معاف کردیا تم کو - اور اللہ

فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

فضل فرماتا ہی مومنون پر

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ - ای لکم بالنصر یعنی اللہ تعالی نے جو تم کو نصرت کا وعدہ دیا تھا وہ اللہ تعالی نے سچا کردیا - معالم مین مذکور ہی کہ محمد بن کعب القرظیؒ سے روایت ہی کہ جب احد سے واپس ہو کر مسلمان مدینہ مین آئے تو بعض صحابہؓ نے کہا کہ یہ مصیبت ہم کو کہان سے پہونچی حالانکہ حق تعالی نے نصرت کا وعدہ فرمایا تھا پس یہ آیت نازل ہوئی - جاننا چاہیے کہ وعدہ سے مراد یا مطلق وعدۂ نصرت ہی یا وعدۂ انزال ملائکہ ہی - شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہین سے ایک قول ہی کہ قولہ تعالی ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ آلاف من الملائکۃ مسومین - بروز احد واقع ہوا ہی - اور بعض نے ذکر کیا کہ عروۃ بن الزبیرؓ نے کہا کہ اللہ تعالی نے انکو صبر و تقوی پر پانچ ہزار فرشتہ مسومین سے مددگار کا وعدہ فرمایا تھا اور وہ پورا کردیا لیکن کچھ دیر گذری تھی کہ مسلمانون مین سے بعض نے ناشکری کی اور امر رسول صلعم کی نافرمانی کی اور جس جگہ رسول صلعم نے مقرر فرمایا تھا وہ جگہ چھوڑ دی اور دنیا کی طرف قصد کیا پس ملائکہ کی مدد اٹھالی گئی - بہرحال صدق وعدہ سے ابتدائے روز مین فتح دنیا مراد ہی چنانچہ فرمایا - اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ - تقتلونھم - بِاِذْنِهٖ - بارادتہ - جبکہ کاٹتے تھے تم انکو یعنے انکو قتل کرتے تھے باذن اللہ یعنے بارادۂ الٰہی - اور قاموس مین ہی کہ حس بمعنے قتل و استیصال ہے اور مراد یہان معنی اول ہین کیونکہ دوسرے معنی متحقق نہین ہوے اور بیضاوی مین ہی کہ حسّہ ابطل حسّہ - اسکی جنبش مٹا دی - الحاصل اللہ تعالی نے اول اپنا وعدہ نصرت تم کو پورا کردیا - حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ - جبنتم عن القتال - یہان تک کہ جب تم بزدل ہوے جہاد سے ف - یعنی جہاد سے نظر اٹھا کر دنیاوی غنیمت کی طرف جھکے اور فرمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مین جھگڑنے لگے اور صریح حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کی تو نصرت اٹھالی گئی اور ابن جریجؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ فشل بمعنے نامردی ہی - وَتَنَازَعْتُمْ - اختلفتم - فِى الْاَمْرِ - ای امر النبی صلعم بالمقام فی سفح الجبل للرمی فقال بعضکم نذھب فقد نصر اصحابنا و بعضکم لا نخالف امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم - اختلاف کیا تم نے حکم معلوم مین ای حکم نبی صلعم مین کہ سفح جبل مین ٹھہرے رہنے کا حکم کیا تھا تاکہ تیر مارتے رہو پس تم نے یون اختلاف کیا کہ بعض نے کہا کہ ہم مال غنیمت لوٹینگے کیونکہ ہمارے لوگون کو فتح دی گئی - اور بعض نے کہا کہ ہم حکم نبی کی مخالفت نہ کرین گے کہا گیا کہ فشل کی تفسیر یہ خلاف ہی پس واو عطف

تفسیری کا ہی اور الامر کا الف لام عہد ہی - اور اختلاف در اصل انھین لوگون نے کیا جو لوٹنے کو کہتے تھے نہ انھون نے جو وہین کھڑے رہنے پر جمے تھے لیکن وجود اختلاف چونکہ ہر دو قول سے تھا تو دونون کی طرف اختلاف کی نسبت کی صرف تصویر اختلاف کے لیے ہی - یہ سب کو معلوم ہی کہ اختلاف کرنے والون مین سے جو قول صواب پر ہین وہ خاور رسول کے موافق اور اپنی مخالفت والون سے مخالف ہوتے ہین لہذا بیان کر دیا کہ خلاف صواب پر کون تھے بقولہ - وَعَصَيْتُمْ - امرہ فترکتم المرکز لاجل طلب الغنیمۃ - اور نافرمانی کی تم نے حکم رسول کی پس تم نے مرکز چھوڑ دیا بغرض غنیمت چاہنے کے - مِّنۢ بَعْدِ مَآ أَرَىٰكُم - اللہ - بعد ازانکہ دکھلا دیا تم کو اللہ تعالی نے مَّا تُحِبُّونَ جسکو تم چاہتے تھے ف یعنی فتح کو وجواب اذا ول علیہ ما قبلہ ای منعکم نصرہ - اور جواب اذا کا محذوف ہی اسپر ماقبل دلالت کرتا ہی یعنی اذا فعلتم کذا وکذا منعکم نصرہ - جب تم نے ایسا ولیسا کیا تو اللہ تعالے نے اپنی فتح تم سے ممنوع کر دی حاصل آنکہ اول اللہ تعالی نے اپنا وعدۂ نصرت تم پر سچا کر دیا کہ تم نے اپنی فتح وقتل کفار کو دیکھ لیا یہان کہ جب تم نے جہاد چھوڑ کر دنیاوی مال کی جانب نامردی کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم مین باہم جھگڑنے لگے اور آخر تم نے صریح حکم سے خلاف کیا تو اللہ تعالی نے نصرت منقطع کر دی حالانکہ پہلے تم اپنی مرغوب چیز یعنی فتح کو آنکھون دیکھ چکے تھے - مِنكُم مَّن يُرِيدُ الدُّنْيَا - فترک المرکز لاجل الغنیمۃ - بعض تم مین سے دنیا چاہتا تھا ف پس اسنے مرکز کو دنیاوی مال غنیمت کے واسطے چھوڑ دیا اور یہی باعث خشم ہوا - وَمِنكُم مَّن يُرِيدُ الْآخِرَةَ - فثبت بہ حتی قتل کعبد اللہ بن جبیر وصحابہ - اور بعض تم مین سے آخرت کا طالب تھا ف پس آخرت چاہنے والا ثابت رہا مرکز پر یہانتک کہ مشرکین سوارون نے انکو شہید کر ڈالا مانند عبد اللہ بن جبیر اور ان کے ان ساتھیون کے جو ان کے ساتھ رہے اور وہ دس سے کم تھے اور باقی چالیس سے زیادہ لیسے تھے کہ من یرید الدنیا مین شامل ہوے - ابن عباس نے فرمایا کہ کسی لڑائی مین ایسی فتح نہ تھی جیسی احد کے روز شروع مین تھی دیکھو اللہ تعالی فرماتا ہی - اذ تحسونہم باذنہ - تم انکو کاٹتے تھے اللہ تعالی کے حکم سے کمافی روایۃ احمد عنہ مرسلا - اور ابن مسعودؓ فرماتے تھے کہ بروز احد اگر مین قسم کھاتا کہ ہم مین سے کوئی دنیا نہین چاہتا تو امیدوار ہوتا کہ مین سچا ہون یہانتک کہ اللہ تعالی نے نازل فرمایا منکم من یرید الدنیا - بالجملہ بہادرون کی جماعت مین سے اکثر نے عصیان کیا اور حدیث ابو داؤد سے ثبوت ہی کہ اللہ تعالے کا حکم کسی قوم پر ان کی اکثر جماعت کی بنیاد پر ہوتا ہی پس حال بھی اکثرون کی نافرمانی پر معصیت کا عتاب کیا - ثُمَّ صَرَفَكُمْ - اے ردکم بالہزیمۃ عَنْهُمْ - ای الکفار - پھر رد کر دیا تم کو بھگا کر انسے یعنی کافرون سے - یعنی بھاگنے سے تمھارے منھ کافرون سے پھر گئے - بعض نے کہا کہ بعید یہ ہی کہ جب انھون نے دنیا کی طلب مین کافرون کی شرکت کی تو اس جہت مین انکے مانند ہوے پس فضل نصرت سے محروم ہوئے کیونکہ نصرت واسطے اعلاء کلمۃ اللہ تعالی ورفع درجات آخرت تھی نہ آنکہ دنیا خوب حاصل کر لو - اور نیز آیت مین یہ فقہ ہی کہ اختلاف سخت بدتر چیز ہی جب کوئی قوم اختلاف کرے تو مستوجب محرومی ہوگی اور یہ فقہ ہی کہ جب خشم نازل ہوا تو جماعت کو عموما شامل ہو جاتا ہی لیکن نیک نیتون کا حشر انکی نیت پر ہوتا ہی اور یہ حدیث صحیح مین بھی آیا ہی - بالجملہ تمھارے معصیت وغیرہ پر کافرون سے تمھارا منھ پھیر دیا ونصرت قطع کر دی - لِيَبْتَلِيَكُمْ - لیمتحنکم - فیظہر المخلص من غیرہ - یعنے کافرون سے تمھارے منھ پھیرنا اور اپنی مدد کو اٹھا لینا اسواسطے تھا کہ تمکو امتحان کرے پس مخلص و غیر مخلص ظاہر ہو جاوے حالانکہ وہ تعالے دانا تر ہی - وَلَقَدْ عَفَا عَنكُمْ - ما ارتکبتموہ - اور البتہ عفو کیا جو تم نے کیا تھا - اور یہ نص ہی کہ اللہ عز وجل نے ہزیمت احد کو معاف فرمایا اگرچہ کبیرہ گناہ تھا اور اس سے صریح ثابت ہوا کہ کبیرہ عفو ہوتا ہی بخلاف قول خارجیہ کہ وہ نہین مانتے ہین قاتلہم اللہ تعالی اور بعض نے کہا کہ عفا عنکم بمعنے ابقاکم ہی اے تم کو باقی رکھا مٹا نہین دیا اور یہ تفسیر باطل ہی کیونکہ یہ جبہ

عدول از ظاہر ہے۔ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ بالعفو۔ اور اللہ فضل والا ہے مومنوں پر ساتھ عفو کے۔ اس سے صریح معلوم ہوا کہ ارتکاب کبیرہ گناہ سے بندہ مومن رہتا ہے پس رد ہو گیا قول معتزلہ کا کہ کہتے ہیں کہ وہ نہ مومن ہوتا ہے نہ کافر بیچ میں لٹکا رہتا ہے یہانتک کہ توبہ کرے اور توبہ نہ کی تو دائمی جہنمی ہے ف قال الشیخ فی العرائس قولہ تعالیٰ منکم من یرید الدنیا ومنکم من یرید الآخرۃ معا جاننا چاہیے کہ یہ حال اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کا ذکر کیا ہے جو در واقع ازل میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک خیرامت و بزرگ مرتبہ تھے پس انکی لغزش اگر تھی تو راہ اللہ تعالیٰ کی جناب میں تھی بخلاف کافروں و مشرکوں کے کہ وہ اس راہ میں آنے ہی نہیں پائے ہیں انکی لغزش سراسر کج راہ شیطان و بادیہ ضلالت میں ہے پس گویا دونوں لغزشوں میں اس راہ سے بالکل تبائن و جدائی ہے اور آسمان و زمین کا فرق ہے جب یہ معلوم ہوا تو شیخ رحمہ اللہ نے بیان اشارات کو راہ مستقیم والوں کے حق میں ارادہ دنیا پر محمول کیا اور ہر ایک کے مرتبہ کے موافق اسکا ارادہ دنیا بیان کیا چنانچہ کہا کہ تم میں سے بعض وہ شخص ہے کہ قدیمی غناء سے متصف ہو گیا اور تمکین کے ساتھ اس سے نکلا اور نعمت میں تنکر منعم مع دیدار دیکھا جیسے سلیمان علیہ السلام اور بعض تم میں سے وہ ہے جو تنزیہ و تقدیس کی صفت میں آیا اور قدس قدم کی صفت سے طہارت قدیم سے متصف ہوا پس ایسے بندے خلقت فقر کے ساتھ برآمد ہوتے ہیں کہ توحید میں تجرید کرتے ہیں اور قدم کو حدوث سے بالکل الگ کرتے ہیں جیسے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم چنانچہ روایت ہے کہ الفقر فخری مترجم کہتا ہے کہ یہ لفظان کتابوں میں معروف بحدیث ہے اور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے بیان بالاتفاق موضوع ہے حدیث نہیں ہے شاید شیخ نے بالمعنے منسوب کیا واللہ اعلم اور ابو سعید خراز نے کہا کہ جب تک تم اپنے ساتھ و اپنے اوصاف کے ساتھ ہو تمہاری ہمت بھی حوادث و مخلوقات دارین ہونگی اور جب اللہ تعالیٰ نے تم کو اپنی ولایت میں لیا اور تمہاری صفات سے تمکو خالی کر دیا اور تمہارے وجود فنا کیے اور مخلوقات کی طرف سے نظر اور اسکی خواہش سے جدا کیا تو وصل بحق مع الحق ہوگی اور فرمایا کہ انکے اسرار پر طلوع تجلی سے انکے آثار مٹ جاتے ہیں اور عین واضح ہو کہ ابتداء جنگ احد میں اللہ تعالیٰ نے فتح و نصرت بجانب مومنین رکھی آخر جب درہ کوہ کے محافظین نے خلاف حکم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے غنیمت لوٹنے کا قصد کیا تو اللہ تعالیٰ نے وہ نصرت پھیر دی اور آخر ایک جماعت نے ہزیمت اٹھا کر پہاڑی کا راستہ لیا چنانچہ آئندہ آیات میں فرمایا بقولہ تعالیٰ

اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ

جب تم چڑھے جاتے تھے اور پیچھے نہ دیکھتے تھے کسی کو اور رسول پکارتا تھا تم کو پچھاڑی میں پھر تمکو تنگ کیا بدلا تمہارے تنگ کرنیکا

لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۝ ثُمَّ اَنْزَلَ

تاکہ غم نہ کھایا کرو جو ہاتھ سے جاوے اور جو سامنے آوے اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی پھر تم پر اتارا

عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَاۗىِٕفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَاۗىِٕفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

تنگی کے بعد امن کو اونگھ کہ گھیر رہی تھی تم میں اور بعضوں کو فکر پڑ رہی تھی اپنے

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ۭ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

جی کی خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں کے کہتے تھے بھلا کچھ بھی کام ہے

مِنْ شَيْءٍ ۭ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ۭ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ۭ يَقُوْلُوْنَ

ہمارے ہاتھ تو کہہ سب کام ہے اللہ ہی کے ہاتھ چھپاتے ہیں اپنے جی میں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے کہتے ہیں

لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ۭ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ لَبَرَزَ الَّذِيْنَ
اگر ہمارے ہاتھ کچھ بھی کام ہوتا تو ہم یہاں قتل نہ ہوتے تو کہہ اگر ہوتے تم اپنے گھروں میں البتہ باہر نکلتے وہ لوگ

كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ
جنپر لکھا گیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے جی میں ہے اور نکھارنا تھا

مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ
جو کچھ تمہارے دل میں ہے اور اللہ کو جی کی بات معلوم ہے جو لوگ تم میں ہٹ گئے جس دن

الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّھُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ
بھڑی دو فوجیں سو یہی تھا کہ انکو ڈگا دیا شیطان نے کچھ انکے گناہ کی شامت سے اور اللہ ابتدا انکو عفو کر چکا

عَنْھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ۝
اللہ بخشنے والا حلم والا ہے۔

نصف ع ۷

اذکروا۔ **اِذْ تُصْعِدُوْنَ** - تبعدون فی الارض ہارین - یاد کرو جبکہ دور ہوتے تھے **ف** یعنی زمین میں بھاگتے ہوئے -
پس کلمۂ اذ ظرف منصوب بفعل مقدر اے اذکروا ہے اور یہ آسان و بے تکلف ہے اور **زمخشری** نے کہا کہ صرفکم یا غناعنکم یا لیبتلیکم سے
متعلق ہے اور **عکبری** نے تبیان میں کہا کہ عصیتم یا تنازعتم یا فشلتم کے متعلق ہے پس قول عکبری بحسب المعنی جید ہے اور قول زمخشری
بحسب اللفظ اقرب ہے اور سب سے احسن قول مفسر ہے - پھر جانو کہ اصعد فی الارض یعنی منھ کے سامنے زمین طے کر گیا پس زمین ہموار و جنگل
وغیرہ کے طے کرنے میں بولا جاتا ہے اور صعد جبھی کہتے ہیں کہ کسی اونچے مقام پر چڑھے مثل پہاڑ یا سیڑھی وغیرہ کے ذکرہ ابو حاتم اللغوی اور
قتیبی نے کہا کہ اصعد میں دور جانا بھی ہوتا ہے - اسی واسطے مفسر نے تبعدون فی الارض کہا - پھر یہاں شبہ ہے کہ بھاگنے والے تو مدینہ پہنچے یا پہاڑ
پر چڑھے پس صعد چاہیے تھا تو جواب پایا گیا کہ بعضے تو سیدھے مدینہ پہنچے اور کچھ جو پہاڑی پر چڑھے وہ بعد طے کرنے زمین ادنی کے چڑھے پس اصعد
لائق ہے اور مفضل نے کہا اصعد و صعد معنے واحد ہے - پھر بھاگنا اسوقت ہوا کہ پشت لشکر کے درہ پر جو تیر انداز حضرت صلعم نے بٹھلائے تھے وہ نافرمانی
کر کے کافروں کا مال لوٹنے کو چلے گئے اور فقط اپنے سردار عبد اللہ بن جبیر و دس سے کم آدمیوں کو چھوڑ گئے اور پشت لشکر خالی پا کر خالد بن الولید
کے سواروں نے حملہ کیا اور مسلمان بے ترتیب غافل گھبرا کر لڑنے لگے اور آپس میں ایک دوسرے کو قتل کرنے لگے تا آنکہ حضرت حذیفہ رض کے والد کو قتل
کر ڈالا ہر چند حذیفہ آواز دیتے تھے کہ میرا باپ ہے کسی نے نہ سنا آخر حذیفہ رض نے معاف کر دیا مگر اسی گھبراہٹ و پریشانی میں اکثر انصار شہید ہوئے
تھے کہ ابن قمیۂ ملعون نے حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قصد کیا اور پتھر سے آپ کے رخسارہ کو زخم پہونچایا پس مصعب بن عمیر رض نے روکا اور ابن قمیہ نے انکو قتل
کیا اور سمجھا کہ میں نے آنحضرت صلعم کو قتل کیا مشرکین کو یہ مژدہ دیا اور پکارنے والے نے احد سے پکارا کہ محمد قتل ہوئے یہ سنتے ہی اصحاب رسول اللہ
صلعم بھاگے اور ایسے بدحواس ہوئے کہ حضرت صلعم ہر چند پکارتے رہے کچھ نہ سنا آنحضرت صلعم کے ساتھ صرف بارہ یا نو یا سات آدمی رہگئے اور
صحیح یہ کہ اول سات پھر نو پھر بارہ ہوئے اور یہ درحقیقت وہیں تھے بھاگے نہ تھے مگر جمع ہو گئے اور حضرت صلعم میدان سے نہیں ہٹے یہانتک
کہ کفار آپ کے گرد سے پریشان ہوئے اور آپ کے داہنے بائیں جبرئیل و میکائیل حفاظت پر تھے کما فی الصحیحین من حدیث سعد بن ابی وقاص -
اور طلحہ بن عبید اللہ نے اُسدن بڑی جانبازی کی کہ کچھ اوپر اسی زخم اٹھائے حتی کہ حضرت ابوبکر فرماتے تھے کہ یہ پورا دن طلحہ کا تھا - اور جو لوگ

بھاگے تھے ہین کو اللہ تعالے نے بیان فرمایا اذ تصعدون - ابن کثیر نے کہا ہر فی الجبل ہاربین من اعدائکم - یعنی یاد کرو جب تم لوگ چڑھے جاتے
تھے یعنی اپنے دشمنون سے بھاگ کر پہاڑی پر چڑھے جاتے تھے - وَلَا تَلْوٗنَ - تعرجون عَلٰٓی اَحَدٍ - اور نہین اقامت کرتے تھے تم کسی پر
بسبب خوف و دہشت کے - وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ - ای من ورائکم یقول الی عباد اللہ الی عباد اللہ یعنی رسول
پکارتا تھا تم کو تمھارے پیچھے سے ف کہتا تھا کہ میری طرف آؤ اللہ تعالی کے بندو میری طرف آؤ اللہ تعالی کے بندو - فَاَثَابَكُمْ - فجازاکم
غَمًّۢا - بالهمزة - بِغَمٍّ - بسبب غمکم الرسول بالمخالفة وقیل الباء بمعنی علی ای مضاعفا علی غم فوت الغنیمة - یعنی ثواب کا اطلاق یہان مجازا ہی
معنے یہ کہ "جزا دی تمکو غم بذریعہ ہزیمت کے بسبب تمھارے غم دینے کے رسول کو اسکے حکم کی مخالفت کرکے" یعنی تمنے رسول کو غم دیا اس کی
نافرمانی کر کے جسمین تم کو اسکے بدلے مین ہزیمت کا غم دیا - اور بعض نے کہا کہ غم کی بار سببیہ نہین بلکہ بمعنی علی ہی ای پہونچایا تمکو غم پر غم یعنی غنیمت جاتے
رہنے کے غم پر ہزیمت کا غم زیادہ کر دیا - اور بعض نے کہا کہ غم اول فتح جاتے رہنے کا تھا اور بعض نے کہا کہ اول قتل و جرح کا اور دوسرا خبر قتل
آنحضرت صلعم - اور اسی کی موید ہی جو انس بن النضرؓ نے کہا کہ تم کس غم مین پڑے ہو اگر حضرت قتل ہوے تو جی کر کیا کروگے ای اہ پر دہیر مسلمانون کی
ہزیمت اٹھانے کو اور منافقون کی باتین بنانے کو دیکھ کر سب کی طرف سے بیزاری کر کے تلوار کھینچی اور سعد بن معاذ سے کہا کہ کہان جاتا ہی مین تو
جنت کی خوشبو احد کے پیچھے سے پاتا ہون پس شرکون سے سخت لڑائی کر کے شہید ہوے کما فی الصحاح - لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا - متعلق بعفا
او باثابکم فلا زائدة - یعنی تم کو عفو کیا تا کہ تم غمگین نہ ہو - یہ قول رد کیا گیا کہ فصل بہت ہی اور نیز عفو کے واسطے یہ وجہ ظاہر نہین ہی لہذا مفسر
نے کہا کہ یا اثابکم کے متعلق ہی مگر اسوقت مین لا زائدہ ہوگا یعنے تم کو غم پر غم کی جزا دی تا کہ غمناک ہو جاؤ - عَلٰي مَا فَاتَكُمْ - من الغنیمة یعنی
چیز پر جو تم سے گم گئی - یعنے غنیمت پر - وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ - من القتل والہزیمة - اور جو تمکو پہونچی یعنے قتل و ہزیمت ہکذا قال ابن عباس
وعبد الرحمن بن عوف والحسن وقتادة السدی اور بعض نے کہا کہ لا زائدہ نہونے مین بھی یہ معنے ہو سکتے ہین کہ جزا دی تمکو غم پر غم تاکہ تم سہنے
کے عادی ہو اور کسی بات کے فوت ہونے و کسی مصیبت پہونچنے پر غمگین نہو جایا کرو جیسے خبر قتل حضرت صلعم سنتے ہی ایسے غمگین ہو گئے
کہ اللہ عز و جل کی فتح و نصرت و اسکے دین کی مدد و حمایت بھلا دی ایسا نہین چاہیے تھا - وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - تم جو کرتے ہو
اللہ تعالے اس سے خبردار ہی - ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً - امنا - نُّعَاسًا - بدل - یعنی امنة مفعول
اور نعاسًا اسکا بدل ہی ای امن وہی کہ جو نعاس ہی اور بعض نے کہا امنة حال مقدم اور مفعول نعاسا اور شیخ عکبری نے کہا کہ اصل یون
ہی نعاسًا ذا امنة اسواسطے کہ نعاس خود امن نہین ہی - يَّغْشٰى - بالیاء والتاء یعنی اکثرون کی قراءة بالیاء التحتیة ہی اور حمزہ وکسائی کے
نزدیک بتاء فوقیہ ہی بنا بر اینکہ ضمیر راجع بامنة ہی - طَآئِفَةً مِّنْكُمْ - المعنی پھر بعد غم کے اللہ تعالی نے تمپر امن اتاری وہ اونگھ تھی کہ
تم مین سے ایک گروہ پر چھائی ہوئی تھی - وہم المؤمنون فکانوا یمیلون تحت الحجف وتسقط السیوف منہم - یہ گروہ مومنین تھے پس
ڈھالون کے نیچے جھکتے اور انکی تلوارین گر گر پڑتی تھین - وَطَآئِفَةٌ - منکم - قَدْ اَهَمَّتْهُمْ اَنْفُسُهُمْ - ای حملتهم علی الہم
فلا رغبة لهم الا نجاتها دون النبی صلی اللہ علیه وسلم واصحابه فلم ینا موا وہم المنافقون - یعنی اور تم مین سے گروہ دیگر تھا کہ انکی جانون نے انکو
غم کھانے پر ڈال دیا پس انکو کوئی رغبت نہ تھی سواے جانون کی نجات کے پس وہ نہ سوئے اور یہ منافقین تھے جو اپنی جانون کے غم مین
تھے سواے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے و آپ کے اصحاب کے مترجم کہتا ہی کہ ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ لڑائی مین اونگھ اللہ تعالی
کی طرف سے امن ہی اور نماز مین اونگھ آنا شیطان کی طرف سے ہی رواہ ابن ابی حاتم اور حضرت ابو طلحہؓ سے روایت ہی کہ مین تھے بروز احد

اپنا سر اٹھایا اور دیکھنا شروع کیا اور ان میں سے کوئی نہ تھا مگر آنکہ نعاس کی وجہ سے اپنی ڈھال کے نیچے جھکا پڑتا تھا (رواہ الترمذی وغیرہ) اور
بخاری کی روایت میں ہے کہ ابو طلحہ نے فرمایا میں بھی ان لوگوں میں تھا جنکو نعاس نے گھیر لیا تھا پس میرے ہاتھ سے تلوار گر پڑتی اور میں اٹھا لیتا
پھر گرتی پھر اٹھاتا کئی بار گر پڑی - ابن کثیرؒ نے کہا کہ یہ اہل ایمان و ثبات و توکل و یقین کے لوگ تھے یعنی صحابہ رسول اللہ صلعم اور جنکو شک
و ریب تھا یعنے منافق تو انکو اپنی جان کی پڑی تھی انکو یقین نہ تھا کہ ضرور اللہ تعالیٰ اپنے رسول صلعم کو فتح عطا کریگا بلکہ ایسے بدگمان تھے
کہ اسلام کا فیصلہ ہو گیا چنانچہ دوسری آیۃ میں کہا - بل ظننتم ان لن ینقلب الرسول والمؤمنون الی اہلیہم ابدا - بلکہ یہ گمان کیا کہ رسول و مومنین
اپنے لوگوں کی طرف اب کبھی پھر کر نہ جاوینگے - یہاں فرمایا - يَظُنُّونَ بِاللّٰهِ - ظنا - غَيْرَ - ظن - الْحَقِّ ظَنَّ - ای کظن - الْجَاهِلِيَّةِ
حیث ظنوا ان النبی قتیل ولا ینصر - گمان کرتے اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا گمان کرنا جو خلاف گمان حق کے ہے مانند گمان جاہلیت کے ف
کیونکہ ان منافقوں نے گمان کیا کہ نبی صلعم مقتول رکھے ہیں یا انکو مدد نہ ہوگی اور ابن ابی حاتم نے روایت کی کہ حضرت زبیر بن العوام نے فرمایا
کہ میں نے اپنے آپکو رسول اللہ صلعم کے ساتھ دیکھا جب کہ ہم پر خوف شدید ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ہم پر اونگھ بھیجدی سو کوئی ہم میں سے
نہ تھا مگر آنکہ اس کا سر اس کے سینہ میں لگا تھا - اور کہا کہ واللہ میں معتب بن قشیر منافق کا قول سنتا تھا گویا خواب دیکھتا ہوں کہ وہ کہتا تھا
لو کان لنا من الامر شیء ما قتلنا ہہنا - پس میں نے اسکا یہ قول یاد رکھا پس اسی معتب کے قول میں اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا
يَقُولُونَ هَلْ - ا - لَنَا مِنَ الْأَمْرِ - ای النصر الذی وعدناه مِنْ - زائدة شَيْءٍ - یہ منافقین کہتے ہیں کہ نہیں ہمارے
لیے اس مدد سے جسکا ہم وعدہ دیے گئے تھے کچھ بھی - قُلْ - لہم - إِنَّ الْأَمْرَ كُلَّهُ - بالنصب توکیدا والرفع مبتدأ خبره -
لِلّٰهِ - ای القضاء لہ یفعل ما یشاء - کہدے ان منافقوں سے کام سب کا سب - حاصل ہے واسطے اللہ تعالیٰ کے یعنی حکم قضا
سب اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو وہ چاہتا ہے کرتا ہے - پس کلہ بنصب اکثر کی قراءۃ ہے تو الامر کی تاکید ہوگا اور ابو عمرو کی قراءۃ میں کلہ کو
رفع ہے پس یہ مبتدا اور - لِلّٰهِ - خبر - جملہ اسمیہ ہو کر خبر ان ہے - يُخْفُونَ فِي أَنْفُسِهِمْ مَا لَا يُبْدُونَ - یظہرون - لَكَ - اپنے
دلوں میں وہ چیز چھپاتے ہیں جو تجھے نہیں ظاہر کرتے یعنی بخوف تلوار کے اللہ تعالیٰ نے اسکو ظاہر کر دیا کہ يَقُولُونَ لَوْ كَانَ لَنَا
مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ مَا قُتِلْنَا هَاهُنَا - ای لو کان الاختیار الینا لم نخرج فلم نقتل لکن اخرجنا کرہا - منافقین کہتے ہیں کہ اگر
اختیار ہمارا ہوتا تو ہم مدینہ سے باہر نہ نکلتے پس قتل نہ ہوتے ولیکن ہم تو زبردستی نکال لائے گئے - قُلْ - لہم - کہدے انکو کہ - لَوْ كُنْتُمْ
فِي بُيُوتِكُمْ - اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے - و فیکم من کتب علیہ القتل - اور تم میں ایسا شخص بھی ہوتا جس پر قتل ہونا لکھا گیا ہے - لَبَرَزَ -
خرج - الَّذِينَ كُتِبَ - قضی - عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ - منکم - إِلَى مَضَاجِعِهِمْ - مصارعہم فیقتلوا ولم ینجہم قعودہم
لان قضاء اللہ کائن لا محالۃ - تو البتہ باہر نکلتے ایسے لوگ کہ قضاء الٰہی میں لکھا گیا اپر قتل ہونا طرف اپنے مقتول ہونے کی جگہوں کے
ف پس قتل ہوتے اور انکا بیٹھ رہنا انکو قتل سے نجات نہ دیتا اسواسطے کہ قضائے الٰہی تو لا محالہ ہونے والی ہوتی ہے - حاصل آنکہ تم میں سے جنپر حکم
ازلی ہو چکا ہے کہ فلان جگہ قتل ہونگے اگر تم انکو لیکر گھر میں بیٹھ رہتے اور جہاد سے نافرمانی کرتے تو بھی وہ لوگ نکلکر وہیں پہنچتے جہاں انکے
قتل کی جگہ لکھی گئی ہے کیونکہ قضاء الٰہی خواہ مخواہ واقع ہوتی ہے ف فقہ آیہ میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر بندہ کی موت کا ذریعہ و
سبب ظاہری ٹھکانا سب مقدر کیا ہے اور قضاء و قدر پر ایمان واجب ہے اور جو واقع ہوتا ہے وہ تقدیر ہے تدبیر جو کچھ جس نہیں پھر اے تدبیر کو
جو درست کہتے ہیں تو یہی جو قضاء و قدر کے موافق ہو اور خطا وہی ہے جو خلاف مقدر ہو یہ تو اصل ہے اور مجازاً جو تدبیر اپنی مراد کے موافق پڑے

اسکو لوگ بہت کہتے ہیں حالانکہ تقدیر اتفاق سے ہی طرح جاری تھی علی ہذا القیاس اور جنے بالکل تدبیر چھوڑی یہ بھی تقدیر ہے پس واقع
ہوگا مگر وہی جو تقدیر ہے اور تقدیر پر ایمان نہ لانا کفر ہے افسوس کہ اس زمانہ میں بہت نادان اسمیں گمراہ ہیں اور جب کہا جاتا ہے کہ تدبیر سے یہ کام
کیوں نہو گئے تو کہتے ہیں کہ فلاں فلاں اسباب میسر نہوئے یا تدبیر میں خطا ہوئی حالانکہ یہ بعینہ تقدیر ہے مگر نہیں سمجھتے ہیں اور کیونکر اپنی عقل
پر بھروسا کرکے کہے جاتے ہیں کہ عقل قطعاً راہ صواب پر لیجاتی ہے جو بات عقل میں نہ آوے وہ غلط ہے حالانکہ خود ہی اقرار کیے جاتے
ہیں کہ فلاں تدبیر میں عقل نے خطا کی اور فلاں امر میں عقل چوک گئی پھر اس آیہ میں معجزہ خبر غیب ہے کہ جس چیز کو پوشیدہ آپس میں
کہتے تھے اسکو اللہ تعالےٰ نے کھول دیا ۔ وَ ۔ فعل محل باحد ۔ لِيَبْتَلِيَ ۔ یختبر ۔ اللّٰهُ مَا فِي صُدُورِكُمْ ۔ قلوبکم ۔ اور یہ
کیا جو کیا اس جنگ احد میں تاکہ امتحان کرے اللہ تعالی جو تمھارے سینوں میں یعنے دلوں میں ہے ف مفسر نے لیبتلی کے لام کو بتلایا کہ یہ
علت فعل مقدر کی ہے یعنی جو کچھ احد میں اللہ تعالے نے جاری کیا وہ اسواسطے کیا کہ امتحان کرے جو تمھارے سینوں میں ہے یعنی اخلاص
یا نفاق ۔ اور یہ کلام خوب مربوط ہے کہ پہلے ذکر کردیا کہ ان میں نفاق والے ایسے ویسے بھی تھے پھر فرمایا کہ ہم نے اسی واسطے احد میں یہ
مصیبت ویدی تاکہ مومن و منافق کھل جاویں حالانکہ اللہ تعالی کو معلوم تھا اور یہ عجیب قدرت تھی کہ اونگھ انھیں کو آئی جو مخلص تھے
اور منافقوں کو بالکل نہ آئی وہ ویسے ہی خوف زدہ رہے ۔ وَلِيُمَحِّصَ ۔ یمیز ۔ مَا فِي قُلُوبِكُمْ ۔ اور تاکہ خالص و تمیز کردے
جو تمھارے دلوں میں ہے ۔ اور یہ امتحان کرنا اور تمیز کرنا عام اظہار کے واسطے تھا خود اللہ تعالی کو سب معلوم ہے چنانچہ فرمایا ۔ وَاللّٰهُ
عَلِيمٌ بِذَاتِ الصُّدُورِ ۔ بما فی القلوب لایخفی علیہ شیٔ وانما یبتلی لیظہر للناس ۔ حال یہ کہ اللہ تعالی دانا ہے ذات الصدور
کے ساتھ ف یعنی اس چیز کے ساتھ جو دلوں میں ہے اسپر کچھ پوشیدہ نہیں اور یہ امتحان کرنا اسواسطے تھا تاکہ لوگوں پر ظاہر
ہوجاوے ۔ یا اسواسطے کہ عیب دار اور بے عیب الگ ہوجاویں جیسے صاف پانی میں اگر خراب اجزا ملے ہوئے ہیں تو دانشمند نے
اسمیں حکمت کو دخل دیا تو اسیواسطے کہ صاف شفاف پانی ایک شیشے میں آگیا اور میل کچیل دوسرے شیشے میں رہ گیا جیسے گلاب کو آگ سے
جوش دیا پس ست تو الگ نکل آیا اور پھوک الگ ہوگیا ۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنی رحمت خاص سے ان اہل ایمان کو سرفراز کیا جن سے لغزش
صادر ہوئی تھی پس فرمایا ۔ إِنَّ الَّذِينَ تَوَلَّوْا ۔ عن القتال ۔ مِنْكُمْ ۔ تم میں سے جن لوگوں نے پیٹھ پھیری ۔ یعنی لڑائی سے
يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعَانِ ۔ جس دن کہ بھڑیں دو جماعتیں ۔ جمع المسلمین وجمع الکفرین باحد وہم المسلمون الا اثنی عشر رجلا
ایک جماعت مسلمانوں کی اور دوسری جماعت کافروں کی مقام احد میں اور پیٹھ دینے والے سب مسلمان تھے سوائے بارہ آدمیوں کے
إِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطَانُ ۔ ای ازلہم الشیطان ۔ بوسوستہ ۔ سوائے اسکے نہیں کہ ڈگا دیا انکو شیطان نے ای ازلال
کیا انکو شیطان نے اپنے وسوسہ سے ۔ بِبَعْضِ مَا كَسَبُوا ۔ من الذنب وہو مخالفۃ امر النبی صلعم ۔ بسبب بعض اس چیز کے کہ کمائی
تھی انھوں نے یعنی بعضے گناہوں کے سبب سے اور وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت تھی مترجم کہتا ہے کہ استزل بمعنے ازل
لیا یعنی استفعال بمعنے طلب نہیں بلکہ تعدیہ کے واسطے ہے اور بعض نے طلب کے معنے لیکر یوں تفسیر کی کہ بلایا انکو بھاگنے کی طرف اور
اسپر آمادہ کیا ۔ اور یہ ازلال یا استزلال جو شیطان کا تھا اسکے وسوسہ کے ساتھ تھا ۔ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۔ اور البتہ
عفو کیا اللہ تعالی نے انکا یہ گناہ یعنے میٹ دیا ۔ إِنَّ اللّٰهَ غَفُورٌ ۔ للمومنین ۔ اللہ تعالی غفور ہے یعنی مومنوں کے واسطے
نہ کافروں کے واسطے ۔ حَلِيمٌ ۔ حلم والا ہے ۔ یعنی گناہگاروں کو جلدی نہیں پکڑ لیتا ہے بلکہ توبہ تک مہلت دیتا ہے اور عصاۃ جمع عاصی

مانند وعاۃ وولاۃ جمع داعی ووالی کے ف مفسر رحمہ اللہ نے ثابت قدم رہنے والے بارہ آدمی لکھے اور یہی مشہور ہو اور سراج مین
تیرہ ۱۳ آدمی بیان کیے جنمین سے چھ آدمی مہاجرین سے باین نام لکھے کہ ابوبکر و عمر و علی و طلحہ و عبد الرحمن بن عوف و سعد بن ابی وقاص تھے اور
بعض اہل سیر نے تیتس ۳۳ آدمی بیان کیے اور بعض نے کم و بیش تعداد بیان کی بالجملہ روایات مختلف ہین ظاہر احادیث مین حصر مقصود نہین ہو چنانچہ
شعبی کے طریق سے حضرت ابن مسعود رض کی روایت مین ہو کہ نبی صلعم تنہا رہ گئے تو ۹ آدمیون کے ساتھ سات انصار کے اور دو مہاجرین کے تھے رواہ
احمد اور دوسری روایت احمد بن براء بن عازب رض سے ہو کہ نہ باقی رہے رسول صلعم کے ساتھ مگر بارہ مرد و رواہ البخاری ایضاً اور بیہقی کی حدیث
جابر رض مین گیارہ مرد انصاری اور بارھوین طلحہ بن عبید اللہ مذکور ہین حالانکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ بالاتفاق نہین بھاگے اور ایسے ہی حضرت ابوبکر رض
اور حدیث بخاری مین ثابت ہو کہ حضرت صلعم نے سعد بن ابی وقاص رض کے آگے ترکش کھول دیا اور فرمایا کہ تیر مار تجھ پر میرے مان باپ فدا ہون - اور ثابت ہی
کہ ابوعبیدہ بن الجراح رض نے خود کی کڑیان حضرت صلعم کے رخسارہ مبارک سے اپنے دانتون سے کھینچین کہ دونون دانت انکے ٹوٹ گئے اور حضرت ابوبکر رض
کو قسم دلائی کہ تم اسمین شریک نہو - اور مصعب بن عمیر رض حضرت کے آڑے آگئے جبکہ ابن قمیہ ملعون نے حضرت صلعم کو پتھر سے زخمی کیا پس ظاہر ہو
کہ فرار کے وقت آپ کے پاس نو آدمی موجود تھے پھر حضرت صلعم کو کافرون نے گھیرا اور باقی چند صحابہ جو حیران و متحیر تھے حضرت صلعم کی پکار کو
سنکر آپ کے پاس جمع ہوگئے اسواسطے کہ نو آدمیون والی روایت مین ہو کہ آنحضرت صلعم کے پہاڑی تک جاتے جاتے وہ سب شہید ہوگئے حالانکہ
قریب پہاڑی کے جب آپ چڑھنے کو تھے کہ ابی بن خلف ملعون گھوڑا دوڑاتا ہوا آیا اور کہا کہ مین نہ بچا اگر محمد بچ گئے اور مکہ مین قسم کھایا کرتا تھا
کہ اس گھوڑے پر حضرت صلعم کو قتل کرونگا آپ نے فرمایا تھا کہ نہین بلکہ مین انشاء اللہ تعالی اسکو قتل کرونگا پس اسوقت اسنے حملہ کیا اور بالکل
زرہ مین ڈوبا تھا صرف گردن کے وہان ذرا سی جگہ خالی تھی پس حضرت صلعم نے فرمایا کہ آنے دو پس جب قریب آیا تو حضرت صلعم نے حارث بن صمہ رض
سے ایک حربہ مانگ لیا اور بڑھکر اسکی گردن مین ایک ضرب لگائی جس سے وہ کئی بار لڑھک کر زمین مین گر پڑا پھر آپ نے چھوڑ دیا اور اسکی قوم والے اسکو
اٹھالے گئے وہ بیل کی طرح چلاتا تھا - اسکی قوم نے کہا کہ تجھ کو کوئی خوف نہین یہ تو چھل سا گیا ہو وہ کہتا تھا کہ ہاے اگر یہ زخم تمام ربیعہ و مضر دونون
گروہ پر ہوتا تو مر جانے مین نہ بچتے تم کو معلوم نہین کہ وہ کہا کرتے تھے کہ ابی بن خلف کو مین قتل کرونگا - آخر وہ مردود بطن رابغ مین پہونچکر مر گیا
اور واقدی نے محمد بن اسحق کے واسطے سے روایت کی اور لکھا کہ ابن عمر فرمایا کرتے کہ مین رات گئے بطن رابغ مین جا رہا تھا کہ ناگاہ مین نے
آگ دیکھی کہ مجھے ہیبت معلوم ہوئی اسمین سے ایک شخص آگ کی زنجیرون مین بندھا ہوا نظر پڑا کہ پیاس پیاس پکارتا ہو اسکے ساتھ ایک شخص ہو وہ
فرماتا ہو کہ اسکو پانی نہ پلانا یہ رسول اللہ صلعم کا قتل کیا ہوا ابی بن خلف ہو اور شیخ ابن کثیر نے بعد اسکے ذکر کے لکھا کہ صحیحین مین ابوہریرہ رض
سے روایت ہو کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی کا غضب شدید اسپر جنہنے اسکے رسول کا چہرہ زخمی کیا اور سخت غضب اللہ تعالے کا اسپر
جسکو رسول خدا نے جہاد مین اپنے ہاتھ سے قتل کیا - وقد رواہ البخاری عن ابن عباس ایضاً پھر زخمی کرنے والون پر سال نہ گزرا کہ وہ کافر ہلاک
ہوے ایک ابن قمیہ اور دوسرا عتبہ بن ابی وقاص ملعون تھے - بالجملہ محمد بن اسحاق نے جو مرسلا روایت کی کہ انس بن مالک کے چچا انس بن النضر چلتے
چلتے پہونچے عمر بن الخطاب و طلحہ بن عبید اللہ کے پاس جو مہاجرین و انصار کے چند لوگون کے ساتھ غمناک تھے پوچھا کہ تم کیا غمناک ہو بولے کہ
رسول اللہ صلعم قتل ہوے کہا کہ پھر آپ کے بعد زندہ رہ کر کیا کروگے مشرکون سے لڑکر شہید ہو یہ کہکر تلوار کھینچی اور مشرکون کی طرف چلے راہ مین
سعد بن معاذ سے کہا کہ اے سعد کہان جاتے ہو - مین تو احد کے پیچھے سے جنت کی خوشبو پاتا ہون یہ کہکر روانہ ہوے اور لڑکر شہید ہوگئے
رضی اللہ عنہ - یہ دلیل ہو کہ عمر بن الخطاب حضرت صلعم کے پاس نہ تھے مگر بھاگے نہ تھے کہ حضرت صلعم کی آواز پر جمع ہوگئے اور خود حال ابوبکر رض کا

ہوا کہ یکایک جو کفار نے پیچھے سے آکر ہجوم کیا اور خلط ملط ہو گئے تو مسلمانوں میں ایک دوسرے کو خبر نہ ہوئی متفرق ہو گئے چنانچہ ابو داؤد طیالسی کی روایت میں صاف ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے کہا کہ سب سے پہلے میں نے ہی حضرت صلعم کی آواز پر آپ کی طرف رجوع کیا اور خود یہی حال حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا تھا اور یہی سعد بن معاذ کا حالانکہ احد کی پہاڑی پر پہونچنے کے وقت مذکور ہے کہ آنحضرت صلعم دونوں سعد کے بیچ میں ظاہر ہوئے یعنی سعد بن ابی وقاص اور سعد بن معاذ کے بیچ میں تھے کما فی حدیث ابن عباس الذی رواہ احمد والحاکم وابن ابی حاتم والبیہقی مترجم کہتا ہے کہ غرض میری اس طول کلام سے علاوہ فوائد کے یہ ہے کہ ظاہر لفظ بارہ۱۲ آدمی پر محمول کر کے یہ دھوکا نہ کھاویں کہ عشرہ مبشرہ وغیرہ صحابہ بھاگ گئے تھے جیسا کہ اکثر اس تحقیق سے بے خبر ہو کر متحیر و متردد ہوتے ہیں فافہم۔ ہاں حضرت عثمانؓ البتہ بھاگنے والوں میں تھے اور عبدالرحمن بن عوف نے تعریض کے طور پر کہلا بھیجا تھا کہ میں روز احد میں بھاگا نہ تھا جسکے جواب میں حضرت عثمان نے کہلا بھیجا کہ اس سے مجھے کیوں عار دلاتے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اسکو معاف فرمایا اور رہی یہ بات کہ میں نے عمر رضی اللہ عنہ کا طریقہ چھوڑ دیا تو حال یہ ہے کہ میں اس طریقہ کو بجالانے کی طاقت نہیں رکھتا ہوں اور تمسے بھی ادا نہیں ہو سکتا ہے کما فی روایۃ احمد۔ اور بخاریؒ نے روایت کی کہ ایک شخص حج کرنے آیا اور ایک قوم کو بیٹھا دیکھکر کہا کہ یہ کون لوگ ہیں لوگوں نے کہا کہ قریش ہیں بولا کہ شیخ کون ہے بولے کہ ابن عمرؓ پھر آیا اور کہا کہ میں آپ سے ایک سوال کرنے والا ہوں آپ مجھسے بیان کیجیے حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ پوچھ اسنے کہا کہ میں آپ کو اسی خانہ کعبہ کی قسم دیتا ہوں کہ آپ جانتے ہیں کہ عثمان بن عفان احد کے روز بھاگے۔ ابن عمرؓ نے فرمایا ہاں۔ بولا آپ جانتے ہیں کہ بدر میں شریک نہ تھے فرمایا ہاں۔ بولا کہ بیعۃ الرضوان میں شریک نہ تھے فرمایا ہاں یہ سنکر اس شخص نے تکبیر کہی۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ او شخص یہاں آ کہ میں تجھے خبر دوں اور جو تو نے پوچھا اسکو بیان کروں عثمان کا بروز احد بھاگنا۔ سو میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ عز و جل نے اسکو معاف کر دیا۔ اور رہا بدر سے غائب ہوتا تو اسوجہ سے کہ انکے تحت میں حضرت صلعم کی دختر تھیں جو مریضہ تھیں انکی تیمارداری کے لیے چھوڑا اور فرمایا کہ تیرے لیے ثواب ایسے شخص کا جو بدر میں حاضر ہوا اور عثمان کے حصہ لگایا اور رہا بیعۃ الرضوان میں موجود نہ ہونا تو اسوجہ سے تھا کہ اگر مکہ میں کوئی شخص حضرت عثمان سے زیادہ عزیز ہوتا تو بجائے عثمان کے وہ بھیجا جاتا پس خود اللہ تعالیٰ و اسکے رسول کے کام کو بھیجے گئے تھے اور بیعۃ الرضوان انکے جانے کے بعد واقع ہوئی پس رسول اللہ صلعم نے اپنے بائیں ہاتھ کو فرمایا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے اور اپنے داہنے ہاتھ میں مارا یعنی یہ بیعت عثمان ہے پھر ابن عمرؓ نے فرمایا کہ اب ان جوابوں کو اپنے ساتھ لیجا و قد رواہ البخاری وغیرہ وبالجملہ اسمیں کوئی شک نہیں کہ اللہ عز و جل نے ان سب لوگوں کو جو فرار کر گئے تھے معاف کر دیا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ وجہ معاف ہونے کی ظاہر ہے کہ مسلمانوں کی تعداد و سامان بہت کم تھا اور کافر تعداد میں بہت اور با سامان تھے واللہ اعلم اور سراج میں کہا کہ عفو کے قرینہ سے انکا توبہ کرنا مقدر ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ كَفَرُوا وَقَالُوا لِإِخْوَانِهِمْ إِذَا ضَرَبُوا فِي الْأَرْضِ

اے ایمان والو تم مت ہو انکی طرح جو کافر ہوئے اور کہا اپنے بھائیوں کو جب سفر کو نکلے ملک میں

أَوْ كَانُوا غُزًّى لَّوْ كَانُوا عِندَنَا مَا مَاتُوا وَمَا قُتِلُوا لِيَجْعَلَ اللَّهُ ذَٰلِكَ حَسْرَةً فِي قُلُوبِهِمْ

یا ہوئے جہاد میں کہ اگر ہوتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے تاکہ کر دے اللہ تعالیٰ یہ بات حسرت انکے دلوں میں

وَاللَّهُ يُحْيِي وَيُمِيتُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ بَصِيرٌ ۝ وَلَئِن قُتِلْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ

اور اللہ ہی جلاتا اور مارتا ہے اور اللہ تعالیٰ تمہارے کام خوب دیکھتا ہے اور اگر تم مارے گئے اللہ تعالیٰ کی راہ میں یا مر گئے تو بخشش

۱۲ سے ... اور اس ... [illegible]

مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ ۝ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِ۟لَى اللّٰهِ تُحْشَرُونَ ۝
اللہ کی اور رحمت بہتر ہے اس سے جو وہ جمع کرتے ہیں اور اگر تم مرے یا مارے گئے البتہ اللہ ہی پاس اکٹھے ہو گے

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا - ای المنافقین - اے ایمان والو تم کافرون کے مانند نہو جیو ف یعنی منافقین کے مانند نہو جیو - جو دنیا کا مال جمع کرنے پر حریص تھے اور جنگ احد مین جب مومنون کو شکست ہوگئی تو کہنے لگے کہ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے - اور انکو کفر سے تعبیر کرنے مین اشارہ ہے کہ اگلا قول انکا کفر ہے کیونکہ وہ تقدیر کا انکار ہے پس منافقون مین عیب ہے کہ اول انھون نے کفر کیا اور دوم - وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ - ای فی شانہم یعنی اپنے بھائیون کی شان مین کہا - حاصل یہ کہ یہ قول انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین بعد وقوع موت یا قتل کے کہا - اور بھائیون سے یا تو اعتقاد و نفاق کی موافقت والے مراد ہین جیسے بعض منافق حضرت صلعم کے ساتھ جنگ احد مین تھے یا نسب کے بھائی مراد ہین اور جائز ہے کہ ہر آدمی ہو کیونکہ آدمی آپس مین بھائی ہین اور اول ظاہر ہے - اِذَا ضَرَبُوْا - سافروا جب انکے بھائیون نے سفر کیا - فِي الْاَرْضِ - فماتوا - ملک مین پھر سفر مین مر گئے - اَوْ كَانُوْا غُزًّى - جمع غازٍ فقتلوا - یا انکے بھائی جہاد کرنے نکلے تھے پھر مارے گئے کہ - لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا - اگر یہ لوگ ہمارے پاس ہوتے تو نہ مرتے اور نہ قتل ہوتے ف یہ اُن کافرون و منافقون کا قول ہے جو انھون نے اپنے بھائیون کی شان مین کہا پس مومنون کو ان منافقون کے مانند ہونے سے جو منع کیا تو اسکے معنے یہ جو مفسرین نے کہے - ای لا تقولوا کقولہم - یعنی تم انکے قول کی طرح مت کہو اور مراد یہ کہ ایسا اعتقاد مت کیجو جیسے منافقون کا حال ہے کہ اول انھون نے تقدیر سے کفر کیا پھر حماقت مین اپنے اوپر لاعلاج غم لیا کہ ہمارے بھائی اگر سفر مین نہ جاتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے لیکن اللہ تعالی نے ان دنیاوی ذلیلون کو اسی حماقت مین چھوڑا - لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ - القول فی عاقبۃ امرہم تاکرے اللہ تعالی یہ قول انکے انجام کار کے حق مین - حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ - حسرت انکے دلون مین ف پس تمام عمر اسی حسرت کے خیال مین رہے اور عاقبت مین عذاب نے گھیر لیا پس لیجعل کا لام صیرورۃ کا اور جعل بمعنے تصییر ہے اور حاصل یہ کہ عاقبت مین یہ قول انپر حسرت و وبال ہو جائیگا - اور بعض مفسرین نے کہا کہ در صورت ایسے اعتقاد کے موت یا قتل واقع ہونا انپر سخت حسرت ہے بخلاف مومنین کے جو موت و قتل کو بتقدیر الٰہی سمجھتے ہین تو وہ حسرت مین نہین پڑتے کیونکہ انکا یہ اعتقاد نہین ہے کہ اگر سفر مین تجارت وغیرہ کو نہ گئے ہوتے یا جہاد مین نجاتے تو نہ مرتے اور بعض نے کہا کہ تم کو اس سے منع کیا تاکہ یہ قول فقط انھین کافرون پر حسرت ہو انکے اعتقاد کی وجہ سے - پھر برہان کے طور پر سمجھایا کہ - وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ - اور اللہ تعالی ہی زندگی و موت دیتا ہے ف فلا یمنع عن الموت قعود - پس سفر سے یا جہاد سے بیٹھ رہنا موت کو نہین روکتا ہے - مدارک مین کہا کہ یہ رد ہے انکے قول کا کہ جہاد سے زندگی قطع ہو جاتی ہے اور حاصل یہ ہے کہ یہ امر تو اللہ تعالی کے اختیار مین ہے دیکھو کہ اللہ تعالی اکثر مسافرون و مقاتلون کو ثواب و غنیمت کے ساتھ زندہ رکھتا ہے اور بہتیرے گھر بیٹھنے والون کو موت دیتا ہے - وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالتاء اکثرون کی قراءۃ ہے پس خطاب مومنون کو ہے اور بالیاء التحتیہ ابن کثیر و حمزہ و کسائی کی قراءۃ ہے بنابر بنکہ وعید کافرون کو ہے - بَصِيْرٌ - فیجازیکم - اور اللہ تعالی جو کچھ (تم کرتے ہو) یا (کافر منافق کرتے ہین) خوب دیکھتا ہے ف تم کو اسپر جزا دیگا یا انکو اسپر سزا دیگا - وَلَئِنْ - لام قسم - یعنی لام قسم ہے اور ان حرف شرط - قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ - ای الجہاد - یعنی جہاد مین - اَوْ مُتُّمْ - بضم المیم و کسرہا من مات یموت و یمات ای اتاکم الموت فیہ - یعنی اکثرون کی قراءۃ تو متم بضم میم ہے از مات یموت اور نافع و حمزہ و کسائی کی قراءۃ متم بکسر میم از مات یمات مانند خاف یخاف ہے پس جیسے خفت ویسے مت اور معنے متم کے ہر دو وجہ ایک ہین یعنے راہ خدا مین تم کو موت آئی حاصل یہ کہ اگر تم راہ خدا مین قتل ہوے یا مرے تو - لَمَغْفِرَةٌ - کائنۃ - مِّنَ اللّٰهِ - لذنوبکم - وَرَحْمَةٌ - منہ لکم علی ذلک

خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ - من لا نیا یا لتا روالیا - البتہ وہ مغفرت جو حاصل ہو اللہ تعالی کیطرف سے تمھارے گناہون کے لیے اور وہ رحمت جو حاصل ہو اللہ تعالی کی طرف سے تمھارے لیے اس موت فی سبیل اللہ پر یہ بہتر ہو اس چیز سے جو تم جمع کرتے ہو یعنی مال دنیاوی سے (درصورت تکبیر تجمعون بالتاء ہو جیسا کہ اکثر کی قراءۃ ہو یا جمع کرتے ہین کفار در صورت تیکہ قراءۃ بیاء تحتانیہ ہو جیسا کہ حفص نے پڑھا ہے) بالجملہ المغفرۃ من اللہ و رحمۃ مبتدا ہو اور خیر مما تجمعون اسکی خبر ہو اور یہ جملہ جواب قسم ہو اور المغفرۃ موضع فعل مین ہو پھر جواب شرط محذوف ہو کیونکہ جواب قسم ہو اس کے قائم مقام کافی ہو - لمغفرۃ ورحمۃ کی تنوین اولی یہ ہو کہ تقلیل کی ہو کہ قلیل مغفرت ورحمت بھی اس تمام سے کہین بہتر ہو جو وہ جمع کرتے ہین اگر کہا جاوے کہ جو وہ جمع کرتے ہین تو بالکل ہی بہتر نہین ہو جواب یہ کہ انکے زعم کے موافق اسکو بہتر فرض کر لیا اور نیز مال جو صرف آخرت کے واسطے ہو بہتر ہوتا ہو جیسا کہ حدیث صحیح مین ہو کہ نعم المال الصالح للرجل الصالح - یعنی مال نیک مرد نیک کے واسطے بہتر ہوتا ہو ذکرہ فی السراج پھر ارشاد فرمایا کہ سچ لو کہ تم جاؤ کسی طرح مرو خواہ مخواہ مرو کے اور جب مروگے تو ضرور اللہ تعالی کی طرف پھر جاؤ گے پس اچھا منھ لیکر جانا بہتر ہو - وَلَئِنْ - لام قسم - مُّتُّمْ بالوجہین - یعنی لضم اول یا بکسر اول دو وجہ سے قراءۃ ہو - أَوْ قُتِلْتُمْ - فی الجہاد وغیرہ - یا قتل ہو جہاد مین یا کسی اور طرح مرو - لَإِلَى اللَّهِ لا الی غیرہ - تُحْشَرُونَ - فی الآخرۃ فیجازیکم یعنی اگر تم مرو یا قتل ہو آخر اللہ تعالی ہی کی طرف حشر کیے جاؤ گے نہ کسی اور کی طرف

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ ۖ وَلَوْ كُنتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ ۖ

سو کچھ اللہ کی مہر ہے کہ تو نرم دل ملا انکو اور اگر تو سخت کہنے والا سخت دل ہوتا تو منتشر ہو جاتے تیرے گرد سے

فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ ۖ فَإِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ

سو تو انکو معاف کر اور انکے واسطے بخشش مانگ اور انسے مشورت لے کام مین پھر جب ٹھہرا چکا تو بھروسا کر

عَلَى اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِينَ ۝

اللہ پر اللہ دوست رکھتا ہے متوکلون کو

فَبِمَا رَحْمَةٍ - ما زائدہ - یعنی ما زائدہ ہو جیسا کہ قتادہؒ نے کہا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ - ای فبرحمۃ من اللہ اور ما صلہ ہو عرب اسکو بطور صلہ کے لایا کرتے اور معرفہ سے ملاتے ہین جیسے قولہ فبما نقضہم میثاقہم - اور نکرہ سے ملاتے ہین جیسے قولہ عما قلیل مِّنَ اللَّهِ لِنتَ - یا محمد لَهُمْ - ای سہلت اخلاقک لہم اذا خالفوک - یعنی پس اللہ تعالی ہی کی جانب سے رحمت ہو کہ تو نرم ہوا اے محمد انکے واسطے یعنی نرم کیا تو نے اپنے اخلاق کو انکے واسطے جبکہ انھون نے تیری مخالفت کی اور حسن بصریؒ سے روایت ہو کہ یہ خلق محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو جسکے ساتھ آپکو بھیجا - اور ابو امامہ باہلیؓ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے میرے دونون ہاتھ پکڑے اور فرمایا کہ اے ابو امامہ مؤمنون مین سے بعضے ایسے ہین کہ انکے واسطے میرا دل نرم ہوتا ہو رواہ احمد - اور حاصل آنکہ نرمی سے انکو سمجھایا سختی سے ملامت نہین کی وَلَوْ كُنتَ فَظًّا - سیئ الخلق - اور اگر تو بدخلق ہوتا - غَلِيظَ الْقَلْبِ - جافیا ذا غلظت لہم - سخت طبیعت ہوتا کہ انپر جھڑکی اور سختی کرتا - لَانفَضُّوا - تفرقوا - مِنْ حَوْلِكَ - تو متفرق ہو جاتے تیرے گرد سے - اور سراج مین کہا کہ قفالؒ نے اسکے معنے یہ بیان کیے کہ اگر تو انکے ساتھ ملامت سے پیش آتا تو تجھسے حیا و ہیبت کھا کر متفرق ہو جاتے پس یہ باعث ہو جاتا کہ دشمن تجھمین اور انمین طمع کرے. فَاعْفُ - تجاوز - عَنْهُمْ - ما اتوہ - تجاوز کر انسے جو انھون نے کیا - وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ ذنوبہم حتی اغفر لہم - اور مغفرت مانگ انکے گناہون کی تاکہ مین انکو بخشدون - یہین کمال خلق بیان فرمایا کہ جو برائی کرے تو معاف کرے اور اسکے

بدلے اور نیکی کرے اور یہ آنحضرت صلعم کی صفت تھی کہ اگلی کتابون مین مذکور ہے چنانچہ کعب احبار وغیرہ سے روایت ہے۔ وہ فظ ہو نگے
نہ غلیظ القلب اور نہ بازارون مین بک بک کرنے والے اور نہ بدلا دینگے بُرائی کا بُرائی سے بلکہ عفو کرینگے اور درگزر کرینگے۔ اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ
نے انکو احد کے بھاگنے سے معاف کردیا پھر یہان کیونکر کہا کہ تو انکے واسطے مغفرت مانگ تاکہ مین بخشدون جواب یہ ہے کہ ہزیمت کو تو معاف فرمایا
یہان مراد مطلق ہے کہ علی العموم انکے گناہون کی مغفرت مانگ تاکہ معاف کردون۔ اور بعض نے کہا کہ پہلے جو عفو فرمایا ہے وہ عثمان بن عفان
اور بعض دیگر اشخاص معین تھے اور یہان باقیون کے واسطے مغفرت چاہنے کا حکم دیا وَشَاوِرْهُمْ - استخرج ارائہم - فِي الْاَمْرِ
اے شانک من الحرب وغیرہ تطیبا لقلوبہم ولیستن بک وکان صلی اللہ علیہ وسلم کثیر المشاورۃ لہم۔ اور انکی رائے لی یعنی شان حرب وغیرہ
مین انکے دلون کی خوشی کے واسطے اور تاکہ تیرے فعل کے موافق سنت ہو جاوے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خود یہ حال تھا کہ ان لوگون سے
بہت مشورت کرتے تھے اسکو محی السنۃ نے معالم مین اور دوسرون نے روایت کیا ہے اور حسن رح نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ آپکے
رسول صلعم کو انکے مشاورت کی کچھ حاجت نہ تھی ولیکن یہ چاہا کہ آپ کے بعد کی امت اسی طریقہ پر رہے۔ اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ آیا
یہ امر آپ پر واجب تھا یا مستحب تھا۔ اسمین فقہا کے دونون قول موجود ہین۔ اور سراج مین ذکر کیا کہ اس بات پر اجماع ہے کہ جس معاملہ مین اللہ
تعالیٰ کی طرف سے کوئی وحی آگئی تو اسمین رسول صلعم کو امت سے مشاورت کرنا روا نہین ہے کیونکہ جب کوئی حکم منصوص ہوا تو رائے
باطل ہو گئی۔ اور رسول صلعم نے فرمایا کہ آگاہ رہو کہ اللہ تعالیٰ و اسکا رسول اس سے بے پروا ہین ولیکن اللہ تعالیٰ نے اسکو میری
امت کے واسطے رحمت کیا ہے سو جسنے میری اُمت مین سے مشورت کی اوسنے راہ صواب کو گم نہ کیا اور جسنے مشورت نہ کی وہ گمراہی کو
نہ چوکا۔ اور قرطبی رح نے ابن عطیہ رح سے نقل کیا کہ اسمین خلاف نہین کہ جو شخص مسلمانون کے سردارون مین سے شورت نہ لیتا ہو اسکا معزول
کرنا روا ہے پھر جاننا چاہیے کہ عمرو بن دینار کے طریق سے ابن عباس سے روایت ہے کہ قولہ تعالیٰ وشاورہم فی الامر مین ابوبکر و عمر رضی اللہ
عنہا مراد ہین رواہ الحاکم وقال صحیح الاسناد علی شرط البخاری ومسلم۔ اور ایسا ہی کلبی عن ابی صالح عن ابن عباس مروی ہے کہ یہ آیت حضرت ابوبکر و عمر رض
کی شان مین اُتری یہ دونون بزرگ حضرت صلعم کے حواری اور آپ کے وزیر اور مومنون کے باپ تھے۔ اور عبد الرحمن بن غنم رض سے روایت ہے کہ رسول
اللہ صلعم نے ابوبکر و عمر رض سے کہا کہ جس مشورہ مین تم دونون اتفاق کرو مین اسمین تم سے مخالفت نہ کرونگا۔ مترجم کہتا ہے کہ بعض احادیث مین ہے کہ
آپ نے فرمایا کہ آسمان کے میرے دونون وزیر جبرئیل و میکائیل ہین اور زمین کے ابوبکر و عمر رض ہین۔ اور مترجم کہتا ہے کہ صوفیہ کرام کہتے
ہین کہ حضرت صلعم کے داہنے وزیر ابوبکر رض اور بائین عمر رض تھے اور بعد آپ کے حضرت ابوبکر کے داہنے حضرت عمر اور بائین عثمان ہوے علی
ہذا القیاس قیامت تک یہ سلسلہ امراء اسلام مین جاری ہے اور مدارک مین مذکور ہے کہ اسمین دلالت ہے کہ اجتہاد کرنا جائز ہے اور بیان ہے کہ قیاس
حجت ہے فافہم۔ فَإِذَا عَزَمْتَ - علی امضاء ما ترید بعد المشاورۃ - پھر جب تو نے عزم کر لیا اس چیز کے عمل مین لانے کا جو
بعد مشاورت کے ٹھہری ہے - فَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ - ثق بہ لا بالمشاورۃ - تو اعتماد و بھروسا کر اللہ تعالیٰ پر نہ اس مشاورت پر
إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ - علیہ اللہ تعالیٰ دوست رکھتا ہے ایسے لوگون کو جو توکل کرتے ہین یعنی اللہ تعالیٰ پر ف
یہ اصل مین توکل کے معنے ہین کہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا ہو اور یہی مدارک مین کہا کہ توکل بھروسا کرنا اللہ تعالیٰ پر اور اسی کے سپرد کردینا اور شیخ
ذوالنون مصری رح نے فرمایا کہ خلع ارباب و قطع اسباب۔ یعنی سوائے خدائے تعالیٰ کے جو لوگ وسیلہ گمان کیے جاتے ہین اور گمان ہوتا ہے
انپر بھروسا کرتا ہے انکو چھوڑنا اور جتنے اسباب و سامان کہ کسی کام کے پورے ہونے مین دخل رکھنے والے شمار ہوتے ہین سب کی جڑ کاٹ

دنیا **قال المترجم** حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم سے عزم کے معنی پوچھے گئے تو فرمایا کہ اہل رائے سے مشورت لے کر اس کی پیروی کرنا رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہی کہ عوام یہ خیال کرتے ہین کہ کوئی تدبیر نہ کرنا اور کسی سبب ظاہری کا مباشر ہونا یہ توکل ہی۔ حالانکہ یہ وہم وغلط ہی بلکہ یہ سخت مذموم ہی اور توکل یہی ہی کہ اللہ عزوجل نے جو امور کہ ظاہر مین اسباب مقرر فرمائے ہین انکو ظاہر کے اسباب سمجھکر بجالاوے اور یہی اعتقاد رکھے کہ پورا ہونا کام کا اللہ تعالیٰ ہی کے سپرد ہی یہ نہین کہ ان اسباب کی طرف یا اسباب کے تبدل سے پورے کرنے کی طرف اسطرح دل لگاوے کہ انکے نہ پورے ہونے یا ایسی کوشش نہ کرنے سے مقصود فوت ہوجائیگا کیونکہ یہ جاہلیت ہی اسیواسطے فرمایا کہ مشاورت کرو اور جب سمجھو جو مشورہ مین قرار پایا ایسا مضبوط ہی کہ اس رائے مین خطا نہ ہوگی نہین بلکہ جب اس کو جاری کرو تو اللہ تعالیٰ ہی پر اعتماد کرو یہان سے معلوم ہوا کہ یہ توکل تمام ہر ہر مسلمان بندے کی شان اور اسپر واجب ہی ایسا نہین جیسا عوام گمان کرتے ہین کہ یہ تو ترک دنیا کا نام ہی سوائے فقیرون کے کون کر سکتا ہی یہ گمان غلط اور شیطانی وسوسہ ہی **ف** شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ اللہ سبحانہ نے اس امت مرحومہ کے دلون کو وقت ایجاد کے دیدار جمال قدم مین پیدا کیا اور حسن امید سے انکو منور کیا اور انکی ارواح کو عالم عدم سے عالم انبساط و سرور و نور مشاہدہ کی طرف نکالا اور انکو خلق لطف کا لباس دیا پس وہ دیدار الطاف کے لیے مستعد اور نور انس کے لیے قابلیت والی ہوگئین اور اللہ عزوجل کے کمال حکمت ولطف مین سے یہ بھی ہی کہ حضرت صلعم کو خلق انبساط و روح انس پر پیدا کیا پس باہم امت کی روحون کو آپ سے موافقت حاصل ہوئی اور درمیان مین مناسبت سے اہلیت پیدا ہوئی اور ارواح و اشباح مین نزدیکی ہوئی پس حشمت تو باقی رہی اور غلظت فنا ہوگئی اور آنحضرت صلعم اس امت مرحومہ کے واسطے سراسر رحمت ہوگئے اسکی تصدیق کلام باری تعالیٰ مین موجود ہی قولہ تعالیٰ ولو کنت فظا غلیظ القلب لانفضوا من حولک۔ اس خطاب سے دونون طرف سے لطف ہونا ظاہر ہوا اور فعل کی نسبت نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف کی یعنی فرمایا کہ تو نرم ہوا حالانکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے اسکو بتکلف نہین کیا کیونکہ آنحضرت صلعم تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے لطف وکرم پر پیدا ہوے تھے۔ اسمین صحابہ رضی اللہ عنہم کے ادب دینے کی طرف اشارہ ہی یعنے نبی صلعم اگر ان پر احکام حقائق کے اندر اول وقت ڈالتے تو انکے سینے تنگ ہوجاتے اور راہ کے آداب حقیقی کو برداشت نہین کر سکتے لیکن پہلے انکو شریعت کے طور پر بجالانے مین مسامحہ کیا اور حقائق کی طرف اس پردہ سے راہ دی جو درحقیقت ان پر واجب ہین اور اس کی تصدیق حق سبحانہ تعالیٰ کے کلام مین ہی قولہ تعالیٰ فاعف عنہم واستغفر لہم۔ پس عفو و استغفار تو انکے واسطے اللہ تعالیٰ کا مسامحہ ہی پس اُسنے انکی تقصیر عفو کر کہ تیرے مرتبون اور قدر کو پورا نہین پہچان سکے اور انکے واسطے استغفار کر کہ جو خطرے انکے دلون مین ایسے گذرتے ہین جو لائق معرفت نہین اور جو حرکتین انکی ظاہری صورتون سے ایسی ہوتی ہین جو تیری صحبت اور تیرے ساتھ بیٹھنے کے لائق نہین ہین انکے واسطے استغفار کر کیونکہ تو ربوبیت مین غرق ہی اور وہ تجکو مقام عبودیت مین چاہتے ہین۔ انکا تو یہ حال ہی کہ وہ وصف محبت و ارادہ مین ہین اور تو محل توحید و مشاہدہ ازل و ابد مین ہی۔ اور واسطی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ ای تیرے تمام اوصاف اور جو تیرے انفاس سے نکلے وہ میری طرف سے تجپر اور تیری پیروی کرنے والون پر رحمت ہی اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ آنحضرت صلعم کا خلق چونکہ تمام خلائق سے اعلیٰ تھا تو اسپر مؤنت بھی عظیم ہوئی پس چشم پوشی وعفو و استغفار کا حکم دیا۔ حارث محاسبی رح نے فرمایا کہ قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ حضرت صلے اللہ علیہ وسلم سے جو اس بارہ مین نرمی ومدارات ظاہر ہوئی اسکو اپنی ذات پاک کی طرف نسبت فرمایا کہ میری رحمت سے تو انکے لیے نرم ہوا اور اللہ عزوجل اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو یہ کہنے والا نہ تھا کہ تو نرم ہوا اگر یہ بات ہوتی کہ اللہ عزوجل نے اپنی معرفت سے اسکو نرم کیا اور مدارات کی توفیق دی اور فارسی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ تو دیکھ کیسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی صلعم کو نرمی و شفقت سے وصف فرمایا

پھر انکو انکی وصف سے خالی کر دیا پس قولہ فبما رحمۃ من اللہ لنت لہم۔ یہ باین معنے کہ تیرا قیام ہمارے ساتھ تحقیقی ہے اور تو مخلوق سے بالکلیہ مہجور ہے **قال المترجم** مراد یہ ہے کہ لنت لہم۔ تو وصف آنحضرت صلعم فرمایا ولیکن پہلے فرما دیا کہ فبما رحمۃ من اللہ یعنی یہ صفت انکی خود قیام سے نہیں بلکہ وصف الٰہی ہے۔ فافہم۔ کہا جاتا ہے کہ نہایت مخصوص رحمت اللہ عزوجل کی نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ یہ تھی کہ آپکو لوگوں کے ساتھ رہنے پر قوی کیا اور ادا، رسالت پر صبر دیا ایسے لوگوں کے ساتھ جن کے اخلاق آپکو رنج دیتے تھے باوجود اسکے کہ قلب سلطان کا تھا کہ جسمیں سراپا غرق تھے اور تمام اوقات میں آپ پر استیلاء حق تھا پس اگر ایسی قوت آپمیں نہ ہوتی جس سے اللہ تعالیٰ نے آپکو مخصوص فرمایا تھا تو کہاں لوگوں کے ساتھ رہنے کی طاقت تھی کیا تو موسیٰ علیہ السلام کو نہیں دیکھتا کہ کلام الٰہی سنے ہوئے چونکہ دیر نہ ہوئی تھی اپنے بھائی سے گفتگو کرنے میں صبر نہ کیا اور بال پکڑ کر اپنی طرف کھینچا۔ قولہ تعالیٰ وشاورہم فی الامر یعنی جسوقت کہ محل عبودیت وامور شریعت وعالم عقل میں آئے انکو اللہ عزوجل نے حکم کیا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ اچھے برتاؤ سے رہیں اور جو وقائع کہ بتقدیر الٰہی عزوجل آئندہ ہونے والے ہیں انہیں ایسے مشورے لیں کیونکہ انکو اپنے عقلوں اور قلوب سے قبول کرتے ہیں فکر کے ساتھ اور کیونکہ اسکے احکام میں صبر کرتے ہیں کیونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم بھی آپ ہی کی دریا کی نہروں سے پانی پیتے تھے اور اسوجہ سے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم تو مقام ولایت میں تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مقام رسالت ونبوت میں تھے اور یہ دونوں مقام اس معاملہ میں عین الجمع کے اندر ایک ہیں وہ لوگ تو غیب کو نور فراست دیکھتے تھے اور آپ اسکو نور نبوت ورسالت دیکھتے تھے اور آنحضرت علیہ السلام محل عبودیت میں اسکے حاجتمند تھے کہ صحابہؓ دین میں آپ کی مدد کریں۔ پھر جب آپ مشاہدۂ ربوبیت میں ہوئے اور تفرقہ سے مقام جمع کو پہونچے تو وہاں اللہ عزوجل نے آپ کو حکم کیا کہ قدم کو حدوث سے بالکلیہ الگ کرے اور اللہ تعالے کے واسطے جو کہ اللہ تعالیٰ کی طرف ہے اسمیں مجرد اللہ تعالیٰ کا ارادہ ہو چنانچہ فرمایا فاذا عزمت فتوکل علی اللہ۔ کیونکہ جو کچھ اس سے چاہے اسمیں وہی تجکو کافی ہے (عس) بالجملہ اہل ایمان کو معرفت دی اور اپنی عنایت پر بھروسہ کا حکم دیا اور فرمایا

اِنۡ يَّنۡصُرۡكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَـكُمۡ‌ۚ وَاِنۡ يَّخۡذُلۡكُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡۢ

اگر اللہ تم کو مدد دے تو کوئی تم پر غالب نہیں اور اگر وہ تمکو چھوڑے تو کون تمہاری مدد کریگا اس کے

بَعۡدِهٖ‌ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلۡيَتَوَكَّلِ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۞ وَمَا كَانَ لِنَبِىٍّ اَنۡ يَّغُلَّ‌ ؕ وَمَنۡ يَّغۡلُلۡ يَاۡتِ

بعد اور اللہ تعالے پر بھروسا چاہیے مومنوں کو اور نبی کا یہ کام نہیں کہ کچھ چھپا رکھے اور جو شخص کچھ چھپا دیگا وہ لاویگا

بِمَا غَلَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ‌ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ۞

اپنا چھپایا قیامت کے دن پھر پورا پاوے گا ہر کوئی اپنا کمایا اور انپر ظلم نہ ہوگا

اِنۡ يَّنۡصُرۡكُمُ اللّٰهُ۔ یعنکم علے عدوکم کیوم بدر۔ اگر اللہ تعالیٰ تمہاری نصرت کرے ف تمہارے دشمن پر تمکو مدد دے جیسے بدر کے روز فرمایا تھا۔ فَلَا غَالِبَ لَـكُمۡ۔ تو تمپر کوئی غالب نہیں ف اسمیں جنس غالب کی نفی بالکلیہ ہے۔ وَاِنۡ يَّخۡذُلۡكُمۡ یترک نصرکم کیوم احد۔ اور اگر وہ تمہاری مدد چھوڑ دے ف جیسے احد کے روز کیا۔ اور خذلان کے معنے مددگاری چھوڑنا فَمَنۡ ذَا الَّذِىۡ يَنۡصُرُكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِهٖ۔ بعد خذلانہ ای لاناصر لکم۔ تو پھر وہ کون ہے کہ اسکے بعد تمہاری نصرت کرے ف یعنی پھر تمہارا کوئی مددگار نہیں ہے۔ اور اسکو بصورت استفہام انکاری ذکر فرمانے میں مومنوں پر لطف ورحمت کا اشارہ ہے مع اسکے کہ اول میں فلا غالب لکم کی صریح نفی کر دی فافہم۔ وَعَلَى اللّٰهِ۔ لاغیرہ۔ فَلۡيَتَوَكَّلِ لیثق۔ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ۔ اور توکل کرنا چاہیے مومنوں کو۔ اللہ تعالے ہی پر نہ

دوسرے پر یعنی تقدیم ظرف بغرض حصر ہے پس معنے یہ ہین کہ اللہ تعالی ہی پر بھروسا کرین۔ اور متوکلین کی تعریف مین بہت سی احادیث صحیحہ
وارد ہین اور حضرت صلعم نے انکو ان ستر ہزار مین سے شمار فرمایا جو بلا حساب جنت مین داخل ہونگے اسقدر کافی ہے شیخ مفسر نے اس آیت کا سبب نزول
لکھا کہ نزل لما فقدت قطیفۃ حمراء یوم بدر فقال بعض الناس لعل النبی صلعم اخذہا یعنی آگے کی آیت کا نزول اسوقت ہوا کہ بدر کے مال غنیمت
مین سے ایک سرخ مخطط کملی گم ہوئی پس بعض لوگون (منافقون) نے کہا کہ شاید نبی صلعم نے اسکو لیا ہو۔ رواہ عبد بن حمید والترمذی
وحسنہ وابو داود وابن جریر وابن ابی حاتم عن ابن عباسؓ اور ابن جریر کی روایت مین مصرح ہے کہ یہ آیت وما کان لنبی ان یغل اس امر مذکورہ
مین نازل ہوئی کہ بعض لوگون نے کہا کہ شاید رسول اللہ صلعم نے اسکو لیا اور اس باب مین بہت گفتگو کی۔ وکذا رواہ وغیرہ اور مجاہدؒ نے ابن عباس
سے روایت کی ایک چیز غنیمت مین سے گم گئی منافقون نے آنحضرت صلعم پر تہمت لگائی پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ ابن مردویہ اس سے
معلوم ہوا کہ بعض الناس سے مراد منافق ہین اور یہ ظاہر ہے اسواسطے کہ مومن ایسا نہین کہہ سکتا ہے قال تعالی وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ
اَنْ يَّغُلَّ ۔ یخون فی الغنیمۃ فلا تظنوا بہ ذلک ۔ یعنی نہین شان ہے کسی نبی کی کہ غلول کرے یعنے خیانت کرے مال غنیمت مین پس تم لوگ
نبی صلعم کے ساتھ ایسا گمان مت کرو ایسا ہی ابن عباس ومجاہد وحسن وبہتیرون نے تفسیر کیا ہے کیونکہ نبوت کا مدار تو صدق وامانت پر ہے جسکو اللہ تعالی
نے امین بھیجا ہے خیانت اسکی شان نہین ہے اور عموما ہر نبی کی بابت کی تو یہ بلیغ ہے یعنی جب کسی پیغمبر کی یہ شان نہین تو بھلا خاتم النبیین وافضل الانبیاء
علیہم السلام کی شان مین یہ گمان محض کفر ہے۔ پھر جاننا چاہیے کہ بنا بر تفسیر مذکور کے یہ آیت جملہ مستقلہ واسطے مذمت غلول کے وتطہیر وتزکیہ شان
نبی صلعم کے ہے جو قصہ احد کے درمیان بیان ہوا ہے ذکرہ ابن کثیر پھر کہا کہ عوفیؒ نے ابن عباس سے روایت کیا کہ قولہ وما کان لنبی ان یغل یعنے
یون غلول نہین کر سکتا کہ لشکر مین سے بعض کو دے اور بعض کو نہ دے اور یہی ضحاکؒ کا قول ہے مترجم کہتا ہے کہ معنے اس کے وہ ہین جو محی السنۃ
نے معالم مین مقاتلؒ سے ذکر کیے کہ یہ آیت غنائم احد کے بارہ مین نازل ہوئی باین معنے کہ تیر اندازون نے اپنی جگہ چھوڑ دی اور غنیمت کی
خواہش کی اور کہنے لگے کہ ہم کو خوف ہے کہ رسول اللہ صلعم یہ کہدین کہ جو شخص جو چیز لے وہ اسی کی ہے اور غنیمت تقسیم ہو جیسے بدر کی غنیمت تقسیم
نہین ہوئی تھی پس نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے انسے فرمایا کہ کیا مین نے تمسے عہد نہین لیا تھا کہ تم اپنی جگہ نچھوڑنا جبتک میرا حکم نہ پہونچے تو بولے
کہ ہمنے اپنے باقی ساتھیون کو وہین چھوڑ دیا تھا تو نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نہین بلکہ تمھارا گمان یہ تھا کہ ہم غلول کرینگے اور تمھارا حصہ نہ
لگا دینگے اور بعض نے یغل بصیغہ مجہول پڑھا جیسا کہ مفسرؒ نے کہا کہ ایک قرات مین بصیغہ مجہول ہے یعنی روا نہین کہ نبی کی نسبت کیا جاوے
غلول کی طرف۔ اور بعض نے کہا معنے یہ کہ ما کان لنبی ان یغلہ احد من اصحابہ۔ یعنی صحیح نہین کہ کسی نبی کے اصحاب مین سے کوئی اسکی خیانت
کرے۔ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۔ حاملا لہ علی عنقہ۔ اور جسنے غلول کیا وہ قیامت کے روز اس کو
لاویگا ف یعنی اسکو اپنی گردن پر اٹھائے ہوئے ہوگا جیسا کہ احادیث مین آیا ہے۔ سراج مین کہا کہ اکثر مفسرین نے فرمایا کہ یہ آیت اپنے
اپنے ظاہر پر ہے اور یہ نظیر ہے قولہ یوم یحمی علیہا فی نار جہنم فتکوی بہا جباہہم وجنوبہم وظہورہم الآیۃ یعنی اموال زکوۃ آتش جہنم مین گرم کرکے
اس سے ان لوگونکے جبہہ وپہلو وپشت داغ دیے جاوینگے یعنی زکوۃ نہ دینے والون کے ایسی ہی اس آیت مین ظاہر مراد ہے اور یہی یہ دلالت
کرتا ہے قول آنحضرت صلعم کہ بچا ہیے کہ کوئی تم مین سے مجھے اس حال مین ملے کہ قیامت مین اپنی گردن پر اونٹ لادے ہو جو بلبلاتا ہو یا گلے
لادے ہو جو بمباتی ہو یا بکری لادے ہو جو ممیاتی ہو پس وہ مجھے پکارنا شروع کرے کہ ای محمد ای محمد پس مین اس سے کہدون کہ مین تیرے واسطے
کسی چیز کا مالک نہین ہون مین تجھے پہونچا چکا تھا۔ محققین نے کہا غرض اس سے زیادہ فضیحت ہے اور ابو مسلمؒ نے کہا کہ ظاہر مقصود نہین بلکہ

تشدید وعید ہی نظیر اسکی قولہ تعالی انہا ان تک مثقال حبۃ من خردل فتکن فی صخرۃ او فی السموات او فی الارض یات بہا اللہ یعنی اگر رائی کے
ذرہ برابر ہو کر کسی پتھر وغیرہ مین پوشیدہ ہو تو بھی اللہ تعالی اسکو قیامت مین لاویگا۔ اس سے مقصود یہ کہ کوئی ذرہ اسکے علم سے پوشیدہ نہین
ایسے ہی یہان غرض ہی کہ ہر غلول کو اللہ تعالی نے متقرر لکھا ہی جسکی وہ سزا دیا جائیگا۔ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ
لَا يُظْلَمُوْنَ۔ شئیا۔ پھر بھر پور دیا جائیگا ہر نفس (خواہ غلول کرنے والا ہو یا کوئی اور ہو بدلا) اس چیز کا جو اسنے کمایا یعنے
فعل کیا ہی اور حال یہ کہ وہ ظلم نہ کیے جاوینگے کچھ بھی ف غلول کی مذمت مین بہت احادیث وارد ہین شیخ ابن کثیر نے کلام مدار سے
انکو نقل کیا مگر مین بہت ملخص لاتا ہون کہ ابو رافع کی حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ یہ قبر فلان شخص کی ہی جسکو مین نے بنی فلان پر صدقہ
وصول کرنے کو بھیجا تھا اسنے ایک پوستین کا غلول کیا جو اس حال مین ویسی ہی آگ کی پوستین پہنایا گیا ہی رواہ احمد وعن عمر بن الخطابؓ سے
ہی کہ لوگ ایک مقتول پر آئے اور کہا کہ فلان شہید ہی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہرگز نہین مین نے اسکو آگ مین دیکھا بوجہ ایک چادر یا کملی
کے جو اسنے غلول کی پھر فرمایا کہ جا کر لوگون مین پکار دے کہ نہین داخل ہوگا کوئی جنت مین مگر مومنین رواہ احمد ومسلم والترمذی و سالم بن عبداللہ
سے روایت ہی کہ وہ مسلمہ بن عبدالملک کے ساتھ ارض روم مین تھے وہان کسی شخص کے اسباب مین غلول پایا یعنی لوٹ کا مال تقسیم ہونے سے پہلے
اسنے کچھ اپنے اسباب مین ملا لیا تھا تو مسلمہ نے سالمؒ سے فتوی لیا انھون نے بواسطہ عبداللہ بن عمر اپنے باپ کے حضرت عمرؓ سے روایت کی کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جسکی متاع مین تم غلول پاؤ اس متاع کو جلا دو اور مین خیال کرتا ہون کہ یہ بھی کہا کہ اور اسکو مارو۔ رواہ احمد والترمذی
وابوداود۔ علی بن المدینی والبخاری وغیرہ نے کہا کہ یہ حدیث منکر ہی اور دارقطنی نے کہا کہ صحیح یہ ہی کہ یہ فقط سالمؒ کا فتوی ہی اور ایسی ہی
سزا حسنؒ وحضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہی اور بمقتضائے حدیث مذکور مذہب امام احمد ہی اور امام ابوحنیفہؒ و مالکؒ و شافعیؒ وجمہور نے
اسمین خلاف کیا اور کہا کہ اسکا اسباب سب نہین جلایا جائیگا بلکہ جیسے اس فعل کی سزا ہو وہ دیا جاویگی اور بخاریؒ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلعم نے غلول
کرنے والے پر نماز پڑھنے سے انکار کیا مگر اسکے اسباب کو نہین جلایا واللہ اعلم ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالی ان ینصرکم اللہ فلا
غالب لکم۔ جدال مین سے ایک جدال نفس مع شیطان ہی وعلی ہذا نصرت الٰہی سے مراد وہ سکینت ہی جو عارفون کے دلون مین حق سبحانہ کے نور تجلی
سے واقع ہوتی ہی جبکہ وہ اس حادث مخلوقات سب سے اپنا منھ پھیر کر جلال باری تعالی عز وجل کی طرف توجہ لاتے ہین اور اسکی عظمت و کبریائی
کے سامنے گڑگڑاتے ہین پھر جب نور بسط ورجا کے ساتھ انکو انوار غیب سے تلبس ہوتا ہی تو اس سے اشباح کو تقویت ہو جاتی ہی پس انکو حول
وقوت ازلی سے تائید دیجاتی ہی پس اسوقت مین لطف و رحمت کے مقابلہ سے قہر کے لشکر ہٹ جاتے ہین بسبب سطوات ہیبت کے بقولہ سبقت
رحمتی علی غضبی۔ اور اسکے حقائق ہم نے ترقی مقامات نبی صلی اللہ علیہ وسلم مین بیان کیے ہین اور اسی طرف حضرت صلعم نے اپنے سجدے مین
اشارہ فرمایا اعوذ برضاک من سخطک واعوذ بمعافاتک من عقوبتک واعوذ بک منک۔ پناہ مانگتا ہون مین تیری رضامندی کے ساتھ
تیرے خشم سے اور تیرے معافات کے ساتھ تیرے عقوبت سے اور تیرے ہی ساتھ تجھسے شیخ نے کہا کہ اللہ تعالی کی نصرت مریدین مین تو یہ
ہی کہ انکو اپنے نفس کی شہوات جڑ سے کاٹنے کی توفیق دے اور محبین مین یہ کہ گونہ مدانات سے صبح ازل کی خوشبو درود بار دیگر انکے نور یقین کو
بڑھا دے اور عارفون مین انکی نصرت یہ ہی کہ مشاہدات سے انکو وہ علوم صفات دے جس سے وہ جاہل ہین۔ بعض نے فرمایا کہ نصرت الٰہی اسکو پہونچتی ہی
جو اپنے حول وقوت سے بیزاری کرے اور تمام اسباب مین اپنے پروردگار پر اعتصام کرے کیونکہ جسنے اپنی قوت پر اعتماد کیا۔ تو وہ مردود
ہی اور حضرت استادؒ نے فرمایا کہ نصرت الٰہی پہلے تو توفیق کے ساتھ ہوتی ہی وہ اشباح کو ہوتی ہی پھر تحقیق کے ساتھ ارواح کو ہوتی ہی اور کہا

جاتا ہی کہ ینصرکم یعنی ظاہر کی تایید اور باطن کی درستی کے ساتھ تمکو مدد دے۔اور کہا گیا کہ مددگاری و فتح تو دشمن پر ہوتی ہی اور سب سے بڑھ کر
تیرا دشمن وہ نفس ہی جو تیرے دونون پہلو کے بیچ مین ہی۔اور نصرت الٰہی سے جو چیزین فتنہ پرواز تھین بھاگتی ہین اور اسکی عصمت کے لشکر
نگہبان ہو جاتے ہین یہانتک کہ انوار نازلہ سے شہوات بھاگتے جاتے ہین پس محض ولایت رہجاتی ہی جو شبہات سے خالص ہی یعنے وہان
اوصاف بشریت کو اور نفس کی خواہشون کو اور اسکے آثار کو جو نزدیکی سے مانع ہین کچھ دخل نہین رہتا ہی۔قولہ تعالیٰ وما کان لنبی ان یغل
اللہ عزوجل نے عموم لفظ سے اپنے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو خطرات کے میل سے پاک فرمایا اور وصف کیا کہ غیب کی خبر دینے مین وہ امین ہین انکے
دل پر شریعت و طریقت بیان کرنے کے وقت کوئی مداہنت کسی شریف و وضیع کو دیکھکر نہین جاری ہوئی اور انھون نے حق عزوجل اسکے بندون
سے پوشیدہ نہین کیا اور اہل حق کو علم حق عطا کیا اور جو لوگ محجوب تھے انکو برہان حق کے ساتھ حق کی نشانی دکھلائی اور اپنے حظ نفس کے ساتھ
ایک قدم نہین اٹھایا۔اور بعضے مشائخ نے کہا کہ نہین روا ہی کسی نبی کو کہ وحی و شریعت کے علم مین اپنے پیروی والون کو یکسان نرکھے اور یحییٰ
علوی نے فرمایا کہ کسی نبی کو روا نہین ہی کہ امتیون کے واسطے اغیار کے سامنے اپنے اسرار ضائع کرے

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَآءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝ هُمْ
کیا ایک شخص جو تابع ہی اللہ تعالیٰ کی مرضی کا برابر ہی اسکے جو کما لایا غصہ اللہ کا اور اسکا ٹھکانا دوزخ ہی اور کیا بری جگہ لوٹنے کی ہی وے

دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ
لوگ کئی درجہ کے ہین اللہ کے یہان اور اللہ دیکھتا ہی جو کرتے ہین اللہ تعالیٰ نے احسان کیا ایمان والون پر جو بھیجا

فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ
ان مین رسول انھین مین کا پڑھتا ہی انپر آیتین اسکی اور سنوارتا ہی انکو اور سکھاتا ہی انکو کتاب اور کام کی بات

وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝
البتہ وہ تو پہلے اس سے کھلی گمراہی مین تھے

اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ۔فاطاع ولم یغل۔کیا بھلا جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ف یعنی اطاعت کی اور غلول نہ کیا كَمَنْۢ بَآءَ
رجع۔بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ۔بمعصیتہ وغلولہ۔کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہی جسنے معصیت الٰہی و غلول مین رجوع کیا۔یعنی جو شخص کہ رضوان الٰہی
کا پیرو ہوا باین طور کہ اسکی شریعت کی پیروی کی اور غلول نہین کیا کیا وہ ایسے شخص کے مانند ہی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا لیا باین طور کہ اسکی
نافرمانی کی اور غلول کیا یہ استفہام انکاری ہی یعنی ایسا نہین ہی پس مفسر نے متبع رضوان سے غلول نہ کرنے والا اور راجع بغضب سے غلول کرنے والا مراد
لیا بقرینۂ ذکر سابق اور اسکو معالم مین کلبی و ضحاک سے نقل کیا اور بعض نے کہا کہ اول مہاجرین اور دوم منافقین ہین یعنی مہاجرین مخلصین نہین ہو سکتے
مانند منافقین کے اور بعض نے کہا اول مومنین مطیع ہین اور دوم کافرین ہین۔اقول یہ عام ہی یعنی عام مومنین بمنزلہ کفار نہین ہو سکتے ہین
اور بیضاوی رح نے کہا کہ یہ وجوہ تعیین کی اگرچہ محتمل و صحیح ہین لیکن انھین پر لفظ کو مقصور کرنا روا نہین ہی بلکہ خیر کے معنے عام مراد لینا چاہیے
وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۚ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔المرجع ہی لا۔یعنی مصیر ظرف بمعنے مرجع ہی اور یہی مخصوص بالذم یا جہنم ہی اور نہ جواب
استفہام ہی یعنے دونون یکسان نہین ہین۔اور مصیر و مرجع مین فرق یہ ہی کہ اول مین تو حالت بدلنا ضرور ہی جیسے یہان کفار گویا بہشت سے جہنم مین
گئے اور مرجع کا بدلنا ضرور نہین کیونکہ کبھی اصل ہی ہوتا ہی مثلاً زید باغ سے آیا پھر اپنے مرجع یعنے باغ کو لوٹ گیا کیونکہ وہین رہتا ہی۔اور یہ آیت

کمن باء الخ کا بیان ہے یعنی جسنے غضب الٰہی مین ٹھکانا بنایا تو اسکا مرجع و ماوی جہنم ہے اور وہ مرجع بہت برا ہے۔ **هُمْ دَرَجٰتٌ** - یہ لوگ درجات ہین ف ای اصحاب درجات۔ یعنی یہ لوگ مختلف درجات والے ہین۔ ہم ضمیر جو ہر دو فریق کی طرف راجع ہے چونکہ وہ عین درجات نہین لہذا مضاف مقدر کیا ای اصحاب درجات ہین **عِنْدَ اللّٰهِ** - ای مختلفو المنازل فلمن اتبع رضوانہ الثواب ولمن باء بسخطہ العقاب۔ یعنی اللہ کے نزدیک یہ لوگ مختلف المنازل ہین یعنی انکے درجہ مختلف ہین پس اس شخص کے واسطے جسنے رضوان الٰہی کی پیروی کی ہے ثواب ہے اور اس شخص کے واسطے جسنے غضب الٰہی مین رجوع کیا ہے عذاب ہے۔ اور جاننا چاہیے کہ **قاضی بیضاوی** نے اتباع کشاف کے **هُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ** - مین کچھ مقدر نہین کیا اور اسی کو ارجح قرار دیا کہ ہم درجات بر سبیل مبالغہ ہے بحذف حرف تشبیہ یعنی ہم مثل الدرجات یعنی آنکا باہمین بڑا تفاوت ہے موافق انکے اعمال کے جیسے درجات مین تفاوت ہوتا ہے اور ایسا ہی **حسن** و **محمد بن اسحاق** نے فرمایا کہ یعنی اہل الخیر والشر درجات یتفاوتون بحسب الاعمال۔ اسیواسطے فرمایا۔ **وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا يَعْمَلُوْنَ** - فیجازیہم بہ اور اللہ تعالیٰ خوب دیکھتا ہے جو یہ لوگ کرتے ہین ف پس انکو انکے اعمال کے موافق جزا دیگا - **لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ** ای عربیا مثلہم لیفہموا عنہ ویشرفوا بہ لا ملکا ولا عجمیا۔ البتہ بہت بڑا احسان کیا اللہ تعالیٰ نے مومنون پر جبکہ انھین مین سے ایک رسول بھیجا ف یعنے عربی رسول بھیجا جو آدمی ہونے مین انکے مثل ہے تاکہ اسکی بات کو سمجھین اور اس سے شرف پاوین کوئی فرشتہ نہین بھیجا اور نہ کوئی عجمی آدمی بھیجا۔ عجم تمام وہ ملک جو سواے عرب کے ہے پس یہ اللہ تعالیٰ کا احسان ہے۔ اگر کہا جاوے کہ آنحضرت صلعم کی بعثت عام ہے مومنین کی کیون خصوصیت فرمائی تو جواب یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے انھین کو انتفاع ہوا اور کفار و منافق مردود و محروم رہے جیسے قولہ تعالیٰ ہدًی للمتقین مین متقیون کی خصوصیت انکے نفع یہونے کی وجہ سے ہے۔ پھر واضح ہو کہ لفظ فیہم دلالت کرتا ہے کہ المومنین کا الف لام عہد کا ہے اور مراد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین ہین اور یہ فضیل شریف انکو اور اہل عرب کو ہے باوجودیکہ آپ کی اتباع سب اہل عرب و عجم پر واجب ہے اور باوجودیکہ بعثت عام ہے پھر آنحضرت صلعم کی زبان عربی و قرآن مجید بزبان عربی ہونے سے اس زبان کی فضیلت دیگر زبانون پر ظاہر ہوئی اسیوجہ سے اس زبان پر غیر زبان کا قیاس روا نہین ہے اور امام ابو یوسف و امام محمد و دیگر ائمہ نے فارسی مین قراءۃ قرآن کو نماز مین روا نہین رکھا اور امام ابوحنیفہ سے اسکا جواز منقول ہے تو صحیح یہ ہے کہ انھون نے اس سے رجوع کیا ہے کمافی الدر وغیرہ پھر جاننا چاہئے کہ انفسہم مین انفس جمع نفس کی قراءۃ متواترہ ہے اور شاذ قراءۃ مین انفس بصیغہ اسم التفضیل بمعنے نہایت نفیس آیا اور کہا گیا کہ یہی قراءۃ حضرت سیدۃ النساء فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تھی اور توجیہ اس قراءۃ کی یہ ہے کہ آنحضرت صلعم حضرت آدم سے لیکر اشرف گروہ مین بطنا بعد بطن ہوتے آئے اور ابوطالب نے جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ آپکا نکاح پڑھا تو یہ خطبہ پڑھا۔ الحمد للہ الذی جعلنا من ذریۃ ابراھیم وزرع اسمعیل وضئضئ معد بن عدنان وعنصر مضر وجعلنا سدنۃ بیتہ وسواس حرمہ وجعل لنا بیتا محجوجا وحرما امنا وجعلنا الحکام علی الناس وان ابن اخی ھذا محمد بن عبداللہ لا یوزن بہ فتی من قریش الا رجح بہ وھو واللہ بعد ھذا لہ نبا عظیم وخطب جلیل۔ حالانکہ اس نکاح مین سب رؤسا بنی ہاشم و مضر کے حاضر تھے۔ رہا یہ کہ اس مین مومنین پر احسان یہ ہے کہ اہل عرب اپنے اشرف کے تابع ہوتے اور اسکی بات مانتے تھے پس ایسا شخص بھیجا کیا کہ اسکی تصدیق و طاعت مین انکو تامل نہو۔ واضح رہے کہ یہ قراءۃ اگرچہ شاذ ہے لیکن چونکہ آنحضرت صلعم کے شرف پر مشتمل ہے اکثر مفسرین نے اسکو بھی ذکر کیا ہے لہذا مترجم نے تبرکا درج کیا۔ اللھم صل علی سیدنا محمد و الہ و اصحابہ وسلم۔ **يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ** - القرآن۔ درحالیکہ رسول موصوف انپر آیات الٰہی یعنی قرآن تلاوت کرتا ہے **وَيُزَكِّيْهِمْ** - یطہرہم من الذنوب - اور انکو پاک کرتا ہے یعنے انکو گناہون سے پاک کرتا ہے یعنی ایمان عطا کر کے کفر و شرک کی نجاست سے پاک بنا

اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی شان تو اعلیٰ تھی آپ نے تو کبھی بتون کی طرف رخ بھی نہین فرمایا آپ کے اصحاب مین سے حضرت ابوبکرؓ نے بھی کبھی بت نہین پوجا تھا اور حضرت عمرؓ ہمیشہ بت پوجنے والون سے جلتے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کبھی نہین پوجا بلکہ صغر سنے مین ہی مسلمان ہوے اور بقول اصح دس برس کے تھے اور نماز پڑھی اور پیدا ہوتے ہی دودھ نہ پیا اور رباب کا تھوک نہ چوسا یہانتک کہ حضرت صلعم نے اپنا لعاب مبارک انکے منھ مین دیا تھا جیسا کہ سیر مین مفصل مذکور ہے۔ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ۔ اور اس حال سے کہ رسول انکو تعلیم فرماتا ہی کتاب یعنی القرآن وَالْحِكْمَةَ۔ یعنی السنتہ۔ وَاِنْ كَانُوْا۔ محققہ ای انہم۔ یعنی ان شرطیہ نہین اور نافیہ بھی نہین ہی کیونکہ نفی مین لام سے فرق ہوگیا درمیان محققہ و نافیہ کے پس یہ ان مشددہ کا مخففہ ہی اور اسکا اسم ضمیر شان نہین قرار دی کہ صاحب کشاف نے کہا کیونکہ یہ کسی نحوی کا قول نہین ہی جیسا کہ ابوحیانؒ نے کہا ہی پس اسم اسکا ضمیر راجع بجانب مومنین قرار دی ای وانہم کانوا مِنْ قَبْلُ۔ ای قبل بعثہ۔ اور یہ لوگ آپ کے مبعوث ہونے سے پہلے۔ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ بین۔ کھلی کھلی گمراہی مین پڑے تھے ف عرب زمانہ جہالت مین بے علم و بے عقل و محض خانہ بدوشی و کشت و خون و فسق و فجور و بت پرست و بھوت پریت ماننے مین سرگردان تھے پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ کرامت نہایت اعلیٰ یہ ہی کہ آپ نے انکو اپنے دیدار و ہدایت سے تمام جہان کا پیشوا بنا دیا ف شیخ نے عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالےٰ لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیہم رسولا من انفسہم۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت حق عزوجل کا آئینہ تھے کہ اپنے دیدار جلال و جمال سے مومنین و صدیقین کے واسطے تجلی حق دیتے تھے چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ من رانی فقد رای الحق۔ یعنی جسنے مجھے دیکھا اسنے حق دیکھا مترجم کہتا ہی کہ حدیث صحیح ہی اور علماے ربانی اسکے یہ معنے بیان کرتے ہین کہ جسنے مجھے خواب مین دیکھا اسنے تحقیق مجھے دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت نہین بن سکتا ہی چنانچہ دوسری روایت صحیح مین مصرح موجود ہی ہان اسمین اشارہ ہوسکتا ہی جو شیخ نے ذکر کیا فافہم۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندون پر ایسے پاک نبی صلعم کے بھیجنے سے احسان رکھا کہ اسکی تجلی التباسی سے حجاب حق عزوجل تک انکو وصول ہوا اور اگر بدون اسکے بندون پر تجلی صرف ہوتی تو سب کے سب اول ہی سطوت عظمت مین جل جاتے پس اپنی رحمت سے اسکو واسطہ تجلی کر دیا اور یہ تجلی محل التباس مین تھی کہ آنکھون والون کے واسطے اپنے نفس کو ظاہر کردیا **قال المترجم** کوئی شک نہین کہ حضرت صلعم کے دیدار پاک سے ان لوگون کو جنکی ارواح اللہ عزوجل نے پاک رکھی تھین ایک نظر مین جو کچھ حاصل ہو جاتا تھا آج وہ کسی ولی و قطب کو تمام عمر بلکہ لاکھون برس عمر ہو تو بھی میسر نہین آتا ہی کیونکہ یہ آئینہ کہان سے لاویگا اور جو روحین تو نے محروم رہی تھین وہ اسیقدر جلتی تھین جس قدر نورانی روحین آپکو محبوب رکھتی تھین اور یہ امر قیامت تک برابر جاری ہی فافہم۔ پھر مومنون کو کون سی نعمت اس سے بڑھکر ہوگی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مانند انکا سردار کیا وہ خلق کے واسطے جمال حق دیکھنے کا آئینہ ہی وہی انکو اللہ عزوجل کے اسماء و صفات و نعوت پہنچاتا ہی وہی انکو ہلاک ہونے کی جگہون سے نجات دیتا اور نجات پانے کی جگہین بتلاتا ہی اور بعض مشائخ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل کی بڑی منت اسکے مخلوق پر یہ ہی کہ انبیاء علیہم السلام کو درمیان مین واسطہ کر دیا تاکہ انکے وسیلے سے اس تک پہونچ جاوین اور اگر اپنی صفات مین سے کوئی ذرہ انپر ظاہر فرماتا تو سب کے سب سوختہ ہو جاتے اور راہ سے گمراہ ہو جاتے سواے ان بعض کے جو ازل مین معصوم رکھے گئے تھے **قال المترجم** بیان سے تجھے یقین ہونا چاہیے کہ توحید بارتعالی کیونکر حاصل ہوتی ہی اور مترجم نے جو جا بجا لکھا ہی کہ بدون واسطہ حضرت سید عالم صلے اللہ علیہ وسلم کے ہرگز موحد نہوگا اگرچہ زبان و عقل سے یہ کہے جاوے کہ مین اللہ تعالیٰ کو وحد جانتا ہون اسواسطے کہ صفات حق عزوجل کو کوئی آدمی اپنی عقل سے نہین پا سکتا ہی الا جیسا کہ حضرت صلعم نے ارشاد فرمایا حالانکہ وحدانیت بارتعالی ظاہر و باہر ہی اس مقام مین خوب تامل کرنا چاہیے اور وہم کی پیروی نچاہیے۔ پھر واضح ہو کہ جب غزوۂ احد مین صحابہ مین سے قریب ستر کے شہید

ہوے حالانکہ ایک سال پہلے غزوہ بدر کے کافرون سے فدیہ لینے مین اقرار کیا تھا کہ ہم کو شہادت اسکے عوض منظور ہی کیونکہ دہی ہمارا عین مقصود ہی پھر جب اس سال شہادت ہوئی تو بعضے کہنے لگے کہ ہمکو مصیبت کہان سے پہونچی حالانکہ ہم مومن ہین تو اللہ تعالی نے نازل فرمایا

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ؕ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ؕ

کیا جس وقت پہونچی تم کو ایک مصیبت کہ تم پہونچا چکے ہو اسکے دو برابر کہتے ہو یہ کہان سے آئی تو کہہ یہ آئی تمکو اپنی طرف سے

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝ وَمَآ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ

اللہ ہر چیز پر قادر ہی اور جو کچھ تم کو مصیبت پہونچی جس دن بھڑین دو فوجین سو اللہ کے حکم سے اور تاکہ معلوم کرے

الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ لا وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۚۖ وَقِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ؕ

مومنون کو اور تاکہ معلوم کرے منافقون کو اور منافقون سے کہا گیا کہ آو لڑو اللہ کی راہ مین یا دفع کرو دشمن

قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ؕ هُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْهُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ

بولے ہم کو معلوم ہوتی لڑائی تو ہم تمھارے پیچھے چلتے یہ لوگ اس دن کفر کی طرف زیادہ نزدیک ہین ایمان سے

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِهِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ۚ اَلَّذِيْنَ

کہتے ہین اپنے منھ سے جو نہین ہی انکے دلون مین اور اللہ خوب جانتا ہی جو چھپاتے ہین وہ جو لوگ

قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ

کہتے ہین اپنے بھائیون کو اور آپ بیٹھ رہے ہین اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نجاتے تو کہہ اب ہٹا دیجیو اپنے اوپر سے موت

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اگر تم سچے ہو

اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ - باحد بقتل سبعین منکم - کیا بھلا جب تم کو مصیبت پہونچی یعنے احد مین باینطور کہ تم مین سے ستر آدمی شہید ہوے - قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا - ببدر بقتل سبعین واسر سبعین منہم - حالانکہ تم اس سے دو چند مصیبت پہونچا چکے تھے - یعنے بدر مین باین طور کہ ستر تم نے قتل کیے تھے اور ستر قید کر لائے تھے - قُلْتُمْ - متعجبین - تو اب تم نے تعجب کرتے ہوے کہا - اَنّٰى - من این لنا - هٰذَا - الخذلان ونحن مسلمون ورسول اللہ فینا - والجملۃ الاخیرۃ فی محل الاستفہام الانکاری کہانسے پہونچی ہمارے واسطے یہ شکست حالانکہ ہم مسلمان ہین اور رسول اللہ ہم مین موجود ہین - اور یہ اخیر کا جملہ یعنی انی ہذا ہی محل استفہام انکاری ہی یعنے انی ہذا کہتے ہو حالانکہ بات یون ہی - قُلْ - لہم - هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ - لانکم ترکتم المرکز فخذلتم - کہدے ان لوگون کو کہ یہ مصیبت تم کو اپنی طرف سے آئی - کیونکہ تم نے مرکز چھوڑ دیا جسپر جمے رہنے کا تمکو حکم تھا - یہی قول محمد بن اسحاق وربیع بن انس وسدی کا ہی اور یہی ابن جریرؒ نے اختیار کیا - اور کہا کلبی مین کہا کہ یا اسوجہ سے کہ تم نے مدینہ سے نکلکر لڑنا اختیار کیا مترجم کہتا ہی کہ یہ قول واہی ہی قابل ذکر نہین ہی - ہان یہان ایک اور قول قابل ذکر ہی وہ یہ کہ ہو من عند انفسکم - اسوجہ سے کہ تمنے بدر کے کافر قیدیون کا فدیہ لیکر چھوڑنا اختیار کیا - اور یہ قصہ یون ہی کہ جب بدر مین ستر کافر قید کر لائے تو مشرکون نے انکا فدیہ دیکر چھوڑانا چاہا پس مسلمانون نے اسکو منظور کر لیا اور ابو بکرؓ کی راے پر آنحضرت صلعم نے عمل کیا اور عمرؓ نے انکے قتل کی راے دی اور اصرار کیا مگر مقبول نہوئی بلکہ فرمایا کہ ابو بکرؓ کا دل نرم مانند قلب

ابراہیمؑ کے ہی اور عمرؓ کا دل مانند نوحؑ کے ہی کہ دعا مانگی رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا - پس اسپر عتاب ہوا چنانچہ حضرت علیؓ سے روایت ہی کہ جبرئیل علیہ السلام حضرت صلعم کے پاس آئے اور کہا کہ اے محمد صلعم جو تمھاری قوم نے قیدیون کے حق مین کیا اسکو اللہ تعالی نے مکروہ رکھا ہی اور آپ کو حکم دیا ہی کہ انکو اختیار دو کہ دو باتون مین سے ایک اختیار کرین ایک یہ کہ قیدیون کو پیش کرین کہ انکی گردنین ماری جاوین یا انکا فدیہ لیکر چھوڑین اس شرط پر کہ مسلمانون مین سے اسیقدر جتنے چھوڑے ہین شہید ہونگے پس حضرت صلعم نے لوگون کو بلا کر اسمین اختیار لیا تو بولے کہ یہ ہمارے کنبے کے بھائی بند ہین کیا ہم ان سے فدیہ نہین لین کہ اس سے ہمکو قتال پر قوت حاصل ہو اور انھین کی تعداد ہم مین سے شہید ہوجاوینگے کیونکہ اسمین تو کوئی مکروہ بات نہین ہی - فرمایا کہ پھر انمین سے احد کے روز ستر آدمی قیدیان بدر کی تعداد پر مارے گئے رواہ ابن جریر والترمذی والنسائی پس یہان جو فرمایا - قل ہو من عند انفسکم - اسکے یہی معنے ہین کہ تمنے خود فدیہ لیا چنانچہ ابن عباسؓ نے عمر بن الخطابؓ سے روایت کی کہ عمرؓ نے فرمایا کہ پھر جب سال آئیدہ مین احد کا روز ہوا تو عذاب دیے گئے بسبب اسکے جو انھون نے بدر کے روز کیا تھا کہ کفار قیدیون سے فدیہ لیکر چھوڑ دیا تھا پس یہ ہوا کہ انمین سے ستر آدمی قتل ہوے اور رسول اللہ صلعم کو چھوڑ کر آپ کے ساتھی بھاگ گئے اور آپ کے اگلے دانت شکستہ ہوے اور خود سے سر مبارک پر زخم ہو گیا اور آپ کے چہرہ مبارک پر خون بہنے لگا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا - اولما اصابتکم مصیبۃ قد اصبتم مثلیہا قلتم انی ہذا - قل ہو من عند انفسکم - کیونکہ تم نے فدیہ لے لیا رواہ ابن ابی حاتم وکذا احمد - ولکن اطول منہ اور یہی حسن بصری لرح نے کہا ہی پھر یہ سب امتحان الٰہی عزوجل ہی تاکہ مبہم طریقہ سے کافرون و مومنون کی آزمائش فرماوے - اور اگر وہ چاہتا تو دم مین سب کافر مارے جاتے یا ایمان لاتے - اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ - اللہ تعالی تو ہر چیز پر قادر ہی جو چاہے کرے ف اور منجملہ ہر شی کے مدد دینا اور نہ دینا بھی ہی - وَمَآ اَصَابَکُمْ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ - باحد - اور جو کچھ تمکو اُسدن پہونچا جسدن دونون جماعتین مومنین وکافرین مقابل ہو کر مل گئین یعنے مقام احد مین فَبِاِذْنِ اللّٰہِ - بارادتہ - وہ اللہ کے ارادہ سے تھا - وَلِیَعْلَمَ - الّذ علم ظہور اور تاکہ جان لے اللہ تعالی علم ظہور کا جاننا - الْمُؤْمِنِیْنَ - حقا - ان لوگون کو جو ایمان لائے ہین تحقیقا یعنی سب پر ظاہر کردے کہ سچے مومن ہین - وَلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ نَافَقُوْا - اور تاکہ ان لوگون کو جان لے یعنی متمیز کردے جنھون نے نفاق کیا - وَقِیْلَ لَھُمْ ای والذین قیل لہم لما انصرفوا عن القتال وہم عبد اللہ بن ابی واصحابہ - تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ - اور تاکہ ان منافقون کو جان لے جن سے کہا گیا تھا [جب احد مین جانے سے پھر چلے تھے] کہ آؤ اللہ تعالے کی راہ مین لڑو - یعنی اللہ تعالے کی راہ مین اسکے دشمنون سے لڑو - اَوِ ادْفَعُوْا - عنا القوم بتکثیر سوادکم ان لم تقاتلوا - یا دفع کرو ہم سے قوم مشرکین کو باینطور کہ جماعت کی تکثیر کرو اگر تم نہ لڑو حاصل آنکہ کثرت لشکر بھی باعث ہوجاتا ہی کہ دشمن نہ لڑے یا صلح کرلے یا بھاگ جاوے یہ گروہ عبد اللہ بن ابی منافق کا تھا کہ احد مین نکلنے سے لوٹ چلے اور بعضے گروہ انصار کو بھی بہکایا چنانچہ سابق مین یہ قصہ گذر چکا ہی - حاصل آنکہ اس معاملہ مین اللہ تعالے کی یہ بھی حکمت تھی کہ ان منافقون کو رسوا کرے جن سے کہا گیا تھا کہ آؤ جہاد کرو یا نہ لڑو تو جماعت کو بھاری رکھو - قَالُوْا لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰکُمْ - بولے اگر ہم اچھی طرح جانتے قتال کو تو تمھارے پیچھے آتے قال المترجم عبد اللہ بن ابی منافق نے مشورہ دیا تھا کہ مدینہ کے اندر سے لڑو تو اب طعن کرتا ہی کہ ہم تو اچھی لڑائی ہی نہین جانتے ہین کیا تمھارے ساتھ آوین یعنے تم لوگ لڑائی کے قواعد سے واقف نہین ہو پھر اللہ تعالی نے ان منافقون کا نفاق ظاہر کیا بقولہ تعالی ھُمْ لِلْکُفْرِ یَوْمَئِذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِیْمَانِ - آج وہ ایمان کی بہ نسبت کفر سے زیادہ قریب ہین ف بسبب اس کے کہ انھون نے کھلے کھلے مسلمانون کی مددگاری چھوڑ دی پس انکا منافق ہونا معلوم ہوگیا اگر کہا جاوے کہ وہ کبھی ایمان سے زیادہ قریب نہ تھے بیان کیونکر فرمایا تو مفسر نے جواب دیا وکانوا قبل اقرب الی الایمان من حیث الظاہر - پہلے تو ظاہر کی راہ سے وہ ایمان سے

اقرب تھے اگرچہ باطن مین تو اب اور پہلے ہمیشہ کافر تھے۔ یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم۔ ولو علموا قتالا لا
لم یتبعوکم۔ اپنے منھون سے ایسی بات کہتے ہین جو انکے دلون مین نہین ہوتی اور اگر وہ جانتے کہ لڑائی واقع ہوگی تو کبھی تمھارے ساتھ نہ آتے
اگرچہ منھ سے کہتے ہین کہ لو نعلم قتالا لاتبعناکم۔ اسی واسطے اللہ تعالی نے فرمایا۔ واللہ اعلم بما یکتمون من النفاق۔ اور جو نفاق
چھپاتے ہین اس کو اللہ تعالے خوب جانتا ہے یعنے انکو سزا سخت دیگا۔ پھر انھین کی مذمت مین فرمایا۔ الذین۔ بدل من الذین
قبلہ او نعت یعنی یہ الذین۔ یا تو پہلے الذین نافقوا۔ کا بدل ہے یا اسکی صفت ہے اور مآل واحد ہے۔ قالوا لاخوانهم۔ فی الدین ایسے
لوگ ہین کہ کہتے ہین اپنے بھائیون کے حق مین یعنی دینی بھائیون سے جو انکے مانند منافق ہین یون کہتے ہین۔ و۔ قد۔ قعدوا۔ عن الجهاد حال انکہ
خود جہاد سے بیٹھ رہے ہین۔ لو اطاعونا۔ ای شہداء احد او اخواننا فی القعود۔ اگر یہ لوگ ہماری اطاعت کرتے۔ اس امر مین کہ بیٹھ
رہتے تو۔ ما قتلوا۔ قتل نہوتے۔ قل۔ لهم۔ تو انسے کہدے۔ فادرءوا۔ ادفعوا عن انفسکم الموت ان کنتم صدقین
فی ان القعود ینجی۔ تو اب دفع کریجیو اپنی جان سے موت کو اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ بیٹھ رہنا موت سے نجات دیتا ہے۔ حاصل اسکا
موت و قتل ہر ایک مقدر ہے اپنے وقت سے پہلے نہین آسکتا ہے اور سراج مین مذکور ہے کہ جسدن ان منافقون نے یہ بات کہی تھی کہ قتال کو بجانے
ہمارا کہا مانتے تو نہ مرتے اس دن مقدار الہی سے ستر منافق مرے اور نیز سراج مین ہے کہ قولہ فادرءوا عن انفسکم الموت خطاب ہے انون سے
استہزاء ہے یعنی اگر تم ایسے ہی جوانمرد ہو کہ موت کے اسباب اپنی دانائی سے دور کر لیتے ہو تو سب اسباب دور کر لو تاکہ تم کو موت ہی نہ آوے۔
اور جسدن تم ناچار مرے تو کہتے ہو کہ یہ وقت ٹل نہین سکتا تھا اسکی کوئی تدبیر نہین تو پھر کیون نہین سمجھتے کہ قتل کا بھی یہی حال ہے بلکہ اہل ایمان
کے مرنا نفاق مین کتے کی موت ہے اور جہاد مین شہادت ہے قال تعالے

ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا ط بل احیاء عند ربهم یرزقون ۝
اور تو ہرگز مت سمجھ ان لوگون کو جو مارے گئے اللہ کی راہ مین مردے بلکہ زندہ ہین اپنے رب کے پاس روزی پاتے ہین

فرحین بما اتهم اللہ من فضله لا ویستبشرون بالذین لم یلحقوا بهم من خلفهم لا
خوشی کرتے ہین جو دیا انکو اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقتی چاہتے ہین ان لوگون کے ساتھ جو ابھی نہین پہونچے انہین پیچھے سے

الا خوف علیهم ولا هم یحزنون ۝ یستبشرون بنعمة من اللہ وفضل لا وان اللہ
یہ کہ نہ ڈر ہے انپر اور نہ وہ غمگین ہین خوشوقتی چاہتے ہین اسکی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ

لا یضیع اجر المؤمنین ۝
نہین ضائع کرتا مزدوری ایمان والون کی

وقف لازم
ع ۱۶/۸ ۱۷

مترجم کہتا ہے کہ دیر کی آیت مین تو اس بات کو بیان کردیا کہ موت و قتل سب مقدر ہے جو اسکا وقت ہے ٹلتا نہین ہے پھر جہاد سے بیٹھ رہنا
اور دیگر نافرمانیان کرنا بیکار محض ہے اب فرمایا کہ جسکو یہ لوگ منافق موت سمجھتے ہین اگر قتل فی سبیل اللہ ہو تو نہایت عمدہ زندگی ہے سیوطی رحمہ نے
کہا کہ یہ آیت شہداء احد کے حق مین نازل ہوئی۔ اور حضرت انس رض سے طول قصہ کے ساتھ ہے کہ اصحاب بیر معونہ جب شہید ہوے تو آنحضرت
صلعم نے قاتل پر بددعا فرمائی اور انکے حق مین قرآن اترا۔ بلغوا عنا قومنا انا قد لقینا ربنا فرضی عنا ورضینا عنہ ہمنے اسکو ایک مدت تک
پڑھا پھر اللہ تعالی نے اسکو اٹھالیا اور نازل ہوا قولہ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ اور مترجم کہتا ہے کہ میرے نزدیک معنی اس حدیث کے

یہ ہین کہ اصحاب بیر معونہ کے حق مین جو قرآن نازل ہوا تھا اوس سے خاص ان شہداء کی حیات و زندگی و رفعت درجات معلوم ہوتے تھے
اٹھا لیا گیا اور اللہ تعالیٰ نے شہداء احد کے حق مین یہ کلام نازل فرمایا جو عام ہی اور ہر شہید کے حق مین اسکے فضائل و کرامات پر دلالت
کرتا ہی اور یہ مین نے اسواسطے کہا کہ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ احد کے روز جب تمھارے بھائی شہید
ہوے تو اللہ عز و جل نے انکی روحون کو سبز پرندون کے جوف مین رکھا وہ جنت کی نہرون پر آتی ہین اور جنت کے پھل کھاتی ہین پھر سونے کی
ان قندیلون مین جو عرش کے نیچے لٹکتی ہین لوٹ جاتی ہین پھر جب انھون نے اپنا کھانا پینا و رہنا اچھی خوبی سے پایا تو بولے کہ کاش ہمارے بھائی
لوگ بھی جان لیتے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے ساتھ کرم کیا تا کہ جہاد سے بے رغبت نہوتے اور لڑائی سے سست نہوتے پس اللہ عز و جل نے فرمایا کہ مین
تمھاری طرف سے انکو خبر پہونچا تا ہون پس اللہ عز و جل نے یہ آیات اُتارین۔ ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ الآیۃ۔ رواہ احمد و ابن جریر و ابو داؤد
و الحاکم و صححہ و ابن حمید و البیہقی من طرق اور نیز حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت حضرت حمزہؓ و انکے اصحاب کے حق مین نازل ہوئی۔
قال الحاکم صحیح علی شرط الشیخین اور معنے یہ کہ حمزہؓ اور انکے ساتھ جو لوگ کہ احد مین شہید ہوے سب کے حق مین نازل ہوئی اور یہی قول قتادہ و ربیع
و ضحاک کا ہی کہ شہداء احد کے حق مین اُتری اور جابرؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مین تجھے کیون غمگین دیکھتا ہون مین نے عرض کیا
کہ میرا باپ شہید ہوا اور قرضہ و عیال چھوڑے ہین۔ فرمایا کہ تجکو خوشخبری دون کہ اللہ عز و جل نے کسی سے کلام نہین کیا مگر پردہ سے اور تیرے باپ سے
بالمواجہ کلام کیا اور فرمایا کہ مجھسے مانگ مین تجھے دونگا عرض کیا کہ پروردگار یہ سوال ہی کہ دنیا مین بھیجدے تاکہ مین تیری راہ مین پھر دوبارہ قتل کیا جاؤن
اللہ عز و جل نے فرمایا کہ یہ تو مین پہلے مقدر کر چکا ہون تو جانتا ہی کہ شہید یا جو مرین وہ دوبارہ لوٹائے نجاوینگے۔ عرض کیا کہ اے پروردگار میرے پیچھے والونکو
خبر پہونچادے ہمارے اس عیش کی پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا الآیۃ۔ رواہ ابن مردویہ و البیہقی۔ بالجملہ یہ صحیح
ہی کہ آیت خصوص شہداء احد کے حق مین اور عموم سب شہداء کے حق مین ہی لیکن انھین شہیدون کے حق مین ہی جو راہ خدا مین شہید ہون۔ پھر
سراج مین ہی کہ وہ ستر شہید تھے جنمین سے چار مہاجرین حمزہ بن عبد المطلب جنکے حق مین جبرئیل علیہ السلام نے اسیوقت آکر خبر دی تھی
کہ یا رسول اللہ لوح محفوظ مین سید الشہداء حمزہ بن عبد المطلب لکھے ہین اور مصعب بن عمیر اور عثمان بن شماس اور عبد اللہ بن جحش اور باقی سب
انصار مین سے تھے۔ **وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا**۔ بالتخفیف و التشدید یعنی اکثر کی قراءۃ قتلوا از قتل ہی اور ابن عامر کی قراءۃ مین قتّلوا
از تقتیل ہی بنظر کثرت شہداء کے یا بدین معنے کہ پارہ پارہ کیے گئے۔ **فِي سَبِيلِ اللّٰهِ**۔ ای لاعلاء دینہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے دین
بلند ہونے کی راہ مین۔ کیونکہ مجاہد وہی ہی جو اسی واسطے لڑے کہ اللہ تعالیٰ کا کلمہ بلند ہو۔ اور یہ خطاب حضرت صلعم کو ہی یا ہر ایسے شخص کو جو اس
خطاب کی صلاحیت رکھتا ہی اور وہ ہر مومن ہی جو دین مین خالص اور مقبول ہو۔ **اَمْوَاتًا**۔ یہ دوسرا مفعول ہی حال آنکہ راہ خدا مین شہید ہونے
والون کو کبھی مردہ مت خیال کیجیو۔ **بَلْ**۔ ہم۔ **اَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ**۔ ارواحہم فی حواصل طیور خضر تسرح فی الجنۃ حیث شاءت کما ورد فی
حدیث۔ بلکہ وہ زندے ہین اپنے پروردگار کے نزدیک ف انکی روحین سبز پرندون کے پوٹون مین ہین وہ جنت مین جہان چاہتے ہین چرتی
پھرتے ہین جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی۔ یہانسے معلوم ہوا کہ زندگی فقط روح کو ہی جسم کو نہین ہی اور صحیح یہ ہی کہ اسوقت انکی روحین اسطرح مثل
ستاروں کے زندہ ہین اور حشر مین سب کے جسم جب زندہ ہونگے تو انکے جسم بھی زندہ ہونگے ہمارا یہ ہی کہ انکی روحین ابھی سے جنت کی نعمت سے سرفراز ہین اور
باقیون کی روحین حشر کے حساب کے بعد جاوینگی و لیکن انبیاء و صدیقین کا اسپر قیاس نہین ہو سکتا ہی کیونکہ انکا مرتبہ شہیدون سے بڑھا ہوا ہی اور جمہور
کے نزدیک انکی زندگی تحقیقی ہی اور بعض نے کہا کہ تمثالی ہی اور یہ غلط ہی پھر جاننا چاہیے کہ ابن عباسؓ نے روایت کی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ شہید لوگ بارق

نہر پر دروازہ جنت پر سبز قبہ مین ہین انکے واسطے صبح وشام جنت سے رزق آتا ہی رواہ احمد وتفرد بہ اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ اسناد جید ہی پھر
سوال وارد ہوتا تھا کہ دیگر احادیث مین تو جنت کے اندر ہونا ثابت ہوا ہی تو شیخ ابن کثیرؒ نے جواب دیا کہ شاید بات یہ ہی کہ شہیدون کے اقسام
مین ایک قسم وہ کہ جو جنت مین انکی ارواح سیر کرتی ہین اور دوم وہ کہ جو اس نہر پہ ہوتے ہین جو دروازہ جنت پر ہی اور کہا کہ یہ بھی احتمال ہی کہ
سب جنت کے اندر ہون ولیکن انتہائی سیر انکی جنت سے باہر اس نہر تک ہوتی ہی اور بیان جمع ہوتے ہین واللہ اعلم۔ یُرْزَقُوْنَ۔ یا کلون
من ثمار الجنۃ۔ یعنی جنت کے پھل کھاتے ہین اور صحیح یہ ہی کہ یہ رزق تحقیقی ہی جیسا کہ جمہور کا قول ہی۔ اور بعض نے کہا کہ مراد اس سے ثنا وجمیل ہی
اور یہ بدعتی ملحد کا قول ہی جیسے کفار فلاسفہ قائل ہین کہ جنت فقط علمی صورتین خوب ہین اور جہنم نادانی کا الم ہی اور عجب کہ اس زمانہ مین بعضے
مفسد پیدا ہوے ہین جو مسلمانون کے بھیس مین عوام ہوا وہوس کی پیروی کرنیوالون کو سکھلاتے ہین کہ اسلام مین بھی یہی معنی مراد ہین اور تم کو
ہر چیز شراب وغیرہ روا ہی جو فطرت کی راہ سے اچھی ہی یہ فرقہ گمراہ اور ملحد ہی۔ فَرِحِيْنَ۔ حال من ضمیر یرزقون۔ یعنی فرحین کو نصب اسواسطے
کہ یرزقون کی ضمیر سے حال ہی یعنے رزق دیے جاتے ہین شہید بندے درحالیکہ خوش ہین۔ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ۔ اس
نعمت سے جو اللہ تعالے نے اپنے فضل سے انکو عطا کی۔ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ۔ یفرحون۔ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ
مِّنْ خَلْفِهِمْ۔ من اخوانہم المومنین۔ اور انکو خواہش فرحت ہی اپنے پچھلون سے جو ابھی تک ان تک نہین پہونچے ف ان کے
مومنین بھائی اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ مسند امام احمد مین ایک حدیث روایت ہی جسمین ہر مومن کے واسطے بشارت ہی کہ اسکی روح
جنت مین جہان چاہے چرتی ہی اور اسکے پھل کھاتی اور تازگی وسرور وکرامات دیکھکر مسرور ہوتی ہی چنانچہ کما قال الامام احمد حدثنا محمد
بن ادریس ای الامام الشافعیؒ عن مالک بن انس الاصبحی ای الامام مالک عن الزہری عن عبدالرحمٰن بن کعب بن مالک عن ابیہ کعب بن مالکؓ کہا کہ
رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ مومن کی روح جنت کی ایک چڑیا ہوتی ہی جو جنت کے درختون سے کھاتی رہتی ہی یہانتک کہ اللہ تعالی اسکی روح کو حشر کے روز
اسکے جسم مین واپس فرماوے۔ ابن کثیرؒ نے کہا کہ شہداء سے فرق یہ ہی کہ عام مومنون کی روحون کی نسبت شہیدونکی روحین مثل ستارون کے روشن ہوتی
ہین پھر شیخ ابن کثیرؒ نے دعا مانگی کہ اللہ عزوجل کریم ورحیم اپنے فضل وکرم سے ہمکو ایمان پر میت دے مترجم کہتا ہی آمین وصلی اللہ تعالی
علی سیدنا ومولانا محمد وآلہ واصحابہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین والحمد للہ رب العالمین۔ پھر جاننا کہ محمد بن اسحاق وسدی نے یستبشرون کی تفسیر
یسرون کے ساتھ کی یعنی مسرور ہوتے ہین۔ اور سعید بن جبیر نے فرمایا کہ جب وہ لوگ جنت مین داخل ہوے اور اللہ تعالی نے آئین جو کرامات
شہیدون کے واسطے رکھی تھین وہ دیکھین تو بولے کہ کاش ہمارے وہ بھائی جو دنیا مین ہین جانتے کہ ہم کس کرامت وبزرگی مین ہین تاکہ جب
جہاد مین حاضر ہوتے تو ایسے لڑتے کہ شہید ہو جاتے پس یہی بھلائی پاتے جو ہکو ملی ہی پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انکے حال سے خبر دی اور
پروردگار عزوجل نے شہیدون کو آگاہ فرمایا کہ مین نے تمہارے نبی صلعم پر تمہارا حال نازل کر دیا پس اس سے مستبشر ہوے پس یہی اللہ تعالی نے فرمایا و
یستبشرون بالذین لم یلحقو بہم من خلفہم۔ اَلَّا۔ یبدل من الذین۔ یہ بدل اشتمال ہی الذین سے ای بان۔ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ۔ ای الذین
لم یلحقوا بہم۔ باین طور کہ نہین خوف اوپر ان لوگون پر جو انسے لاحق نہین ہوے۔ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ۔ فی الآخرۃ یعنی
یفرحون بامنہم وفرحہم۔ اور نہ وہ غمگین ہونگے آخرت مین اور معنے یہ ہین کہ فرحناک ہوتے ہین انکی امن وفرح سے۔ اور مترجم کے نزدیک
موافق تفسیر حدیث کے یہ معنے اول ہین کہ وہ لوگ یہ خوشخبری اپنے بھائیون کے حق مین چاہتے ہین کہ انکو بشارت دیدی جاوے کہ ہم لوگ
ایسی حالت مین ہین کہ ہمپر خوف وغم کسی طرح نہین ہی۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ۔ ثواب۔ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ۔ زیادۃ علیہ یعنی الفضل

سے مراد ثواب موعود پر زیادتی ہے - المعنی اللہ تعالے کی طرف سے نعمت اور اسپر مزید فضیلت پاکر خوشی میں پھولے نہیں سماتے ہیں وَاَنَّ - بالفتح عطفا علے نعمۃ والکسر استینافا - یعنے ان بالفتح کی قراءۃ میں عطف ہے اس جملہ کا مفرد کے حکم میں ہو کر لفظ نعمت پر - اور ان بالکسر کی قراءۃ پر جملہ مستانفہ ہے - اللہ لا یضیع اجر المؤمنین - بل یاجرہم - اور اللہ تعالی مومنون کا اجر ضائع نہیں فرماتا بلکہ انکو جزاے جمیل عطا فرماتا ہے - اور قرارت بالفتح کے معنی یہ کہ نعمت و فضل و وفاے وعدہ پر مسرور ہیں - بالفتح قرأہ پر محمد بن سحق نے کہا کہ خوش ہوے جب انھون نے دیکھا کہ جو انسے وعدہ کیا گیا تھا وہ وفا کیا گیا اور جزیل ثواب پا گیا - اور عبدالرحمن بن زید بن اسلم نے فرمایا کہ اس آیہ کریمہ میں سب مومنین جمع کیے گئے خواہ شہید ہون یا کوئی اور ہون - اور کبرا اللہ تعالی نے کوئی فضل ذکر کیا جو نبیا کو دیا یا ثواب جو انکو دیا مگر آنکہ اُسکے پیچھے وہ بھی ذکر کیا جو مومنین کو عطا فرمایا ہے - عرائس البیان میں ہے قولہ تعالی ولا تحسبن الذین قتلوا فی سبیل اللہ امواتا - اسمین تنبیہ کا کہ جو شخص راہ حق مین قتل ہوا وہ حدوث کدہ سے نکلکر مقام منور کی طرف پہونچا اور نور ازل کے ساتھ ملتبس ہوا اور صفات حق سبحانہ مقدا تست مین واحد ہیں اور جمع و تفرقہ سے خارج ہین انکا فیض افعال ہین اسمار کے ساتھ تفرقہ ہے اور غیبت مین انکا نور اہل وحدت کے واسطے جمع ہے اور محل وصل نور صفت بھی ہے - اور جب وہ حدوث سے نکلکر جمال رحمن تک پہونچا تو اسکے بعد اسپر حدوث کے صفات سے کچھ بھی جاری نہوگا چنانچہ اسپر موت و فنا کچھ جاری نہ ہوگا بلکہ وہ زندہ ہو جائیگا یعنی زندہ کہا جائیگا اور یہ زندگی تحقیقی ہے کیونکہ وہ موصوف بزندگانی حق ہو گیا اور زندگانی حق عز و جل کی ابدی ہے اسپر انسانی زندگی و موت کی کوئی علت جاری نہین ہوتی ہے - اور یہ مرتبہ اسکے فیض مشاہدہ و عندیت سے ہے اسواسطے کہ جو شخص راہ حق مین مقتول ہوا اسکی زندگی قربت و عندیت کے فیض سے ہے اور جو شخص کہ عندیت مین ہو وہ کیونکر فنا ہوگا حالانکہ اسکو شہود حق مین رکھا گیا ہے اور جو شخص کہ تیغ ارادت سے قتل ہوا وہ باقی بقربت ہے اور جو شخص کہ تیغ محبت سے قتل ہوا وہ نور مشاہدہ مین باقی ہے اور جو تیغ معرفت سے قتل ہوا وہ انس وصال مین باقی ہے اور جو تیغ توحید سے قتل ہوا وہ بوحدت فی الوحدت باقی ہے اور مردہ وہ شخص ہے جو اپنے نفس کے دیدار پر زندہ ہے اور اپنی ہوا و ہوس کا بندہ ہے اور شیخ ابو سعید قرشی نے اس آیت مین کہا کہ تو ایسے لوگون کو جو راہ ارادت مین اسکے وصال کی آرزو مین ہلاک ہوے ہین یہ مت خیال کر کہ اپنے مقامات مین مردہ ہین بلکہ وہ اپنی مراد اعلی مین پہونچ گئے - ابن عطاءؒ نے کہا کہ اگر منعم کو بھی دیکھ لیتے تو اس کی نعمت و فضل دیکھنے کی خوشی زائل ہو جاتی مترجم کہتا ہے بلکہ صحیح مین حضرت جابر کے والد کے ساتھ عیانا کلام کرنا منصوص ہے فاعرفہ -

اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ

جن لوگون نے حکم مانا اللہ کا اور اُسکے رسول کا بعد اسکے کہ انکو پہونچ چکا تھا گھاو ہونا جو ان مین نیک ہین

وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۚ ○ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ

اور پرہیزگار انکو ثواب عظیم ہے جن کو کہا لوگون نے کہ ان لوگون نے جمع کیا ہے تمھارے مقابلہ کو سامان تم اونسے ڈرو

فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ○ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ

سو اور بڑھ گیا انکا ایمان اور بولے کہ بس ہے ہمکو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے پھر چلے آئے اللہ تعالی کے احسان سے اور فضل سے

لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ○ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ

کچھ نہین پہونچی انکو برائی اور چلے اللہ کی رضا پر اور اللہ کا فضل بڑا ہے یہ تو شیطن ہے

يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ○

کہ خوف دلاتا ہے اپنے دوستون سے سو تم انکو مت ڈرو اور مجھی سے ڈرو اگر تم ایمان رکھتے ہو

اَلَّذِيْنَ - مبتدا - یعنی یہان سے کلام جدید شروع ہے اور یہ الذین مبتدا ہے اور سابق سے اسکو تعلق یہ ہے کہ غزوۂ احد کے بعد جو واقع ہوا پس
الذین موصول مع اپنے صلہ قولہ استجابوا الخ کے مبتدا اور اسکی خبر یہی جملہ ہے وہ للذین احسنوا ہے جیسا کہ آتا ہے - **اِسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَ**
الرَّسُوْلِ - دعاؤ بالخروج للقتال لما اراد ابو سفیان واصحابہ العود وتواعدوا مع النبی صلعم سوق بدر العام المقبل من یوم احد یعنی
حکم مانا واسطے اللہ ورسول کے جو بلاتا آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا قتال کے لیے نکلنے کو جبکہ ابو سفیان واسکے ساتھیون نے لوٹنے کا
ارادہ کیا اور نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ احد کے روز باہم وعدہ کر گیا تھا کہ وعدہ گاہ ہمارا تمھارا سال آئندہ مین بازار بدر ہے - مترجم
کہتا ہے کہ یہ بروز حمراء الاسد واقع ہوا اور بات یہ ہوئی کہ مشرکین نے جب مسلمانون مین سے شہید ومجروح کیے کہ اوپر بیان ہوا تو اپنے
دیار کو لوٹے تو راہ مین اپنے چلے آنے پر نادم ہوے کہ ہم نے کیون نہین مدینہ پر حملہ کر کے ان سب کا فیصلہ کر دیا پس جب یہ خبر رسول اللہ
صلعم کو پہونچی تو آپ نے مسلمانون کو لڑائی پر چلنے کے واسطے کہا کہ مشرکون کے پیچھے چلو تاکہ مشرکون کو رعب ہو اور جانین کہ نہین قوت ذیری
پامال ہے اور فقط انھین لوگون کو شرکت کی اجازت دی جو بروز احد موجود تھے انہین سے سب کو چلنے کو کہا سوا جابر کے کہ انکو اجازت
دیدی تھی پس مسلمانون نے باوجود زخمون سے چور چور ہونے کے حکم اللہ ورسول کو قبول کیا پس آپ مسلمانون کو لیکر روانہ ہوے یہانتک کہ حمراء الاسد
تک پہونچے تو ابو سفیان رعب مین آگیا اور مشرکون نے کہا کہ آیندہ سال ہم آوینگے پس رسول اللہ صلعم واپس تشریف لائے پس یہ دونون ایک غزوہ شمار
ہوا اور اللہ تعالیٰ نے نازل فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - رواہ ابن ابی حاتم عن عکرمہ وابن مردویہ من طریقہ عن ابن عباس - اور حضرت
عائشہؓ سے روایت ہے کہ انھون نے اپنی بہن کے بیٹے عروہ بن الزبیر سے کہا کہ تیرے دونون باپ یعنی زبیر وابو بکر بھی ان لوگون مین تھے جنکی نسبت
اللہ تعالیٰ نے فرمایا - الذین استجابوا للہ والرسول الآیہ - کہا عائشہؓ نے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو احد کے روز پہونچا جو کچھ پہونچا اور مشرکین لوٹ
گئے اور پھر مشرکون کے واپس ہونیکا خوف ہوا تو فرمایا کہ کون انکے پیچھے پیچھے چلتا ہے پس انہین سے ستر آدمیون نے قبول کیا جنمین ابو بکر وزبیر
بھی تھے رواہ البخاری والحاکم اھ نیز معالم وغیرہ مین بھی مذکور ہے کہ آپ کے ان ساتھیون مین بعضے ایسے زخمی تھے کہ ایک دوسرے کو کندھے پر
لاد کر لیجاتا تھا پھر وہ اسکو لاد کر لیجاتا اسطرح انھون نے اپنی جانون پر مشقت کا تحمل کیا اور حکم اللہ والرسول کی نافرمانی و ثواب چھوڑنا گوارا
نہکیا - اور ابن جریر کی روایت ابن عباس مین ہے کہ ستر آدمیون قبول کرنے والون مین حضرت صدیقؓ وعمرؓ وعثمانؓ وعلیؓ وزبیرؓ وسعدؓ وطلحہؓ
وعبد الرحمن بن عوف وعبد اللہ بن مسعود وحذیفہ بن الیمان وابو عبیدہ بن الجراح بھی تھے اور حمراء الاسد مدینہ سے آٹھ کوس کے فاصلہ پر ہے -
محمد بن اسحاق نے ذکر کیا کہ معبد خزاعی نے جو اسوقت اگرچہ مشرک تھا مگر آنحضرت صلعم کا ہم سوگند تھا کہ مین جا کر مشرکون کو دھمکایا کہ محمد کے ساتھ
بڑا لشکر ہے تم نکلے اور مارے گئے پس ابو سفیان واسکے ساتھی مکہ کی طرف بھاگ گئے اور انکو قبیلۂ عبد القیس کے کچھ لوگ مدینہ کو جانے والے ملے ان کو
ابو سفیان نے کچھ دینا کہا کہ محمد وانکے ساتھیون سے دھمکا دینا کہ ہم نے لشکر جمع کیا ہے تاکہ ہم مدینہ ۔۔۔ اسوقت ۔۔۔
وہان یہ وعدہ ادا کر دینگے - ان لوگون نے حضرت صلعم کو حمراء الاسد مین پا کر پیغام مذکور پہونچایا پس سب بولے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل
اور ابو عبیدہ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم کو جب قریش کے لوٹنے کی خبر پہونچی تو فرمایا کہ قسم اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان
ہے کہ اگر وہ لوگ لوٹتے تو انپر دوزخ کے پتھر برستے جس سے بالکل نیست ونابود ہو جاتے اھ اسناد روایت محمد بن اسحاق کے حسن ہے عکرمہ وقتادہ وغیرہم سے
مروی ہے کہ یہ غزوہ حمراء الاسد کے بارہ مین ہے - اور بعض نے کہا کہ احد کے روز جب آنحضرت صلعم اپنے اصحاب کے پاس کوہ احد پر ہو گئے تو بعد دیر
کے ابو سفیان ظاہر ہوا اور منجملہ اور باتون کے یہ کہا کہ اے محمد ہمارا تمھارا وعدہ گاہ بدر صغریٰ ہے اگر تم چاہو تو آپ نے فرمایا تھا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ

پس یہ آیت اُسکے بیان مین ہی شیخ ابن کثیر نے کہا کہ صحیح تو قول اول ہی کہ غزوہ حمراء الاسد مین ہوا قولہ الذین استجابوا للہ والرسول
وہ نیک بندے جنہون نے اللہ تعالیٰ ورسول کا بلانا قبول کیا۔ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ۔ یا حدِ بعد از انکہ پہونچی تھی
انکو قرح برونا حد۔ ف زخم وجراحت جس کا درد والم ہنوز باقی تھا۔ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ۔ تو ان نیکون مین سے جنسے
مرتبہ احسان کا کام کیا۔ ف اسطرح کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کی۔ وَاتَّقَوْا۔ مخالفتہ اور اللہ تعالیٰ یا اسکے رسول
کی مخالفت سے پرہیز کیا انکے لیے۔ اَجْرٌ عَظِيْمٌ۔ ہو الجنۃ۔ اجر عظیم ہی وہ جنت ہی۔ ف معلوم ہوا کہ قولہ للذین احسنوا الخ سے خبر ہی اور
فائدہ یہ نکلا کہ الذین استجابوا الخ مبتدا سب بندے اس مرتبہ وثواب کے مستحق ہین پھر اللہ تعالیٰ نے انکی مزید فضیلت بیان فرمائی بقولہ
تعالیٰ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ۔ یہی بندے ایسے ہین کہ انسے لوگون نے کہا۔ ف یعنی نعیم بن مسعود اشجعی نے کہا کہ۔ اِنَّ
النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ۔ تمھارے لیے جماعت جمع کی ہی لوگون نے۔ ف ابوسفیان واسکے ساتھیون نے بڑا لشکر تمھارے
مقابلہ کے لیے جمع کیا ہی۔ فَاخْشَوْهُمْ۔ سو تم انسے ڈرو۔ ف اور اب مقام بدر مین لڑنے مت جاؤ۔ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا
پس اس کلام نے انکا یقین بڑھا دیا۔ ف اور بزدل نہین ہوے بلکہ اللہ تعالیٰ پر بھروسا کیا۔ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ
اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو کافی ہی اور وہی اچھا وکیل ہی۔ ف ہم لشکرون وغیرہ پر بھروسا نہین کرتے ہین پس اللہ تعالیٰ نے ان کو
نعمت دنیا وآخرت سے سرفراز فرمایا۔ قصہ اسکا معالم وغیرہ مین یون مذکور ہی کہ دوسرے سال وعدہ پر ابوسفیان نکلکر مرالظہران پر آیا پر اللہ
تعالیٰ نے اسکے دل مین رعب ڈالدیا کہ وہ لوٹ گیا اور نعیم بن مسعود عمرہ ادا کرنے کو مکہ گیا تھا اس سے ملا اور یہ شخص اسوقت مشرک تھا
پھر غزوہ خندق مین مسلمان ہوا ہی پس ابوسفیان راہ مین نعیم بن مسعود سے ملا اور کہا کہ یہ سال قحط ہی ہمکو سال فراخ چاہیے ہی کہ ہم دودھ
پیئین اور چراوین اور مین نے محمدؐ سے بدر مین لڑائی کا وعدہ کیا تھا اب مین اس سال نہین جانا چاہتا اور مجھے برا معلوم ہوتا ہی کہ وہ آوین اور
مین نجاؤن کہ میری طرف سے وعدہ خلافی ہو سو اگر تجھسے یہ ہوسکے کہ تو انکو ڈراکر مدینہ مین رکھے اور وہ باہر نکلین تو تجھے دس اونٹ دونگا اور سہیل
بن عمرو کے پاس رکھدونگا وہ اسکا ضامن ہی اس قرارداد پر نعیم بن مسعود مدینہ مین آیا یہان دیکھا کہ مسلمان سامان جنگ کرنے اور نکلنے کو تیار ہین
اسنے کہا کہ تم کہان جانا چاہتے ہو بولے کہ ہم نے ابوسفیان سے موسم بدر صغریٰ کا وعدہ کیا ہی بولا کہ تمھاری رائے بہت بُری ہی وہ تمھارے
یہان آئے تو تم مین سے تھوڑے بچے اب تم انکے یہان گھستے ہو دیکھو کیا حال ہو حالانکہ انھون نے بڑا لشکر جمع کیا ہی واللہ تم مین سے کوئی
بچ نکلنے والا معلوم نہین ہوتا ہی پس بعض اصحاب رسول اللہ صلعم نے نکلنا مکروہ جانا پس رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ واللہ مین تنہا جاؤن گا
اگرچہ تم مین سے کوئی نجاوے پھر آپ ستر سوارون کے ساتھ روانہ ہوے جو کہتے تھے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور انھون نے اس نعیم مذکور کے
قول پر التفات نہین کیا مترجم کہتا ہی کہ ابن عبدالبر وابن حجر نے کہا کہ اسکے بارہ مین کوئی روایت اسناد سے نہین ہی فقط ثعلبی نے نقل کیا ہی اور
سہیلی اسی طرف گیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ اسپر وارد ہوتا ہی کہ نعیم مذکور واحد تھا اسکو الناس کیونکر کہا اور جواب دیا گیا کہ ناس کی جنس سے ہی لہذا
اسپر اطلاق کیا گیا جیسے کہا جاتا ہی کہ فلان یرکب الخیل۔ وہ گھوڑون پر سوار ہوتا ہی۔ حالانکہ اسکے پاس ایک ہی گھوڑا ہوتا ہی اور جیسے قولہ
تعالیٰ ام یحسدون الناس ہی محمد صلی اللہ علیہ وسلم۔ پھر پوشیدہ نہین کہ شیخ ابن کثیرؒ نے محمد بن اسحاق وغیرہ کی روایت سے ذکر کیا کہ الناس سے
مراد گروہ عبد القیس ہی جنکے ہاتھ ابوسفیان نے کہلا بھیجا تھا ابن عبدالبر وابن حجر نے کہا کہ اسکی اسناد موجود ہی مگر اسمین انقطاع و ابہام ہی
اور الناس گروہ عبد القیس ہی قولہ ان الناس یعنی ناس سے مراد ابوسفیان و اسکے ساتھی مشرکین ہین قولہ قد جمعوا لکم۔ یعنی جمع کیا ہی

تمھارے واسطے لشکروں کو تاکہ تم کو جڑ سے نابود کردیں قولہ فاخشوہم پس انسے ڈرو - مرادیہ کہ تم نکلکر خود انکی طرف مت جاؤ - سو واسطے
کر بھگانے والا اسی غرض سے آیا تھا کہ مسلمانوں کو مدینہ کے اندر روکے - قولہ فزادہم ای ذلک القول یعنے اس قول نے انکو بڑھادیا قولہ ایمانا
تصدیقاً باللہ ویقیناً - اللہ تعالیٰ کے ساتھ تصدیق ویقین کو اور مرادیہ ہے کہ انھوں نے یہ قول سنکر بزدلی نہیں کی اور اسپر کچھ التفات کیا بلکہ
اللہ تعالیٰ پر اعتماد کیا اور اسی سے اخلاص کیا اور طمانیت و دین کی قوت بڑھ گئی چونکہ اس خلوص کا اور رجوع کا سبب یہ قول ہوا تھا سو جسے
اسکی طرف نسبت کردی واضح ہو کہ کلمہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے فضائل بکثرت وارد ہوئے ہیں - حدیث میں ہے کہ جس امر مکروہ پہونچنے کا خوف
ہوا ور حسبنا اللہ ونعم الوکیل کہکر توکل کرے تو اللہ تعالیٰ اسکے مکروہ سے بندہ کو محفوظ فرماتا ہے - (اسنادہ حسن) پھران صحابہ رضی اللہ عنہم نے
آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور نکلکر روانہ ہوئے مفسرؒ نے لکھا - وخرج النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ الرعب فی قلب
ابی سفیان واصحابہ (ھ) یہ برکت ہے جاننا چاہیے کہ قول حسبنا اللہ ونعم الوکیل کی بہت تعریف ہے چنانچہ ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ اس
کلمہ پاک کو ابراہیم علیہ السلام نے اسوقت کہا تھا کہ جب نمرود ملعون نے انکو آگ میں ڈالا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوقت کہا کہ جب لوگوں نے
آپسے کہا کہ مشرکین نے تمھارے مقابلہ کو گروہ جمع کیے ہیں کما فی روایۃ البخاری اور شداد بن اوسؓ سے روایت ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ حسبنا
اللہ ونعم الوکیل - ہر خائف کے لیے امان ہے رواہ ابونعیم - اور روایت ہے کہ جب کسی چیز سے خوف کرکے یہ کلمہ کہے تو اللہ تعالیٰ اس خوف سے اس کو
نجات دیتا ہے (الطبرانی) اسیواسطے صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ کلمہ پڑھا اور مفسر رحمہ اللہ نے لکھا وخرج النبی صلعم فوافوا سوق بدر والقی اللہ
الرعب فی قلب ابی سفیان واصحابہ فلم یاتوا وکان معہم تجارات فباعوا وربحوا یعنے صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
ساتھ روانہ ہوکر بازار بدر میں پہونچے اور ابوسفیان سردار قریش کے دلمیں و اسکے ساتھیوں کے دل میں اللہ تعالیٰ نے رعب ڈالدیا تو وہ لوگ
مقابلہ میں نہیں آئے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ میں اموال تجارت تھے جنکو انھوں نے فروخت کرکے نفع کمایا (دوچند نفع اور آٹھ
روز تک وہاں ٹھہرے) قال تعالیٰ - فَانْقَلَبُوْا - رجعوا من بدر - بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ - بسلامۃ وربح لَّمْ يَمْسَسْهُمْ
سُوْٓءٌ - من قتل او جرح - پس لوٹے بدر سے نعمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اور فضل کے ساتھ (یعنے سلامتی ونفع کے ساتھ)
نہیں چھوا انکو کسی برائی نے (یعنی قتل وجراحت وغیرہ انکو کچھ نہیں پہونچی) وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ - بطاعتہ ورسولہ فی الخروج اور
انھوں نے پیروی کی رضوان اللہ تعالیٰ کی (بایں طور کہ جہاد کے لیے جانے میں اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کی (مترجم کہتا ہے
کہ قولہ ورسولہ اصل میں بطاعتہ وطاعۃ رسولہ تھا کیونکہ عطف ضمیر مجرور پر ہے ولیکن مفسرؒ نے مسامحہ کیا - وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ - علی اہل طاعتہ
اللہ بڑے فضل والا ہے طرف اپنے فرمانبرداروں پر فضل عظیم فرماتا ہے جسکو لوگ نہیں سمجھتے ہیں مترجم کہتا ہے کہ مفسرؒ نے جو فاصلہ کا ربط بتلادیا
اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ کا نفع وغیرہ دینے میں تو فضل بسیط اور عام ہے کافروں و مومنوں سب کو شامل ہے جواب یہ ہے کہ فضل بنظر حقیقت
و انجام ہے اور انجام فقط مومنوں کے واسطے بہتر ہے اگرچہ نفع وغیرہ دنیاوی نعمت میں مومن وکافر سب شامل ہیں فرق یہ ہے کہ مومنوں کے واسطے کرامت
ہوتا ہے اور کافروں کے لیے استدراج ہے یعنی وہ اپنی گمراہی میں اور زیادہ پاؤں پھیلاتے ہیں نظیر اسکی لڑائی کی فتح وشکست ہے چنانچہ بدر میں معجزہ کے طور
پر کافروں کو سخت شکست دی پھر احد میں باوجود مخالفت اہل اسلام کے اول میں فتح ونصرت عظیم تھی حتیٰ کہ کافروں نے خوف بدر سے بھاگنا شروع کیا
لیکن اہل ایمان کو آزمایش میں ڈالا تا کہ صدق پر ظاہر ہوں اور کافروں کا غرہ بڑھا اور سمجھے کہ یوں ہی ہوا کرتا ہے اور ہمارے بتوں نے ہماری
مدد کی - اور اہل ایمان کو مکرر آزمایش کے لیے اس جہاد بازار بدر کے وقت ایک شخص نے شیطان کا پیام کہنے کی اجازت لی تم ڈرو کہ کفار بہت کثرت جمع ہیں

یعنے تمام کام کا انجام انھین کے اختیار پر ہے اور قبضۂ قدرت موثر حقیقی نہین ہے تو اسوقت بھی مومنون نے اسکو رد کر دیا کہ یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین حتی کہ اللہ
تعالی چاہے تو ایک مجاہد مومن کو جملہ کافرون پر فتح دے اور چاہے کافرون کو یون ہی ہلاک کر دے اور یہ درمیانی اسباب کچھ نہین ہین۔ اللہ تعالی نے
فرمایا۔ اِنَّمَا ذٰلِکُمُ القائل لکم ان الناس الخ۔ یعنی جسنے تمسے کہا کہ ان الناس قد جمعوا لکم الخ۔ لوگون نے تمھارے مقابلہ کے لیے بڑا جماؤ کیا ہے
تم انسے ڈرو) تو یہ کچھ نہین سوا اسکے کہ۔ اَلشَّیْطٰنُ۔ شیطان ہے کہ۔ یُخَوِّفُ۔ کم۔ اَوْلِیَآءَهٗ۔ الکفار۔ ڈراتا ہے (تمکو) اپنے
دوستون (ای کفار سے) مترجم کہتا ہے کہ شیطان اہل طاعت کو طرح طرحکے خوف دلاتا ہے چنانچہ مجاہدین کافرون کی کثرت و غلبہ کا خوف
دلاتا ہے اور زکوۃ دینے مین فقیر ہو جانے کا اسیواسطے حدیث مین آیا کہ جب ایسا وسوسہ پاوے تو لاحول پڑھے اور فضل الٰہی پر یقین کرے کما مر اور
مجاہدین کہے کہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ اور دیگر مقامات کا بیان اپنے اپنے موقع پر آویگا۔ الحاصل یہ شیطان ہے کہ تمکو اپنے یارون یعنے کافرون سے
ڈراتا ہے۔ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ۔ فی ترک امری۔ پس تم شیطان کے یارون سے مت ڈرو اور مجھسے ڈرو یعنی میرا حکم چھوڑنے مین ڈرو
کہ کوئی عذاب سے بچانے والا نہین ہے۔ خافون در اصل خافونی تھا اور یہ یاء متکلم کثرت سے حذف ہوتی ہے اور معنے یہ کہ ڈرو مجھسے یعنی میرے حکم پر بندگی
چھوڑنے مین مجھسے ڈرو اور یہ معنے نہین کہ اللہ تعالی کی ذات پاک سے ڈرو کیونکہ اللہ تعالی کی محبت لازم ہے اگرچہ اسکے معنے یہ بیان ہوے کہ
اسکے حکم کی اتباع کرے لیکن اتباع در اصل محبت کا لازمہ ہے۔ پھر نیک بندون کو ہوش دلایا بقولہ تعالی۔ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ حقا۔
اگر تم مسلمان ہو یعنی سچے مومن ہو تو مجھی سے ڈرو۔ یہ جزا محذوف ہے ماقبل کی دلالت سے حذف ہوئی خلاصہ یہ کہ تم شیطان کی بات مت مانو
اگر مومن ہو اور اللہ تعالی نے یہی مقام امتحان رکھا ہے اور واضح ہو کہ شیطان و اسکے یار و تمام جہان کسیکو ایک ذرہ مجال نہین ہے کہ تصرف کر سکے
ولیکن اللہ تعالی نے ہر ایک کے پسند و اسکا نتیجہ و انجام رکھا ہے پس شیطان و اسکے یارون نے دنیا و جہنم اختیار کی ہے اگرچہ انجام جہنم کو نہین جانتے
بلکہ جہنم ہی سے منکر ہو کر شیطان کے قبضہ مین ہین اور اللہ تعالی نے مومنون کو ارشاد فرمایا کہ تم آخرت و جنت اختیار کرو کہ وہ دار کرامت ہے اور دنیا مین
جسکو کافرون نے اختیار کر لیا ہے انکے ساتھ ان قواعد شرع پر بسر کرو کیونکہ کافرون نے دار جنت تم کو دیدیا ہے تو تمنے اسی دنیا سے اسکو لیا پس انصاف
کر لو اور دنیا کو اللہ تعالی کے نام پر قربان کرو کیونکہ دنیا و مافیہا و آسمان و زمین سب اسی کی ملک ہے۔ (مسئلہ) اس آیہ کریمہ سے ثابت ہوا کہ جہاد کی
خالص نیت ہو تو ذیل مین تجارت کا قصد بھی مضر نہین ہے جیسے حج مین صریح اجازت مذکور ہوئی ہے ف عرائس مین ہے کہ قولہ تعالی الذین استجابوا
للہ والرسول حق عز و جل کی دعوت قبول کرنا اسطرح ہے کہ اسکی محبت سے طاعت ہو اور اسکے قرب کے لطائف و کرامت کا شوق ہو مترجم
کہتا ہے جو لوگ اللہ تعالی کی یاد مین ہین وہی اسکے مقرب ہین یعنے اسکے نام پاک کے مصاحب ہین کما جاء فی الحدیث اور رسول اللہ صلعم کی
استجابت اسواسطے کہ اللہ عز و جل کے انوار صفات کے آثار انپر موجود ہین۔ اور یہین اشارہ ہے مقام اتحاد کی طرف کیونکہ امر واحد ہے اور اللہ سبحانہ
تعالی نے انکو حسن ارادت سے موصوف کیا کہ اسکی محبت و طلب تقرب مین ارادہ و ثبات رکھتے اور اپنی جانین صدقہ کرتے ہین اگرچہ جنگ احد مین
زخم برداشت کر چکے ہین چنانچہ فرمایا من بعد ما اصابہم القرح۔ اور واسطی نے کہا کہ اللہ تعالے کی استجابت تو یقین و وحدانیت ہے اور رسول کی استجابت
اسطرح کہ اسکے حکمون کی پیروی اور اسکی ممانعتون سے پرہیز ہے یعنی بسر و چشم اسکی شریعت کا قبول ہے قولہ تعالی للذین احسنوا منہم واتقوا اجر
عظیم۔ جو لوگ مقام احسان کو پہونچے یعنی امتحان مین اللہ تعالے ہی کو دیکھتے رہے اور پرہیز رکھا تمام ان چیزون سے جو اللہ تعالی اور اسکے
بندون کے درمیان حجاب ہوتے ہین تو انکو اجر عظیم ہے تقوی یہ کہ اپنے نفس و اسکے ہوا جس سے بچے جبکہ انھون نے اپنی مراد سے نکلکر مراد
حق کو قبول کیا۔ اور اجر عظیم یہ ہے کہ جو اللہ تعالے نے انکے واسطے آخرت مین مہیا کر رکھا ہے اور منجملہ اسکے یہ کہ انکو اپنے دیدار تک پہونچانا

بدوران

بدون ہجر وعتاب وحساب وحجاب کے اور بعض نے فرمایا کہ للذین احسنوا منہم۔ یعنی جن لوگون نے حضرت مصطفیٰ صلے اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو قبول کیا اور اسکی مخالفت سے پرہیز کیا ظاہراً و باطناً تو انکے واسطے اجر عظیم ہے یعنی حق عزوجل کی مجاورت و مشاہدہ مین انکو درجہ ملیگا اور استاد رحمہ نے فرمایا کہ حق عزوجل کی استجابت باین طور کہ اسکے وجود پاک کی حقیقی تصدیق کرے اور استجابت رسول علیہ السلام باین طور کہ جو اس نے حدود فرمائی ہین انھین کے موافق اپنی عادت رکھے اور استجابت حقتعالی صفا در حق ربوبیت ہے اور استجابت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ادائے عبودیت قولہ القرح اشارت ہے کہ ابتدائے حال مین رخنہ وجرح سے لغزش ہوتی ہے پھر وہ حسبنا اللہ ونعم الوکیل۔ کہکر مستقیم ہوئے چنانچہ حدیث مین ہے کہ لا یلدغ المومن من جحر مرتین مومن ایک رخنہ سے دوبار زخم نہین کھاتا۔ ھ (للمترجم) قولہ للذین احسنوا منہم احسان یہ ہے کہ تو اللہ تعالی کی عبادت کرے گویا تو اسکو دیکھتا ہے اور وہ مشاہدہ ہے واتقوا پس اگر تو اسکو نہ دیکھے تو وہ تجھکو دیکھتا ہے اور یہ مراقبہ در حال مجاہدہ ہے۔ اجر عظیم اہل ہدایت کے واسطے کسی وقت پر اور اہل نہایت کے واسطے فی الحال ہے۔ قولہ تعالی فلا تخافوہم وخافون ان کنتم مومنین۔ پاکیزہ کیا حق سبحانہ تعالی نے درگاہ کبریائی کو تہمت اغیار سے اور امید کیا شرکت کے وہم کو حضرت جلال سے چنانچہ فرمایا خافون یعنی مجھی سے خوف کرو اس بات مین کہ تمھارے اسرار کسی غیر کی طرف التفات کرین۔ اور جس وصف کمال کا او تعالی مستحق ہے اسکو ہر شیطان وغیرہ سے دور کیا جو اسکا مستحق نہین ہے اور خوف دلایا اپنی ذات سے اپنے بندون کو اپنے حقوق ربوبیت کا اور اس خوف مین غیر کا کوئی حصہ نہین ہے۔ ایمان کے خوف و امید کو محل برہان مین وقوع امتحان کے وقت ملادیا پھر جب مشاہدہ ہوگیا تو انوار ہیبت ظاہر ہوجاتے ہین اور خوف کی علت جاتی رہتی ہے۔ ان لوگون کی کمال بزرگی دیکھو کہ انکو اپنی ذات سے خوف دلایا نہ اپنے عذاب سے جسنے غیر سے خوف کیا وہ حق تعالی کے ساتھ شرک کا محل ہوجاتا ہے حاصل آنکہ جسنے مجھی سے خوف کیا وہ محل ایمان مین ہے اور جسنے میرے غیر سے خوف کیا وہ محل شرک مین ہے اور یہ شرک خفی ہے۔ اور واسطی رحمہ نے کہا کہ ایمان کی شرطین مین سے خوف ہے اور علم کی شرطین مین سے خشیہ ہے اور یہی اشارہ ہے بقولہ تعالی انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء۔ اور ابن عطاء رحمہ نے فرمایا کہ جبتک تم طریقہ پر ہو مجھسے خوف رکھو کیونکہ جسنے خوف چھوڑا اُسنے راہ مستقیم کو چھوڑدیا اور کہا گیا کہ ایمان خوف و امید کے درمیان ہے (ع) پھر اللہ تعالی نے اہل ایمان کو یہود وغیرہ مشرکون منافقون کے وبائم وقبائح سے تنبیہ فرمائی بقولہ تعالی

وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِينَ يُسَارِعُونَ فِي الْكُفْرِ ۚ إِنَّهُمْ لَنْ يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۗ يُرِيدُ اللَّهُ أَلَّا يَجْعَلَ

اور تجھکو غمگین نہ کردے ان لوگون سے جو کفر کرنے دوڑتے ہین وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ نہ دیوے

لَهُمْ حَظًّا فِي الْآخِرَةِ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ۝ إِنَّ الَّذِينَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْإِيمَانِ لَنْ

انکو حصہ آخرت مین اور انکو بڑی مار ہے جنھون نے خرید کیا کفر کو ایمان کے بدلے

يَضُرُّوا اللَّهَ شَيْئًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ۝ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا أَنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ خَيْرٌ

وہ نہ بگاڑینگے اللہ کا کچھ اور انکو دکھ کی مار ہے اور وہ نہ سمجھین منکر لوگ کہ ہم جو فرصت دیتے ہین انکو کچھ بھلا ہے

لِأَنْفُسِهِمْ ۚ إِنَّمَا نُمْلِي لَهُمْ لِيَزْدَادُوا إِثْمًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُهِينٌ ۝ مَا كَانَ اللَّهُ لِيَذَرَ

انکے حق مین ہم تو فرصت دیتے ہین تاکہ بڑھتے جاوین گناہ مین اور انکو ذلت کی مار ہے اللہ وہ نہین کہ چھوڑ دے

الْمُؤْمِنِينَ عَلَىٰ مَا أَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتَّىٰ يَمِيزَ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ

مومنون کو جس حال پر تم ہو جب تک جدا نہ کرے ناپاک کو پاک سے اور اللہ وہ نہین

لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلَٰكِنَّ اللَّهَ يَجْتَبِي مِنْ رُسُلِهِ مَنْ يَشَاءُ ۖ فَآمِنُوا بِاللَّهِ

کہ تمکو خبردار کرے غیب پر ولیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولون مین جسکو چاہے سو تم یقین لاؤ اللہ پر

وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝

اور اس کے رسولون پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تمکو بڑا ثواب ہی

وَلَا يَحْزُنْكَ ۔ بضم الیاء وکسر الزاء وبفتحہا وضم الزاء من حزنہ لغۃ فی احزنہ ۔ یعنی نافع کی قراۃ مین یُحزن بضمہ یاء تحتیہ کسرہ زاء معجمہ از باب افعال ہی اور باقیون کی قراۃ مین یَحزُن بفتح یاء وضم زاء از ثلاثی مجرد مضموم عین المضارع ہی یعنی از حزنہ غمگین کیا اسکو جو احزنہ کے معنے مین ہی جیسے اول قراۃ مذکور ہوئی ۔ بہر حال معنے یہ ہین کہ نہ غمناک کرین تجکو ۔ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِي الْكُفْرِ ۔ جو مسارعت کرتے ہین کفر مین ۔ ای یقعون فیہ سریعا لنصرتہ وہم اہل مکۃ والمنافقون ای لاتہتم لکفرہم ۔ یعنی گرتے ہین کفر مین جلدی کر کے کیونکہ کفر کے معاون ہین اور یہ لوگ اہل مکہ اور منافقین تھے اور حاصل معنے یہ کہ تو بہت غم مین نہو جا انکے کفر کرنے سے اور بعض نے کہا کہ ایک قوم مرتد ہو گئی تھی پس نبی صلعم کو غم ہوا پس اللہ عز وجل نے آپکو تسلی دی ۔ اور بعض نے کہا کہ یہ سب کفار کے واسطے عام ہی قشیری نے کہا کہ کافر کے کفر پر غمناک ہونا ثواب کی بات ہی لیکن نبی صلعم افراط سے غمناک ہوتے تھے چنانچہ فرمایا فلا تذہب نفسک علیہم حسرات ۔ اور فرمایا فلعلک باخع نفسک علی آثارہم الآیۃ ۔ پس اللہ تعالی نے ایسے غمناک ہونے سے منع فرمایا اور ظاہر وجہ غم یہ بھی کہ دیگر اہل ایمان کو انسے ضرر پہونچے اور خود وہ دوزخ کے کُندے ہون پس اللہ عز وجل نے دونون باتون کو یہان دور فرمایا کہ ۔ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْئًا ۔ بفعلہم وانما یضرون انفسہم ۔ یعنے وہ کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اللہ تعالی کو ف اپنے فعل سے اہ کفر کے اندر مسارعت کرنے سے یا اولیاء اللہ کو کچھ ضرر نہین پہونچا سکتے ہین اپنے فعل سے کیونکہ اللہ تعالی انکا ناصر ہی ہان یہی ہی کہ اپنے آپ کو ضرر پہونچاتے ہین کیونکہ انجام کار مین اسکا وبال انھین پر ہی تو اسکی حکمت فرمائی کہ ۔ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا ۔ نصیبا ۔ فِي الْاٰخِرَةِ ۔ ای الجنۃ فلذلک خذلہم ۔ اللہ تعالی چاہتا ہی یہ کہ نہ کرے انکے واسطے کوئی حظ یعنی حصہ آخرت مین ف یعنے جنت مین پس اسی واسطے انکو مخذول کر دیا ۔ حاصل آنکہ اللہ تعالی کی مشیت وارادہ انکے حق مین یون ہی متعلق ہوا ہی ایک خاص حکمت کے ساتھ جو فہم مخلوق سے باہر ہی اور جو اللہ تعالی کا ارادہ ہی وہ ضرور واقع ہوگا پس غم کھانا بے سود ہی اور یہی دیگر آیات کثیرہ مین مصرح ہی کہ ارادۂ الٰہی متعلق ہی جس سے کافر کا کفر اور مومن کا ایمان واقع ہوتا ہی اور اسمین دلیل ہی کہ خیر وشر بارادۂ الٰہی ہی اور اس سے معتزلہ وغیرہ کا رد ہو گیا جو کہتے ہین کہ بندہ اپنے افعال پر خود قادر ہی یہ غلط ہی بلکہ سب بتقدیر الٰہی ہی ۔ اور غایت درجہ یہ کہ ہمکو اسکی حکمت نہین معلوم ہی حالانکہ حکمت الٰہی سبحانہ تعالی صفت پاک ہی اسکا ادراک محال ہی لیکن ہمکو مآل الٰہی معلوم ہی تو ضرور انکا وزن کی مکافات بعدل ہی لہذا انکے حق مین کفر مقدر ہی اور جو تقدیر پر ایمان نہین لایا وہ کافر ہی اور یہی مذہب آیات واحادیث صحیحہ سے ثابت ہی اور اسی پر صحابہ وتابعین وسلف صالحین تھے پس بیان کی آیت سے معلوم ہوا کہ چونکہ ارادۂ الٰہی انکے حق مین حکمت کاملہ کے ساتھ یون ہی متعلق ہوا اس سبب سے وہ مخذول وکافر ہین کہ انکے لیے آخرت مین جنت سے کچھ نصیب نہین بلکہ ۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۔ فی النار ۔ انکے واسطے دوزخ مین عذاب سخت ہی کیونکہ انھون نے ایمان وآخرت کو چھوڑ کر کفر ودنیا کو اختیار کر لیا گویا موتی دیکر کنکر لے لیا تو یہ خود بخود لائق جہنم ہین اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ ۔ ای اخذوہ بدلہ ۔ جن لوگون نے ایمان کے بدلے کفر مول لیا یعنی لے لیا کفر کو بدلے ایمان کے باین طور کہ دونون ممکن سے کفر کو اختیار کر لیا ۔ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ ۔ بکفرہم ۔ شَيْئًا ۔ تو یہی لوگ ہرگز کبھی ضرر نہ پہونچا سکین گے اللہ تعالی یعنے اولیاء اللہ تعالی کو بسبب اپنے کفر کے کچھ بھی وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ

مولم۔ اور انکے لیے عذاب الیم ہے ف جسکو اپنے لیے خریدا ہے اور الیم بمعنی مولم از ایلام ہے کہذا فسرہ ابن عباس رض۔ وَلَا یَحْسَبَنَّ۔ بالیاء والتاء
الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اَنَّمَا نُمْلِیْ لَهُمْ۔ ای املاءنا لهم بتطویل الاعمار و تاخیرہم۔ خَیْرٌ لِّاَنْفُسِهِمْ۔ وان و معمولها سدت مسد المفعولین
فی قراءة التحتانیة و مسد الثانی فی الاخری۔ یعنی ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم و کسائی و یعقوب نے ولا یحسبن بصیغہ غائب بیاء تحتیہ پڑھا
پس الذین کفروا فاعل ہوگا۔ اور انما نملی لهم الخ قائم مقام دو مفعول کے ہوگا یعنی یہ کہ ہرگز یہ خیال کریں وہ لوگ جو کافر ہوئے کہ ہمارا
ڈھیل دینا انکو اسطرح کہ انکی عمریں دراز کردیں اور عذاب کے ساتھ پکڑنے میں تاخیر دی) یہ بہتر ہے انکے واسطے۔ اور باقیوں نے بالتاء الفوقیہ پڑھا
پس خطاب آنحضرت صلعم کو یا ہر خیال کرنے والے کو ہے اور تعریض ہے کافرون کو۔ اور الذین کفروا مفعول ہے اور انما نملی لهم الخ اسکا بدل ہے اسکو مفسر نے قائم
مقام مفعول دوم رکھا ہے اور بیضاوی رح نے کہا کہ ایک ہی مفعول پر اسواسطے اقتصار کیا کہ اعتماد تو بدل پر ہے۔ پھر مفسر رح نے املاءنا لهم یعنے
مصدر سے تفسیر کرنے میں اشارہ کیا کہ ما مصدریہ ہے بیضاوی رح نے کہا کہ چاہیے یہ تھا کہ خط میں وہ الگ لکھا جاوے لیکن مصحف امام میں وہ
متصل ہی پایا گیا پس اسکی اتباع سے متصل لکھا جاتا ہے۔ اور ایلاء بمعنے اہمال و تطویل عمر ہے اور بعض نے کہا کہ انکو انکے حال پر چھوڑنا جیسے بولتے
ہیں املی لفرسه۔ اپنے گھوڑے کی رسی ڈھیلی کردی کہ جیسے چاہے چرے۔ المعنے تو خیال مت کیجو ان لوگوں کو جو کافر بنے ہیں انکے حال کو کہ
ہم جو کچھ انکو ڈھیل دیتے ہیں انکے لیے بہتر ہے۔ اِنَّمَا نُمْلِیْ۔ نمهل۔ لَهُمْ لِیَزْدَادُوْٓا اِثْمًا۔ بکثرة المعاصی ہم تو اسیواسطے املاء کرتے ہیں یعنی
ڈھیل دیتے ہیں۔ انکو تاکہ بڑھاویں گناہ بسبب کثرت نافرمانیوں کے۔ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّهِیْنٌ۔ ذو اهانة۔ فی الآخرة۔ اور انکے لیے عذاب
مہین ہے یعنے آخرت میں اہانت دینے والا عذاب ہے مہین بمعنے اہانت والا اور یہ عذاب مہین انکو آخرت میں قطعی ہے اور دنیاوی عذاب گویا اسکے مقابلہ
میں کالعدم ہے۔ مَا کَانَ اللّٰهُ لِیَذَرَ۔ لیترک۔ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلٰی مَآ اَنْتُمْ۔ ایها الناس۔ عَلَیْهِ۔ من اختلاط المخلص بغیرہ
یعنے انتم کا خطاب تو عام آدمیوں کو ہے جسمیں مومن و منافق سب شامل ہیں (اور معنی یہ ہیں کہ) یہ نہیں ہوسکتا کہ اللہ تعالیٰ چھوڑ دیوے
مومنوں کو اسی حال پر جسپر تم ہو اے لوگو کہ مخلص و غیر مخلص سب خلط ملط ہیں الحاصل تم سب کو اسطرح خلط ملط نہیں چھوڑنا چاہتا تھا حتّٰی
یَمِیْزَ۔ بالتخفیف والتشدید یفصل۔ الْخَبِیْثَ۔ المنافق۔ مِنَ الطَّیِّبِ۔ المومن بالتکالیف الشاقة المبینة لذلک ففعل ذلک یوم
احد۔ حتی کہ خبیث کو پاکیزہ سے الگ کرے یا تمیز کردے ف یمیز میں دو قراءة ہیں ایک بدون تشدید کے از ماز یمیز اجبکہ دو چیزوں میں
فصل کردیا اور یہ اکثروں کی قراءة ہے بمعنے آنکہ یہانتک کہ فصل کردے خبیث کو یعنی منافق کو طیب سے یعنی مومن سے بایں طور کہ ایسے شاق
تکالیف دیدی کہ اُنسے دونوں الگ ظاہر ہوجاویں پس بروز احد یہی کیا۔ اور حمزہ و کسائی کی قراءة میز یمیز تمییز التشدید ہے جب دو چیزوں سے زیادہ
ہوں تو کہتے ہیں کہ میز بینہا۔ ان چیزوں میں تمیز کردی پس یہاں باعتبار کثرت افراد مومنین و منافقین کے ہوگا اور اظہر یہ ہے کہ تشدید واسطے مبالغہ
کے ہے کہ خوب امتیاز کردے کہ سب کو معلوم ہوجاوے۔ وَمَا کَانَ اللّٰهُ لِیُطْلِعَکُمْ عَلَی الْغَیْبِ۔ فتعرفوا المنافق من غیرہ قبل التمییز
اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ تم کو غیب پر مطلع کردے یعنی تم قبل تمیز دینے کے منافق کو غیر منافق سے پہچان جاؤ۔ گویا دفع کیا وہم کو کہ بدون
ایسی تمیز کے کیوں خبیث و طیب میں فرق نہیں ہوجاتا اور وجہ دفع یہ کہ اسمیں حکمت الٰہی پوشیدہ ہے اسکو تم نہیں جان سکتے ہو۔ اور سدی
سے روایت ہے کہ منافق لوگوں نے کہا کہ محمد صلے اللہ علیہ وسلم اگر سچے ہیں تو ہمکو خبر دیں کہ ہم میں سے کون مومن ہوگا اور کون نہیں تو اللہ
تعالیٰ نے یہ نازل فرمایا۔ ہکذا۔ اور رواہ ابن کثیر اور اسمیں وہم تھا کہ آنحضرت صلعم کیوں مطلع نہیں ہوتے اگر ہم اہل حق نہیں ہیں تو فرمایا
وَلٰکِنَّ اللّٰهَ یَجْتَبِیْ۔ یختار۔ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ یَّشَآءُ۔ فیطلعه علی غیبه کما اطلع النبی صلعم علی حال المنافقین و لکن اللہ تعالیٰ

برگزیدہ کرتا ہی اپنے رسولون مین سے جسکو چاہتا ہی ف پس اسکو اپنے غیب پر مطلع کر دیتا ہی جیسے نبی صلے اللہ علیہ وسلم کو منافقین کے حال پر مطلع کر دیا۔ حاصل آنکہ آنحضرت صلعم کو منافقین کے حال پر وقوف تھا لیکن وہ حکمت سے بھی واقف تھے کہ اسکو موقع پر رکھتے تھے چنانچہ حضرت عمرؓ نے لسبا اوقات عرض کیا کہ یا رسول اللہ وہ منافق ہی تو اجازت دیجیے کہ اسکو قتل کرون آپ منع فرماتے کہ نہین ای عمرؓ رہنے دے اور ایسے ہی ذو الخویصرہ خارجیون کا جد اعلی تھا اسکی نسبت بھی حضرت عمرؓ نے قتل کر دینے کی اجازت مانگی آپ نے فرمایا کہ ای عمرؓ رہنے دے اسکی نسل سے ایسے ایسے لوگ پیدا ہونگے یعنے خارجیون کے علامات فرمائے اور قتل کی اجازت نہ دی اور ایسے ہی واقعہ احد کا حال جانتے تھے چنانچہ آپکا خواب مروی ہوا جیسا کہ اول قصہ مین ذکر ہو چکا ہی - اور جاننا چاہیے کہ آیہ مین خود مذکور ہی اور علمانے بھی تصریح کر دی کہ علم غیب جاننا جو یہان سے ثابت ہوتا ہی اور بعض دیگر آیات سے ثابت ہوتا ہی یہ جزوی علم غیب ہی حتی کہ تمام آسمانون و زمین کا سب علم غیب بھی جزوی علم غیب ہی اسپر آنحضرت صلعم مطلع تھے اور وہ بھی بدون اطلاع دینے اللہ تعالی کے نہین ہوتا ہی اور رہا علم غیب کلی و مطلق تو وہ سوائے حق عز و جل کے اور کوئی نہین جانتا ہی اسواسطے کہ وہ تو علم ہی جو صفت باریتعالی ہی اور یہ صفت کسی مخلوق مین پیدا ہو جانا غیر ممکن ہی - اور لسبا اوقات اسرار الٰہی و حکمت کاملہ اس امر کو مقتضی ہوتی ہی کہ بندہ خاص اس امر کو نجانے کہ اسکے گھر مین کیا حال ہی اور اسکے سفر مین کیا انجام ہوگا پس آنحضرت صلعم نے نجانا کہ حضرت عائشہ کو جن منافقون نے بہتان لگایا اسکا کیا حال ہی حتی کہ جدا کر دینے کا خیال پیدا ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کیا رسول اللہ عورتین بہت ہین آپکو جدا کرنیکا اختیار ہی لیکن آپ ذرا تحقیق تو کر لین یہانتک کہ قرآن مجید نازل ہوا اور حضرت عائشہؓ کی برأت ہوئی اور ان آیات مین حکمتین و اسرار بیان ہوئے اور ایسے ہی بہت سے وقائع واقع ہوئے چنانچہ علم سنت جاننے والے پر پوشیدہ نہین اور ایسے ہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو حضرت یوسف کے چاہ کنعان مین ہونے کی خبر نہوئی اور مصر سے انکے پیرہن کی خوشبو سونگھی اور ایسے ہی حضرت امام حسینؓ کو سفر شام و واقعہ کربلا کی خبر نہوئی اور تقدیر نے پردہ ڈال دیا حالانکہ روایات سے ثابت ہی کہ اس خبر سے امام حسن علیہ السلام نے وقت وفات کے آگاہ فرمایا اور حضرت صلعم کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے بیان سے خبر ہو گئی تھی پس حاصل یہ کہ جو شخص اسکا معتقد ہی کہ آنحضرت صلعم کو بالکل غیب کا علم تھا وہ افراط کرتا ہی اور خوف کفر ہی اگر تاویل نہ ہو اور جو شخص یہ کہتا ہی کہ حضرت صلعم مثل دوسرون کے تھے ہر ہر بات پر جبرئیل آتے اور آگاہ کرتے تب ہی خبر ہوتی تو اسنے تفریط کی و خطائی ہی جو اوپر مذکور ہوا کیا تو نہین دیکھتا کہ روایت ابن عباسؓ مین جو خواب آنحضرت صلعم کا پروردگار عز و جل کو دیکھنے کا روایت ہوا ہی اسمین تصریح ہی کہ فعلمت ما فی السموات و ما فی الارض - یعنی مین نے سب جان لیا جو کچھ آسمانون و زمین مین ہی - الحاصل جہانتک اللہ تعالی نے علم دیا تھا وہ جانتے تھے اور حدیث مین فرمایا کہ جو مین جانتا ہون اگر وہ تم جانتے تو کم ہنستے اور بہت روتے - فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوا النفاق فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ - پس ایمان لاؤ اللہ تعالی کے ساتھ اور اسکے رسولون کے ساتھ اور اگر تم ایمان لاؤ اور بچو (یعنی نفاق سے) تو تمھارے واسطے ثواب عظیم ہی ف عرائس البیان مین مذکور ہی کہ قولہ تعالی ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اللہ عز و جل نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو توکل و رضا کے بڑے امور مین امتحان فرمایا کیونکہ آنحضرت صلعم کو محزون کر دیا اسطرح کہ کفار نے کفر پر اصرار کیا اور آپکو خوف دلایا پھر اللہ عز و جل نے اس آیت مین حضرت صلعم کو حکم دیا کہ بطون معانی پر نظر کرین حتی کہ قلب سے تمام حزن و اندوہ جو غیر کی طرف سے تصور مین جاتے رہتے ہین کیونکہ جب حق عز و جل کی معرفت مین استحکام ہوا تو اسکے قلب سے تلوین کے احکام بالکل زائل ہو جاتے ہین - واسطی نے فرمایا کہ حزن جملہ احوال مین ہی اور حقیقت مین ان لوگون کے واسطے تعریف و تنبیہ ہی قولہ تعالی انھم لن یضروا اللہ شیئا - یعنی اللہ عز و جل نے خبر دی نبی صلعم کو کمال اہتمام و شفقت ہی اللہ تعالی کی شریعت و اسکے دین کے انتظام پر چنانچہ خبر دی کہ ولا یحزنک الذین یسارعون فی الکفر - اسواسطے کہ

ملال آنحضرت صلعم کو اسی جہت سے تھا اور حاصل یہ کہ تو غمگین مت ہو اسواسطے کہ ساحت کبریائی گمراہوں کی گمراہی کے ہجوم سے پاک ہے قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علے الغیب - اللہ تعالیٰ کے یہاں چند طرح کے غیب ہیں اول غیب ظاہر - دوم غیب باطن سوم غیب الغیب چہارم سر الغیب - پنجم غیب السر پس غیب ظاہر تو وہی ہے جس کی اللہ تعالیٰ نے امر آخرت وغیرہ کی خبر دی ہے اور اسپر کوئی مطلع نہیں ہوتا مگر وہی جو مقام الیقین کو پہونچگیا ہو اور جو اس مقام کو پہونچا وہ نفس کے شواغل وخطرات شیاطین سے خارج ہوتا ہے لیکن حد مشاہدات پر پہونچنے سے دیدار آخرت ہی ہوتا ہے اسواسطے کہ یقین تو خود خطرات ہیں اور یہ خطاب بایں معنے خطاب اصنداد ہے - اور غیب باطن سو وہ غیبان حضرون کا ہے جو مقدر کر کے چشم اعتبار سے پوشیدہ ہیں اور یہ خطاب اہل ایمان کا ہے اور غیب الغیب تو وہ فعال میں سر صفات کا غیب ہے اور بایں معنی یہ خطاب مریدین کو ہے اور سر الغیب تو وہ صفت میں نور ذات ہے اور یہ خطاب محبین کو ہے اور غیب السر تو وہ ہمنیت قدم ہے کہ اسپر کبھی کوئی مخلوق مطلع نہیں ہو سکتا - پس قولہ تعالیٰ وما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب - میں خطاب تمام انبیاء ومرسلین وملائکہ مقربین واصفیاء صدیقین وعارفین موحدین کو ہے پس اس سے یہی غیب مراد ہے جسپر کوئی مطلع نہیں ہو سکتا اسواسطے کہ ازلیت تو اس سے پاک ہے کہ کوئی مخلوق اسکا ادراک کر سکے پس تمام سب مخلوق اسکے احاطہ کرنے سے خارج ہیں لیکن ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہاں ایک قرب خاص ہے جو کسیکو میسر نہیں اور وہ اسطرح کہ زمین سے بعض معانی آنحضرت صلعم کو کشف سے منکشف کیے گئے اور یہ ازل ہی میں ہو لیا تھا مگر یہ لعبفتا ادراک احاطہ نہیں ہے اور یہی فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء - مثل محمد وعیسیٰ وموسیٰ وابراہیم صلوات اللہ علیہم اجمعین کے پس آنحضرت صلعم تو اس عموم برگزیدگی میں بھی شامل ہیں اور خصوصیت خاصہ سے بھی سرفراز ہیں اور باقی فقط عموم برگزیدگی میں ہیں مگر ادراک کسی کو نہیں ہے - اور یہ دوسری آیت میں مشروح ہے کہ فرمایا عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احدا الا من ارتضی من رسول - اور یہ وہی شخص ہے جو اپنے اوصاف سے فانی ہو وصفات حق سے متصف ہو اور ظاہر کر دیا کہ بعض غیب ہم نے نبی صلے اللہ علیہ وسلم پر ظاہر کر دیے ہیں چنانچہ فرمایا ولکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور حکم الغیب ہے اور حکم بر غیب ہے جیسے حضرت صلعم نے دس صحابہ رضہ کو قطعی جنتی ہونے کو فرمایا یا مانند اسکے اللہ عز وجل کی طرف سے خبریں فرمائیں جو دنیا وآخرت کو شامل ہیں

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ هُوَ

اور نہ خیال کریں جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز کے ساتھ جو اللہ نے انکو اپنے فضل سے دی کہ یہ بہتر ہوا انکے حق میں بلکہ یہ

شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

برا ہے انکے حق میں عنقریب طوق ہو کر پڑے گی جس چیز کا بخل کیا تھا قیامت کے روز اور اللہ ہی وارث ہے آسمانوں وزمین کا

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۧ

اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے

ع

وَلَا يَحْسَبَنَّ - بالیاء والتاء - یعنے بتاء فوقیہ ابو عامر ونافع وحمزہ کی قرارت ہے پس خطاب آنحضرت صلعم یا ہر لائق خطاب کو ہوگا

مت خیال کریں لوگوں کو جو بخل کرتے ہیں اس چیز میں جو اللہ تعالیٰ نے انکو دی اپنے فضل سے کہ وہ انکے حق میں بہتر ہے) اور بیاء تحتیہ باقیوں کی قراءۃ ہے پس الذین یبخلون اسکا فاعل ہوگا یعنے جو لوگ بخل کرتے ہیں اس چیز سے جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے انکو عطا کی تو وہ خیال نہ کریں کہ انکے لیے بہتر ہے - الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ - بخل اصل لغت میں یہ کہ مانع ہو انسان حق واجب کو اور جنس مال کو

ندیا جو اسپر واجب ہوا تو وہ بخیل نہین کہلائیگا اور قاموس مین ہی کہ بخل ضد کرم ہی اور کثرت سے حدیثین اس بخل کی مذمت مین وارد ہین اور
بداخلاق مین یہ بدتر ہی مترجم کہتا ہی کہ شرع مین بخل وہی ہی جو معروف شرعی طور پر خرچ کرنے مین بغرض محبت مال کے کوتاہی کرے حتی کہ
اگر اس نے شرع کے دستور سے اپنے اہل و عیال کے خرچہ مین کمی کی تو بھی اسمین بخل کی صفت ہی۔ بالجملہ یہ شرط ہی کہ جو کچھ اللہ تعالے
نے روزی کیا اس کے موافق حساب سے جو کچھ شرع حکم دے خرچ کرے اسیواسطے فرمایا۔ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ
یعنے بخل کرتے ہین اس چیز کے ساتھ جو اللہ تعالے نے انکو اپنے فضل سے دی ہی۔ پس جو کچھ اللہ تعالی نے دیا اسمین اپنے اہل و عیال کے خرچہ کا
خیال کرے اور کپڑے کا اور کسی قدر اپنے وقت حاجت کا پھر حق اللہ تعالی کو بھول نجاوے اگر بچے ہو۔ چنانچہ ترغیب سورۂ بقر کی آیہ نفقہ کی تفسیر مین
مذکور ہوچکا ہی۔ پھر جاننا چاہیے کہ بعض نے آیہ کریمہ کو ایسا ہی عام رکھا ہی جیسا مین نے بخل کی مذمت مین بیان کیا اور مفسرین نے بخل کو زکوۃ سے
مخصوص کیا یعنے بخل کرے باین طور کہ اپنی زکوۃ ندے اور یہ اس صورت مین کہ اللہ تعالے نے اسکے پاس بطور معروف شرعی خرچ کرنے کے
بعد اتنا بچا دیا ہو کہ ستاون روپیہ سکہ انگریزی یا باون تولہ چاندی ہو اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک اگرچہ زیور ہو بشرطیکہ پھر اتنا خرچہ ہو کہ
اسکو منہا کرنے کے بعد مقدار مذکور مین کمی آوے تو اس مقدار مین اگر روپیہ سال پیچھے زکوۃ ندے بلکہ بخل کرے اور ایسا ہی دیگر مفسرین نے بخل
کو زکوۃ سے مخصوص کیا اور حق وہ ہی جو سراج مین فرمایا کہ اکثر علما کے نزدیک اس بخل سے منع واجب مراد ہی نہ مستحب یعنی جو واجب ہو اسکو ندے
اور اسپر کئی وجہ سے استدلال کیا اول آنکہ آیت کریمہ سخت عذاب کے وعید پر دلالت کرتی ہی اور ایسی وعید واجب ہی کیساتھ لائق ہی۔ دوم آنکہ اللہ تعالے
نے بخل پر مذمت کی یعنی عذاب کا وعدہ دیا جو ترک واجب پر ہوتا ہی اور جو چیز نفل ہو اسکے ترک پر وعدہ عذاب نہین ہوتا ہی۔ سوم آنکہ حضرت صلعم
نے فرمایا کہ بخل سے بدتر کوئی بیماری نہین ہی۔ پھر واجب خرچہ کے چند اقسام ہین از انجملہ اپنی جان پر اور اپنے ان اقارب پر خرچ کرنا جنکا نفقہ اسپر واجب
ہی از انجملہ زکوۃ ہی۔ از انجملہ اسوقت کہ مسلمان لوگ ایسے دشمن کے دفع کرنے مین جو انکے جان و مال کا قصد کرتا ہی مال کی حاجت رکھتے ہین پس
واجب ہی کہ ایسے لوگون پر خرچ کرے جو مسلمانون سے اس دشمن کو دفع کرین۔ از انجملہ جو شخص مضطر یعنے ایسے فاقہ گزین کہ مردار حلال ہو تو اسکو
اتنا ضرور کھانا چاہیے کہ سد رمق ہو۔ پس ایسے بخیلون کو اللہ تعالی نے فرمایا کہ ایسے بخیل یہ خیال نکرین کہ۔ هُوَ ای بخلهم۔ انکا بخل کرنا خَيْرًا
لَّهُمْ۔ بہتر ہی انکے واسطے مفعول ثان وہ ضمیر للفصل والاول بخلهم مقدر قبل الموصول على الفوقانية وقبل الضمير على التحتانية۔ یعنی خیرا کو نصب
ہے اسواسطے کہ یہ لایحسبن کا مفعول ثانی ہی خواہ کوئی قراءۃ لیجاوے اور ضمیر ہو۔ چونکہ مرفوع ہی لہذا وہ مفعول نہین ہوسکتی بلکہ ضمیر فصل ہی پھر
پہلا مفعول بخلهم ہی وہ بنابر قراءۃ تاء فوقانیہ کے موصول سے پہلے مقدر ہی ای ولا تحسبن بخل الذين يبخلون الخ اور بنابر قراءۃ یاء تحتانیہ کے ضمیر
فصل سے پہلے مقدر ہی ای ولا يحسبن الذين يبخلون بخلهم هو خيرا لهم۔ بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ۔ بلکہ یہ بخل بدتر ہی انکے واسطے۔ پھر جاننا چاہیے کہ
عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ اس آیت کا نزول اہل کتاب یعنے یہود و نصاری کے حق مین ہی کہ انھون نے جو انکے پاس کتاب الٰہی مین تصدیق
آنحضرت صلعم و قرآن مجید کے بارہ مین تھی اسکے بیان سے بخل کیا رواہ ابن جریر اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ صحیح یہ ہی کہ مال سے حق واجب
ادا کرنے سے بخل کرنے والون کے حق مین ہی اگرچہ یہ جو ابن عباس سے روایت ہی اسمین داخل ہی اور کہا جاتا ہی کہ اسکا داخل ہونا بدرجہ اولی ہی
مترجم کہتا ہی کہ مانعین حق واجب کے حق مین ہونا اظہر ہی اور اسی پر دلالت کرتا ہی قولہ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ۔ ای زکاتہ
من المال۔ عنقریب طوق ہوکر انکی گردن مین ڈالی جاویگی وہ چیز جسکا بخل کیا۔ زکوۃ مال چیز سے مراد مال ہی اور زجاج نے اسکی تفسیر ہی
يَوْمَ الْقِيٰمَةِ۔ بان يجعل حية في عنقه تنهشه كما ورد في الحديث۔ یعنی جس مال سے بخل کیا وہ قیامت کے روز طوق بنا کر انکی گردن مین ڈالا جائیگا یہ ہو

ہوگا کہ یہ مال ایک سانپ کرکے اسکی گردن مین ڈالا جاویگا جو اسکو کاٹیگا جیسا کہ حدیث مین وارد ہوا ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسکو اللہ تعالیٰ نے مال دیا پھر اسنے اس مال کی زکوۃ ادا نہ کی تو قیامت مین ایک اژدہا بے زہر گیسو دار ہوکر اسکی گردن مین طوق پڑیگا پس اسکی دونون باچھون کو کاٹے اور چیریگا اور کہیگا کہ مین تیرا مال ہون مین تیرا خزانہ ہون پھر یہ آیت پڑھی - ولا یحسبن الذین یبخلون بما اتاہم اللہ من فضلہ ہو خیر لہم بل ہو شر لہم سیطوقون ما بخلوا بہ یوم القیامۃ الآیہ - رواہ البخاری وابن حبان - اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مال بصورت اژدہا ہوگا اور کنز یعنے خزانہ جسکی ممانعت ہی وہی مال ہی جسکی زکوۃ نہ دیجاوے ورنہ وہ کنز کے حکم مین نہین اور یہ دوسری حدیث مین مصرح ہی اور ظاہر حدیث یہ ہی کہ بغیر زکوۃ کے کل مال متمثل بصورت اژدہا ہوگا مگر ظاہر کلام مفسرؒ یہ ہی کہ بقدر زکوۃ مال ہوگا واللہ اعلم اور مانند اس حدیث کے حضرت ابن مسعودؓ سے مرفوعاً و موقوفاً امام احمد و نسائی و ترمذی و صححہ و ابن ماجہ و حاکم و ابن جریر و ابو یعلی و طبرانی و ابن مردویہ نے روایت کیا اگر کہا جاوے کہ حدیث مؤید ہی کہ یہ فقط زکوۃ کے حق مین ہی تو جواب یہ ہی کہ زکوۃ منجملہ مشتملات آیت کے ہی اسباب سے اولی ہی ورنہ اوپر معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ نے اہل کتاب کی حقیقت دین اسلام چھپانے سے تفسیر کی اور نیز ابن جریرؒ نے عن ابی قزعہ عن رجل عن النبی صلعم روایت کی کہ اگر کوئی قرابت والا دوسرے قرابت والے کے پاس آوے اور اس سے ایسے مال کا سوال کرے جو اللہ تعالیٰ نے اسکے پاس بڑھتی دیا ہی پھر وہ بخل کر جاوے اور اسکی محتاجی مین مدد نہ دیوے تو یہی ہوگا کہ جہنم سے اسکے واسطے ایک اژدہا بے بالون والا نکلے گا جو اسکے پیچھے ہوکر آخر اسکی گردن کا طوق ہو جائیگا وقد رواہ عن ابی قزعہ عن ابی مالک العبدی موقوفاً وعن ابی قزعہ مرسلا اور مرسلات ثقہ کے ائمہ حنفیہ کے نزدیک حجت ہین فافہم - بالجملہ یہ حال وعذاب ان لوگون پر ہی جو مال کو اپنا سمجھتے اور اس سے بخل کرتے ہین حال یہ ہی کہ جو فرمایا - وَلِلّٰهِ مِيرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ - اور اللہ ہی کے واسطے ہی میراث آسمانون و زمین کی - ف میراث وہ چیز ہی جو کسی کی موت کے بعد پچھلے باقی کو ملے اور شرع مین میراث تو ناتے والون کو یا ولاء و عتاق وغیرہ سبب والون کو یا بیت المال مین اسکے مستحقون کو ملتی ہی جیسا کہ آگے آویگا انشاء اللہ تعالیٰ پس یہان میراث کے یہ معنی ہین جو مفسرؒ نے بیان کیے کہ وارث ہوگا اللہ تعالیٰ ان دونون آسمان و زمین کا بعد فنا ہونے اہل آسمان و زمین کے مترجم کہتا ہی کہ یہ ایک ادنی تقریر ہو سکتی ہی کیونکہ اللہ تعالیٰ اب بھی کل چیز کا مالک و خالق ہی یہ نہین کہ بعد فنائے اہل آسمان و زمین کے وارث ہوکر مالک ہوگا پس وارث ہونا بمعنے حقیقی نہین ہو سکتا اور مثل اس آیت کے ہی قولہ تعالیٰ انا نحن نرث الارض ومن علیہا - اس سے ثابت ہوا کہ مال اور مال والے سب کا اللہ تعالیٰ وارث ہی اور اس سے قولہ وکنا نحن الوارثین - یعنے تقویت جملہ اسمیہ جو دوام و استمرار پر دال ہی - اسی واسطے بعض مفسرین نے تاویل کی کہ معنے یہ ہین اور اللہ تعالیٰ ہی کے واسطے ہی کل وہ چیز جسکے آسمان و زمین والے باہم ایک دوسرے کے وارث ہوتے ہین - مترجم کہتا ہی کہ زمین والون مین تو درست ہی مگر آسمان والے باہم کیا وارث ہوتے ہین اور حق یہ ہی کہ میراث بمعنے حقیقی نہین جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا جیسے فرمایا واورثنا ہا قوماً آخرین - اور اورثنا الذین یستضعفون الخ یعنے بنی اسرائیل کو ملک فرعون کا وارث کیا - یہان بھی وراثت بحقیقت شرعی نہین ہو سکتی جیسا کہ پوشیدہ نہین اور ایسے ہی داؤد علیہ السلام کا وارث سلیمان علیہ السلام کو جو فرمایا ہی وہ بھی بمعنے شرعی نہین کیونکہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ہم گروہ انبیاء کے کسیکے وارث نہین ہوتے اور نہ ہمارا کوئی وارث ہوتا ہی جو ہمنے چھوڑا وہ صدقہ ہوتا ہی اور اسی پر خلفائے راشدین جنمین حضرت علی کرم اللہ وجہہ بھی ہین عمل کیا ہی ابن الانباری نے کہا کہ بولا کرتے ہین کہ ورث زید علم خالد یعنی خالد کے علم کا زید وارث ہوا یعنی اب زید منفرد ہوا بعد اسکے کہ خالد مین شارک تھا اور ایسے ہی قولہ تعالیٰ ورث سلیمان داؤد الآیہ مین ہی - اب تفسیر کی طرف رجوع کرتا ہون کہ اللہ عز و جل نے تمام آسمان و زمین کو اپنی میراث فرمایا اور صریح فرمایا کہ سب آسمان و زمین و دیگر مال اسکی ملک ہین پس تنبیہ فرمائی کہ سب تو اسی کا ہی پھر ان بخیلون کا کیا حال ہی کہ اسکے حکم کے موافق نہین دیتے ہین اور بخیلی کرتے ہین گویا کہ اپنے ہی

ملک کو بندے سے دلوا کر اسپر ثواب جمیل عنایت فرمایا۔ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ - بالیاء والتاء خَبِيْرٌ - فیجازیکم یہ جاننا چاہیے کہ تعملون بتار
فوقیہ اور بیار تحتیہ دونون قرائتین آئی ہین مگر قراءۃ اول اکثر قرار کی ہے اور اسکو مفسر نے اختیار کیا چنانچہ کہا پس جزا دیگا تمکو تمھارے عمل کی اور
بیضاوی نے کہا کہ اس قراءۃ مین وعید سخت ہے اور دوسری قراءۃ ابوعمرو و ابن کثیر کی ہے اور اس صورت مین یہ معنی ہونگے اور اللہ تعالی خبردار
ہے جو وہ کرتے ہین پس انکو انکے بخل کی سزا دیگا ف فی العرائس قولہ تعالی ولا تحسبن الذین یبخلون بما آتاہم اللّٰہ من فضلہ مترجم کہتا ہے کہ جیسے عوفی نے
ابن عباس سے اہل کتاب کے علم ظاہر کرنے پر بخل کرنے سے تفسیر کی ویسے ہی شیخ نے بیان علوم کشفی کے چھپانے والون سے اشارہ لیا اور یہ
جان لینا چاہیے کہ اس صورت مین سیطوقون کے معنی وہ نہین کہ انکی گردن مین طوق ہو کر پڑیگا بلکہ یا تو یہ معنے ہین کہ جہنم مین طوق و زنجیر سے
جکڑے جاوینگے بعوض اسکے عذاب کے یا یہ طوق بمعنے طاقت ہے جیسا کہ مجاہد سے روایت آئی ہے کہ انھون نے کہا ای یکلفون ان یاتیان ما بخلوا یعنی
انکو تکلیف دیجائیگی کہ جسکا بخل کرتے تھے وہ اب لاؤ جو انکی طاقت سے باہر ہے جب یہ معلوم ہو گیا تو مین کہتا ہون کہ شیخ نے کہا کہ اللہ تعالی نے یہان
ان لوگون کو زجر کیا جو مریدون و طالبان حق سے علم معاملہ و مکاشفہ پوشیدہ کرتے ہین اسلیے کہ اصل سخاوت یہ ہے کہ متحیرون کو ورطۂ امتحان سے چھڑا دے اور
ان کو عرفان کی راہ بتا دے اور کون سخاوت اس سے بڑھکر ہوگی کہ خالص ارادت والون پر اللہ تعالی کی دی ہوئی نعمتین ظاہر کرنے تاکہ اللہ تعالی کے
ساتھ انکی محبت بڑھے اور نیک کام کرنا اور اللہ تعالی کی بندگی کرنا انکے دل مین رچے اور اسکی تصدیق یہ ہے کہ حضرت صلعم کو اللہ عزوجل نے حکم فرمایا و اما
بنعمۃ ربک فحدث۔ یعنی اللہ تعالی نے جو نعمتین تجھپر فرمائی ہین انکو بیان کر۔ پھر جو شخص یہ کر سکتا ہے جو ہمنے بیان کیا کہ طالبان حق عزوجل کی بہتری
کے خواہان رہے وہ کیون ایسا نہ کر سکے گا کہ اپنی جان و مال و روح کو راہ حق مین خرچ کر ڈالے جیسے صحابہ نے اپنی جان و مال کو حضرت صلعم پر فدا
کر دیا کیونکہ وہ لوگ معدن سخاوت ہین اور سخاوت کی شاخ انھین سے نکلی ہے پھر مال سے سخاوت کرنا مریدون کی شان ہے اور جان سے سخاوت کرنا
محبین کی شان ہے اور روح سے سخاوت کرنا عارفون کی شان ہے اور تمام اشیاء مذکورہ سے بخل کرنا نفس امارہ کا اندھاپن ہے قولہ تعالی سیطوقون
ما بخلوا بہ یوم القیامۃ۔ مخلوق کو مفلس ہونے کا وصف کیا کہ اپنی ذات پاک کو سلطنت قدیم و لقاء دوام سے وصف کیا اور مخلوق جملہ فانی ہونگی اور
اپنے نفس کی امیدون سے منقطع ہو جاوینگی چنانچہ فرمایا وللّٰہ میراث السموات والارض۔ یعنی اللہ تعالی ہی مالک عطاء کثیر و مواہب جزیل
ہے اور یہ عطیات کبری ان لوگون کو سب سے اعلی ملتی ہین جو اسکی راہ مین اپنی جانین خرچ کرتے ہین پھر انکو ایسا کچھ دیتا ہے جو مخلوق مین سے کسی کو
نہین دیا ہے اور ابن عطاء رح نے فرمایا کہ راہ حق مین سخاوت پر چلنا اور بخل سے پرہیز کرنا اور یہ اسطرح ہے کہ نفس و مال و سر و روح و کل کو راہ
حق مین خیرات کر دے اور جسنے راہ حق مین کسی چیز سے بخل کیا وہ محجوب ہوا اور اسی کے ساتھ پڑا رہ گیا اور جسنے راہ حق مین غیر کی طرف نظر کی وہ فوائد
حق و انوار قرب سے محروم رہا قال المترجم یعنی مال و جان وغیرہ کسی پر نظر کرنا محرومی ہے۔

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَ
اللہ نے سنی انکی بات جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مالدار اب لکھ رکھینگے ہم انکی بات اور
قَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ۝ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ
جو خون کیے ہین نبیون کے ناحق اور کہینگے چکھو جلن کی مار یہ بدلا ہے اسکا جو تمنے بھیجا
اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ
اپنے ہاتھون اور اللہ ظلم نہین کرتا ہے بندون پر وہ جو کہتے ہین کہ اللہ نے ہم سے قرار لیا ہے کہ

وقف لازم

اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ۭ قُلْ قَدْ جَاۗءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ
ہم یقین نہ کرین کسی رسول کو جب تک نہ لاوے ہمارے پاس ایک نیاز جسکو آگ کھاجاوے تو کہدے آچکے تمھارے پاس کتنے رسول
قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْھُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ فَاِنْ
مجھسے پہلے کھلی نشانیان لیکر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر کیون تم نے انکو مار ڈالا اگر تم سچے ہو پھر اگر یہ
كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَاۗءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ۝
تجھکو جھٹلاوین تو جھٹلائے گئے بہت رسول تجھسے پہلے جو لائے تھے نشانیان اور صحیفے اور روشن کتابین

لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ - البتہ سنا اللہ تعالی نے کشاف مین زمخشری رح نے کہا کہ اللہ تعالی کے سننے کے یہ معنی ہین کہ اسپر پوشیدہ نہین یعنے اس نے ان کے لیے عذاب مہیا کیا ہی۔ مترجم کہتا ہی کہ زمخشری معتزلہ تھا اس نے صفات باری تعالے سے انکار کیوجہ سے ایسا کہا اور بیضاوی وغیرہ نے جو اسطرح تفسیر کی ہی تو ان کی غرض یہ ہی کہ یہ سننا بطور رضامندی کے نہین جیسے سمع اللہ لمن حمدہ مین ہی بلکہ یہ وعید و تہدید ہی جیسے کسی بے ادب و گستاخ سے کہتے ہین کہ خبردار ہم نے سن لیا یعنی تجھ کو سزا دینگے بالجملہ سننا ہمارے نزدیک اپنے معنے پر ہی یعنی اللہ تعالے نے اپنی حقیقی صفت سے سنا۔ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَاۗءُ قول ان لوگون کا جنھون نے کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم تونگر ہین ف وہم الیہود قالوہ لما نزل من ذا الذی یقرض اللہ قرضاً حسناً الآیۃ۔ وقالوا لو کان غنیاً ما استقرضنا۔ اور یہ لوگ یہود تھے انھون نے یہ قول اُسوقت کہا جب کہ نازل ہوا قولہ تعالے من ذا الذی یقرض اللہ قرضا حسنا الآیہ اور یہ بھی کہا کہ اگر اللہ تعالے تونگر ہوتا تو ہم سے قرض نہ مانگتا مترجم کہتا ہی کہ معالم وغیرہ مین ایسا مذکور ہی جو مفسر نے ذکر کیا پس اگر بعید یہی لفظ ان کا فرون نے کہے تھے تو آیت مین ان کے الفاظ کی حکایت ہی اور مفسر نے علوم القرآن مین اسکو اس بات کی مثال مین بھی ذکر کیا کہ قرآن مین جو آیات زبان غیر پر ہین از انجملہ یہ ہی ولیکن شیخ ابن کثیر رح نے ابن عباس رض سے روایت ذکر کی کہ ان کافرون نے کہا تھا۔ یا محمد افتقر ربک فسأل عبادہ القرض۔ یعنے ای محمد آپکا پروردگار محتاج ہوا کہ بندون سے قرض مانگا پس اللہ عزوجل نے یہ آیت نازل فرمائی رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم۔ اور نیز محمد بن اسحاق نے اپنی سند سے ابن عباس سے روایت کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق ایک مرتبہ یہود کے مدارس مین گئے جہان بہت یہودی اپنے ایک بڑے عالم فنحاص کے پاس جمع تھے۔ حضرت صدیق نے کہا کہ ای فنحاص تو اللہ تعالی سے خوف کر اور محمد صلعم پر ایمان لا کیونکہ واللہ تو جانتا ہی کہ وہ برحق رسول تمھاری توریت مین موصوف ہین وہ بولا کہ واللہ ای ابوبکر ہم کو اللہ کی طرف محتاجی کی ضرورت نہین اور وہ ہمارا محتاج ہی ہمسے گڑگڑاتا ہی جیسے ہم نہین گڑگڑاتے اور ہم اس سے تونگر ہین اگر ہمسے تونگر ہوتا تو قرض نہ مانگتا جیسا کہ محمد گمان کرتے ہین اور وہ ہمکو سود کھانے سے منع کرتا ہی اور ہمسے قرض مانگتا اور اسپر کئی گونہ سود دینے کا وعدہ کرتا ہی۔ یہ سنکر حضرت ابوبکر سخت غضبناک ہوے اور بڑے زور سے اسکو تھپڑ مارا اور کہا کہ قسم اس پاک پروردگار کی جسکے قبضہ مین میری جان ہی کہ اگر ہمارے اور تم لوگون کے درمیان عہد نامہ ہوتا تو مین تیری گردن مارتا ای خدا کے دشمن تو ہم کو جھٹلا جسقدر تجھ مین وسعت ہو۔ فنحاص وہان سے اُٹھکر حضرت صلعم کے پاس آیا اور کہا کہ آپ کے یار نے دیکھو ہم کو کیا خوار کیا ہی آپ نے فرمایا کہ ای ابوبکر رض کیا باعث ہوا۔ صدیق رض نے عرض کی کہ یارسول اللہ اس دشمن نے بڑا سخت لفظ کہا کہ اللہ فقیر ہی اور ہم اس سے تونگر ہین مجھے اللہ تعالے کے واسطے غصہ آیا مین نے ہسکو مارا پس فنحاص مردود اس سے انکار کر گیا اور کہا کہ مین نے نہین کہا پس اللہ عزوجل نے ابوبکر کی تصدیق اور فنحاص کی

تکذیب مین نازل فرمایا- لقد سمع الله قول الذین قالوا الآیہ- رواہ ابن ابی حاتم- اس آیت مین بڑی سخت وعید ہی ازانجملہ یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنا سننا صریح فرمایا اور مقولہ بھی صریح ذکر فرمایا- ازانجملہ آنکہ فرمایا- سَنَكْتُبُ- نامرکتب- مَا قَالُوا- فی صحائف اعمالہم لیجازوا علیہ- یعنی ہم لکھین گے- مراد یہ کہ حکم دینگے نیکی بدی لکھنے والے فرشتون کو لکھنے اس چیز کا جو انھون نے کہا- ان کے صحائف اعمال مین تاکہ اسپر وہ جزا دیے جاوین- پس فرشتون کے لکھنے کو اپنے لکھنے سے تعبیر فرمایا جیسے قولہ وانا لہ کاتبون- وفی قراءۃ بالیاء مبنیا للمفعول- یعنی اور حمزہ کی قراءۃ مین سَيُكْتَبُ بصیغہ غائب مجہول ہی ای لکھا جائیگا جو انھون نے کہا- پھر لکھا جانا خود وعید ہی حالانکہ او تعالیٰ دانا تر ہی جیسے اہتمام کی چیز کو یادداشت کر لیتے ہین یعنے یہ لفظ کفر شدید ہی اسی واسطے اسکے ذیل مین قتل انبیا کو بھی لکھا کہ وَ- نکتب- قَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ- قتلہم بالنصب وبالرفع ہے اور لکھین گے ہم انکا قتل کرنا انبیاء کو ناحق- اور یہ ترجمہ اس صورت مین کہ قتلہم کو نصب ہو بنا بر قراءۃ جمہور کے کہ نکتب بنون پڑھا اور بنا بر قراءۃ بیاء تحتیہ کے اسکو رفع ہی یعنی اور لکھا جائے گا قتل کرنا انکا انبیا کو ناحق- اور اسمین ایذان ہی کہ ان لوگون سے ایسی گفتگو بعید نہین جنھون نے انبیاء کو جان بوجھ کر ناحق قتل کیا- اور قتل انبیاء اگرچہ انکے بڑھون سے ہوا مگر انکی رضامندی کے سبب ان کی طرف منسوب ہوا- وَنَقُولُ- بالنون والیاء یعنی نکتب پر عطف ہی اور اسمین بھی دو قراءتین ایک بنون ودوم بیاء تحتیہ ہی ای اللہ لہم فی الآخرۃ علی لسان الملائکۃ- یعنے ہر قراءۃ پر فاعل اسکا اللہ تعالیٰ ہی اور معنے یہ کہین گے ہم یعنے اللہ تعالیٰ ان کافرون سے آخرت مین فرشتون کی زبان پر- حاصل یہ کہ یہ گفتگو انکی اللہ عزوجل کی شان مین اور یہ معاملہ انکا اللہ تعالیٰ کے رسولون کے ساتھ ہی تو ہم انکو عذاب سخت دینگے اسیواسطے فرمایا ونقول- ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ- النار- حریق درصل ایسی آگ کا نام ہی جو ملتہب ہوا ور معنے اس کے محرق ہین یعنے سخت التہاب سے جلانے والی جیسے عذاب الیم بمعنے مولم بولتے ہین- اور حاصل یہ کہ ان کافرون سے یہ کہا جائیگا جب وہ آگ یعنے دوزخ مین ڈالے جاوینگے کہ عذاب سوزان چکھو اور یہان سے ثابت ہو گیا کہ ان لوگون کا یہ قول وفعل حد سے زیادہ بُرا ہی کہ ارحم الراحمین نے انکے واسطے یہ عذاب مقدر فرمایا جس مین ظلم کا احتمال ہی نہین اسیواسطے فرمایا- ذٰلِكَ- العذاب کائن- یہ عذاب مذکور حاصل ہوا- بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيكُمْ- بسبب اس چیز کے جو پہلے بھیجا ہی تمھارے دونون ہاتھون نے- یعنے تم نے چنانچہ مفسر رح نے کہا- عبر بہا عن الانسان لان اکثر الافعال تزاول بہما- یعنے ہاتھون سے تعبیر انسان سے ہی کیونکہ اکثر کام انھین دونون ہاتھون سے مزاولت مین آتے ہین جیسے دوسری آیہ مین بما قدمت یداہ فرمایا اور ہماری زبان مین بولتے ہین کہ ای شخص یہ تیرے ہاتھون کا کیا دھرا ہی یعنے تیرا کیا ہوا ہی خواہ ہاتھ وزبان کسی عضو سے ہو حاصل یہ کہ یہ عذاب تمھارے کیے پر ہی- وَأَنَّ اللَّهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ- بذی ظلم- لِلْعَبِيدِ- فیعذبہم بغیر ذنب- اور اللہ نہین ہی ظلام ای صاحب ظلم- واسطے بندون کے- کہ انکو بغیر جرم کے عذاب کرے- حضرت ابن عباس رض نے فرمایا یعنے مین عذاب کرنے والا نہین اس شخص کو جسنے ارتکاب جرم نہین کیا مترجم کہتا ہی کہ اس سے ظاہر ہوا کہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندون کو وعدہ ہی کہ بدون جرم کے ہرگز عذاب نہوگا- ورنہ ظاہر ہی کہ اللہ عزوجل آسمانون وزمین وبندون ومخلوقات مین جسطرح چاہے تصرف کرے وہ کسی طرح ظلم نہین ہو سکتا اور یہی مذہب اہل سنت ہی- اگر کہا جاوے کہ ظلام صیغہ مبالغہ ہی جو بہ نسبت ظالم کے خاص ہی پس ظلام کی نفی سے ظالم کی نفی نہوگی تو جواب کئی وجہ سے آول وہ کہ جو مفسر رح نے اشارہ کیا کہ ظلام یہان صیغہ نسبت ہی ای ذی ظلم کے معنے ہین یعنی اسکی طرف ظلم کی نسبت ہی نہین ہوتی ہی اور نظیر اس کی بزاز وعطار ہی یعنی کپڑا بیچنے والا اور عطر کھینچنے وبیچنے والا کہ انھین نسبت مراد ہی نہ معنے مبالغہ کما لایخفی المفسر رح نے

ذکر کیا کہ ابن مالک نے اس جواب کو محققین سے حکایت کیا ہے دوم آنکہ ظلام ہین اگرچہ معنے کثرت ہین لیکن یہان بمقابلہ عبید کے ہے جو جمع کثرت ہے حاصل آنکہ عبید کے مقابلہ مین ظلام فرمایا پس عبد کے مقابلہ مین ظلم رہا پس ہر فرد کی نسبت ظالم ہونے کی نفی ہوئی یعنی کسی بندے کے واسطے ظالم نہین ہے سوم آنکہ جب ظلام سے ظلم کثیر کی نفی کی تو قرینہ مقام سے ظلم قلیل جو عام ہے بدرجہ اولی منتفی ہوگا اسواسطے کہ ظلم بغرض نفع کے ہوتا ہے پس جب کثیر کو باوجود زیادہ نفع کے ترک کیا تو قلیل بدرجہ اولی متروک ہوگا۔ چہارم آنکہ ظلام بمعنی ظالم ہے معنی کثرت ملحوظ نہین ہین۔ بدلیل آنکہ مقصود مطلق ظلم کی نفی ہے۔ پنجم آنکہ اقل قلیل بھی اگر اللہ تعالی کی طرف سے پایا جاتا فرض کیا جاوے تو وہ کبیر ہوگا جیسے بولتے ہین کہ زلۃ العالم کبیرۃ۔ عالم کی لغزش بھی کبیرہ گناہ ہے ششم آنکہ مراد یہی کہ ظالم نہین بغرض تاکید نفی کے پس اسکو ظلام نہین سے تعبیر کی۔ ہفتم آنکہ یہ جواب اس کافر کا ہے جسنے اللہ تعالی کو ظلام کہا اور اس صورت مین معنے کثرت کا کچھ مفہوم نہوگا جیسے کوئی شخص زید کو جو بڑا متقی ہے کہے کہ وہ افجر ہے اور جواب دیا جاوے کہ تو جھوٹا ہے وہ افجر نہین ہے تو اسکے یہ معنی نہونگے کہ وہ فاجر ہے۔ ہشتم آنکہ اثبات مین اللہ تعالی کے صفات مین صیغہ مبالغہ وغیر مبالغہ یکسان ہین یعنے ہر صفت اسکی حد کمال پر ہے اور وہ واحد ہے پس رحیم وارحم سب مین وہی حد کمال ہے پس نفی مین بھی یہی رکھا گیا مترجم کہتا ہے کہ تامل کے ساتھ یہ جواب جید ہے نہم آنکہ اس سے مقصود تعریض ہے یعنے بندون مین بہتیرے ظالم ایسے ہوتے ہین کہ ظلام ہوتے ہین مترجم کہتا ہے تعریض یون بیان کرنا اولی ہے کہ بندون مین بہتیرے کافر ایسے ہین کہ اپنے افعال مین ظلام ہین جیسے یہ یہودی خبیث تھے جنھون نے ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ کہا کہ انھون نے اپنے اوپر سخت ظلم کیا اور تعریض کے واسطے اسقدر کافی ہے اگرچہ وجہ ظلم مختلف ہے پھر جاننا چاہیے کہ قولہ وان اللہ لیس بظلام للعبید۔ جملہ حالیہ ہے اور بیضاوی نے تبعاً للکشاف کہا کہ اسکا عطف ما قدمت پر ہے یعنی وذلک ان اللہ لیس بظلام للعبید۔ یعنے عذاب کی تعلیل ہے ای یہ عذاب اسوجہ سے کہ اللہ تعالی بندون کے واسطے ظلام نہین ہے۔ باین توجیہ کہ نفی ظلم مستلزم عدل ہے اور عدل مقتضی ہے کہ نیکوکار کو ثواب دے اور بدکار کو عذاب دے مترجم کہتا ہے کہ یہ تقریر کچھ نہین چنانچہ اعتراض کیا گیا کہ تعذیب نہ کرنا باوجود سبب موجود ہونے کے کچھ ظلم نہین نہ عقلاً ونہ شرعاً پھر کیونکر نفی ظلم کو عذاب کرنیکا سبب قرار دیتا ہے پھر اللہ عزوجل نے انھین کافرون سے جنھون نے کلمہ کفر کہا تھا ایک اور بدخصلت بہتان بندی اور دروغ دعوی کی فرمائی کہ۔ اَلَّذِیْنَ۔ نعت للذین قبلہ۔ یعنے یہ الذین پہلے الذین قالوا کی صفت واقع ہے۔ قَالُوْا۔ لمحمد۔ یعنی ایسے لوگ جنھون نے کہا محمد صلعم سے کہ۔ اِنَّ اللّٰہَ عَھِدَ اِلَیْنَا۔ فی التوراۃ اللہ تعالی نے عہد لیا ہم سے۔ توریت مین کہ۔ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ۔ نصدق۔ ہم نہ ایمان لاوین واسطے کسی رسول کے یعنی نہ تصدیق کرین اس کے رسول ہونے کی حَتّٰی یَاْتِیَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْکُلُہُ النَّارُ۔ یہانتک کہ لاوے وہ ہمارے پاس قربان جسکو آگ کھا جاوے مترجم کہتا ہے کہ غرض ان کی آنحضرت صلعم سے کہنے کی یہ تھی کہ۔ فلا نومن لک حتی تاتینا بہ ہم تیرا ایمان نہ لاوینگے یہانتک کہ تم ایسا قربان لاؤ۔ اور یہ قربان بنی اسرائیل مین ہوتا تھا اور بعضے اسکے مفسر نے بیان کیے کہ۔ ہو ما یتقرب بہ الی اللہ تعالی من نعم وغیرہا فان قبل جاءت نار بیضاء من السماء فاحرقتہ والا بقی مکانہ۔ اور قربان ہر وہ چیز تھی کہ اس کے ساتھ اللہ تعالی کی طرف تقرب ڈھونڈھا جاوے خواہ وہ حلال چوپایہ ہون یا کوئی اور چیز ہو سو بنی اسرائیل مین یہ تھا کہ وہ میدان مین رکھا گیا اور پیغمبر نے تنہا یا مع لوگون کے دعا کی پس یا قبول ہوتا تھا یا نہین پھر اگر قبول ہوتا تھا تو یہ صورت ہوتی تھی کہ آسمان سے ایک آگ سپید بدون دھوئین کے آتی تھی پس اسکو کھا جاتی تھی یعنے جلا دیتی تھی اور اپنی طبیعت پر تحلیل کر لیتی تھی اور اگر قبول نہوا تو ویسا ہی اپنی جگہ پڑا رہتا تھا۔ وعہد الی بنی اسرائیل ذلک الا فی المسیح ومحمد صلعم مفسر رح نے کہا کہ بنی اسرائیل پر یہ عہد لیا گیا تھا سوائے مسیح ومحمد صلعم کے بارہ مین چنانچہ سدی رح نے کہا کہ توریت مین یہ شرط آئی تھی مگر ایک

دوسری شرط کے ساتھ باینطور کہ اللہ عزوجل نے بنی اسرائیل کو حکم کیا کہ جو شخص تمھارے پاس نبوت کا دعوی کرکے آوے تو اسکی تصدیق نہ کرنا یہان تک کہ قربان رکھے جسکو آگ کھاجاوے یہانتک کہ تمھارے پاس مسیح و محمدؐ آوین کہ ان دونون پر فوراً ایمان لانا کہ یہ دونون بدون قربان کے آوینگے اور ابن عباس و حسن بصری وغیرہ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ بنی اسرائیل مین قربان کا طریقہ اسطرح جاری تھا چنانچہ جہاد مین جو غنیمت حاصل کرتے اسکو بھی اسیطرح رکھتے تھے اور یہ نہین تھا کہ اللہ تعالی نے اسکو دعوی نبوت کی تصدیق کے لیے علامت مقرر کیا ہو اسطرح کہ بدون اس کے کسی نبی کے تصدیق نکرنا **بیضاوی** وغیرہ نے کہا کہ یہ بات انکے دروغ و مفتریات مین سے ہی اسلیے کہ قربان کو آگ کا کھاجانا موجب ایمان اسیو جہ سے ہی کہ وہ معجزہ ہی تو یہ معجزہ اور دیگر معجزات اسمین یکسان ہین اسیواسطے اللہ عزوجل نے رد کیا۔ کہ **قُلْ** - لم تو بیخاً یعنی کہدے ان لوگون سے ملامت کے طور پر کہ۔ **قَدْ جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِي بِالْبَيِّنٰتِ** - بالمعجزات۔ **وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ** - کزکریا و یحیی فقتلتموہم آئے تو تھے تمھارے پاس رسول مجسے پہلے معجزات کے ساتھ اور اس بات کے ساتھ بھی جو تم کہتے ہو جیسے زکریا و یحیی ہو تمنے انکو قتل کیا اگر کہا جاوے کہ ان لوگون نے کہان قتل کیا تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ۔ والخطاب لمن فی زمن نبینا و ان کان الفعل لاجدادہم لرضاہم بہ۔ اور خطاب ان بنی اسرائیل کو ہی جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مین تھے اگرچہ یہ فعل انکے باپ دادا کا تھا اسوجہ سے کہ یہ لوگ اپنے باپ دادا کے فعل پر رضامند تھے مترجم کہتا ہی کہ - بالذی - قلتم - کو - بالبینت - پر عطف کرنے مین ایذان ہی کہ بینات یعنے معجزات جس مرتبہ پر تصدیق ہونے کے واسطے ہین ویسے یہ قربان نہین ہی اگرچہ اسی قبیل سے ہی اور مفسرؒ نے فقتلتموہم - بڑھایا تاکہ آگے کا قول مرتبط ہو یعنے باوجود قربان کے تم نے ان کو قتل کیا۔ **فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ** - فی انکم تومنون عند الاتیان بہ - پھر کیون تم نے ان کو قتل کیا اگر تم سچے ہو اس بات مین کہ تم قربان لانے کے وقت ایمان لاتے ہو۔ پھر اللہ عزوجل نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی فرمائی اور صبر کے واسطے ارشاد کیا۔ **فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ** المعجزات پھر اگر یہ لوگ تجھے جھٹلاتے ہین تو تجھ سے پہلے بہت رسول جھٹلائے گئے جو آئے تھے بینات یعنے معجزات ظاہرہ کے ساتھ۔ **وَالزُّبُرِ** - کصحف ابراہیم - اور کتب کے ساتھ جیسے صحائف ابراہیمؑ - زبر جمع زبور ہی **ابن کثیر** نے کہا کہ کتاب جو آسمان سے ملی مثل صحف ابراہیم وغیرہ کے۔ اور بعض نے کہا وہ کتاب جسمین فقط حکمتین ہون اور بعض نے کہا جسمین مواعظ و زواجر ہون اور ظاہراً یا ولی بنظر موافقت زبور داؤد علیہ السلام کے۔ **وَالْكِتٰبِ** - وفی قراءۃ باثبات الباء فیہما - یعنی ابن عامر کی قراءت مین ہی بالزبر و بالکتاب - **الْمُنِيْرِ** - الواضح و ہو التوراۃ والانجیل فاصبر کما صبروا - یعنی منیر بمعنے واضح ہی اور وہ کتاب منیر توریت و انجیل ہی اور مراد اس آیت سے یہ کہ صبر کر تو اے محمد صلعم جیسے ان لوگون نے صبر کیا۔ الحاصل جب یہودیون نے بہتان باندھا کہ ہم سے توریت مین عہد لیا گیا ہی کہ جو پیغمبر آوے اگر وہ قربان کا معجزہ دکھلاوے تو ایمان لاوین ورنہ نہین تو رد فرمایا کہ یہ معجزہ تو بہت ہی خفیف ہی جسکا دکھلانا بہ نسبت شق القمر وغیرہ کے بہت ہی خفیف ہی لیکن تم خود مکار عناد سے کہتے ہو دلیل یہ ہی کہ حضرت زکریا و یحیی وغیرہم کے مانند بہت سے معجزات مع قربان و زبر و کتاب منیر لائے تھے تمنے انکو کیون نہ مانا اگر سچے ہو بلکہ انکو قتل کرڈالا پس تم قوم خبیث جہنمی ہو کہ صرف چندروزہ دنیاوی زندگی کے لیے یہ مکر تم نے باندھا اور تمھارے جاہلون نے تمکو اپنا پیشوا بنایا اب عنقریب تم جاؤ گے کہ مرکر کس غار جہنم مین جاتے ہو اور موت سے فرار غیر ممکن ہی قال تعالی

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ

ہر جی کو موت چکھنی ہی　اور تم کو پورے بدلے ملین گے　قیامت کے دن　پھر جو سرکایا گیا　آگ سے

وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ

اور داخل کیا گیا جنت مین پس اسکا کام بن گیا اور دنیا کی زندگی تو یہی دغا کی جنس ہی البتہ تم آزمائے جاؤگے

اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ قف وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ

اپنے مالون اور جانون سے اور البتہ سنوگے اُن لوگون سے جو دیے گئے کتاب تم سے پہلے اور ان

وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ط وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ

لوگون سے جنھون نے شرک کیا بہت بدگوئی اور اگر صبر کرو اور پرہیزگاری تو یہ البتہ

ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۝

ہمت کے کام ہین

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ - ہر نفس موت چکھنے والا ہی ف جمہور کی قراءۃ ذائقۃ الموت باضافت ہی اور معنے یہ ہین کہ ذائقۃ موت جسدہا - یعنے چکھنے والا ہی موت اپنے جسم کی اسواسطے کہ موت اسی جسم کو ہی نفس کو نہین اور اگر مرتا بھی تو حالت موت مین کیا چکھے گا کیونکہ چکھنے کے واسطے حیات شرط ہی اور علی ہذا قولہ تعالی اللہ یتوفی الانفس حین موتہا کے معنے بھی یہی ہین کہ حین موت اجسادہا - کذا قال الکرخی - وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ - جزاء اعمالکم - اپنے کامون کے بدلے - يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے روز یعنی تم تو قیامت کے روز اپنے اعمال کا بدلا دیے جاؤگے ف پس مومن کا اجر تو جنت وثواب ہی اور کافر ومشرک کا اجر دوزخ وعذاب ہی - پس آیت مین وعدہ ووعید دونون ہی - اور توفیہ کے معنی بھرپور دینا پس دنیا مین یا برزخ مین جو ملیگا وہ بعض حصہ ہی اور حدیث مین ہی کہ قبر یا تو ریاض جنت مین سے ایک باغ ہی یا دوزخ کے کھڈون مین سے ایک کھڈ ہی مترجم کہتا ہی کہ بعض علماء نے زعم کیا کہ عذاب القبر فقط اس امت کے لیے ہی تا کہ جو کچھ ہونا ہی قیامت تک ہو جاوے پھر قیامت مین محاسبہ ہو ذکرہ القاری فی شرح الفقہ الاکبر لیکن میرے نزدیک اسمین تامل ہی اسواسطے کہ اول تو یہ آیت عام ہی سب کو شامل ہی دوم یہ کہ توریت مین بھی عذاب القبر کا ذکر تھا جس سے یہودیہ نے حضرت ام المومنین عائشہ رضہ سے ذکر کیا کہ خدا آپکو عذاب قبر سے پناہ دے ام المومنین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اسکا منقول بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ اسے صدیقہ سچ ہی جیسا کہ حدیث صحاح وسنن سے ظاہر ہی ہان یہ احتمال ہی شاید اس یہودیہ کو توریت کے بیان سے مخصوص اس امت کے لیے ظاہر ہوا ہو لیکن یہ احتمال بے قاعدہ وبعید ہی اور اسکی بحث قولہ تعالی یثبت اللہ الذین آمنوا بالقول الثابت فی الحیوۃ الدنیا وفی الآخرۃ الآیۃ مین آویگی الحاصل سب کو آگاہ فرمایا کہ تم مین سے کوئی موت سے نہین بچیگا اور ضرور اپنے اعمال نیک وبد کا بدلا قیامت کے روز پانے والا ہی - تو فرض ہی کہ اپنے انجام کی خبر رکھے اور اسکا سامان کرے - فَمَنْ زُحْزِحَ - بُعِّدَ - دور کیا گیا از تبعید بمعنے دور کر دینا عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ - نال غایۃ مطلوبہ - پس جو شخص کہ آگ سے دور کیا گیا اور جنت مین داخل کیا گیا تو اسنے پالیا اپنی انتہائے مراد کو ف اس واسطے کہ جنت جیسے ان نعمتون کو شامل ہی کہ انکے مانند ونظیر نہین ویسے ہی اسمین رضائے الٰہی تعالی اسطرح حاصل ہی کہ کبھی ناخوش نہ ہوگا بلکہ دیدار الٰہی عز وجل حاصل ہوگا کہ کوئی نعمت اس سے بڑھکر نہین بلکہ نعمت سے وہ کہین اعلی تر ہی اور حضرت ابوہریرہ رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جنت مین ایک کوڑے بھر جگہ دنیا وما فیہا سے بہت بہتر ہی پڑھو تمھارا جی چاہے کہ فرمایا فمن زحزح عن النار وادخل الجنۃ تا قولہ متاع الغرور رواہ الترمذی والحاکم وصححہ پھر بھلا تم اس دنیا کے پیچھے کیون خراب ہو جس سے کوڑا دکھنے بھر کتنے بہتر ہی وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ - ای العیش فیہا - یعنی دنیا مین زندہ رہنا اور متاع وہ

چیز جس سے چند روز تمتع حاصل کیا جاوے پھر وہ فنا ہو جاوے اور لفظ دنیا مونث۔ اَدْنٰی۔ ہے۔ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ۔ الباطل یتمتع به قلیلاً ثم یفنی۔ یعنی متاع باطل ہے کہ چند روز اس سے تمتع لیجاتی ہے پھر وہ فنا ہو (۱المعنی) اور یہ زندگانی جو دنیا میں ہے کچھ نہیں سوائے متاع غرور کے کہ فانی و باطل ہے۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ یہ متاع چھوڑ دیے جانے کے لیے ہے قسم اس ذات پاک کی جسکے سوائے کوئی معبود نہیں کہ قریب ہے کہ اپنے لوگوں سے الگ ہو جاوے پس تم لوگ اس متاع سے اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری حاصل کرو اگر تم کو استطاعت حاصل ہو اور بندہ میں کوئی قوت نہیں سوائے قوت اللہ تعالیٰ کے۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس آیت کریمہ میں تمام چیزوں کی تعزیت ہے کیونکہ جن وانس و فرشتہ حتی کہ عرش کے اٹھانے والے فرشتے کوئی بھی باقی نہ رہیگا صرف وہی ذات وحدہ لاشریک لہ باقی رہجاویگا جسکو اسطے ہمیشگی اور بقا ہے وہی اوّل تھا وہی آخر ہے اور ابن ابی حاتم نے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے روایت کی کہ جب نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے وفات پائی تو کوئی آنے والا آیا جسکی آہٹ سنائی دیتی تھی مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا اور اسنے کہا کہ السلام علیکم اہل البیت ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ کل نفس ذائقۃ الموت وانما توفون اجورکم یوم القیامۃ۔ اللہ تعالیٰ کے یہاں ہر مصیبت کی عزا ہے اور ہر مرنے والے کے پیچھے قائم مقام ہے اور ہر گم ہونے والے کے پیچھے ملنے والا ہے پس اللہ تعالیٰ ہی پر بھروسا کرو اور اسی کی طرف سے امید رکھو پس مصیبت زدہ درحقیقت اسکو پہونچی جسکو کچھ ثواب نہ ملا والسلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ پھر جعفر بن محمد بن علی بن الحسین علیہ السلام نے کہا کہ مجھے میرے باپ نے خبر دی کہ علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا کہ تم جانتے ہو یہ کون تھا یہ خضر علیہ السلام تھے ہٰذا اور رہ ابن کثیر اور مترجم کہتا ہے کہ اسکی اسنادمین دوانقطاع مین اور بعضے دیگر محدثین نے بھی اسکو روایت کیا ان سب کو شیخ ابن حجرؒ نے اصابہ فی اسماء الصحابہ میں بھرپور ذکر کیا اور بعد تمام کلام کے شیخ ابن حجر کا میلان عدم ثبوت روایت کی طرف ہے اور نوویؒ نے شرح صحیح مسلم میں بھی اسی طرف میل کیا و لیکن لکھا کہ اکابر اہل اللہ تعالیٰ سب متفق ہیں کہ خضر علیہ السلام زندہ ہیں اور انسے بارہا ملاقات واقع ہوئی اور اسکو قنّیؒ نے بھی ذکر کیا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ طرق روایت کے کئی ہیں جنسے تقویت ہوتی ہے اور ظاہر یہ کہ روایت ثابت ہے اور ظاہر کلام حافظ ابن کثیر بھی اسی طرف مائل ہے لیکن اسمین البتہ کلام ہو سکتا ہے کہ یہ درحقیقت خضر تھے یا کوئی فرشتہ تھا فافہم واللہ اعلم۔ اور عبداللہ بن عمرو بن العاص سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ جو پسند رکھتا ہے کہ آگ سے دور کیا جاوے اور جنت میں داخل کیا جاوے اسکو چاہیے کہ موت اسکو ایسے حال میں آوے کہ وہ اللہ تعالیٰ و روز قیامت پر ایمان رکھتا ہو اور لوگوں کو اسی ذات سے وہ پہونچے جسکو وہ اپنے خود چاہتا ہے رواہ احمد۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اس موعظت بلیغ کے بعد اہل ایمان کو سمجھایا جنھوں نے جنتیوں کے لیے دنیا چھوڑی اور آخرت لے لی ہے۔ لَتُبْلَوُنَّ۔ حذف منہ نون الرفع لتوالی النونات والواو ضمیر الجمع وحذفت واو الرفع لالتقاء الساکنین لتختبرن۔ اس صیغہ میں سے نون رفع تو بسبب اسکے حذف ہوا کہ پے در پے نون جمع ہوئے جاتے تھے اور واو اسمین ضمیر جمع ہے اور یہ واو رفع تو وہ حذف کیا گیا بسبب التقاء ساکنین کے اور لام اسمین قسم محذوف کا ہے اور معنے یہ کہ واللہ تم آزمائے جاؤ گے۔ فِیْٓ اَمْوَالِکُمْ۔ بالفرائض فیہا والجوائح اپنے مالوں میں باین طور کہ ان مالوں میں حقوق فرض کیے جاوینگے اور انمیں قدرتی آفتیں پہونچینگی۔ جوائح جمع جائحہ یعنے وہ آفت کہ پھلوں کو پہونچتی ہے اور یہ مراد یہان مطلق آفت ہے اور حدیث سے ثابت ہوا ہے کہ دین میں جسکا جسقدر مرتبہ بڑا ہے اسیقدر اسپر بلا زیادہ ہے اور نیز ثابت ہے کہ مومن و کافر کی مثال جیسے صنوبر کا درخت کہ اسپر کوئی جھوکا اثر نہیں کرتا یہانتک کہ ایکبارگی گر جاتا ہے (ھ) اس آیت میں صریح حکمت آمیہ کی تنبیہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم کو تمام امت کا سردار اور تمام امتوں سے افضل اور تمام اہل جنت کا سردار بنا دے بدون اسکے کہ تمہارے قلب کے

سلہ ولد قائم مقام اس کا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلت خود بخود ثابت ہوگئی کہ وہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر سے قائم مقام ہوئے اگرچہ قائم مقام ہونے کی بیان اہل [illegible] علیہ السلام [illegible] سے ثابت نہیں ہے فافہم ۱۲ م

ذرہ ذرہ کو آزماوے اور چاہے تمام کافرون کو مقہور کر کے تمھارا مطیع کر دے ولیکن اسکی مشیت اسطرح جاری ہوئی ہے کہ تم قطعًا یا کبیرہ کیے جاؤ تو واللہ تم آزمائے جاؤگے اپنے مالون مین یعنے انمین قدرتی آفات نازل ہونگی تاکہ تم اسوقت ثابت یقین پر دیکھے جاؤ اور جو بچا اسمین صدقات فرض کیے جاوینگے تاکہ تمھاری محبت کچھ بھی مال سے باقی نرہے۔ پہلے گذرا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم پر ابتدا مین یہانتک فرض تھا کہ روزینہ سے زائد باقی نرکھین پھر اموال سے بھی بڑھکر آزمائے جاؤگے قال تعالی۔ وَأَنفُسِكُمْ۔ بالعبادات والبلاء اور اپنے نفسون مین آزمائے جاؤگے مثلاً بایطور کہ عبادات فرض کیے جاوینگے اور بلا مانند قتل وجرح وغیرہ کے ہنپر طاری ہونگے اور مدارک مین کہا کہ یہین دلیل ہے کہ نفس یہی جسم ہے جو معاینہ ہے نہ وہ معنے واہی جو بعضے متکلمین نے ذکر کیے ہین مترجم کہتا ہے کہ اسکی تحقیق سورہ یوسف وغیرہ مین انشاءاللہ تعالی آویگی۔ پھر باوجود جان ومال کی آزمایش کے تپر کافرون کے منہ کھول دیے جاوینگے بقولہ تعالی۔ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ مِن قَبْلِكُمْ۔ ای الیہود والنصاری۔ اور ضرور سنوگے یہود ونصاری سے۔ وَمِنَ الَّذِينَ أَشْرَكُوا۔ من العرب۔ اور مشرکین یعنی اہل عرب سے۔ أَذًى كَثِيرًا۔ من السب والطعن والتشبیب بنسائکم۔ کلمات ناگوار طعن تشنیع کے اور اپنی عورتون کے حق مین بدگوئی۔ اور تشبیب یعنی شعر مین عورتون کے ذکر سے ہجو کیا جانا۔ وَإِن تَصْبِرُوا۔ علی ذلک اور اگر صبر کرو اس امر مذکور پر۔ وَتَتَّقُوا۔ اللہ تعالی۔ اور پرہیزگاری رکھو اللہ تعالی کی۔ فَإِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ۔ ای من معزوماتہا التی یعزم علیہا بوجوبہا۔ تو یہ معزومات امور سے ہے جنپر عزم کیا جاتا ہے بسبب انکے واجب ہونے کے۔ الحاصل تم کو اللہ تعالی ہر طرح اپنے واسطے خالص کرنے والا ہے وہ تمھاری جان ومال مین مصیبت ڈالنے والا ہے اور شیطانی لوگون کی زبان سے تمھارے حق مین بدگوئی سنوانے والا ہے تاکہ تم اپنے نفس سے پاک ہوجاؤ اور اللہ تعالی ہی کے تقوی پر عزم کے ساتھ صبر کرو کہ یہ عزم ہے۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ حکم دلالت کرتا ہے کہ نزول اس آیت کا قبل حکم جہاد کے تھا پس جو قفال رح سے مذکور ہے کہ نزول اسکا ظاہرا قبل واقعہ احد کے ہوا اور جہاد کا حکم ہونا اسکے منافی نہین ہے تو یہ قول جید نہین ہے اور بخاری رح نے اسامہ بن زید سے روایت کی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سعد بن عبادہ رض کی عیادت کو چلے راہ مین عبداللہ بن ابی منافق کے مجلس مین جہان بعض مسلمان ویہود ومشرکین جمع تھے ٹھہر کر نصیحت کی اور عبداللہ مذکور اسوقت کافر تھا اسنے طعن سے انکار کیا اور عبداللہ بن رواحہ نے جو اسی مجلس مین تھے رد کیا پس یہود ومشرکین ومسلمان باہم گالی گلوچ کرنے لگے حضرت صلعم انکو ٹھنڈا کر کے حضرت سعد بن عبادہ کے پاس گئے وہان عبداللہ بن ابی مذکور کی شکایت کی انھون نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس دیار کے لوگ اسکو اپنا بادشاہ تاجدار بنانا چاہتے تھے یہانتک کہ اللہ تعالی نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا پس وہ خائب رہ گیا یہ اسکو جلن ہے آپ عفو کرین پس حضرت صلعم نے عفو کیا اور حضرت صلعم وآپکے صحابہ مشرکون وکافرون کی اذیت پر صبر کرتے جیسا کہ اللہ تعالے نے حکم کیا۔ ولتسمعن من الذین اوتوا الکتاب الآیہ۔ اور فرمایا فاعفوا واصفحوا حتی یاتی اللہ بامرہ الآیہ یہانتک کہ اللہ عزوجل نے ان پر جہاد کا حکم کیا پس جب حضرت صلعم نے بدر مین جہاد کیا اور وہان قریش کے بڑے بڑے سردار مارے گئے تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے ساتھیون سے کہا کہ یہ امر تو اب پھر گیا پس چلو رسول صلعم سے بیعت کر لو پس انھون نے آکر ظاہر مین اسلام قبول کر لیا۔ ودر رواہ ابن ابی حاتم مختصرا۔ پس یہ دلالت صریح ہے کہ بدر سے پہلے اسکا نزول ہوا اور بعد اذن قتال کے اسکا حکم جاتا رہا فلیتامل۔ اور مترجم کو اسکے نسخ اصطلاحی ہونے مین کلام ہے اور یہ ظاہر ہے کیونکہ اقوال فحش مثلاً جس کسی کافر نے کسی پرہیزگار کی نسبت کہے تو اسکی کچھ حقیقت نہین سوا اسکے کہ اس کافر نے اپنے صدقہ خیرات وغیرہ کا عوض کھویا جو مرد متقی کے نامہ اعمال مین گیا اور رہا جان ومال کا نقصان تو اسکو غور سے دیکھو کہ نقصان ہے یا نہایت کمال احسان ہے کہ مال فانی وجسم مردہ کے عوض مین دار جنت باقی وجسم مطہر وقرب منزلت عطا فرمائی۔ ہان البتہ جس کافر کو دار آخرت کا یقین نہین ہے

وہ القبہ اسی دنیا کی متاع غرور مین پڑا ہی اور اسکو نقصان جانتا ہی پس ہر حال مین مومن متقی کو ایسے امور عزیمہ و خلاق کریمہ کا حکم ہی تاکہ نفس کا ایمان سنو بلکہ آخرت کا ایمان حقیقی ہو کیونکہ جو کوئی زبان سے ایمان کہتا ہی مگر ان امور پر عزم کرتا اور نقصان سمجھتا ہی تو وہ جھوٹا منافق ہی اور اللہ تعالی سے عافیت کی امید ہی اور اللہ تعالی ہم ضعیفون پر رحم فرماکر القبہ صحیح و نور ایمان دل مین دیدے اور عافیت دارین جمع فرما دے آمین یا ارحم الراحمین

پھر اللہ تعالی نے یہود وغیرہ کافرون کی بدعہدی و خیانت بیان فرمائی بقولہ تعالی

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ

اور جب اللہ نے قرار لیا کتاب والون سے کہ اسکو بیان کروگے لوگون پاس اور نہ چھپاؤگے پھر انھون نے پھینکا وہ قرار

وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ

اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید کیا اس کے بدلے مول تھوڑا سو کیا بری خرید کرتے ہین تو مت سمجھ ان کو جو

يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ

خوش ہوتے ہین اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہین بن کیے پر سو نہ سمجھ کہ وہ خلاص ہین

مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ

عذاب سے اور انکو دکھ کی مار ہی اور اللہ ہی کو ہی سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ

عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

ہر چیز پر قادر ہی

وَ- اذکر- اِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ- ای العهد علیہم فی التوراۃ یعنی اذ ظرف ہی فعل مقدر کا اور وہ اذکر کے مانند ہی- اور میثاق بمعنے عہد ہی اور معنے یہ ہین کہ توریت مین اُنسے عہد لیا تھا- اور اس تقدیر پر یہ آیت فقط یہود کے حق مین ہی اور بعض نے کہا کہ یہود و نصاری دونون کو شامل ہی بنا بر آنکہ الکتاب کا الف لام جنس کا ہی- و ابن کثیر نے فرمایا کہ اسمین توبیخ و تہدید ہی ان اہل کتاب پر جنسے انبیا کی زبان پر عہد لیا تھا کہ محمد صلعم پر ایمان لادین اور لوگون کے درمیان انکا ذکر پھیلادین پھر جب وہ مبعوث ہون تو انکی پیروی کرین- لَتُبَيِّنُنَّهٗ- ای الکتاب یعنی لام قسم محذوف کی ہی اور ضمیر منصوب راجع بجانب کتاب ہی جو مذکور ہی یعنے ضرور اس کتاب کو بیان کرین اور وہ آنحضرت صلعم کی رسالت و صفات تھی اور قتادہ سے ہی کہ دین اسلام کی حقیت تھی- لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ بالتاء والیاء فی الفعلین- یعنے اکثرون کی قراءۃ لتبیننہ ولا تکتمونہ- دونون فعل مین تاء خطاب ہی بنا بر آنکہ خطاب کی حکایت ہی- اور ابن کثیر و ابو عمرو و عاصم نے بیاء تحتیہ پڑھا بنا بر آنکہ غائب تھے اور تبیین خود کھلا بیان ہی تو اسکے ساتھ کتمان نہین ہوسکتا پس لا تکتمونہ تاکید ہی الحاصل اللہ تعالی نے توریت و انجیل مین اہل کتاب سے عہد لیا تھا کہ تمنے کتاب مین جو کچھ فضائل و کمالات محمد صلی اللہ علیہ وسلم و آپکی امت کے توریت و انجیل مین نازل کیے ہین سب کو صاف صاف لوگون سے بیان کردیا بیان کرین) اور کچھ بھی کسیطرح مت چھپاؤ- فَنَبَذُوْهُ- طرحوا المیثاق- پس ان کمبختون نے پھینکا میثاق کو- وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ- فلم یعملوا بہ- اپنی پیٹھ پیچھے یعنی اسپر کچھ عمل نہ کیا بیضاوی نے کہا کہ یہ مثل ہی بے التفاتی و بے پروائی کرنے کے واسطے اور اسکی نقیض مین نصب العین کرنا و پیش نظر رکھنا بولتے ہین- وَاشْتَرَوْا بِهٖ اخذوا بدلہ- اور لیا اسکے بدلے- ثَمَنًا قَلِيْلًا- من الدنیا من سفلتهم برياستهم فی العلم فکتموہ خوف فوتہ علیہم تھوڑا مول یعنی مال

دنیاوی اپنے کمینوں سے ف یعنی دنیا کے لیے عالم بنکر ایسی باتیں نکالیں کہ جنسے دین یہودی ہمیشہ کے لیے مبتلا ہوا اور یون ہی نصاری نے دھوکا دیا اور اپنے مالداروں و امراء و شاہوں کو جو کمینہ و بے علم تھے یون مبتلا کیا کہ جو کچھ پوپ یا جبر کہے وہ فرض ہے - یہ سب ہو اسطے کیا کہ ان دنیاوی مالداروں سے جو جہالت کی وجہ سے کمینہ ہیں قلیل مال حاصل کریں جس نے علم کو جو شریف ہے چھوڑ کر مال متاع کو جو حقیر ہے اختیار کیا وہ کمینہ ہے - الحاصل ان لوگوں نے علم کتاب اپنے مال والے کمینوں کے ہاتھ قلیل داموں بیچڈالا یعنی اس میثاق کو اس خوف سے چھپایا کہ اگر لوگ محمد صلعم و خوبی اسلام سے آگاہ ہوں حتی کہ تابع ہو کر دین اسلام میں داخل ہو جاوینگے تو یہ جو کچھ ملتا ہے جاتا رہیگا - فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ شراؤہم ہذا - پس یہ انکی خرید و فروخت کیسی بدتر ہے - پھر جاننا چاہیے کہ حسن و قتادہ سے اہل کتاب یہود و نصاری کے اہل قرآن کے شمول کے اقوال بھی آئے ہیں وہ یا بمعنے ہیں جو ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اس آیت میں علماء اسلام و اہل قرآن کو بھی تحذیر ہے کہ خبردار ان کتاب والوں کی راہ نہ چلیں ورنہ انکو بھی وہی پہونچیگا جو انکو پہونچا بلکہ علم کتاب و سنت جو لوگوں کو نافع ہے انکو بتلا دیں چنانچہ حدیث میں جو کئی طرق سے مروی ہے آیا کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ جو کسی علم کو جانتا ہے اس سے پوچھا گیا اور اسنے چھپایا تو قیامت میں اسکو آگ کی لگام دیجاویگی مفسر رح نے کہا کہ اسکو ایک جماعت نے متقارب الفاظ سے روایت کیا اور ترمذی نے فرمایا کہ حدیث حسن ہے مترجم کہتا ہے کہ حدیث میں یہ بھی آیا کہ آخر زمانہ میں یہ لوگ بھی یہود و نصاری کے قدم بقدم چلینگے - ھ - افسوس اس زمانہ میں یہ حال ظاہر ہے کہ امر توحید سے منھ موڑ کر دنیا کے لیے کمینہ لوگ عالم بنے اور دین کو خلط ملط کر کے راہ سنت کو گم کر دیا اور مریدوں کے حقیر مال کے لالچ سے حق کو چھپا ڈالا - اور عجب کہ انکی مخالفت میں ایک فریق قائم ہوا جنکی قلت معرفت اس حد تک ہے کہ انھوں نے صرف انکی عداوت کو دین بنا لیا اور باہم جدال و تکفیر سے ارکان دین کو ضعیف کر دیا اور معارف سے بے نصیب ہے حالانکہ واجب تھا کہ باہم متفق ہو کر دار آخرت کی کوشش کرنے اور معارف قرآن و حدیث سے آراستہ ہوتے واللہ تعالی ہو الہادی کیونکہ بدون معرفت حق کے خالی دعوی توحید سے مدح کا استحقاق نہیں ہو سکتا ہے کیا نہیں دیکھتے ہو کہ اللہ تعالی نے فرمایا لَا تَحْسَبَنَّ بالتاء و الیاء - یعنی اسمیں بھی وہی دو قرائتیں ہیں جو اوپر مذکور ہوئی ہیں اور ترجمہ میں فرق ہوگا کیونکہ یا تحتیہ پر معنے یہ کہ گمان نکریں یہ لوگ جنھوں نے الخ اور تاء فوقیہ پر معنی یہ کہ تو خیال نہ کیجیو - الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا - فعلوا من اضلال الناس - ایسے لوگوں کو جو خوش ہوتے ہیں ایسے فعل پر جو انھوں نے کیا یعنی لوگوں کا بھٹکانا - وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا - من التمسک بالحق وہم علی ضلال اور دوست رکھتے ہیں کہ مدح کیے جاویں یعنی ثواب دیے جاویں ایسے فعل کے عوض جو انھوں نے نہیں کیا یعنے حق سے تمسک نکیا اور گمراہی سکھلائی پھر چاہتے ہیں کہ ثواب و مدح حاصل ہو فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ - بتاء فوقیہ یا بیاء تحتیہ - بِمَفَازَةٍ - بمکان ینجون فیہ - مِّنَ الْعَذَابِ - فی الآخرۃ - پس تو انکو خیال نہ کیجیو یا وہ لوگ اپنے آپکو خیال نکریں) ایسی جگہ جہاں آخرت میں عذاب سے نجات پاویں ف بلکہ وہ ایسی جگہ ہونگے جہاں عذاب پاویں چنانچہ صریح فرمایا - وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ - اور ان کے لیے عذاب دکھ دینے والا ہے ف تو ثابت ہو گیا کہ وہ عذاب کے ٹھکانے میں ہونگے وہ بھی فقط عذاب نہیں بلکہ عذاب الیم یعنی مولم فیہا یعنی جہنم میں انکے لیے عذاب مولم ہے واضح ہو کہ فلا تحسبنہم میں بھی موافق اول کے دو قرارت بیاء تحتیہ و تاء فوقیہ ہیں پس قولہ لا یحسبن الذین بیاء تحتیہ کے قراءۃ پر الذین فاعل ہے اور رہے دونوں مفعول تو وہ محذوف ہیں کیونکہ آگے فلا یحسبنہم کے دونوں مفعول انپر دلالت کرتے ہیں اور اگر لا تحسبن بتاء فوقانیہ کی قرائۃ لیں تو پہلا مفعول - الذین موجود ہے صرف دوسرا مفعول حذف ہوا جسپر لا تحسبنہم کا دوسرا مفعول دلالت کرتا ہے - پھر جاننا چاہیے کہ مفسر نے آیت کے واسطے کوئی شان نزول نہیں بیان کیا ظاہر انکے نزدیک کوئی سبب متعین نہوا بلکہ بہر حال آیت عام ہے کہ جو کوئی ایسا ہو کہ بدکام کو عمل میں لاوے

اور نیک مدح کا خواستگار رہو تو دنیا میں اگرچہ مخفی رہے وہ عذاب آخرت سے نہیں بچیگا۔ اقول یہی صحیح ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ لاتحسبن الذین یفرحون میں کہا کہ مراد اس سے وہ لوگ ہیں جو ایسا ظاہر کرتے ہیں جیسے باطن میں نہیں ہیں اور صحیحین میں بھی حضرت صلعم سے ہے کہ جسنے جھوٹا دعوی کیا تاکہ اس سے زیادتی ظاہر کرے وہ ایسا ہے جیسے زُور یعنی فریب کے دو کپڑے پہننے والا یعنی جسنے اپنے آپ میں وہ خصلت ظاہر کی جو اسمیں نہیں ہے تو جیسے مکر و فریب کا جوڑا پہن لیا۔ اور امام احمد نے روایت کی کہ مروان بن الحکم نے اپنے دربان رافعؒ سے کہا کہ ابن عباس کے پاس جا اور دریافت کر کہ اگر یہی بات ہے کہ ہم میں سے جو اپنے کیے پر خوش ہوا اور جو نہیں کیا اسپر مدح چاہے پس وہ عذاب کیا جاوے تو ہم سب کے سب عذاب کیے جاوینگے تو ابن عباس نے فرمایا کہ تمکو اس آیت سے کیا بحث ہے یہ تو اہل کتاب کے حق میں نازل ہوئی پھر ابن عباس نے قولہ تعالی واذ اخذ اللہ میثاق الذین سے لیکر و یحبون ان یحمدوا الآیۃ تک پڑھ کر کہا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل کتاب سے کچھ پوچھا تھا وہ چھپا گئے اور دوسری بات خلاف بتلائی پھر وہاں سے نکلے اور انھوں نے حضرت صلعم پر ایسا ظاہر کیا کہ جو پوچھا تھا وہ ظاہر کر دیا اور اسپر حضرت صلعم کے نزدیک اپنی مدح کے خواستگار ہوے اور جو خلاف بیان کیا اور چھپایا تھا اسپر خوش تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ وہکذا رواہ البخاری ومسلم والترمذی والنسائی وابن ابی حاتم وابن خزیمہ والحاکم وابن مردویہ۔ اور نیز بخاریؒ نے ابو سعید خدریؓ سے روایت کی کہ کچھ لوگ منافق ایسے تھے کہ جب حضرت صلعم جہاد کو جاتے تو پیچھے رہتے اور مدینہ میں بیٹھ رہتے اور حضرت صلعم کے برخلاف بیٹھ رہنے سے خوش ہوتے اور جب آپ تشریف لاتے تو آپ سے اپنی معذوری بیان کرتے اور قسمیں[1] کھا جاتے اور آپ سے مدح کے خواستگار ہوتے ایسی بات پر جو نہیں کی ہے پس نازل ہوا۔ لاتحسبن الذین یفرحون بما اتوا الآیۃ۔ وہکذا رواہ مسلم وابن مردویہ و مالک۔ اور اس روایت کو ابو سعیدؓ نے بواجبہ و شہادت رافع بن خدیجؓ و زید بن ثابت کے بیان کیا لکن فی روایۃ اخری لابن مردویہ اور اس روایت میں ہے کہ اگر حضرت صلعم کو جہاد میں کچھ مشقت پہونچتی تو اپنے پچھڑ رہنے سے خوش ہوتے اور اگر فتح و نصرت ہوتی تو حضرت صلعم و مسلمانوں سے قسمیں کھا کر اعتذار کرتے اور فتح کی خوشی ظاہر کرتے اور اسپر مدح کے خواستگار ہوتے۔ پھر یہ دونوں روایتیں صحیح کی اثبت ہیں تو شیخ ابن کثیر نے کہا کہ انمیں کوئی منافات نہیں ہے اسواسطے کہ آیت کریمہ ان تمام کو جو پہلے ذکر کیا عام و شامل ہے اور یہی صحیح ہے۔ اور ثابت بن قیس انصاری سے روایت ہے کہ انھوں نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے منع کیا کہ آدمی جو نہ کرے اسپر حمد کو دوست نہ رکھے اور میں دوست رکھتا ہوں اور اللہ تعالی نے خیلاء سے منع کیا اور میں جمال یعنے آرایش کو دوست رکھتا ہوں اور اللہ تعالی نے منع کیا کہ آپ کی آواز پر ہم میں کوئی آواز بلند نہ کرے اور میں بلند آواز آدمی ہوں سو میں دیکھتا ہوں کہ میں تباہ ہوا پس حضرت صلعم نے منع کیا کہ اے ثابت کیا تو راضی نہیں کہ زندگی بھر تو حمید ہے اور مرے تو شہید مرے و جنت میں داخل ہو عرض کیا کہ ہاں یا رسول اللہ کیوں نہیں چاہونگا پس ثابت بن قیسؓ حمید زندہ رہے اور مسیلمہ[2] کذاب کی لڑائی میں شہید ہوے رواہ ابن مردویہ۔ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ خزائن المطر والرزق والنبات وغیرہا۔ اللہ تعالے ہی کے واسطے آسمانوں و زمین کا ملک ہے۔ یعنی خزانے بارش کے اور رزق کے اور پیداوار کے اور سوائے انکے بیشمار جنکی تعداد کوئی نہیں جانتا سوائے اسکے۔ اور اسمیں رد ہے ان کافروں کا جنھوں نے اللہ تعالی کو فقیر کہا تھا جنکی تمام مذمت بیان کی جو دلالت کرتی ہے کہ ایسے بد انجام سے جو قول صادر ہو تھوڑا ہے۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ ومنہ تعذیب الکافرین وانجاز المؤمنین اور اللہ تعالے تو ہر چیز پر قادر ہے ف اور کل شی میں سے ادنی چیز یہ بھی ہے کہ کافروں کو عذاب دے اور مومنوں کو نجات و ثواب دے لیکن بہتیرے لوگ بے فکرے جانور ہیں اللہ تعالی کی قدرت کاملہ کو ہر دم ہر وقت آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور سمجھتے نہیں لہذا آگے انکو ارشاد کیا ہے کہ اسطرح غور کرو تو تمھاری آنکھیں کھلیں۔ درمیان میں ان آیات کے اشارات عرائس البیان سے ذکر کر دوں پھر

[1] منافقین یعنی ہم بیمار تھے یا یہ عذر رکھتا یا وہ عذر رکھتا ۱۲ منہ

[2] یہ لڑائی حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اول ہی اول بسرداری خالد بن الولید واقع ہوئی اور شکست فاش کذابین کی ہوئی آخر مسیلمہ مذکور ملعون جو نبوت کا دعوی کرتا تھا مارا گیا اور اسی کو وحشی بن حرب قاتل حمزہؓ نے قتل کیا جس نے حضرت حمزہ کو دھوکے سے شہید کیا تھا ۱۲ منہ

جو کچھ فکر کرنے کا حکم ارشاد ہوا ہے وہ ذکر کرون۔ عرائس البیان مین کہا کہ قولہ تعالیٰ لتبلون فی اموالکم وانفسکم نفس ایک بت ہے جسکو حق عزوجل نے
لباس ربوبیت سے آراستہ کیا اور قہر ولطف سے بھردیا اور اسکے لیے زینت یہ اموال بنا رکھے اور یہ سب ان لوگون کا امتحان ہے جو حق تعالیٰ
کی محبت کا اور اسی کے معبود برحق ماننے کا بیڑا اٹھا آئے ہین پس جسنے اپنے نفس کی طرف دیکھا اور زینت حق سے نظر پھیری وہ فرعون ہوگیا
اور زبان قہر سے انا ربکم الاعلیٰ بولنے لگا اور یہ مکر واستدراج ہے اور جسنے ربوبیت کی طرف نظر رکھی اور اسکا نفس اس ربوبیت کی تجلی مین فنا ہوا
وہ اگر ایسا کلمہ بھی بولا تو کم ظرفی ہے ولیکن زبان ربوبیت سے بولا جیسے ابن منصور حلاج رحمہ اللہ کی زبان سے انا الحق جاری تھا اور اسکی مثال
چاہو تو اس درخت کو غور کرو جس سے موسیٰ علیہ السلام کو آواز آئی انی انا اللہ الآیۃ۔ کہ یہ حق سبحانہ تعالیٰ نے اس سے نطق فرمایا پس اپنی صفت کے
ساتھ اپنے فعل سے بات کی اور جسنے ان اموال مین رب تعالیٰ کی زینت پر نظر رکھی جو ملک نفس کی زینت مین تو اسکا حال مانند سلیمان
علیہ السلام کے ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے ملک دیدینے سے بھی سلیمانؑ کو اللہ تعالیٰ کے شرف جلال کی طرف نظر تھی سا اور جسنے خود اموال کی طرف
دیکھا اور دنیا کی تازگی نظر مین سمائی اور اپنے شہوات کا تابع ہوا تو وہ مثل بلعم باعور کے ہوگیا کہ اسکی مثال کتے کی ہے چنانچہ فرمایا فمثلہ کمثل الکلب
ان تحمل علیہ یلہث وان تترکہ یلہث۔ اگر لادو تو ہانپے اور اگر چھوڑدو تو ہانپے۔ اور کونسا امتحان اس سے بڑھکر ہے کہ خلق مین ملک دیکھا اور ربوبیت
دیکھنا جمع کیا کیونکہ یہ محل التباس ہے ابن زنجارؒ نے فرمایا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بانیطور کہ جمع کروگے اور دینے سے باز رہوگے اور جو حقوق الٰہی
ان اموال مین متعلق ہونگے انمین قصور کروگے۔ وانفسکم۔ باین طور کہ شہوات نفس کے تابع ہوگے اور ریاضت چھوڑ دوگے اور اسکو اسباب دنیا سے لپٹائے رہوگے
اور امور آخرت مین غور ونظر کرنے سے نفس کو خالی رکھوگے اور بعض نے کہا کہ قولہ لتبلون فی اموالکم۔ بانیطور کہ اسکے لینے دینے مین پھنسے رہوگے قال تعالیٰ واذ اخذ اللہ
میثاق الذین اوتوا الکتاب لتبیننہ للناس ولا تکتمونہ اللہ عزوجل نے صادقین کو جو صاحبان الہام خاصۃ محدثین از مقربین ہین یہ حکم دیا کہ حقوق عہد جو انکے اور اللہ تعالیٰ
کے درمیان ہین طالبون پر بقدر فہم ظاہر کرین تاکہ اس وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی طرف واصل ہون اور انپر عار نہو اور یہ صفت ان لوگون کی ہے جو علما مین سے اہل کمال ہین
اور یہ بھی حکم دیا کہ صدیقین کے اوصاف چھپانے مین مداہنت نکرین **قال المترجم** عجب کہ عارف الکھنوی قدس سرہ نے کلمۃ الحق مین صریح مسئلہ
وحدت وجود اظہار کرنا عین ایمان وفرض کہا اگر یہ صحیح ہو تو بھی اظہار نہین چاہیے کیونکہ صحیح مسلم مین ثابت ہے کہ لوگون سے انکے عقل کے موافق باتین
کرنے کا حکم دیا ہے اور عارف جامیؒ نے شرح فصوص مین صریح کہا کہ غیر عارف کے واسطے زبانی ایسا اقرار واعتقاد کرنے مین خوف کفر ہے کہ خاتمہ
بخیر ہو مجھے زیادہ گفتگو کی ضرورت نہین یہی کافی ہے کہ عرب عرباء وصحابۂ کرام وتابعین عظام وعلماء مجتہدین وعامۂ صالحین بلکہ کافۂ امت
اس کلمہ سے وحدت وجود نہین سمجھتے تھے پھر ایسی جماعت کو چھوڑکر اس شذوذ مین پڑنا کس ایماندار کو پسند ہوگا بلکہ مین یہی کہتا ہون کہ احکام
کتاب وسنت پر عمل کرین تمام خوبی خود بخود حاصل ہوجائیگی ورنہ زبانی بک بک سوائے گمراہی کے کیا مفید ہوسکتی ہے والسلام **قال الشیخ**
اور بعض نے فرمایا کہ عامہ اولیاء اللہ سے یہ عہد ہے کہ حق کو پوشیدہ نرکھین اور ناحق دعوے دکرین اور مریدین سے انکا قصد یہی ہو کہ راہ حق اختیار
کرین۔ قولہ تعالیٰ واشتروا بہ ثمنا قلیلا۔ یہ اس شخص کے حق مین ہے جو صدق ایمان کے مقام تک نہ پہونچا اور اگر پہونچتا تو دنیا کے عوض
دین نہ بیچتا۔ پھر جب وہ مقصد تک نہ پہونچے اور راستہ کے شروع ہی مین چند روز انکے تھے کہ انکے نفس کی وحشت نے انکو گھیر لیا کہ وصل کی
حلاوت پائی نہ تھی تو مخلوق کے نزدیک اپنے واصل ہونے کے دعوے کرنے لگے حالانکہ جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کی موہبت وکرامت انھون نے
مشاہدہ نہین کی پس جو انکے پاس نہین ہے وہ بیچنے لگے اور اولیاء اللہ کے روبرو خجل ہوئے کیونکہ یہ لوگ انکی خیانت پہچانتے ہین اور بعض نے
کہا کہ ان لوگون نے اپنی ذات کے واسطے ایسے دعوے کیے تاکہ مخلوق کو فتنہ مین ڈالین۔ قولہ تعالیٰ ویحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔ یہ وصف

ان لوگون کا ہے جو دعوی معاملات مین جھوٹے ہین اور ہنوز ان کسین ہتین داخل ہوے وہ ظاہری تقشف سے اور اہل معاملہ کے لباس پہنکر اپنے آپکو بھی
اہل معاملہ مین ظاہر کرتے ہین تاکہ خلق ان کی طرف متوجہ ہووے پس یہ ریاکار لوگ ہین کہ خلق کی طرف نظر رکھکر اور اپنی تعریف چاہنے کو خالی دعوی
کرتے ہین بلکہ یہ لوگ تو ریاکارون سے بھی بدتر ہین کیونکہ یہ لوگ تو تعریف و مرتبہ دنیاوی کو طلب کرتے ہین پس ریاکارون جھوٹون سے بھی یہ بدتر قوم ہین
اور اللہ تعالی نے کیسی ان یحمدوا بما لم یفعلوا سے صاف فرمایا کہ یہ لوگ اپنے پردہ نفس سے خارج ہی نہین ہوے اور ہجران مین پڑے ہین اور یہ اشد
عذاب ہے - حاتم اصم رح نے فرمایا کہ اللہ عزوجل نے اس آیت سے مومنون کو تحذیر دی اور ڈرایا کہ خبردار ان ریاکارون متقرب زاہد بننے والون کی راہ
نہ چلنا اور یہ لوگ گمراہ دوزخ کی طرف جاتے ہین چنانچہ فرما دیا فلا تحسبنہم بمفازۃ من العذاب - اور یہ لوگ سمجھتے ہین کہ یہ ظاہری بناؤ انکو عذاب
سے چھڑا لیگا - ہرگز نہین وہ تو عذاب الیم مین پڑے رہینگے اور یہ کتنا بڑا عذاب ہے کہ دیدار الٰہی سے محروم اور اللہ تعالی کے لذیذ خطاب سے ممنوع ہین

إِنَّ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ
آسمان و زمین کی پیدائش مین اور رات و دن کے بدلتے آنے مین عقل والون

لِّأُولِي الْأَلْبَابِ ۝ الَّذِينَ يَذْكُرُونَ اللّٰهَ قِيَامًا وَّقُعُودًا وَّعَلٰى
کو نشانیان ہین وے جو یاد کرتے ہین اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور

جُنُوبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ
کروٹ پر لیٹے اور دھیان کرتے ہین آسمان و زمین کی پیدائش مین اے رب ہمارے تونے یہ بیفائدہ نہین بنایا

سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝ رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ أَخْزَيْتَهٗ ۭ وَمَا
تو پاک ہر عیب سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے اے رب ہمارے تونے جسکو دوزخ مین ڈالا سو اوسکو رسوا کیا اور

لِلظّٰلِمِينَ مِنْ أَنْصَارٍ ۝ رَبَّنَا إِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِي لِلْإِيمَانِ أَنْ اٰمِنُوا بِرَبِّكُمْ
ظالمون کا کوئی مددگار نہین اے رب ہمارے ہم نے سنا ایک پکارنے والے کو جو ایمان کے لیے پکارتا ہے کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر

فَاٰمَنَّا ۖ رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْأَبْرَارِ ۝ رَبَّنَا
سو ہم ایمان لائے اے ہمارے پروردگار اب بخش دے ہمارے گناہ اور اوتار دے ہمسے ہماری برائیان اور موت دے ہمکو نیک بندون کے ساتھ اے رب ہمارے

وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ إِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيعَادَ ۝
اور دے ہمکو جو تونے وعدہ دیا اپنے رسولون کے منہ سے اور رسوا نکر ہمکو قیامت کے روز تحقیق تو خلاف نہین کرتا وعدہ

ان فی خلق السموات والارض - وما فیہما من العجائب - آسمان و زمین کی پیدائش مین ف اور جو کچھ ان دونون مین
عجائبات ہین انکی پیدائش مین - واختلاف الیل والنہار - اور رات و دن کے پے درپے مختلف آنے مین ف بالمجیء و
الذہاب والزیادۃ والنقصان - یعنے اختلاف ان دونون کا بایں طور کہ ایک دوسرے کے پیچھے آتے و جاتے ہین اور زیادہ ہوتے
اور گھٹ جاتے ہین غرضکہ ان امور مین - لآیات - دلالات علی قدرتہ تعالی - اللہ تعالی کی قدرت پر دلیلین ہین لاولی الالباب
لذوی العقول - ایسے لوگون کے واسطے جو عقل رکھتے ہین ف پس جس شخص کی عقل جسقدر صاف ہوگی اور وہم سے پاک و
ہوا و ہوس وغیرہ بداخلاق سے پاکیزہ ہوگی اور نور ایمان سے منور ہوگی اسیقدر اسکو آسمان و زمین کی پیدائش و اختلاف شب و روز

و دیگر عجائب مخلوقات الٰہی مین قدرت کاملہ الٰہی نظر آویگی ایکیا دنی سی بات ہے کہ ایک درخت کی پتی اگر ہاتھ مین لیوے تو اسکی مثل سے تمام مخلوق عاجز ہی اور بہت بڑی قدرت خود انسان کی خلقت مین ہے ولیکن یہ فرمایا کہ یہ اسی کو نظر آتی ہی جو عقل والا ہی وہی بول اٹھتے ہین کہ ای پاک پیدا کرنے والے بڑی ہی قدرت ہی کہ عقلین حیران ہین - یہ لطف ارشاد ہی کہ اہل عقل کو شناسا ے قدرت قرار دیا ورنہ عقل کیا اور عقل والا کیا ہی - پھر عقل والون کی پہچان فرمائی - الَّذِينَ - نعت لما قبلہ او بدل - اولی الالباب کی صفت یا بدل ہی یعنی اولوا الالباب ایسے لوگ ہین جو - يَذْكُرُونَ اللَّهَ قِيَامًا وَقُعُودًا وَعَلَىٰ جُنُوبِهِمْ مضطجعا ای فی کل حال - یاد کرتے ہین اللہ تعالیٰ کو کھڑے اور بیٹھے و کروٹ پر ف اور مراد یہ کہ ہر حال مین یاد کرتے ہین - اور صحیح مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم اپنے ہر وقت مین اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے تھے - اور یہ تفسیر اسوقت ہی کہ ذکر سے مطلقاً یاد الٰہی مراد ہو خواہ نماز مین ہو یا کسی اور وقت ہو - وعن ابن عباسؓ یصلون کذلک بحسب الطاقۃ - اور ابن عباسؓ سے اسکی تفسیر یون مروی ہی کہ نماز پڑھتے ہین کھڑے و بیٹھے اور کروٹ سے موافق طاقت کے - یعنے صحیح سالم کھڑے پڑھ سکتے ہین تو کھڑے ورنہ عذر کی حالت مین بیٹھ کر ورنہ کروٹ سے بہر حال ترک نہین کرتے ہین کما قال قتادہ اور یہی تفسیر حضرت علیؓ و ابن مسعودؓ سے بھی مروی ہی اور عمران بن حصین سے روایت ہی کہ مجھے بواسیر تھی مین نے حضرت صلعم سے سوال کیا آپ نے فرمایا کہ کھڑے ہو کر نماز پڑھ اگر نہ ہو سکے تو بیٹھ کر اگر نہ ہو سکے تو کروٹ سے رواہ البخاری و مسلم - وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ - اور آسمانون و زمین کی پیدایش مین غور کرتے ہین ف لیستدلوا به علی قدرۃ صانعہا تاکہ اس تفکر سے ان دونون مخلوق کے پیدا کرنے والے کی قدرت کاملہ پر استدلال کرین یعنے راہ پاوین قال ابن کثیر یتفکرون ای اپنی سمجھ دوڑا کر ان دونون کی حکمتین دریافت کرتے ہین جنسے خالق عزوجل کی عظمت و عظیم قدرت و علم و حکمت معلوم ہوتی ہی اور اسکا قادر مختار ہونا ظاہر ہوتا ہی اور شیخ ابو سلیمان دارانی نے کہا کہ مین اپنے گھر سے نکلتا ہون سو جس چیز پر میری نظر پڑتی ہی اس مین اللہ تعالیٰ کے واسطے اپنے اوپر نعمت اور اپنے حق مین عبرت دیکھتا ہون (رواہ ابن ابی الدنیا) اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ ایک ساعت کا تفکر تمام رات کھڑے ہو کر نماز پڑھنے سے بہتر ہی اور فضیلؒ نے کہا کہ حسنؒ فرماتے تھے کہ فکر ایسا آئینہ ہی جس مین تیری بھلائیان و برائیان نظر آوین گی - اور سفیان بن عیینہ نے فرمایا کہ تفکر ایک نور ہی جو تیرے قلب مین داخل ہوگا اور بسا اوقات کہتے ؏ اذا المرءُ کانت له فکرۃ - ففی کل شیءٍ له عبرۃ - آدمی کو جب فکرت کا مرتبہ حاصل ہو تو ہر چیز سے اسکو عبرت حاصل ہو جاتی ہی - اور عیسیٰؑ سے منقول ہی کہ بھلا حال اس کا جس کا بولنا یاد الٰہی اور خاموشی تفکر اور نظر عبرت ہو اور لقمان حکیم نے فرمایا کہ بہت تنہائی سے فکر کا الہام ہوتا ہی اور فکرت دروازہ جنت تک راہ بتاتی ہی اور عمر بن العزیز نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کی نعمت مین فکر کرنا عبادت مین سے افضل ہی اور مغیث اسود اسکا بیان کرتے حتی کہ رو کر بیہوش ہو جاتے اور ابن المبارکؒ اور عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بھی اس باب مین روایت ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو رکعتین مختصر جو فکرت سے ہون رات بھر کے غافل قلب کی نماز سے بہتر ہین اور حسنؒ فرماتے کہ تنہائی بیٹھ تو تفکر کے لیے خالی چھوڑ دو - اور بشر حافیؒ فرماتے کہ لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی عظمت مین تفکر کرتے تو اس کی نافرمانی نہ کرتے - اور عامر بن قیس نے فرمایا کہ مین نے دو تین نہین بلکہ زیادہ صحابہؓ سے سنا کہ تفکر نور ایمان ہی اور حدیث مین ہی کہ ذات الٰہی مین فکر نکیجیو بلکہ اسکے مخلوقات و نعمتون مین فکر کرو کما فی الصحیح - مترجم کہتا ہی کہ ذات و صفات خالق عزوجل کی فکر محال ہی تو خواہ مخواہ شیطان کی حد مین قدم گر گیا اور چاہیے کہ اول مین اللہ تعالیٰ کے افعال خلق و رزق وغیرہ کے عجائب دیکھکر نور فعل سے قوت و سامان بہم پہونچاوے تو البتہ نور صفت تک اسی نور حق سے راہ پاوے (۱۰) مترجم

کہتا ہے کہ شیخ محدث ابن کثیرؒ نے یہان سلف وصالحین کے اقوال بہت پیش کیے مین نے یہان بخوف تطویل ترک کیے آئندہ انشاء اللہ تعالیٰ
اپنے بعض موقع پر لاؤنگا اور آخر مین شیخ نے یہ قول فرمایا کہ اللہ عزوجل نے ان لوگون کی مذمت فرمائی جو اسکی آیات مین تفکر نہین کرتے ہین
چنانچہ فرمایا - وکاین من آیۃ فی السموات والارض یمرون علیہا وہم عنہا معرضون - وما یومن اکثرہم باللہ الا وہم مشرکون - یعنے بہتیری
نشانیان ہین آسمانون وزمین مین کہ ان پر گذرتے ہین درحالیکہ انسے منھ موڑے ہوئے ہین اور بہتیرے ان لوگون مین کے ایمان نہین لاتے
اللہ پر مگر اس حال سے کہ مشرک رہتے ہین - اور جو لوگ تفکر کرتے ہین انکی تعریف فرمائی اس آیت مین ویتفکرون فی خلق السموات والارض
رَبَّنَا - ای یقولون ربنا - مَا خَلَقْتَ هٰذَا - ای ہذا الخلق الذی نراہ - بَاطِلًا - حال عبثا بل دلیلا علی کمال قدرتک - اے
رب ہمارے یعنے کہتے ہین ای رب ہمارے اور شیخ ابن کثیر وغیرہ نے قائلین مقدر کرکے حال ڈالا ہے ای درحالیکہ کہتے ہین کہ ای پروردگار ہمارے
نہین پیدا کی تونے یہ - یعنے یہ مخلوق جو ہم دیکھتے ہین - باطل - یعنے عبث بلکہ کمال قدرت پر دلیل ہے قولہ باطلا حال واقع ہوا - یا یہ معنی کہ
باطل نہین بلکہ حق کے ساتھ ہے تاکہ بدکارون کو انکے فعل کی جزا ملے اور نیکیون کو نیکی ملے - پھر انھون نے عبث وباطل پیدا کرنے سے حق عزوجل
کی پاکی بیان کی - سُبْحَانَكَ - تنزیہا لک عن العبث - یعنے عبث پیدا کرنے سے ہم اپنی طاقت بھر تیری پاکی بیان کرتے ہین - فَقِنَا
عَذَابَ النَّارِ - یعنے جس طرح ہم سے ہوسکا ہم نے پاکی بیان کی سو تو اپنے کرم سے ہمکو عذاب دوزخ سے بچادے یعنے ہمکو عذاب دوزخ
نہ دے باینطور کہ اپنی قوت سے ہمکو عمل صالح ومرضی کی توفیق دے اور سب تیری ہی مہربانی ہے - رَبَّنَا إِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ
ای ہمارے رب جس شخص کو تو جہنم مین داخل کرے - للخلود فیہا - یعنے دوزخ مین ہمیشہ رہنے کے واسطے جس کو تو داخل کرے - فَقَدْ
أَخْزَيْتَهُ - اہنتہ - پس تونے اسکو خوار کیا - یا رحمت سے دور کیا یا فضیحت کیا یا ہلاک کیا - یہ سب معنے بیان ہوئے ہین - اور حضرت
انس رضؓ سے روایت ہے کہ من تدخل النار ای من تخلد - یعنے جسکو ہمیشہ کے لیے اسکو داخل جہنم کریگا - اور سعید بن المسیب نے فرمایا کہ یہ اس
شخص کے لیے ہے جو دوزخ سے نکالا نہ جائیگا - اور اہل الحق بالاجماع کہتے ہین کہ کبیرہ گناہ سے کافر نہین ہوتا ورنہ وہ گناہ نہین بلکہ کفر
کہلاتا پس گنہگار اگرچہ کبیرہ گناہ ہو مومن رہا اور اللہ تعالی نے فرمایا کہ یوم لا یخزی اللہ النبی والذین آمنوا معہ - یعنے قیامت کے دن خوار
نہین کریگا اللہ تعالی اپنے نبی کو اور نہ اسپر ایمان لانے والون کو - ھ - پس گنہگار پر دائمی عذاب نہوگا بلکہ کافرون مشرکون پر دائمی عذاب
ہوگا جو ظالم ہین - وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ - الکافرین - مِنْ اَنْصَارٍ - اور ظالمون یعنے کافرون کے واسطے کوئی بھی مددگار نہین ہے
ف ظالمین سے مراد کافرین ومشرکین ہین اسواسطے کہ کفر وشرک سے بڑھکر کوئی ظلم نہین ہے - قولہ من انصار مین من زائدہ تاکید نفی
ہے یعنی کوئی بھی مددگار نہین جو انکو عذاب اللہ تعالی سے بچاوے - واضح ہو کہ کشاف نے یہان اپنی بداعتقادی سے کہا کہ - فلا ناصر لہم من
شفاعۃ وغیرہا - یعنی معتزلہ تو شفاعت سے منکر ہین تو کشاف والے معتزلی نے انصار سے شفاعت کرنے والے کی بھی نفی نکالی یعنے کوئی انکا مددگار
نہوگا نہ شفاعت سے نہ اور کسی وجہ سے مترجم کہتا ہے کہ اسنے ظالمون مین گنہگار مسلمانون مرتکب کبیرہ کو بھی داخل کرلیا تھا تو اب اپنی
بداعتقادی پر دعوی کرتا ہے کہ اسکی شفاعت بھی نہوگی کیونکہ جب کوئی ناصر نہوا تو شفیع بھی نہوا اور ہم کہتے ہین کہ اول تو ہمین کبیرہ گنہگار اس
داخل نہین ہے کیونکہ ظالم سے کافر مشرک مراد ہے اور کافر کے لیے کوئی شفیع نہین ہے دوم یہ کہ نفی ناصر سے شفیع کی نفی کرنا غلط ہے چنانچہ بیضاوی رح
نے رد کردیا کہ ناصر تو وہ ہے جو اپنے زور سے دور کرے اور شفاعت کرنے مین شفیع تو عاجزی ودعا سے چھڑاتا ہے پھر نصرت کی نفی سے شفاعت
کی نفی نہوگی مترجم کہتا ہے کہ اوپر معلوم ہوا کہ ظالمین سے مراد کافر ہین نہ مومن کیونکہ یہان اللہ تعالی نے انکے حق مین خوشخبری فرمائی

ہے

ہے وقال تعالیٰ الخزی الیوم والسوء علی الکافرین - جو کچھ خزی و خواری ہوگی وہ قیامت میں فقط کافرون پر ہوگی اور مومنون میں سے اگرچہ کسی پر بقدر گناہ عذاب ہو لیکن خواری نہوگی جیسا کہ یوم لایخزی اللہ النبی والذین آمنوا الآیہ سے ثابت ہوا اور شفاعت تو مومنون کے لیے قطعاً متواتر ثابت ہے اگرچہ گناہ کبیرہ ہو لیکن وہ کافرن کے واسطے بالکل نہین ہے۔ الحاصل مومنین ذکر کرکے دنیا مین عذاب و خواری سے بچنے کی دعا کرتے ہین اور یہ بھی کہتے ہین کہ - رَبَّنَآ اِنَّنَا سَمِعۡنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيۡ - یدعوا الناس - ہمارے رب ہم نے سنا ایک منادی کو جو بلاتا ہے لوگون کو - لِلۡاِيۡمَانِ - الیہ وہو محمد او القرآن - ایمان کے لیے یعنی ایمان کی طرف بلاتا ہے - وہ اکثر کے نزدیک محمد صلعم ہین اور بعض کے نزدیک قرآن ہے اور پکارنے کا طریقہ یہ ہے - اَنۡ - ای بان - اٰمِنُوۡا بِرَبِّكُمۡ - کہ ای لوگو اپنے رب پر ایمان لاؤ - فَاٰمَنَّا - بہ پس ہم اُسپر ایمان لائے یعنی رب تبارک وتعالیٰ پر ایمان لائے - رَبَّنَا فَاغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَكَفِّرۡ عَنَّا - غط عنا - سَيِّاٰتِنَا - پس ای ہمارے رب ہمکو ہمارے گناہ بخشدے (مواخذہ نہ فرما) اور ڈھانپ دے ہمسے ہمارے گناہ پس ان گناہون کو اس طرح ظاہر نہ فرما کر تو ہمپر عذاب کرے - وَتَوَفَّنَا - اقبض ارواحنا - اور قبض کر ہماری روحین - مَعَ - جملہ - الۡاَبۡرَارِ - الانبیاء والصالحین ساتھ مین جملہ ابرار کے یعنی انبیاء و صالحین کے یعنی جب تو ہماری ارواح قبض فرماوے تو ان نیک بندون کے ساتھ کر دیجو - رَبَّنَا وَاٰتِنَا - اعطنا - ای ہمارے رب عطا کر ہمکو - مَا وَعَدۡتَّنَا - جو وعدہ کیا تو نے ہم سے - عَلٰی - السنۃ - رُسُلِكَ - من الرحمۃ والفضل - اپنے رسولون کی زبان پر - یعنے رحمت و فضل ہم کو مرحمت ہو - اگر کہا جاوے کہ اللہ تعالیٰ تو وعدہ خلاف نہین فرماتا بلکہ اسپر ایمان فرض ہے پھر انھون نے یہ کیون کہا مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ - وسوالہم ذلک وان کان وعدہ تعالیٰ لایخلف سوال ان یجعلہم من مستحقیہ لانہم لم یتیقنوا استحقاقہم یعنی وہ لوگ خوب جانتے ہین کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ خلاف نہین ہوتا لیکن دعا سے مقصود یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمکو بھی اس ثواب کے مستحقین مین کردے کیونکہ باوجود فرمانبرداری کے انکو اپنی نسبت یقین کامل نہین ہو سکتا کہ ہم اسی کے مستحق ہین کیا نہین دیکھتے ہو کہ انھون نے اللہ تعالیٰ کی جناب مین صاف اقرار کیا کہ - انک لاتخلف المیعاد - اے رب کریم تو اپنا وعدہ خلاف نہین فرماتا ہے پس تو ہمکو اس لائق کردے کہ ہم بھی ایسے لوگون مین سے ہوجاوین جنکے حق مین تیرا وعدہ ہے - اگر کہا جاوے کہ وہ مومن تو ہوچکے - جواب یہ کہ ہان اپنے یقین مین تو بیشک مومن ہین مگر نفس کے پردہ مین حقیقی علم فقط اللہ تعالیٰ کو ہے کہ کیا حقیقت ہے اور کیا انجام ہے تو فضل و رحمت سے قبولیت و خاتمہ بخیر ہونا مانگتے ہین تا کہ وعدہ الٰہی کے لائق ہون پھر تو وعدہ الٰہی خلاف نہ ہوگا اور واضح ہو کہ یہ کمال ادب اور عظمت الٰہی تعالیٰ کا اظہار ہے - اور اہلسنت کے نزدیک اللہ تعالیٰ پر کسی کا حق نہین اور او تعالیٰ مختار ہے جو وہ کرے سب حق ہے اور جو بندہ اسکے خلاف اعتقاد کرے وہ خود جاہل ہے - واضح ہو کہ ہر دعا مین کلمہ ربنا - مکرر آیا ہے - مفسرؒ نے لکھا کہ ربنا کو جو مکرر بار بار کہا تو تضرع و عاجزی مین مبالغہ ہے تا کہ ترحم نازل ہو - وَلَا تُخۡزِنَا يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ - ہم کو بروز قیامت خوار مت کر جیسے کافر و ظالم خوار ہونگے - اِنَّكَ لَا تُخۡلِفُ الۡمِيۡعَادَ - الموعد بالبعث والجزاء - میعاد مصدر بمعنی ظرف ہے یعنے وقت وعدہ حشر و جزاء سیا مراد یہ وعدہ ہو کہ مومنین بروز قیامت خوار نہونگے واللہ اعلم یہانتک تو ان لوگون کی دعا تھی آگے اللہ عز وجل نے اپنے کرم سے اسکی قبولیت کو بیان فرمایا ہے مگر درمیان مین فوائد کو سننا چاہیے واضح ہو کہ سعید بن جبیر کے طریق سے ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ قریش کے لوگ یہود کے پاس آئے اور کہا کہ تمھارے پاس موسیٰؑ کیا کیا نشانیان لائے تھے بولے کہ عصا تھا اور ید بیضا کہ دیکھنے والے اسکو آنکھون دیکھتے تھے پھر وہ نصاریٰ پاس آئے اور کہا کہ عیسیٰؑ تم مین کیسے تھے بولے کہ اندھے مادرزاد اور کوڑھی کو اچھا کرتے اور مردے کو زندہ کرتے پھر وہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجیے کہ صفا پہاڑی کو ہمارے واسطے سونا کردے

پس آنحضرت صلعم نے یہ دعا چاہی پس نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار لآیات لاولی الالباب الآیہ پس حضرت صلعم نے فرمایا تم کو چاہیے کہ اسمین تفکر کرو۔ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم والطبرانی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اس روایت مین اشکال ہے کہ آیت کریمہ مدنی ہے اور قریش کا یہ سوال کہ کوہ صفا سونے کا ہو جاوے مکہ مین واقع ہوا تھا واللہ اعلم۔ آیت کریمہ کے مدنیہ ہونے مین شک نہین اور دلیل اسپر حدیث عائشہ رضؓ ہے جسمین آنحضرت صلعم کی بعض رات کی عبادت کے حال مین کہا کہ پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھنے لگے پھر روئے یہانتک کہ داڑھی تر ہو گئی پھر سجدہ کیا پھر روئے یہانتک کہ زمین تر ہو گئی پھر کروٹ سے لیٹے پھر روئے یہانتک کہ بلال رضؓ نے آکر نماز صبح کی خبر دی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کیون روتے ہین حال یہ ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کر دیے ہین فرمایا کہ اے بلال مجھے کون چیز رونے سے روکتی ہے حال یہ ہے کہ آج رات مجھپر نازل ہوا قولہ ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر فرمایا کہ کمبختی اسکی جسنے ان آیات کو پڑھا اور انمین تفکر نہ کیا۔ رواہ ابن مردویہ وعبد بن حمید وابن ابی حاتم وابن حبان (واسنادہ جید) اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایک رات مین اپنی خالہ میمونہ ام المومنین رضی اللہ عنہا کے یہان سویا پس رسول اللہ صلعم نے ایک ساعت اپنے گھر کے لوگون سے یعنے حضرت میمونہ رضؓ سے باتین کین پھر سو رہے پھر جب تہائی رات آخر تھی کہ اُٹھے پس آسمان کی طرف نظر کی اور پڑھا ان فی خلق السموات والارض الآیات پھر کھڑے ہو کر وضو کیا اور مسواک کی پھر گیارہ رکعتین پڑھین پھر بلال رضؓ نے اذان دی پھر دو رکعتین پڑھین پھر نکلکر لوگون کو صبح کی نماز پڑھائی۔ رواہ البخاری ومسلم اور دوسری روایت مین ہے کہ ان فی خلق السموات الآیات دس آیتین پڑھین۔ اور اسکو ابو داود ونسائی وابن مردویہ وغیرہم نے بھی روایت کیا اور ابن مردویہ کی روایت مین مانند بعض طرق صحیح کے ان آیات کے بعد یہ دعا بھی مذکور ہے کہ کہا اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِيْ قَلْبِيْ نُوْرًا وَفِيْ سَمْعِيْ نُوْرًا وَفِيْ بَصَرِيْ نُوْرًا وَعَنْ يَمِيْنِيْ نُوْرًا وَعَنْ شِمَالِيْ نُوْرًا وَمِنْ بَيْنِ يَدَيَّ نُوْرًا وَمِنْ خَلْفِيْ نُوْرًا وَمِنْ فَوْقِيْ نُوْرًا وَمِنْ تَحْتِيْ نُوْرًا وَاَعْظِمْ لِيْ نُوْرًا يَوْمَ الْقِيَامَةِ ف عرایس البیان مین ہے کہ قولہ تعالے ان فی خلق السموات والارض واختلاف اللیل والنہار۔ اس آیت کریمہ مین ایک لطیف اشارہ ہے کہ حق تعالی شانہ نے ظاہر فرمایا کہ جو ربانی بندے ہین اپنے رب تعالے کے فعل مین اسکے ظہور قدرت سے انوار صفات ازل پاتے ہین یعنی انکی دلیل خود اسی پاک تعالے شانہ سے اسی کی طرف ہے کچھ مخلوق سے نہین ہے کیونکہ اسکی صنعت ایجاد مین عارف ناظر وحاذق بصیر کو ادراک ہے اور دیدار مخلوق مین یہ بات نہین ہے کیونکہ حادث پر نظر کرنا تو خود ہی دیدار قدیم کا پردہ ہے **قال المترجم** حاصل آنکہ خلق السموات والارض یعنی انکے پیدا کرنے مین جو فعل باری ہے قدرت کی نشانی فرمائی اور یہ نہین فرمایا کہ خود آسمانون وزمین مین دلالت ہے اسلیے کہ فعل باری تعالی سے اسکی صفت کی طرف دلالت ہو جاتی ہے اور یہ طریقہ وصول مستقیم ہے اور خود مخلوق سموات وارض سے وصول نہین ہو سکتا کیونکہ جب نظر حادث پر ہی تو وہ قدیم کے واسطے حجاب ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ کلام متانت کے ساتھ لطیف اشارہ ہے۔ پھر شیخ نے کہا کہ آسمان کو ظہور آیات کے واسطے مخصوص کیا کیونکہ وہ مزین بنور جلال ملتبس با نوار جمال ہے کیونکہ وہ آئینہ کو اشف صدیقین ہے کیا تو دیکھتا نہین کہ فرمایا اللہ نور السموات والارض۔ اور نیز فرمایا۔ وکذلک نری ابراہیم ملکوت السموات والارض الآیۃ۔ اور یہی خصوصیت زمین کی تو بموقع اقدام صدیقین وانبیاء ومرسلین علیہم السلام ہے پھر رات کی خصوصیت اسوجہ سے فرمائی کہ وہ مناجات عارفین کا وقت خاص ہے اور موحدین کے لیے۔ اور کشف عظمت بصفت ہیبت اسیوقت ہوتی ہے اور دن کی خصوصیت اسواسطے کہ فرحت محبین اور بسط مشتاقین کا وقت ہے اور نظر والے آئینہ مخلوقات مین انوار قدرت سے معرفت حضرت باری تعالی عزوجل سے فائز ہوتے ہین چنانچہ بعض نے فرمایا کہ مین نے کوئی چیز نہین دیکھی مگر اس حال مین کہ پہلے اسمین اللہ تعالے کے دیدار سے مشرف ہوا۔

عاقلان حقیقت کو آسمان وزمین ورات ودن مین اپنے فعل کے انوار دکھلائے پھر انکو ان مین اپنی قدرت خاصہ صفاتیہ کے انوار دکھلائے اور یہ محل التباس ومقام تلوین ہے واضح ہو کہ جس شخص نے یہ حاجت سمجھی کہ آیات کو دیکھکر اس سے وجود حق سبحانہ تعالیٰ ثابت کرے تو وہ عوام مین سے ہے کیونکہ حادث سے قدیم کی شناخت چاہتا ہے حالانکہ مثبت وموجد فقط عزوجل ہے اور فعل اُسی کا مخلوق ہے تو اسکے واسطے کوئی چیز بادلیل کیونکر مثبت ہوسکتی ہے اور تمام بحث مقدمہ مین محقق ہے شیخ **جنید** رحمہ نے فرمایا کہ جس شخص نے اوتعالیٰ عزوجل کو علت سے ثابت کیا جسنے غیر حق عزوجل کو ثابت کیا اسواسطے کہ علت تو مصاحب اپنے معلول کی ہوتی ہے اور حق عزوجل اس سے پاک برتر ہے **واسطی** رحمہ نے اس آیت مین فرمایا کہ عوام کی معرفت مین اور محققین کی معرفت مین امتیاز کرتی ہے۔ اسواسطے کہ عوام نے تو اسکو ایسی چیز کے ساتھ اعتقاد کیا جو خود انکی طبع کے لائق ہے اور خواص نے ایسی چیز کے ساتھ جو اسی کے لائق ہے جس حال کو عوام نے ثابت کیا اس سبب سے خواص نے انکار کیا پس او تعالیٰ شانہ ایسے وصف سے پاک ہے جو عوام نے بیان کیا ہے کیونکہ عوام نے اسکو از راہ عبودیت اعتقاد کیا اور خواص نے از راہ ربوبیت اعتقاد کیا ہے **قال المترجم** شیخ نے جہانتک بیان مین گنجایش تھی بیان کیا ولیکن بیان یہان سخت قاصر ہے سمجھنے والا سمجھ جائیگا عبارت مین طاقت کہان ہے سبحانک اللھم استغفرک واتوب الیک۔ اور بعض اکابر نے فرمایا کہ خواص نے مخلوقات وحوادث کی طرف نظر نہین کی مگر اسی واسطے کہ آیات مشاہدہ کرین اور آیات کو مشاہدہ نہین کیا مگر اسی اسطے کہ ان مین حق عزوجل کا مشاہدہ کرین اور جسنے حق عزوجل کا مشاہدہ کیا اسکے خاطر مین حوادث کا لگاؤ نہین رہتا ہے اور **نصر آبادی** رحمہ نے فرمایا کہ جو شخص اولوالالباب مین سے نہین اسکو آسمان وزمین کی طرف نظر کرنا کچھ عبرت نہین دیتا ہے اور اولوالالباب وہی ہین جو خلق پر بنظر حق آنکھ ڈالتے مین مترجم کہتا ہے کہ اللہ عزوجل نے خود اولوالالباب کی صفت فرمائی بقولہ الذین یذکرون اللہ قیاما وقعودا وعلی جنوبھم الآیۃ۔ واضح ہو کہ ہر صفت قدس کے واسطے ایک تجلی خاص ہے اور یہ تجلی ذاکرون کے دلون مین ملتی ہے اور ہر ذکر کے واسطے ہر مقام مین ایک خاص عمل ہے اور حالات مین ایک خاص وجدان ہے پس رضاے حق سے ذکر رضا حاصل ہوتا ہے اور حب اللہ تعالیٰ سے ذکر توکل اور جبروت الٰہی تعالے سے ذکر قہر اور ملکوت الٰہی سے ذکر افضال اور نعماے الٰہی سے ذکر آلا ہر ہوتا ہے اور بقدر کشف صفت کے اُس ذکر کو ہمیشگی کا حصہ ہوتا ہے یعنی کشف اسما وصفات ونعوت وذات سے جو ذکر متوافق ہو اسکو اسی اصل پر قیاس کرو۔ اور جان رکھنا چاہیے کہ موحد اگر خود فانی ہوتا ہے صرف باقی وہی ہوتا ہے جسکی توحید بیان کرتا تھا یعنے خاص طور سے اسکا ذکر کرتا تھا جیسا کہ وہ ازل مین وحدہ لاشریک تھا اور **واسطی** رحمہ نے فرمایا کہ ہر یاد کرنے والا اس کو اپنے قلب کے مطالعہ کی قدر یاد کرتا ہے پس جسنے اسکو بصفت جلال مشاہدہ کیا وہ جلال کے ساتھ یاد کرتا ہے اور جسنے اسکو صفت رحمت سے مشاہدہ کیا وہ اسی سے یاد کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس اور **نصر آبادی** رحمہ نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما۔ یعنی اوسکی قیومیت کے ساتھ چنانچہ فرمایا افمن ھو قائم علی کل نفس الآیۃ۔ اور قعودا یعنے ہمنشینی سے چنانچہ حدیث صحیح قدسی مین یہ مضمون ہے کہ مین ہمنشین اسکا ہون جسنے مجھے یاد کیا اور بعض نے فرمایا کہ قولہ الذین یذکرون اللہ قیاما یعنے اسکو یاد کرتے ہین اسطرح کہ اسکے احکام کی فرمانبرداری پر قائم ہوتے ہین وقعودا یعنی اسکی منہیات سے بیٹھ رہتے ہین وعلیٰ جنوبھم یعنے ہر حال مین خلاف مرضی پر نظر رکھنے سے بھی پرہیز کرتے ہین قولہ تعالیٰ ویتفکرون فی خلق السموات والارض خلق السماوات والارض مین تفکر کرنے کے دو معنے ہین اوّل یہ کہ قلب غائب ہوجاوے اُن غیوب مین جو انوار صفات کے خزانے ہین جن صفات سے مناد پر خلق کا ظہور ہے پس محض ربوبیت مین فکر کرتے ہین اور مراد انکی یہ ہوتی ہے کہ انوار قدرت پاجاوین جس سے مشاہدہ کرنے والا اپنے مشہود کی طرف دیدار صرف حقیقت حاصل ہونے سے پہونچ جاتا ہے دوم معنے یہ ہین کہ تفکر کے ساتھ قلب کو جولان ہو کہ ملک کو کیونکر خلق فرمایا اور ملک مین تفکر سے مقصود مشاہدہ مالک ہے پس منزل توحید سے منزل جمع مین رسائی ہو۔ اور بعض نے فرمایا کہ تفکر یہ ہے کہ اسکے اشیاء مخلوقہ مین دیدار الٰہی حاصل ہو یعنے مشاہدہ

الٰہی ہر چیز مین موجود ہی اور تفکر کا فائدہ یہ ہی کہ نظر آجاوے کہ سب چیزون کا قیام اللہ تعالیٰ ہی کے ساتھ ہی وہی حی قیوم ہی یہ توضیح تفکر
ہی اور فاسد تفکر یون ہوتا ہی کہ چیزون کو دیکھ کر اُنسے وجود الٰہی عزشانہ پر استدلال کرے بعض نے فرمایا کہ تفکر صنع باریتعالے مین جو صفت
حق عزوجل ہی اور مخلوق مین تفکر نہین مراد ہی **قال المترجم** کیونکہ وجود الٰہی عزوجل ظاہر باہر ہی اور خود فرمایا کہ قل ہو اللہ احد اور
فرمایا ولئن سالتهم من خلق السموات والارض لیقولن اللہ - پس جسنے یہ زعم کیا کہ یہ تفکر اس غرض سے کہ وجود صانع پر استدلال ہووے وہ بہکا
بلکہ مقصود دکھلانا یہ ہی کہ صفات الوہیت کو پہچانین جس سے شرک جلی وخفی سب دور ہون **قال الشیخ** اور اگر یہ مقصود ہوتا کہ مخلوقات مین
اثبات صانع کے واسطے تفکر کرو تو یون حکم ہوتا ویتفکرون فی السموات والارض - حالانکہ یہ حکم نہین ہی بلکہ خلق یعنے صنعت مین تفکر کا
حکم ہی - قولہ تعالیٰ ربنا ما خلقت ہذا باطلا - مقام ذکر سے چلکر مخلوق کی پیدائش مین تفکر کرنے کی راہ لی تاکہ راحت حاصل کرین اور نور
ذکر سے سوختہ نہو جاوین پس صفات فعل سے راحت لی تاکہ مشاہدہ مین فنا نہو جاوین اور یہ مریدین مین خواہش کی خاصیت ہوتی ہی اور
جہانتک رخصت دی گئی ہی اسکو لیتے ہین **قال المترجم** یعنی راہ مستقیم شرع مین ظاہر و باطن جہانتک آسانی دی گئی اسکو بھی لیتے ہین چنانچہ
ظاہر کی مثال جیسے شرع مین نفل پڑھنا کھڑے ہو کر اولیٰ ہی اور بیٹھکر جائز ہی یا سفر مین روزہ چھوڑنا بنا بر مذہب شیخ کے رخصت ہی پس اسکو
اختیار کرنا اختیار رخصت ہی اور یہ اصح قول کے موافق جائز ہی ایسے ہی باطن کے احکام حالات ہین تتبع رخصت کا احتراق ذکر سے فکر مین چلے آئے
اور نیز جب انھون نے نور فعل مین صفت فاعل کا دیدار دیکھا اور آئینہ فعل مین صفت ازلی کی تجلی حاصل کی تو بولے ربنا ما خلقت ہذا باطلا
یعنے یہ مخلوق سب اپنے خالق کی تجلی کے واسطے آئینہ ہی بھید یہ ہی کہ حق سبحانہ تعالیٰ جانتا ہی کہ مخلوق کو مشاہدۂ خالص اُٹھانے کی طاقت
نہین پس مخلوق کو ظاہر فرمایا تاکہ مخلوق کے وسیلہ سے اسکی طرف راہ پاوین اور یہ رحمت وشفقت ہی **قال المترجم** اللالکائی رحمہ اللہ المحدث
نے سنت مین روایت کی کہ حق عزوجل نے موسیٰ علیہ السلام کے دیدار کے سوال پر فرمایا تھا کہ اے موسیٰؑ کوئی زندہ مجھکو نہین دیکھ سکتا مگر
آنکہ مر جاوے گا اور جو تر چیز مجھے دیکھے قطعاً جلکر خشک ہو جائے گی الحدیث وہو فی بعض السنن ایضاً - **فارس** رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اظہار
مخلوقات مین اسکی حکمت فعلی کا اظہار ہی - اور خواص نے کہا کہ پہلے انکو پیدائش آسمان و زمین مین فکر کرنے کا حکم کیا پھر انکو اس سے قطع کردیا
کہ کہتے ہین ربنا ما خلقت ہذا باطلا - حاصل آنکہ پہلے تو انکو صنعت آسمان و زمین دیکھنے کی ہدایت کی پھر انکو آمادہ کیا کہ وہان نہ رکین
اور فوراً اس سے حق عزوجل کی طرف رجوع کر جاوین پس فرمایا ربنا ما خلقت ہذا باطلا - قولہ تعالیٰ سبحانک فقنا عذاب النار یعنی جب
مقام ذکر خالص سے افعال آیات مین تفکر کرنے کی طرف آئے تو خالص ذکر سے جو کچھ جاتا رہا اسکی تلافی اس قول سے چاہی کہ سبحانک -
یعنی تو ہر ذکر و فکر سے اور ہر خطرہ و اشارہ و عبارت سے پاک ہی اور تو اس سے برتر ہی کہ خلق کے ذریعہ سے کوئی تجھکو پاوے تجھکو کوئی عارف
نہین پا سکتا مگر تیرے ہی ساتھ یعنی تجھی سے تجھ تک رسائی ہی سبحانک پاک ہی تو ہر ایسے وصف سے جو ہم نے زبان حادث سے تیرا
وصف بیان کیا - انت کما اثنیت علی نفسک - تو ویسا ہی جیسا تو نے اپنا خود وصف فرمایا - چنانچہ تو نے فرمایا - سبحانہ وتعالیٰ عما یصفون
یعنے پاک برتر ہی وہ ہر ایسے وصف سے جو مخلوق بیان کرین قولہ تعالیٰ ربنا اننا سمعنا منادیا ینادی للایمان ان آمنوا بربکم فآمنا - اس
آیت مین اللہ عزوجل نے خبر دی کہ یہ حال ان لوگون کا ہی جو معاہدۂ ازلی پر قائم ہین اور جسمون مین ارواح کے آجانے کے بعد پھر وہ قدم
مین فنا ہین کہ انھون نے حقتعالیٰ کے خطاب خالص ازل مین سننے کے بعد واسطہ کے ساتھ حق کی منادی کی زبان سے حق عزوجل کا خطاب
وندا سن لیا - اور حاصل معنے یہ کہ ہم نے تیری آیات کو واسطہ و وسیلہ کی زبان سے سن لیا اور یاد کیا کہ تو نے فرمایا تھا الست بربکم اور ہم نے

عرض کیا تھا کہ بلیٰ یعنے بیشک تو ہمارا پروردگار خالق مالک مختار قادر علیم صاحب ارادہ جامع صفات کمالیہ ہے پس ہمنے تیری منادی یعنے رسول علیہ السلام کی ظاہر وباطن پیروی کی اور ہم نے اسکی پوری تصدیق کی اور ایمان کے معنے یہ ہین کہ تصدیق کل بدیدار کل و رسبقت نظر اسرار بجانب انوار اور قبول ظاہر بیقین باطن اور شروع کرنا بندگی کو بعد کشف ربوبیت کے اور معائنہ کرنا غیب کو غیب کیساتھ قولہ تعالی ربنا فاغفر لنا ذنوبنا وکفر عنا سیاتنا وتوفنا مع الابرار - یعنے تیری معرفت مین جو ہمسے قصور ہوا اسکو بخشدے کہ یہ بڑا گناہ ہے کیونکہ ہمنے خواہش کی کہ ہم جو حادث ہے بنیاد ذہین قدیم کی معرفت حاصل کرین بھلا قدم بھی حدوث سے کہین مقارن ہو سکتا ہے - قولہ کفر عنا سیاتنا الہی اپنے کرم سے ہمارے ہر ایسے خطرہ سے تجاوز فرما جو تیرے غیر کی طرف لگا و رکھتا ہے اور یہ اسوقت ہم مین آیا جبکہ ہم کو تیرے بیان کی حلاوت حاصل ہو چکی تھی - اور توفنا مع الابرار یعنی وفات دے ہمکو ان بندون کے ساتھ جنپر تو نے اسطرح انعام فرمایا کہ انکے دلون مین اپنی محبت ڈالدی اور انکے تہ دلین اپنے جمال کا شوق دیدیا اور انکو اپنی رضاے قدیم کا لباس پہنا یا یہانتک کہ تیری ہر بلا و امتحان مین وہ رضامندی سے تیرے ساتھ قائم رہے اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن** نے فرمایا کہ مین کا ظاہر تو خلق کے ساتھ اور باطن حق کے ساتھ ہے انھین کے ساتھ ہماری وفات ہو - اور بعض نے فرمایا کہ ابرار وہ لوگ ہین جو حد تفرید و توحید پر قائم ہین - اور سہل رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابرار وہی ہین جو طریقہ سنت کو مضبوط پکڑے ہوے ہین **قال المترجم** یہ قول جید ہے کیونکہ اس طریق پر جو ولی ہے وہ افضل الاولیا ہوگا جیسا کہ اکابر نے تصریح کی ہے - فافہم قولہ تعالی ربنا واتنا ما وعدتنا علے رسلک - یعنی ہم کو اپنے مشاہدہ سے سرفراز فرما جو تو نے اپنے رسول کی زبان سے ہمکو وعدہ دیا ہے چنانچہ فرمایا للذین احسنوا الحسنی و زیادہ مترجم کہتا ہے کہ احادیث و آثار کثیرہ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ زیادہ سے مراد دیدار الٰہی عزوجل ہے اور عنقریب سوال موسیٰ علیہ السلام مین مسئلہ دیدار باری تعالی کے بیان مین انشاء اللہ تعالی مفصل آتا ہے **قال الشیخ** اور تیرے رسولون کی زبان پر وعدہ یہ ہے کہ جسنے ان کی اتباع کی انکو تو اپنی محبت و کرامت عطا فرماویگا چنانچہ فرمایا - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ پس ہمکو یہ کرامت عطا ہو قولہ تعالی ولا تخزنا یوم القیامۃ یہ دعا کمال معرفت کی ہے اسمین قدیم تعالی شانہ کو حدوث سے الگ پاک منزہ کیا اور ظاہر کیا کہ پروردگار عزوجل جلیم بندون سے مستغنی ہے حتی کہ اگر تمام انبیاء و مرسلین جل جاوین تو اسکو کچھ پروا نہین ہے اور اسکے ملک جلال سے ایک ذرہ کم نہو **قال المترجم** حدیث قدسی صحیح مین ہے جسکا مضمون یہ ہے کہ اگر تمام مخلوق سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہو جاوین جو سب سے متقی ہے تو اسکی بادشاہت مین ذرہ برابر رونق نہ بڑھاوینگے اور اگر سب کے سب ایک ایسے قلب پر ہو جاوین جو سب سے فاجر ہے تو اسکی بادشاہت مین سے کچھ نہ گھٹا وینگے مترجم کہتا ہے کہ اسی حدیث پاکیزہ کی طرف شیخ نے بیان اشارہ کیا **قال الشیخ** ان لوگون نے وہ عنایت پہچان لی جو انکے واسطے ازل مین ہو چکی تھی پس متواتر انعام کے خواستگار ہوے کیونکہ حق عزوجل نے ایسے لوگون کے دلون کو تسلی دیدی ہے جو اسکے دبدبۂ عظمت سے خائف ہو جاتے ہین بایں قول کہ سبقت رحمتی غضبی - اور **شیخ ابو عبد الرحمٰن** نے فرمایا کہ معنے یہ ہین کہ اے ہمارے پروردگار تو ہمکو ہمارے اعمال پر جزا نہ دے اور ہمپر اپنے فضل و رحمت کو اعادہ کر دے کیونکہ تو اپنے وعدہ کو خلاف نہین فرماتا جو تو نے اس قول میں فرمایا ہے کہ سبقت رحمتی غضبی - یعنے میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی ہے - شیخ نے کہا کہ قولہ انک لا تخلف المیعاد - کی تفسیر میرے نزدیک یہ ہے کہ انھون نے علت حدوث کو میدان کبریا سے ناپید کیا کیونکہ عہد کو توڑنا علت والون کا کام ہے یعنی جنکا وعدہ کسی سبب و غرض سے ہوتا ہے وہ اپنے فائدہ و غرض کے لحاظ سے بھی خلاف وعدہ کرتے ہین اور اللہ عزوجل اس سے پاک برتر ہے اور حاصل یہ کہ تو پاک ہے اس سے کہ خلاف وعدہ فرماوے اور ہم اس سے مطمئن ہین کیونکہ جو اوصاف حوادث کے ہین وہ حضرت عزت جل جلالہ کی جناب

مین دخل نہین پاسکتے ہین- اور استاذ نے اس آیت مین فرمایا کہ مراد یہ ہے کہ اے پروردگار پورا کر دے وہ وعدہ جو اپنے رسولون کی زبان سے فرماتا ہے کہ ہم پوری نعمت دینگے اور برائیان دور کردینگے اور جو ہوا و ہوس کی پیروی واقع ہوئی ہوگی وہ رحمت سے بخشدینگے بالجملہ جب بندون نے یہ التجا کی تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا لقولہ تعالےٰ

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ بَعْضُكُمْ

پھر قبول کی ان کی دعا انکے پروردگار نے کہ مین ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم مین سے مرد ہو یا عورت ہو تم آپس مین

مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا

ایک ہو سو جنھون نے وطن چھوڑا اور نکالے گئے اپنے گھرون سے اور ستائے گئے میری راہ مین اور لڑے

وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ

اور مارڈالے گئے بیشک ضرور اُتار دونگا اُنسے برائیان انکی اور داخل کرونگا باغون مین جنکے نیچے بہتی ہین نہرین

ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ○

ایسا بدلا اللہ کے ہان سے ہے اور اللہ کے ہان اچھا ثواب ہے

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ - دعا ہے ہم پھر قبول کی انکے لیے انکے پروردگار نے یعنی انکی دعا قبول فرمائی اسیواسطے فار تعقیب ہے یعنی اس سے پہلی آیات مین جوان نیک بندون کی دعائین مذکور ہوئین اسکے پیچھے اللہ عزوجل نے خبر دی کہ انکے پروردگار نے انکی دعا قبول کی پس استجاب بمعنے اجاب ہے ولیکن یہ نسبت اجاب کے اخص و اولیٰ ہے لہذا استجاب مین تمام مرادین حاصل ہونے کا فائدہ نکلا اور اسمین اشارت ہے کہ بڑی رضامندی سے جواب فرمایا کہ- اَنِّيْ - اے بانی لَآ اُضِيْعُ - مین ضائع نہین کرتا ہون عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ تم مین سے کسی کام کرنے والے کا کام کہ ثواب نہ دون- یہ نکرہ سیاق نفی مین ہے لہذا عموم کے معنے لیے گئے اور منکم عورتون کو بھی شامل ہے چنانچہ آگے اس کا بیان صریح ہے کہ- مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى - خواہ مرد ہو یا عورت ہو- بَعْضُكُمْ کائن- مِّنْۢ بَعْضٍ اے الذکور من الاناث وبالعکس- بعض تمھارے حاصل ہین بعض سے اے مرد پیدا ہوتے ہین عورتون سے اور عورتین ہوتی مرد سے اور یہ جملہ اپنے ما قبل کی تاکید ہے اور معنے یہ ہین کہ مرد و عورتین اعمال خیر پر ثواب پاتی ہین اور ضائع نہ کیے جانے مین یکسان ہین- اور شیخ ابن کثیرؒ نے قولہ بعضکم من بعض- مین کہا یعنی تم سب میرے ثواب مین برابر ہو- اور بعض نے کہا کہ دین و نصرت مین اور بعض نے کہا موالات مین چنانچہ کہا المومنین والمومنات بعضہم اولیاء بعض لیکن اول اظہر و اولیٰ ہے پھر مفسرین نے اسکا شان نزول بیان کیا نزلت لما قالت ام سلمۃ یا رسول اللہ لا اسمع اللہ تعالےٰ ذکر النساء فی الہجرۃ بشیٔ یعنے نزول اس آیت کا اسوقت ہوا کہ جب ام سلمہ رضی اللہ عنہا ام المومنین نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ مین نہین سنتی ہون کہ اللہ تعالیٰ نے عورتون کو ہجرت مین کچھ بھی ذکر کیا ہو- رواہ الترمذی والحاکم وصححہ وسعید بن منصور- معنے یہ کہ حضرت صلعم کی طرف اپنے وطن چھوڑکر مرد بھی آئے اور عورتین بھی سو مردون کے حق مین تو بڑا ثواب مذکور ہے لیکن عورتون کا ذکر صریح نہین ہے اور سعید بن منصور کی روایت مین ہے کہ انصار مدینہ رضی اللہ عنہم کہتے تھے کہ مہاجرہ عورتون مین سے پہلے ڈولی حضرت ام سلمہؓ کی آئی تھی- اور نیز حضرت ام سلمہؓ سے روایت ہے کہ قولہ تعالےٰ فاستجاب لہم ربہم الآیۃ- یہ آخر آیت ہے جو نازل ہوئی- رواہ ابن مردویہ مترجم کہتا ہے کہ تحقیق یہ ہے کہ معاملہ ہجرت مین یہ سب سے آخر آیت نازل ہوئی ہے ورنہ قرآن مجید مین سب سے آخر آیت تو قولہ واتقوا یوما ترجعون فیہ الی اللہ الآیہ ہے کما

اگر کہا جاوے کہ یہ آیت تو فا تعقیب سے جواب مومنین کی دعا کا ہی۔ کہا جائیگا کہ ہان اور بات یہ ہی کہ مومن جیسے مرد ویسی عورت تو یہ عام کا جواب ہی۔ اور دعا و سوال یعنے واحد ہین۔ فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا۔ من مکة الی المدینة۔ پس جن لوگون نے ہجرت کی۔ یعنی مکہ سے مدینہ کی طرف اور اولی یہ ہی کہ یون کہا جاوے کہ اپنے وطنون سے رسول اللہ صلعم کی طرف ہجرت کی اور مدارک مین کہا کہ اپنے وطنون سے جو دار الکفر تھا دین لیکر اللہ تعالی کی طرف بھاگے جہان اعمال دین کو بے روک ٹوک ادا کر سکین کیونکہ ہجرت تو آخر زمانہ اسلام مین بھی ہوگی جیسے ابتداے اسلام مین تھی مترجم کہتا ہی کہ شاید ہجرت کو عام لیا ہی اور ظاہر یہ ہی کہ خطاب تو خاص ہی جیسے لفظ منکم دلالت کرتا ہی ولیکن یہ حق ہی کہ حکم عام ہی اور حدیث مین صحیح ہوا کہ الدین یارز الی الحجاز کما تارز الحیة الی جحرہا۔ یعنی جیسے سانپ اپنی بانبی کی طرف پھر جاتا ہی ویسے ہی دین مالک حجاز یعنی مکہ و مدینہ کی طرف رجوع کر جائیگا یعنے آخر زمانہ مین۔ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہوا کہ لا ہجرة بعد الفتح ولکن جہاد و نیة واذا استنفرتم فانفروا۔ یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت نہین رہی ولیکن جہاد و نیت باقی ہی اور جب تم جہاد کے واسطے چلنے کو بلاے جاؤ تو قبول کر کے چلو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ہجرت نہین رہی تو جواب یہ ہی کہ وہ خاص ہجرت جو قبل ظہور اسلام کے فرض تھی کہ ہر جگہ سے مدینہ کی طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت مین جاوین اور اسپر عام ثواب کے ساتھ خاص ثواب کا وعدہ تھا وہ بعد فتح کے نہین رہی اور بھید یہ تھا کہ بعد فتح مکہ کے تمام بلاد دار الاسلام ہوگئے پھر لوگ بامید ثواب ہجرت کے مدینہ مین بھرے جاتے حالانکہ تمام ملکون مین دین پھیلانا عین مقصود ہی پس ظاہر فرما دیا کہ وہ حکم اب باقی نہین ہی فافہم واللہ اعلم پھر جاننا چاہیے کہ فالذین ہاجروا۔ مبتدا ہی اور زمخشری نے کہا کہ یہ تفصیل عمل العامل کی بسبیل تعظیم ہی اور بیضاوی و مدارک نے اسکی تبعیت کی اور کرخی نے کہا کہ ظاہر یہ کہ یہ موصول کے بعد کے جملے سب صفات واقع ہین پس جو جزا و ثواب مذکور ہی وہ ایکے واسطے ہوگا جو ان اوصاف کا جامع ہو اور مدارک مین کہا کہ گویا یون کہا کہ جسنے یہ اعمال لائق فائق ادا کیے وہ مستحق اس ثواب کا ہی (ھ) یہ بھی احتمال ہی کہ جس نے انہین سے کوئی کام کیا وہ مستحق ہی واللہ اعلم۔ وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ۔ اور جو بندے اپنے گھرون سے نکالے گئے ف وہ آنحضرت صلعم و مہاجرین کبار صحابہ قریش ہین کہ اہل مکہ نے انکو نکال باہر کیا اور مال متاع اقارب گھر بار چھوٹا اور ایذا پائی اسیواسطے فرمایا۔ وَاُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ۔ دینی۔ اور میری راہ مین ایذا دیے گئے۔ یعنے میرے دین کے بارہ مین ف یعنے راہ خدا سے مراد دین الٰہی ہی اور البتہ اہل اسلام کو ابتدا مین سخت ایذا ہوئی اور ایک بلال تھے کہ حبش کا فر کے مملوک تھے وہ معاذ اللہ تعالی مکہ کی جلتی گرمی مین جلتے پتھر پر لٹاتا اور گرم تیل چھڑکتا و مارتا وغیر ذالک کہ محمد صلعم سے منکر ہو اور بلال تحت دردناک ہوتے پینچتے چلاتے مگر یہی کہے جاتے کہ واللہ مین محمد صلعم سے کفر نکرونگا۔ اور صحیح مین ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ اے ابوہریرہ تو اللہ تعالے کے ساتھ شرک نکرنا اگرچہ قتل کیا جاوے یا آگ مین جلایا جاوے۔ وَقَاتَلُوْا۔ الکفار۔ اور لڑے کافرون سے۔ وَقُتِلُوْا۔ بالتخفیف و التشدید وفی قرارة تتقدیمہ۔ یعنی جمہور کی قرارة مین قتلوا وقاتلوا ہی محی السنة نے لکھا دو وجہ اول آنکہ قتلوا و کانم قاتل الباقون یعنے اول قتل کیے گئے پھر باقیون نے قتال کیا اور دوم آنکہ قتل کیے گیا درحالیکہ انھون نے قتال کیا تھا الحاصل جن بندون مین یہ اوصاف ہین کہ انھون نے ہجرت کی اور اپنے گھر بار سے نکالے گئے اور میری راہ مین ایذا دیے گئے اور نصرت الٰہی کے لیے قتال کیا و مارے گئے تو ان کا ثواب عظیم ہی کہ لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ۔ استرہا بالمغفرة۔ ان کے گناہون کو مغفرت سے چھپا لونگا۔ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ۔ اور انکو جنات مین داخل کرونگا جن کے نیچے نہرین جاری ہین۔ ثَوَابًا۔ مصدر فی معنی لاکفرن موکد کہ یعنے ثوابا کی تقدیر یہ ہی کہ لاثیبنہم بذلک اثابة۔ پس یہ اپنے ماقبل کا موکد ہی کیونکہ لاکفرن و لادخلن بمعنے لاثیبن ہی پس ثواب بجاے

اثابۃً مصدر کے ہے ورنہ دراصل وہ ایسی چیز کا نام ہے جس سے ثواب دیا جاتا ہے مانند لفظ عطا کے کہ اس چیز کا نام ہے جو عطیہ دیجاتی ہے مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ - فیہ التفات عن التکلم یعنے من عندنا - کی جگہ من عند اللہ - فرمایا یس تکلم سے غیبت کی طرف التفات فرمایا اور فائدہ اس کا تفخیم شان ہے - یعنے یہ عطیہ عظمی ثواب از جانب اللہ تعالی مالک کمال ہے - وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ - الجزاء اجلال یہ کہ اللہ تعالے کے یہاں جزائے جمیل ہے اس آیت میں مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم کے لیے کمال منزلت و قرب عظمی ہے - ف شیخ نے عرائس البیان میں لکھا کہ قولہ تعالے فالذین ہاجروا واخرجوا من دیارہم - اس آیت کریمہ میں اشارہ ہے کہ ہاجروا یعنے جو چیز غیر خدائے تعالے ہے اس سے اللہ تعالی کی طرف ہجرت کی قال المترجم حدیث میں ہے المہاجر من ہجر السیات - مہاجر وہ ہے جس نے برائیوں و گناہوں کو چھوڑ دیا رواہ فی الصحاح والسنن پھر اللہ تعالی کے دشمنوں کو آمادہ کیا کہ خاص بندوں کو انکے دیار سے نکالیں تاکہ دیناوی دیار کافروں کو ملیں اور آخرت کے مومنین وارث ہو جاویں اور صدق یقین میں فائدہ ہو تاکہ وہ طبعی محبت سے بھائیوں و وطن کی طرف میل نہ کریں اور بعض نے کہا کہ انہوں نے شریروں کو چھوڑا اور بدکاروں سے دوری اختیار کی - قولہ تعالے واوذوا فی سبیلی - اہل ایمان نے جب تک منکروں کی تلخ ایذا نہ چکھی تب تک انکو یہ مرتبہ حاصل ہوا پس دشمنوں کی ایذا سے اولیا کے سینے تنگی میں ڈالے تاکہ منکرین کی جہت سے انکے نفس میں جو غضب وغصہ آوے اسکو اللہ تعالے کے واسطے پی جاویں تاکہ اسکے بعد ان پر ابواب خطاب مفتوح ہوں اور شیخ جنید نے فرمایا کہ ہمارے بھائیوں کو اللہ تعالی ہماری طرف سے بہتر جزا دے کہ ہم کو اللہ تعالے کی طرف پھیرا اور یہ اللہ تعالے کا طریقہ تمام اہل سلوک و معارف کے واسطے جاری ہے اور اللہ تعالی فرما چکا ہے ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا - پھر یہاں شیطان اپنے یاروں کو وہم دلاتا ہے کہ اگر نیک بندے مومنین مہاجرین وغیرہ اچھے ہوتے تو کیوں تکلیف پاتے اور کیوں ایذا اٹھاتے اور کیوں مارے جاتے اور کیوں گھر بار سے نکالے جاتے حالانکہ احمق کو یہ معلوم نہیں کہ آخرت کی خصوصیت و منزلت پر مومنوں کو یقین کامل ہے تو دنیائے فانی و حقیر سے منھ موڑا اور آخرت کو لے لیا تو دنیائے ملعونہ کو کافروں کے لئے چھوڑ دیا اور یہ اللہ تعالی کے واسطے ہے پس اللہ تعالی نے آگاہ کیا بقولہ تعالی

لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ قف ثُمَّ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ط

مت بہک تو اس پر کہ آجاتے ہیں یہ کافر شہروں میں یہ فائدہ تھوڑا سا ہے - پھر انکا ٹھکانا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور کیا برا ٹھکانا ہے لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے انکو باغ ہیں کہ جنکے نیچے جاری ہیں نہریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ط وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ ۝

رہ پڑے ہیں ان میں مہمانی اللہ تعالے کے یہاں سے اور جو اللہ تعالے کے یہاں ہے وہ بہتر ہے نیک بندوں کے لیے

ونزل لما قال المسلمون اعداء اللہ فیما نری من الخیر ونحن فی الجہد - بعضے مسلمانوں نے کہا کہ دشمنان خدا یعنے کافر لوگ تو ہم دیکھتے ہیں کہ ایسی بھلائی میں ہیں یعنے ایسے عیش فراخی میں ہیں اور ہم لوگ تنگی میں ہیں تو یہ آیت نازل ہوئی - لَا يَغُرَّنَّكَ - تجھے دھوکا نہ دیوے - پس خطاب آنحضرت صلعم کو ہے اور مراد امت والے ہیں جیسا کہ شان نزول سے معلوم ہوا - اور بعض نے کہا بلکہ آنحضرت صلعم کی تثبیت مقصود ہے یعنے آپ مضبوط رہیں کچھ خطرہ نہ آوے کہ کافر کیوں ایسے عیش میں ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ امام محی السنہ نے معالم میں قول اول ہی پر اقتصار کیا اور میرے نزدیک وہی صحیح ہے اور آنحضرت صلعم خود فرماتے تھے کہ دنیا وما فیہا ملعون ہے سوائے ذکر الٰہی

و عالم و متعلم کے (دارمی) اور فرماتے تھے کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا نہیں مگر ایسی جیسے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈالے سو دیکھ لو کہ اس انگلی میں کتنا آتا ہی (رواہ مسلم) اور حضرت عمرؓ سے روایت ہی جسمیں یہ مضمون ہی کہ میں آیا تو دیکھا کہ رسول اللہ صلعم ایک مشربہ میں خرما کی کھجوری چٹائی پر خرما کی چھال بھرا ہوا چمڑے کا تکیہ سر مبارک کے نیچے رکھے لیٹے ہیں پس میں نے دیکھا کہ آپکے بدن مبارک پر چٹائی کا نشان پڑ گیا ہی۔ یہ دیکھکر میں رونے لگا آپ نے فرمایا کہ کیوں روتے ہو میں نے عرض کیا کہ روم کا بادشاہ نصرانی اور ایران کا بادشاہ مجوسی تو اس عیش میں ہوں اور آپ اللہ عزوجل کے رسول ہو کر اس حال میں ہیں پس آپ اُٹھ بیٹھے اور فرمایا کہ اے ابن الخطاب تم اس خیال میں پڑ گئے بھلا تم اس بات پر راضی نہیں کہ انکے واسطے دنیا ہو اور ہمارے لیے آخرت ہی۔ (رواہ البخاری وغیرہ) پس صحیح یہ ہی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر لوگوں کو تنبیہ کی کہ لا یغرنک۔ تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ تصرفہم۔ فِي الْبِلَادِ۔ بالتجارۃ والکسب۔ یعنی تجھے دھوکا دے کافروں کا تصرف ان ملکوں میں ف یعنی شہروں میں تجارت کرتے اور کماتے پھرتے ہیں۔ ایسا ہی سدیؒ سے تقلب کے معنی چلتے پھرتے مذکور ہیں اور عکرمہ رحؒ نے کہا کہ خوشی و نعمت کے ساتھ کافروں کے رات دن پلٹنا مراد ہی مگر لفظ بلاد کی نظر سے معنی اول راجح ہیں ہو۔ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ۔ یتمتعون بہ فی الدنیا یسیرا و یفنی۔ یہ متاع قلیل ہی جس سے دنیا میں حقیر نفع لینگے پھر فنا ہوگی۔ ثُمَّ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ۔ پھر اس تمتع بمتاع قلیل کے پیچھے ان کافروں کا ٹھکانا جہنم ہوگا اور بری مہاد ہی۔ اور مہاد بمعنے ما مہدوا لانفسہم۔ جو انھوں نے اپنی جانوں کے لیے کفر کر کے مہد کر رکھی ہی یا اللہ تعالی نے انکے لیے مہیا کی ہی اور ابن عباسؓ نے مہاد کی منزل سے تفسیر فرمائی یعنے اترنے کی جگہ اور اول سورۂ بقرہ میں مہاد بمعنے فراش مذکور ہوا اور سب معانی متقارب ہیں۔ پھر جبکہ کافروں کی دنیاوی دولت کا حال فرمایا کہ قلیل ناپائدار ہے تو اہل ایمان کی اُخروی نعمت جمیل پائدار کو بیان کیا بقولہ تعالی۔ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لیکن وہ بندے جنھوں نے اپنے رب کا تقوی کیا۔ یعنی شرک سے بچے۔ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ تو انکے لیئے جنات ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہیں اسمیں ہمیشہ رہیں گے ف کبھی نہیں نکلینگے اور نہ فنا ہوں گے اگر کوئی کہے کہ جنت میں ابتدا ً خلود کہاں متحقق ہو سکتا ہے کیونکہ خلود خواہ بمعنے دوام ہو یا بمعنے مدت دراز ہو بدون اسقدر مدت گذرنے کے کیونکر متحقق ہوگا پس خالدین حال نہیں ہو سکتا تو مفسرؒ نے جواب دیا بقولہ اے مقدرین الخلود فیہا یعنی درحالیکہ مقدر کیا گیا ہے انکے حق میں خلود اس جنت میں اگر کہا جاوے کہ خلود بمعنے مدت دراز ہے تو کبھی خارج ہونگے جواب یہ ہے کہ اگر خلود بمعنے مدت دراز مان لیا جاوے اور ہمیشگی کے معنی میں نلیا جاوے تو دیگر دلائل مانند قولہ تعالے لا یبغون عنہا حولا۔ وغیرہ سے ثابت ہے کہ انکا خلود ہمیشہ کے لئے ہوگا کبھی خارج نہونگے فافہم۔ پھر اللہ عزوجل نے ان بندوں کی تشریف کے لئے ارشاد فرمایا۔ نُزُلًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ۔ درحالیکہ یہ مہمانی ہے اللہ تعالی کے یہاں سے مفسرؒ نے کہا نزول وہ چیز جو مہمان کے واسطے مہیا ہو۔ اور نصب اسکو بنا بر ینکہ جنات سے حال واقع ہے جو نکرہ موصوفہ ہے اور عامل اسمیں ظرف کے معنے ہیں یعنے ثبت لہم جنات۔ پس جبکہ سلطان عزت کبیر المتعال لم یزل ولا یزال الحی القیوم کی طرف سے مہمانی ہے تو اسکی خوبی و قدر و اندازہ کسی کے خیال میں نہیں آسکتا اور جو کچھ چیزیں اسکی بیان ہوئی ہیں اسیقدر کہ جو بندوں کی فہم میں کچھ آجاویں ورنہ اسکی سب نعمتیں فہم بشر سے خارج ہیں اسیواسطے یوں فرمادیا۔ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ من الثواب اور اللہ تعالی کے یہاں جو ثواب ہے وہ خَيْرٌ لِّلْاَبْرَارِ۔ من متاع الدنیا۔ بہتر ہی ابرار کے لیے یعنی متاع دنیا سے بہتر ہی ف متاع دنیا سے بہتر ہونے کی خصوصیت کی حالانکہ سوائے حضرت حق عزوجل کے سب سے بہتر ہی تو بنظر سیاق کلام کے ہی پھر شیخ ابن کثیرؒ نے ابرار کی تفسیر میں نقل کیا کہ عمرو بن العاص نے مرفوعاً روایت کی کہ ابرار انکا نام اسوجہ سے ہوا کہ انھوں نے اپنے باپ دادا بزرگوں کی خدمتگزاری

مین اور بیٹے پوتے اولاد کی پاسداری مین نیکوئی کی جیسے تیرے والدین کا تجپر حق ہے ویسے ہی تیرے فرزندونکا تجپر حق ہے۔ رواہ ابن مردویہ وقد رواہ ابن ابی حاتم۔ عنہ موقوفا من قولہ **قال ابن کثیر** وہو الاشبہ واللہ اعلم۔ اور حسنؒ نے فرمایا کہ ابرار وہ ہین جو چیونٹی کو بھی نہین ستاتے ہین۔ رواہ ابن ابی حاتم۔ اور ابو الدرداءؓ نے فرمایا کہ کوئی مومن نہین مگر اسکے موت اسکے لیے بہتر ہے اور کوئی کافر نہین مگر اسکے لیے زندگی خراب ہے اور موت اسکے لیے بدتر ہے اور جو میرے قول کی تصدیق نہ کرے وہ پڑھے کہ اللہ تعالے نے فرمایا۔ وما عند اللہ خیر للابرار۔ اور فرمایا ولا یحسبن الذین کفروا انما نملی لہم خیر لانفسہم الآیۃ۔ رواہ ابن جریر وروی نحوہ ابن ابی حاتم وعبدالرزاق عن ابن مسعودؓ اگر کہا جاوے کہ حدیث مین صحیح ہے کہ مومن کے واسطے اسکی زندگی بہتر ہے پھر اس آیت مذکورہ کے کیا معنے ہین تو جواب یہ کہ اس حدیث صحیح مین جو آیا اسکے معنے یہ ہین کہ اسکی زندگی اسکو نافع ہے جب تک زندہ رہیگا اسکے حق مین نفع ہوگا یعنے برابر نیکی کماویگا یا توبہ کریگا۔ اور اثر مذکور سے یہ بات نکلی کہ موت اسکے واسطے انجام مین عمدہ ہے کیونکہ ان اعمال خیر کا وہان بہت بڑا اجر پاویگا لقولہ تعالے وما عند اللہ خیر للابرار۔ پس زندگی اسکی کار خیر کے واسطے بہتر ہے اور موت ثواب خیر کے لیے بہتر ہے اور رہا کافر تو اسکی زندگی بدتر ہے کیونکہ جتنا زیادہ جیا اتناہی عذاب زیادہ سمیٹا اور موت اس سے زیادہ بدتر کہ عذاب مین پڑیگا اور علی ہذا ثابت ہوا کہ کفر کے عذاب مین بھی کمی زیادتی ہوگی لیکن نفس کفر کا جو عذاب ہے کہ دائمی آگ مین جلے اسمین سب کفار برابر ہونگے اور البتہ صحیح ہوا کہ ابو طالب کے واسطے یہی ہوگا کہ آگ کی دو جوتیان پہنائی جاوینگی جس سے دماغ ابلیگا اور شاید یہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے خاص ابو طالب کے واسطے ہے لیکن دائمی ہونے مین کمی ثابت نہین ہوئی واللہ تعالے اعلم **ف**

شیخ نے عرائس البیان مین لکھا کہ قولہ تعالے لا یغرنک تقلب الذین کفروا الآیۃ۔ واضح ہو کہ کفر کے تین معنے آتے ہین اول کفر بمقابلہ ایمان کے جسکی سزا دائمی جہنم ہے دوم کفر جو اعتقاد اسلام کے ساتھ بدعت قبیح مانند خوارج ورافضی وغیرہ کے ہو۔ اور یہ جب اول کفر تک نہ پہونچے تو اسلام سے خارج نہین کرتا اگرچہ اعتقاد کفری ہے سوم اعمال قبیح مانند زنا وغیرہ کے جو اعمال کفریہ ہین یعنے یہ ایمان کے اعمال نہین ہین اور یہ درحقیقت دو ہی قسمین ہوئین اول کفر حقیقی بمقابلہ ایمان کے اور دوم کفر جو اسلام کے اندر اعمال کفری سے ہو جس سے کفر کا حکم نہ دیا جاوے لیکن کہا جاوے کہ اس شخص کا یہ فعل وعمل کفر ہی ہے جب یہ معلوم ہوا تو جن لوگون نے کفران نعمت کیا وہ بھی اس قسم دوم کے کفار ہین کما فی قولہ تعالے ان الانسان لظلوم کفار الآیۃ چنانچہ اسی آیت کی تفسیر مین توضیح وتحقیق آویگی انشاء اللہ تعالے شیخؒ نے کہا کہ اسمین اشارہ ہے کہ اے مخاطب تجکو فریب نہ دین وہ لوگ جو اللہ تعالے سے اخلاص چھوڑکر ریاکاری وشرک خفی مین دنیا ونفس کے بندے ہوگئے کہ شہرون کو منجھاتے یعنے شہرون شہرون پھرتے ہین تاکہ فصاحت وبلاغت حاصل کرین اور آداب مین تکلف سیکھین اور زینت کرین اس غرض سے کہ لوگون کو اپنی طرف متوجہ کرلین اور رانکے رئیس بن بیٹھین اور اولیاء اللہ تعالے کے مقابلہ مین مکاری کرین کیونکہ انکے احوال تو چکنے چپڑے ہوتے ہین اس سے انکی مراد یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالے کے سچے بندون کی توقیر لوگون کے دلون سے اٹھادین اور اپنی بدعت پھیلادین اور اللہ عزوجل سچے بندون کا مرتبہ ہردم اپنے فضل سے بڑھاتا اور انکا تقرب زیادہ کرتا ہے جس سے نفس پرست ہوا وہوس کے بندون کی خواری ہو۔ اور نیز ان منکرون کی تندرستی وموٹا تازہ ہونا اور دنیا مین عیش کے ساتھ ہونا اور لوگون کا انکی طرف جھکنا اور دنیا انکی طرف ٹوٹ پڑنا تجھے فریب نہ دے ان جیسون نے اللہ تعالے کے ساتھ لڑائی باندھی اسطرح کہ اولیاء اللہ تعالے سے عداوت رکھتے ہین سو یہ چند دن چاٹنگے ہین اور مدتون خوار پڑے رہینگے اور حسرت سے اپنی انگلیان چباوینگے جب دیکھینگے کہ اولیاء اللہ تعالے کے چہرے آفتاب عنایت سے چمکنے لگینگے اور یہ زمین نور حضرت سے منور ہوگی اور نیکون کی جماعت ومجمع حشر اور حضور کتاب واولی الالباب وانبیاء وصدیقین وشہداء وصالحین مین یہ لوگ فضیحت ہونگے شیخ لکھتے ہین کہ ہمارے زمانہ کے مکار صوفیون اور بنے ہوے شہوت پرست عالمون کے حق مین یہ سخت وعید ہے مترجم کہتا ہے کہ ان زمانہ مین تو حدیث شریف مین جو حالات بطور معجزات

غیب کے ہمکو تبلائے گئے تھے سب موجود ہین اور لوگون نے جاہلون کو اپنے زعم باطل مین بڑا عالم سمجھکر اپنا پیشوا بنالیا کیونکہ عوام جو بدعتین جانتے
ہین یہ جاہل بھی وہی ہانکتے ہین کیونکہ اسرار شریعت وعلم قرآن وحدیث سے جاہل ہین تو دوسرون کو گمراہ کرتے ہین مسلمانون مین مقلد وغیر مقلد اور
وہابی وبدعتی وغیرہ کے فساد پھیلاتے اور جماعت اسلام کو ذلیل کرکے خود خوار ہوتے پھرتے ہین اعاذنا اللہ تعالے ایانا واہل الاسلام من شرہم و
وفقنا للایمان والوفاق وہو علی کل شیئ قدیر - شیخ یوسف رحمہ نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ مجکو یہ بات قریب بندے کہ جاہل لوگ اس
دنیا مین کثرت سے بڑھے اور اس کی نعمتون پر گھمنڈ کرتے ہین آخر بوجہل ہو کر دوزخ کی طرف جانے کا زاد راہ لیجاتے ہین قولہ تعالے وما
عند اللہ خیر للابرار - آمین اللہ عزوجل نے متقیون کا درجۂ جنت بلند ہونا بیان فرمایا لیکن جو کچھ انکے واسطے الطاف عظیم اپنے یہان
رکھے ہین وہ مبہم کر دیے بقولہ وما عند اللہ خیر للابرار یعنی اللہ تعالے کے یہان جو نعمت وقرب بامنزلت ہے وہ قیاس سے باہر اور بے مثل وبیمثال
ہے اور نیز تصریح کر دی کہ مراتب ولایت مین اعلی درجہ متقین کا ہے - اور تقوی یہ ہے کہ باطن کو لوث طبیعت سے پاک کرے اور اخلاق کو مخالفت
اوامر ونواہی کے میل کچیل سے صاف رکھے اور راہ سنت پر مستقیم ہو - اور ابرار وہ لوگ ہین جو معرفت مین مستقیم ہون اور یہ تقوی کبھی اعلی مرتبہ
ہے اور یہان بیان فرمایا کہ متقین جنت مین ہین اور ابرار منزل خاص مین ہونگے اور نیز طالبان حق کو تنبیہ ہے کہ اے مریدین تم اس دنیا مین لیجانے حسن
وطراوت سے تعجب مت کرو بلکہ مجاہدہ ہین جو سختی کھینچو کے اسکا نتیجہ تم کو میرے دیدار وقرب ومشاہدہ سے عیش خوشگوار بے مثال حاصل ہوگا

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ خٰشِعِيْنَ

اور کتاب والون مین سے بعضے وہ بھی ہین جو مانتے ہین اللہ کو اور جو تمھاری طرف اترا اور جو انکی طرف اترا ڈرتے ہوئے

لِلّٰهِ لَا يَشْتَرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ

اللہ تعالے کے واسطے نہین خریدتے اللہ کی آیتون کے بدلے مول تھوڑا وہ لوگ ہین کہ انکی مزدوری انکے رب کے یہان ہے

اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝

اللہ تعالے بیشک جلد حساب کرنے والا ہے

وَاِنَّ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَمَنْ يُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ - کعبد اللہ بن سلام واصحابہ والنجاشی اہل کتاب یعنی یہود ونصاری مین
سے بعضے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لاتے ہین - مانند عبد اللہ بن سلام واسکے ساتھیون کے اور مانند نجاشی بادشاہ ملک حبش کے
مترجم کہتا ہے کہ شیخ مفسر نے اختیار کیا کہ یہ آیت کریمہ تمام اہل کتاب کے حق مین ہے جو مسلمان ہوے اور ایسا ہی ابن ابی نجیح نے مجاہد سے روایت
کیا کہ مراد مسلمانان اہل کتاب ہین اور ہمین شک نہین کہ حکم آیۂ کریمہ کا سب مسلمانان اہل کتاب کے حق مین عام ہے اور اسی پر امام شیخ ابن کثیر رح
نے آیت کریمہ کی تفسیر مین اچھی تقریر کی بایںطور کہ اللہ عزوجل نے ایک گروہ اہل کتاب کی خبر دی کہ وہ اللہ تعالے پر جیسا چاہئے ایمان لاتے
ہین اور جانتے ہین کہ وہ خالق قادر مختار ہے جس کو چاہے نبوت دے اور علیم خبیر ہے جو شرع اسنے مقرر فرمائی عین حکمت ہے اور محمد صلعم پر
اور جو انپر نازل ہوا ایمان لاتے ہین باوجود اس ایمان کے جو اگلی کتابون جو اور انبیاء پر اللہ تعالے نے نازل کی ہین ایمان رکھتے ہین اور وہ اللہ
تعالے کے واسطے خاشع ہین یعنے اسی کے مطیع اور اسی کے سامنے گڑگڑاتے اپنے کو ذلیل بناتے اور تمام تعظیم اسکے واسطے جانتے ہین اور وہ تھے
نہین آیات الہی کے بدلے تھوڑا مول یعنے محمد صلعم کی جو نعت وصفت وبعثت کا حال اور حضرت صلعم کی امت کا حال جو کچھ جانتے ہین وہ دنیا کی
لالچ سے نہین چھپاتے ہین اور اہل کتاب مین سے یہ لوگ برگزیدہ وبہتر ہین خواہ یہودی ہون یا نصرانی ہون اور اللہ تعالے نے سورہ قصص

مین فرمایا - الذین آتیناہم الکتاب من قبلہ ہم بہ یومنون واذا یتلی علیہم قالوا آمنا بہ انہ الحق من ربنا انا کنا من قبلہ مسلمین اولئک یوتون اجرہم مرتین الآیۃ - اور فرمایا الذین آتیناہم الکتاب یتلونہ حق تلاوتہ اولئک یومنون بہ الآیۃ - اور فرمایا - ومن قوم موسیٰ امۃ یہدون بالحق وبہ یعدلون - یعنے موسیٰ کی قوم سے بھی ایک گروہ ایسا ہو کہ حق کی راہ چلتے ہین اور اسی سے اپنے کو ٹھیک کرتے ہین اور دیگر آیات نقل کرکے کہا کہ یہود مین سے بہت تھوڑے لوگ ایسے ہین جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ مع چند علماے یہود کے جو ایمان لائے مگر انکی تعداد دس تک بھی نہین پہونچی اگرچہ عوام کو ملاکر بہت ہون اور رہے نصاریٰ تو انمین ایسے بہت ہین جو ہدایت پر چلے اور حق کے مطیع ہو گئے - اور اللہ تعالے عز وجل نے فرمایا - ولتجدن اقربہم مودۃ للذین آمنوا الذین قالوا انا نصاریٰ الآیۃ - یعنے مومنون کے ساتھ زیادہ محبت کرنے والے وہ لوگ ملینگے جو اپنے آپکو نصاریٰ کہتے ہین - اور صحیح مین ہو کہ جعفر بن ابیطالب رضؓ نے جب بادشاہ حبشہ کے سامنے سورۂ کہیعص پڑھی تو بادشاہ رونے لگا اور اسکے ساتھ جو بطریق وقس بیٹھے تھے سب یہان تک روئے کہ داڑھیان تر ہو گئین - اور صحیحین مین ثابت ہو کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کی وفات کی خبر جبرئیل علیہ السلام نے دی تو حضرت صلعم نے اصحابؓ سے فرمایا کہ حبش مین تمھارا بھائی مر گیا پھر سب کو لیکر میدان مین گئے اور صف باندھکر اسپر نماز پڑھی مترجم کہتا ہو کہ محی السنہ نے معالم مین حضرت ابن عباس و جابر و انس رضی اللہ عنہم و قتادہؒ کا قول بیان کیا کہ یہ آیت اسی بادشاہ نجاشی کے معاملہ مین اتری اور نام اسکا اصحمہ تھا جو عبری زبان مین عطیہ کے معنے رکھتا ہو اور اس روایت مین ذکر کیا کہ حضرت صلعم صحابہؓ کو لیکر میدان بقیع کو گئے اور آپ کے واسطے زمین حبشہ تک پردہ اٹھ گیا پس آپ نے نجاشیؓ کا جنازہ دیکھا اور اسپر نماز پڑھی شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ حضرت انس بن مالک سے روایت ہو کہ جب نجاشیؓ نے وفات پائی تو حضرت صلعم نے فرمایا کہ اپنے بھائی کے واسطے استغفار یعنے اس کی مغفرت مانگو (یعنے بعد نماز پڑھنے کے جیسا کہ مذکور ہوا) تو بعض لوگون نے کہا کہ دیکھو ہم کو حکم دیتے ہین کہ ایک گبر کے لیے جو حبش مین مر گیا ہو استغفار کرین پس نازل ہوا قولہ وان من اہل الکتاب لمن یومن باللہ وما انزل الیکم الآیۃ - رواہ ابن ابی حاتم و ابن مردویہ من طرق و عبد بن حمید اور حضرت جابرؓ سے روایت ہو کہ جب نجاشی بادشاہ حبشہ کا انتقال ہوا تو ہم سے حضرت صلعم نے فرمایا کہ تمھارا بھائی اصحمہ مر گیا پھر نکلکر نماز پڑھی جیسے جنازہ پر نماز پڑھا کرتے ہین اور چار تکبیرین کہین پھر منافقون نے کہا کہ دیکھو ایک گبر پر نماز پڑھتے ہین جو حبش مین مر گیا پس اللہ تعالے نے نازل فرمایا وان من اہل الکتاب الآیۃ - اور حضرت عائشہؓ سے روایت ہو کہ ہم کو خبرین پہونچی تھین کہ برابر نجاشیؓ کی قبر پر نور دیکھا جاتا ہے رواہ ابوداؤد اور صحیحین مین ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ تین قسم کے لوگ ہین جنکو دوہرا ثواب ملیگا پھر انمین سے ایک قسم وہ اہل کتاب فرمائے جو پہلے نبی پر ایمان لائے پھر حضرت صلعم پر ایمان لائے - محی السنہ نے معالم مین ذکر کیا کہ عطاؒ نے فرمایا کہ یہ آیت کریمہ اہل حبش کے تیس اور روم کے آٹھ آدمیون کے حق مین اتری جو عیسائی تھے پھر اسلام مین اللہ عز وجل کے مطیع ہوے پس اللہ تعالی نے مدح فرمائی کہ اہل کتاب مین بعضے ایسے ہین کہ اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - یعنی پہلے تو شرک پر اپنے زعم کے بنائے ہوے خدا پر ایمان لائے تھے اور اللہ تعالی پر ایمان نہین لائے تھے اب اللہ تعالے پر ایمان لائے ہین - وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ - ای القرآن اور بس کلام پاک پر جو تمپر اتارا گیا یعنی قرآن پر فقط اُنْزِلَ اِلَيْهِمْ - اور جو انکی جانب اتارا گیا تھا - یعنی توریت و انجیل پر خٰشِعِيْنَ لِلّٰهِ - درحالیکہ اللہ تعالی کے واسطے خشوع کرنے والے ہین ف حال ہین ضمیر یومن مراعی فیہ معنی من ای متواضعین - یعنی خاشعین کو نصب بنا بر حال ہونے کے ہو اور یہ یومن کی طرف راجع ہو حال ہو اور وہ لفظ مین اگرچہ مفرد ہو مگر معنی مین جمع و واحد سب کو یکسان ہو پس یومن کی ضمیر سے حال اس صورت سے ہو کہ من کے معنے یعنی جمعیت کی رعایت ہو اور خاشعین کے معنے متواضعین ہین یعنی اللہ تعالی کے سامنے گڑگڑاتے ہین لَا يَشْتَرُوْنَ

بآیٰتِ اللّٰہِ - التی عندہم فی التوراۃ والانجیل من نعت النبی صلعم ثَمَنًا قَلِیْلًا - من الدنیا خریدتے نہیں بھوڑا مول بمقابلہ آیات آلہی
کے ف یعنی توریت وانجیل کی آیات مین جو اوصاف حضرت خاتم النبیین بیان ہوے ہین انکو دنیاوی حقیر مال کے لیے نہین چھپاتے ہین اور
ثمن قلیل سے مال دنیاوی مراد ہے پھر اس مال دنیاوی کے عوض انکے نہین بیچنے کا طریقہ بتلایا - بان یکتموہا خوفاً علی الریاسۃ کفعل غیرہم من الیہود
یعنی نہین بیچتے باین طور کہ ان آیتون کو چھپادین بخوف اسکے کہ ہماری سرداری جاتی رہیگی جیسے انکے سواے دوسرے یہود نے اس خوف
سے چھپایا - اُولٰٓئِکَ لَھُمْ اَجْرُھُمْ - ثواب اعمالہم - ایسے نیک عہد بندون کے لیے ثواب ہے یعنی انکے کامون کا ثواب ہے عِنْدَ
رَبِّھِمْ - یؤتونہ مرتین کما فی القصص - انکے پروردگار پاس ثواب دوچند دیے جاوینگے جیسا کہ سورۂ قصص کی آیت مین ہے اولئک یؤتون
اجرہم مرتین الآیۃ - اِنَّ اللّٰہَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ - یحاسب الخلق فی قدر نصف نہار من ایام الدنیا - اللہ تعالی سریع الحساب ہے چنانچہ
حساب لے لیگا تمام مخلوق کا اتنی دیر مین جو دنیا کا آدھا دن ہوتا ہے جیسا کہ حدیث مین آیا ہے اور بیان تحقیق طویل ہے جو آیندہ انشاء اللہ تعالی
اپنے موقع پر آویگی - اور مجاہدؒ نے کہا کہ سریع الحساب ہے سریع الاحصاء رواہ ابن ابی حاتم - احصا شمار کرنا گن لینا وقد قال ولقد احصاہم
وعدہم عدا - یعنی اللہ تعالی نے ہر ایک کو خوب شمار مین رکھا ہے کہ اسکے علم سے ایک ذرہ برابر پوشیدہ نہین ہے پس وہ اپنی مخلوق کا حساب نہایت جلد
فرما ویگا حتے کہ مومن پر روز قیامت ایسا آسان ہوگا جیسے ایک وقت کی نماز کا زمانہ ہوتا ہے - پھر اللہ تعالی نے عربی خالص مومنون کو
سب قسم کے مسلمانون سے باہمی اتفاق رکھنے کا اور ارتباط الفت کا اور نفسانیت چھوڑکر تقوے رکھنے کا حکم فرمایا بقولہ تعالے
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا وَاتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ ۝
اے ایمان والو ثابت رہو اور مقابلہ مین مضبوطی کرو اور ملے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے شاید تم مراد کو پہنچو
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا - علی الطاعات والمصائب وعن المعاصی - اے ایمان والو صبر رکھو - یعنی صبر کرو عبادات
ادا کرنے پر اور مصیبتین اٹھانے پر اور گناہ کی چیزون سے باز رہنے پر - وَصَابِرُوْا - الکفار فلا یکونوا اشد صبرا منکم یعنی غالب
رہو صبر کرنے اور جمے رہنے مین کافرون پر یہ نہو کہ کافر لوگ تم سے زیادہ صبر کرنے والے ہون لڑائی کی سختیون مین - وَرَابِطُوْا - اقیموا
علی الجہاد - قائم رہو جہاد کرنے پر - وَاتَّقُوا اللّٰہَ - فی جمیع احوالکم - ڈرو اللہ تعالی سے اپنے سب حال مین چنانچہ معاذ بن جبل
کو جب یمن کی طرف بھیجا تو فرمایا کہ ڈرتا رہ اللہ تعالے سے جہان کہین تو ہوے اور برائی کے پیچھے بھلائی کر جو اسکو مٹا دے اور لوگون
سے اچھے خلق کے ساتھ مل جل - لَعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ - تاکہ تم فلاح پاؤ - تفوزون بالجنۃ وتنجون من النار یعنی فلاح یہ ہے جنت پا جاؤ
اور نجات پاؤ دوزخ سے ف شیخ ابن کثیرؒ نے اس آیت کریمہ کے تحت مین بہت فوائد ذکر فرمائے لیکن مترجم انمین سے فقط کو
اختصار بیان مین ذکر کریگا پس حضرت حسن بصریؒ نے فرمایا کہ اصبروا یعنی پسندیدہ دین اسلام پر جمے رہو سختی و آسانی کسی حال مین
نہ چھوڑو یہانتک کہ مر جاؤ اور قولہ صابروا یعنی بمقابلہ دشمنان خدا کے ثابت قدم رہو ایسا ہی بہتیرے سلف نے کہا ہے اور رابطوا الخ
تو یہ جمے رہنا مکان عبادت مین ہے اور سہل بن حنیف و ابن عباسؓ و محمد بن کعب القرظی وغیرہم نے فرمایا کہ وہ نماز کے بعد نماز دیگر کے انتظار مین جمنا
اور بعض نے کہا کہ رابطوا سے مراد یہ ہے یعنی سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا تاکہ کفار اس طرف سے داخل نہو سکین اور دوسرون نے اسکو تسلیم نہین کیا اور
حدیث مین آنحضرت صلعم نے سردی کے وقت وضو کرنا اور کثرت سے مسجد کی طرف قدم اٹھانا اور نماز کے بعد دوسری نماز کا انتظار کرنا اسی کو فرمایا
کہ یہی رباط ہے - اور ابو سلمہؒ سے روایت ہے کہ ایک روز ابوہریرہؓ نے میری طرف متوجہ ہوکر فرمایا کہ اے بھتیجے تو جانتا ہے کہ آیہ یاایہا الذین آمنوا

اصبروا وصابروا ورابطوا کس بارہ مین اتری۔ مین نے کہا کہ نہین۔ فرمایا کہ حضرت صلعم کے زمانہ مین ایسا جہاد تو نہ تھا کہ اسمین مرابطہ کرتے بلکہ یہ ایسی قوم کے حق مین نازل ہوئی جو مسجدون کو آباد رکھتے ہین اور نماز کو اپنے وقت پر ادا کرتے ہین پھر بیٹھے اللہ تعالی کو یاد کیا کرتے ہین تو انھین کے حق مین اتری کہ صبروا۔ یعنی پانچون نمازون پر۔ اور صابروا۔ یعنی اپنے نفسون کو خواہشون سے روکو۔ ورابطوا۔ یعنے اپنی مسجدون مین واتقوا اللہ۔ اپنے ہر حال مین جو تمپر طاری ہو۔ لعلکم تفلحون۔ اسکو ابن مردویہ نے روایت کیا وکذا رواہ الحاکم فی المستدرک بنحوہ وقد رواہ ابن جریر من طریق عبد اللہ بن المبارک من کلام ابی سلمہ بن عبد الرحمن۔ مترجم کہتا ہی کہ رباط کے یہ معنی کہ سرحد اسلام پر گھوڑے باندھنا بدین غرض کہ کفار حملہ آور نہون یہ میرے نزدیک ایک طور کا رباط ہی اور رباط وہ بھی ہی کہ مجاہد جہاد کے واسطے گھوڑے پر سوار ہو کر جاوے اور وہان مقیم ہو کر انتظار کرے تا کہ جب مجاہدین اسقدر جمع ہو جاوین کہ دشمنون پر چڑھنے کے واسطے کافی ہون تو داخل ہو اور معنے یہ ہین کہ پورا سامان جہاد تیار کرو اور گھوڑے مہیا کرو چنانچہ دوسری آیت مین فرمایا واعدوا لھم ما استطعتم من رباط الخیل ترھبون بہ عدو اللہ وعدوکم یعنی مہیا کرو کافرون کے واسطے جہانتک تمسے ہو سکے رباط الخیل یعنے گھوڑے کہ انسے دہشت ناک کرو خدا کے دشمنون اور اپنے دشمنون کو۔ اور ظاہر ہی کہ یہ حکم اس خطاب کے ساتھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو نازل ہوا پس جو معنے بیان رباط کے ہین وہی حکم رابطوا مین ہی اور صابروا۔ باہم ایک دوسرے کو صبر دلانا بھی اسمین شامل ہی مترجم کہتا ہی کہ کلام پاک مین علوم بے انتہا ہین از آنجملہ یہ بھی ہی کہ اگر غیر قومون سے لوگ ایمان لاوین جنکے دین کو تم پسند کرو تو انکے ساتھ نکاح بیاہ کرنے مین ہرگز نفس کی شرارت پر مت چلو بلکہ نفس کی ناگواری پر صبر کرو اور حدیث مین ہی کہ جب تمھارے پاس ایسا شخص آجاوے جسکے دین کو تم پسند کرتے ہو تو اسکے ساتھ نکاح کردو اگر ایسا نکروگے تو زمین مین فتنہ وفساد عریض پیدا ہوگا (رواہ احمد والترمذی وغیرہ) اور جب سے لوگون نے فخر وتکبر اختیار کیا تب سے فتنہ وفساد عریض پیدا ہو گیا حتی کہ بہت سے کایستھ وغیرہ اس وجہ سے اسلام نہین لاتے کہ وہ تنہا برادری سے خارج ہو کر پریشان ہونگے اور مسلمان لوگ انکو نومسلم وحقیر بنا دینگے۔ معاذ اللہ وہ تمھارے حقیقی بھائی سے بہتر ہی جبکہ وہ متقی ہون جاہلون سے جو اسنے خوف کیا وہ ان جاہلون کے تکبر کے لیے بہت ہی خوفناک ہی کہ جسکے وبال سے روئین کانپتے ہین۔ اللہ تعالی ہمکو توفیق دیکر آخرت کے لیے مقبول فرماوے اور نفس وشیطان کے بندہ ہو جانے سے نجات عطا کرے۔ حدیث مین ہی۔ کونوا عباد اللہ اخوانا۔ یعنی اللہ تعالی کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ اور حدیث مین مصرح ہی کہ آدم خاک سے تھے اور فخر بہ تقوی ہی اور اس بارہ مین احادیث بکثرت ہین جنمین فخر انساب ومال وجاہ کی مذمت ہی اور باہمی اتحاد وشرافت تقوی کی تاکید ہی۔ رہا یہ وہم کہ فقہ مین کفو معتبر ہی تو ائمہ علما نے اتفاق کیا کہ شرع سے اسکا ثبوت نہین ہی بلکہ وجہ یہ ہی کہ نکاح باہمی الفت ہی اور جب کسی جانب سے فخر نسب کی جہالت ہو تو مناکحت کا فائدہ نہ رہا بلکہ فساد ہوگا تو حکم قضا مین فیصلہ کا قانون عرف وکفو پر ہی۔ کیا نہین دیکھتے ہو کہ غیر کفو مین بالاجماع نکاح صحیح ہی ولیکن اولیاء کے اعتراض کی صورت مین قاضی منسخ کریگا فافہم۔ پھر واضح ہو کہ رباط مین جمیع اقسام کا ربط جو شرعی محمود ہی شامل ہونا چاہیے اور سب سے بہتر وہ لڑنا خاص ہی جو احادیث جہاد مین آیا ہی چنانچہ سہل بن سعد الساعدی رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ایکدن کا رباط تمام دنیا وما فیہا سے بہتر ہی (رواہ البخاری) اور فضالہ بن عبید رض سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جو شخص مر گیا اسکے عمل کا خاتمہ ہو جاتا ہی سوا اس شخص کے جو ایسے حال مین مرا کہ راہ خدا مین مرابط تھا یعنے جہاد مین مرابط تھا تو اسکا عمل قیامت تک بڑھتا رہتا ہی اور وہ قبر کے فتنہ سے بیخوف ہوتا ہی (رواہ احمد وابو داؤد والترمذی وقال حسن صحیح وابن حبان وقد رواہ احمد عن عقبہ بن عامر وروی احمد وابن جریر نحوہ عن ابی ہریرہ) پھر مترجم کہتا ہی کہ یہ حکم شاید منجملہ ان احکام کے ہی جو قریب وقوع مین آنے والے ہین بشرطیکہ رباط بمعنے مصطلح حضرت صلعم کے وقت مین ہو حضرت ام الدرداء نے مرفوعا روایت کیا کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جسنے مسلمانون کی کسی ساحل پر تین روز مرابطہ کیا اسکے واسطے ایکسال کے رباط سے کافی ہی رواہ [illegible]

اور ظاہر ہو مقصود رباط ہے وہ یہ ہے کہ نفس کو راہ جہاد میں روکنا اور انتظار غازیان وموسم وغیرہ کے مانند جو امور بالفعل لڑائی کرنے سے مانع ہوتے ہیں انمیں صابر مرابط رہنا اور اسی پر دلالت کرتی ہے حدیث سلمان رضی اللہ عنہ کہ وہ گذرے وہاں کہ شرجیل بن السمط مع مجاہدین کے رباط میں تھے اور انپر مرابطہ اب شاق ہو رہا تھا تو فرمایا کہ اے ابن السمط میں تجھے ایسی حدیث سناؤں جو میں نے حضرت صلعم سے سنی تھی۔ انہوں نے کہا کہ ضرور سنائیے۔ کہا کہ میں نے حضرت صلعم سے سنا فرماتے تھے کہ ایک رات ودن کا رباط جہاد میں ایک مہینہ کے روزے مع رات کی نماز سے بہتر ہے تا آخر حدیث رواہ الترمذی ومسلم والنسائی۔ اور سہل بن حنظلیہ رضہ سے جنگ حنین کی حدیث طویل میں ہے کہ پھر حضرت نے فرمایا کہ آج رات کون شخص ہماری نگاہبانی کریگا پس انس بن ابی مرثد نے کہا کہ یارسول اللہ میں نگاہبان رہونگا۔ آپ نے فرمایا کہ سوار ہو جا وہ سوار ہو کر آئے تو فرمایا کہ اس پہاڑی کی چوٹی پر جا۔ اور آخر حدیث میں ہے کہ صبح کو اس سے فرمایا کہ رات تو اترا تھا۔ عرض کیا کہ نہیں مگر آنکہ قضاء حاجت یا نماز کے لیے فرمایا کہ تو نے واجب کر لی اب تجپر کچھ نہیں کہ آئندہ کچھ عمل نہ کرے رواہ ابو داؤد والنسائی۔ مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ صبر وثبات ورابطہ کے حکم میں اولاً جہاد کے لیے اور ثانیاً عام ہے اور زید بن اسلم سے روایت ہے کہ ابو عبیدہ ابن الجراح نے عمر بن الخطاب کو خط لکھا اور اسمین رومیوں کا لشکر کثیر جمع ہونا اور خطرات خوفناک لکھے پس عمر نے جواب لکھا۔ اما بعد ہرگاہ بندۂ مومن پر کوئی سختی نازل ہوتی ہے تو اسکے بعد اللہ تعالیٰ اسکے لیے آسانی کر دیتا ہے اور دو آسانیوں پر کبھی ایک سختی غالب نہ ہوگی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون۔ رواہ ابن جریر۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ جنگ یرموک کے واقعات ہیں جن کو امام ابو اسمٰعیل الازدی البصری رحمہ اللہ نے ثقات اسانید کے ساتھ روایت کیا ہے۔ اور شیخ ابن کثیر نے بیان ایک روایت لکھی جو جامع تفسیر وسیر واخلاق وحدیث وغیرہ ہے یہاں میں بھی تبرکاً لاتا ہوں قال روی الحافظ ابن عساکر فی ترجمۃ عبداللہ بن المبارک من طریق محمد بن ابراہیم بن ابی سکینۃ۔ کہا کہ عبداللہ بن المبارک نے طرسوس میں یہ ابیات مجھے لکھائے اور میں نے انکو وداع کیا وہ جہاد کو جاتے تھے اور مجھے فضیل بن عیاض کے پاس بھیجا اور یہ سنہ ۱۷۰ھ میں واقع ہوا ابیات بروزن بحر رجز کے اور ابیات یہ ہیں ۔ یا عابد الحرمین لو ابصرتنا ۔ لعلمت انک فی العبادۃ تلعب ۔ یعنی اے حرمین مکہ ومدینہ کے مشہور عابد۔ اگر تو ہمکو دیکھے ۔ تو جانے کہ تو عبادت نہیں کھیل کرتا ہے ۔ من کان یخضب خدہ بدموعہ ۔ فنحورنا بدمائنا تتخضب ۔ جسکے گال اسکے آنسوؤں سے رنگین ہوتے ہیں ۔ تو ہمارے گلے ہمارے خون سے سرخ ہوتے ہیں ۔ او کان یتعب خیلہ فی باطل ۔ فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب ۔ یا اسکی کوشش امر سخیف میں درماندہ ہوتی ہے ۔ تو صبحہ قتال کو ہمارے گھوڑے درماندہ ہوتے ہیں ۔ ریح العبیر لکم ونحن عبیرنا ۔ رہج السنابک والغبار الاطیب ۔ اگر تمہارے واسطے خوشبوئے عبیر ہے ۔ تو ہمارے واسطے ٹاپوں سے غبار پاک ہی عبیر ہے ولقد اتانا من مقال نبینا ۔ قول صحیح صادق لا نکذب ۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے قول صحیح صادق وارد ہوا جو کذب نہیں ہو سکتا کہ لا یستوی غبار خیل اللہ فی ۔ انف امرئ ودخان نار تلہب ۔ کسی بندۂ خدا کی ناک میں غبار جہاد اور آتش جہنم کا دھواں جمع نہوگا۔ ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا ۔ لیس الشہید بمیت لا یکذب ۔ کتاب اللہ میں تصریح ہے کہ شہید مردہ نہیں ہے۔ پھر میں نے مسجد حرام میں فضیل کو پاکر حضرت عبداللہ بن المبارک کا خط دیا۔ پڑھکر انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوئے اور کہا کہ ابو عبدالرحمن یعنی عبداللہ نے سچ لکھا اور مجھے نصیحت کی ہے۔ پھر مجھسے کہا کہ تو حدیث لکھتا ہے۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ اچھا تو میرے پاس ابو عبدالرحمن کا خط لایا اسکی مزدوری میں میرے پاس سے یہ بے بہا چیز یعنی حدیث لے پھر لکھائی کہ حدثنا منصور بن المعتمر عن ابی صالح عن ابی ہریرۃ رضہ کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ یارسول اللہ مجھے وہ کام بتا دیجئے کہ میں اس سے اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کا ثواب پاؤں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا تو اسطرح

نماز پڑھ سکتا ہی کہ کبھی فتور نہ پڑے اور اسطرح روزہ رکھ سکتا ہی کہ کبھی افطار نہ کرے اُسنے عرض کیا کہ یارسول اللہ مین اسکو برداشت کرنے سے عاجز ہون۔ فرمایا کہ قسم ہی اس ذات پاک کی جسکے قبضہ قدرت مین میری جان ہی کہ اگر تجھے یہ طاقت بھی ہوتی تو بھی تو اللہ تعالی کی راہ مین جہاد کرنے والون کے ثواب کو نہ پہونچتا الحدیث ہکذا رواہ ابن عساکر رحمہ اللہ تعالی ف۲ عرائس مین کہا کہ اللہ عزوجل نے صبر کرنے کی تاکید کی یعنے درد دکھ کو صبر سے برداشت کیے رہو جب میری طرف سے بلاؤن مین تم پر صبر کرنا شاق ہو تو مصابرت کرو ربط باندھے رکھو اپنے دلون کو اور ڈرو اللہ سے ان اسرار کے ظاہر کرنے مین تاکہ اس سے محجوب ہو جاؤ۔ شاید تم فلاح پاؤ یا بنطور کہ میرے جمال جلال کی نعمت لے اور درد فراق سے چھوٹو۔ جنیدؒ نے کہا کہ اللہ تعالی نے صبر کو ذکر کیا اور اسکی شان بزرگ بیان فرمائی اور صابرین کا اپنے یہان بڑا مرتبہ فرمایا چنانچہ فرمایا یا ایہا الذین آمنوا اصبروا وصابروا۔ انکو صبر پر صبر کرنے کا حکم دیا پھر فرمایا ورابطوا اور یہ ارتباط سر باطنی ہی پوشیدگی کے طور پر اللہ عزوجل کے ساتھ اور بلاء کے ساتھ ثابت قدم رہنا کھلے کھلے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ الصبر عند الصدمۃ الاولی۔ مترجم کہتا ہی کہ حدیث ایک قصہ کے ساتھ ہی جو صحیحین وغیرہ مین مروی ہی اور معنے یہ کہ صبر تو وہی ہی جو صدمۂ اولی کے وقت ہو۔ اور حارثؓ صحابی نے کہا کہ تیر بلا کا نشانہ ہونا صبر ہی اور بعض نے کہا کہ اصبروا یعنے میرے حکم کی تعمیل مین صبر کرو اور صابروا یعنے میرے دشمنون کے ساتھ لڑائی مین مصابرت کرو اور میری موافقت و رضامندی مین قلب کو مربوط رکھو۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ گناہون سے صبر کرو اور عبادات بجالانے مین مصابرت کرو اور مشاہدہ مین ارواح کو مربوط رکھو اور ڈرو اللہ سے یعنی حق عزوجل کے ساتھ انبساط سے بچو (یعنی اتراؤ نہین) اور لعلکم تفلحون کے معنی یہ ہین کہ فلاح کے مقام مین اہل صدق کے درجہ پر تمہارے کھڑے ہونے کو بھی جگہ مل جاوے۔ اور بعض نے فرمایا کہ اپنے تن بدن سے بندگی بجالانے پر صبر کرو اور دل سے اللہ تعالی کی تعظیم مین مصابرت کرو اور اسرار سے راہ شوق و محبت مین مربوط رہو اور ابن عطاؒ نے فرمایا کہ صبر تو مطیعین کے واسطے ہی اور مصابرت محبین کے لیے اور مرابطہ عارفین کے لیے ہی اور شیخ استادؒ نے فرمایا کہ صبر تو آمین جو عہد خاص کیا تھا باداے امانت وطاعات وغیرہ اور مصابرت بمقابلہ دشمن ہی اور رباط ایک نوع صبر ہی لیکن بروجہ مخصوص ہی اور کہا جاتا ہی کہ اول صبر تو تصبر ہوتا ہی یعنی تکلف سے صابر بنتا ہی پھر صبر حاصل ہوتا ہی پھر مصابرت ہی پھر اصطبار ہی اور یہ انتہاے درجہ صبر کا ہی۔ اور کہا جاتا ہی کہ اصبروا یعنے بندگی بجالانے پر اور مخالفت سے باز رہنے پر اور صابروا یعنے خواہش نفسانی و ہوا و ہوس چھوڑنے اور امیدین و علاقہ قطع کرنے پر۔ اور رابطوا یعنے ہر حال مین اللہ عزوجل کے ساتھ یا عموماً ہر ایک کی مصاحبت مین استقامت کے ساتھ مربوط رہو

سورۃ النساء مدنیۃ وھی مائۃ وخمس او ست او سبع وسبعون آیۃ

سورۂ نساء مدنیہ ہی اور وہ ایک سو پچھتر یا چھتر یا ستتر آیتین ہین ف یہان دو باتین ہین اول آنکہ یہ سورت دوم آیتون کی تعداد پس امر اول مین نقاشؒ نے کہا کہ مکہ سے مدینہ کو ہجرت کرتے وقت اتری اور علقمہؒ نے کہا کہ صدر اسکا مکی ہی مترجم کہتا ہی کہ حضرت ابن مسعودؓ نے بھی فرمایا کہ جہان یا ایہا الناس ہی وہ اہل مکہ کو خطاب ہی اور جواب دیا گیا کہ خطاب ہونے سے وہان نزول ہونا کبھی لازم نہین۔ اور جمہور کے نزدیک یہ سورت مدنیہ ہی اور یہی صحیح ہی اور قرطبیؒ نے فرمایا سواے ایک آیت کے قولہ ان اللہ یامرکم ان تؤدوا الامانات الی اہلہا الآیۃ کہ یہ فتح مکہ کے روز عثمان بن طلحہ الحجبی کے حق مین اتری مترجم کہتا ہی جبکہ اصطلاح یہ لیجاوے کہ بعد ہجرت کے جو کچھ نازل ہوا وہ مدنی ہی خواہ کہین نازل ہوا ہو تو اس استثناء کی کوئی حاجت نہین بلکہ سب مدنی ہی اور دلیل اسپر یہ ہی کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کہ نہین نازل ہوئی سورۂ نساء مگر

اسوقت کہ مین رسول اللہ صلعم کے پاس بھتی رواہ البخاری اور مراد یہ کہ آنحضرت صلعم کے پاس زفاف کو بھیجی گئی تھین ورعلما نے اتفاق کیا کہ زفاف حضرت عائشہ رض سے مدینہ مین ہوا ہے - ابن کثیر رح نے فرمایا کہ عوفی نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ سورۂ النساء مدینہ مین نازل ہوئی اور ایسا ہی ابن مردویہ نے عبداللہ بن الزبیر و زید بن ثابت رض سے روایت کی اور ابن عباس سے ہے کہ سورۂ النساء مین آٹھ آیتین ہین جو اس امت کے واسطے تمام دنیا سے بہتر ہین اول یرید اللہ لیبین لکم ویھدیکم سنن الذین من قبلکم الآیہ دوم واللہ یرید ان یتوب علیکم الآیہ - سوم یرید اللہ ان یخفف عنکم - چہارم ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ الآیہ - پنجم ان تجتنبوا کبائر ما تنھون عنہ الآیہ - ششم ان اللہ لا یغفر ان یشرک بہ الآیہ - ہفتم ولو انھم اذ ظلموا انفسھم جاؤک الآیہ - ہشتم ومن یعمل سوءا او یظلم نفسہ الآیہ - رواہ ابن جریر وقد روی الحاکم من طریق عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن مسعود عن ابیہ فی الخمسۃ التالیۃ دون الثلثۃ الاولیات مثلہ سواء ثم قال صحیح الاسناد ان کان سمع عبدالرحمٰن عن ابیہ فقد اختلف فیہ - امر دوم مفسر رح نے جو اختلاف اسکی آیتون کے شمار مین لکھا وہی معروف ہے اور قول دوم ہمارے مصاحف مین مکتوب ہے اور باوجودیکہ آیات کا علم توقیفی ہے اسمین قیاس کو مجال نہین اسیواسطے الٓمٓ - و حٰمٓ - و طٰہٰ - یٰسٓ - کو آیت شمار کیا گیا اور طٰسٓ - کو نہین شمار کیا جیسا کہ زمخشری رح نے کہا ہے پھر اسمین اختلاف کا سبب یہ ہوا کہ آنحضرت صلعم ختم آیت پر آگاہ کرنے کو ٹھہرتے جب اسکا مقام معلوم ہو جاتا تو پھر وصل قرارت کی وجہ سے کہ وہان مطلق نہین ہوتا تھا ملا دیتے تو سننے والے کو شبہہ ہو جاتا کہ یہان فاصلہ نہین ہے - اور ایسا اختلاف کچھ مضر نہ تھا جسکے خیال سے زیادہ اہتمام کیا جاتا اسلیے کہ شمار آیات کے فوائد مانند آنکہ سورۂ کہف کی اول دس آیتین پڑھنے سے فتنۂ دجال سے مامون رہیگا یا نماز مین تین آیت سے کم نہون یا تبارک الذی ہتیس آیت ہے جسنے اپنے پڑھنے والے کی طرف سے یہانتک الحاح کیا کہ اسکو بخشوا لیا کما فی الصحیح تو یہ اختلاف اسمین کچھ مضر نہین - کما لایخفی اور کلمات سورۂ شریف (۳۷۴۵) ہین اور حروف (۱۶۰۳۰) اور باقی کلام مقدمہ مین مذکور ہے

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ

ای لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اُسی سے بنایا اُسکا جوڑا اور

بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۗ اِنَّ اللّٰهَ

بکھیرے ان دونون سے بہت مرد اور عورتین اور ڈرتے رہو اللہ سے جسکا واسطہ دیتے ہو آپسمین اور خبردار رہو ناتون سے البتہ اللہ تعالیٰ

كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ۝

تمپر مطلع ہے

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ - ای اہل مکہ - یعنی خطاب بکلمہ یا ایہا الناس - مکہ والون کو ہے جو اسوقت مشرک تھے - اور سراج مین کہا کہ تمام اولاد آدم کو خواہ اہل عرب ہون یا عجم ہون - اسپر سوال ہوا کہ قولہ واتقوا اللہ الذی تساءلون بہ والارحام - یہ عادت خاص عرب کی ہے - تو جواب دیا گیا کہ آخر آیت کے خصوص سے اول آیت مین عموم کو مضرت نہین - اسمین شک نہین کہ حکم آیت کا اب عام ہے - اور قیامت تک والون کو شامل ہے جاہے کسی ملک کے ہون - اگر کہا جاوے کہ ندا سے بالمشافہہ خطاب انھین کو ہے جو اسوقت موجود تھے جواب دیا گیا کہ اسپر اجماع ہے کہ غیر موجودون پر بھی وہ احکام یکسان جاری ہین جو موجودین کو خطاب کیے گئے جبکہ شرع ہون اور خصوصیت کی دلیل نہو یا موجود کو غلبہ دیا گیا اور مراد غیر موجودین

بھی ہین۔ اتَّقُوا رَبَّكُمُ ۔ ای عقابہ بان تطیعوہ۔ یعنی رب سے ڈرو اسکے یہ معنے ہین کہ عقاب رب سے بچو باینطور کہ اسکی اطاعت کرو شرک
و نا فرمانی مت کرو پھر پروردگار کی عظمت و قدرت فرمائی جو اسکے معبود ہونے کی دلیل ہے۔ اور جو کچھ بیان ہوتا ہے۔ تکبر اسی کو شایان ہے۔ الَّذِي
خَلَقَكُمْ مِنْ نَفْسٍ وَاحِدَةٍ۔ آدمؑ۔ جسنے تم کو ایک نفس سے پیدا کیا آدم سے ف یعنی نفس واحدہ آدم علیہ السلام ہین جنکی
سب اولاد ہین۔ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا حوا بالمد من ضلع من اضلاعہ الیسری۔ جانو کہ منہا کی ضمیر نفس کی طرف جو لفظا مونث مستعمل ہے
اگرچہ مراد آدم علیہ السلام ہین اور زوج بمعنے جفت ای جوڑا اور معنے یہ کہ (اور پیدا کیا اُسی ایک نفس سے جوڑا اسکا) مفسر نے کہا یعنی حوا
بمد ہمزہ اور منہا کے معنے یہ کہ من ضلعہا الیسری۔ یعنے آدمؑ کی بائین پسلیون مین سے کسی پسلی سے پیدا کیا۔ کعبؓ و وہبؓ و ابن اسحق نے ذکر کیا کہ جنت مین
بھیجے جانے سے پہلے اور ابن عباسؓ و ابن مسعودؓ نے کہا بعد جنت مین جانے کے اور آدمؑ سوتے تھے۔ جاگے تو دیکھکر خوش ہوکر باہم مانوس ہوے۔
ابن عباسؓ نے کہا کہ عورت کی پیدایش مرد سے ہے اسکی ہمت مرد ہی مین لگی رہتی ہے اور مرد کی پیدایش زمین سے اسکی ہمت زمین ہی مین لگی رہتی ہے سو اپنی
عورتون کو روکے رکھو۔ رواہ ابن ابی حاتم اور صحیح مین ہے کہ عورت کی پیدایش پسلی سے ہے جو ٹیڑھی ہے اگر اسکو سیدھے کرنے کی فکر کرے تو توڑیگا
اور اگر نفع لینا چاہے تو یون ہی ٹیڑھی رہنے دے اور نفع اٹھاوے۔ حاصل یہ کہ عورت سے حسن تدبیر سے کام لینا چاہیے وہ کج طبیعت ہوتی ہے اور
یہ اس جنس کی کیفیت ہے اسمین سے بعض کا بعض مردون سے بہتر ہونا کچھ منافی نہین ہے الحاصل اسی رب کو معبود مانو جسکی یہ شان ہے کہ اول سے ایک نفس آدم
پیدا کیا پھر اس سے اسکا جوڑا پیدا کیا۔ وَبَثَّ سفرق و نشر متفرق کیا اور چھٹکایا کما روی عن ابن عباس۔ پس فرق از تفرق و نشر از ثلاثی مجرد ہے
مِنْهُمَا من آدم و حوا یعنی ضمیر تثنیہ راجع بجانب نفس واحدہ و اسکے زوج کے یعنی بجانب آدم و حوا کے ہے۔ رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً کثیرۃ۔
یعنے نساء کثیرہ (المعنے) اور چھٹکائے ان دونون سے بہت مرد اور بہت سی عورتین یعنی تم سب کو اسی ایک نفس اصل سے اس کثرت کے ساتھ
بطریق مذکور پیدا کیا۔ اگر کہا جاوے کہ پہلے فرمایا خلقکم من نفس واحدۃ ایک نفس سے پیدا کیا اور بیان فرمایا۔ وبث منہا یعنے دونون سے
پیدا کیا۔ تو جواب یہ ہے کہ نفس واحدہ سے پیدا کرنیکا یہ بیان ہے یعنی باین طور تمکو نفس واحدہ سے پیدا کیا کہ اُس سے اسکا جوڑا نکالا پھر دونون کے اختلاط
عجیب سے تم سب کو نکالا۔ اگر کہا جاوے کہ حوا بھی نفس واحدہ سے پیدا ہونے والون مین ہین جواب یہ کہ حوا کی خلقت نطفہ سے نہ تھی اسیواسطے دختر وغیرہ
ہونے کے حقوق مین سے کوئی جاری نہین ہو سکتا بخلاف اورون کے کہ یہ دونون کے نطفہ سے پیدا ہین اور آدم و حوا کے ایک وقت کی اولاد کا نکاح دوسرے
وقت کی اولاد سے روا تھا پس وقت کا تبدل بمنزلہ تبدل رحم کے قرار دیا گیا پھر تا قیامت منسوخ ہو گیا۔ اور بعض نے جواب دیا کہ قولہ وخلق منہا۔ کا
عطف فعل مقدر پر ہے تقدیر یون ہے خلقکم من نفس واحدۃ انشاہا و خلق منہا زوجہا یعنے پیدا کیا تمکو ایسے نفس واحدہ سے کہ اسکو بنایا اور اس سے اسکا جوڑا بنایا
اور ان دونون سے بہت مرد و عورتون کو چھٹکایا مترجم کہتا ہے کہ کل واحد ہے فافہم بعض نے کہا کہ نساء کو کثیرہ کے وصف سے تصریح نکرنے مین
لطیف اشارہ ہے کہ مردون کی کثرت بمقتضائے حکمت ہے کیونکہ ایک کے واسطے بہت سی عورتین اسکی خواہش و عفت تک و تقین حتی کہ اب بھی چار تک
روا ہین اور ایک مرد کئی عورتون کے پیدا نکے کام و حاجات کی اصلاح کر سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ پھر اس صورت مین تو عورتون کو کثیرہ کہنا چاہیے تھا اور
مردون مین کثرت کی ضرورت نہ تھی اور جواب یہ ہو سکتا ہے کہ مرد بھی قلیل نہین بلکہ کثیر ہین اور مرد ہی اصل اول ہین۔ الحاصل اللہ تعالی کے ساتھ شرک کرنے سے
ڈرو جو حقیقی خالق و مالک ہے۔ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ۔ فیما بینکم حیث یقول بعضکم لبعض اسالک باللہ و انشدک باللہ۔ اور ڈرو اللہ تعالی
سے جسکے نام کے ساتھ تم باہم سوال کرتے ہو ف یعنی بعض تمہارا بعض سے کہتا ہے کہ اسالک باللہ مین تجھسے اللہ تعالی کے واسطے سوال کرتا ہون کہ تو
ایسا کر دے اور انشدک باللہ۔ اسی معنے مین کہتے ہو اور انشد بفتح اول و سکون ثانی و ضم شین معجمہ پھر دال مہملہ بصیغہ مضارع متکلم بمعنے اسال ہے

وقف

اور مفسرؒ نے ذکر کیا کہ تساءلون در اصل تتساءلون تھا تا فوقیہ کو سین میں ادغام کیا تساءلون تشدید سین مہملہ ہوا اور یہ جمہور کی قراءت ہے
اور عاصم وحمزہ وکسائی نے تخفیف سین پڑھا پس تا مذکورہ کا حذف ہوا ہے اور بعض نسخہ تفسیر میں التسدد کا اللہ بدون با ہے اور یہ بھی صحیح ہے۔ ف
اتقوا الْاَرْحَامَ - ان تقطعوھا - اور بچو ارحام سے ف ناتوان کو کاٹنے سے یعنی آپس کا ناتا جن حق حقوق کے ساتھ ہے اسکو ملائے رکھو
ہکذا فسر ابن عباس وعکرمہ ومجاہد وحسن وضحاک وربیع وغیرہم گویا اسمین اشارہ ہے کہ اہل مکہ سب سے پہلے کفر کرنے والے اور ایذا دینے والے
نبی صلعم کے تم تت ہو پھر اتقاء ارحام کے حکم میں تنبیہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناتے کا ایک مرتبہ ہے۔ اور حدیث میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے
کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رحم لٹکا ہوا ہے عرش الرحمٰن عزوجل سے کہتا ہے کہ جو مجھے ملائے رکھے اللہ تعالیٰ اسکو ملادے اور جو مجھے کاٹے اللہ
تعالیٰ اسکو کاٹے رواہ البخاری ومسلم اور قرطبیؒ نے کہا کہ امت کا اتفاق ہے کہ صلہ رحم یعنی ناتے کا ملانا واجب ہے اور کاٹنا حرام ہے پس احسان
سے اور ناتے وار محتاج کو نفقہ دینے سے اور کبھی فقط خدمت سے اور کبھی فقط باتون سے ملانا چاہیے اور حدیث صحیح میں ہے کہ صل من
قطعک - جو ناتے والا تجھے توڑے تو اس سے مل - اور یہ حسن خلق کا بیان ہے - پھر امام ابوحنیفہؒ نے ہبہ سے رجوع صحیح ہونا انھین ناتے
والون کے ساتھ خاص کیا جو ذی رحم محرم ہیں جیسے بھائی نے بہن کو ہبہ کیا تو رجوع نہین کر سکتا ہے اگرچہ ذوی الارحام عام ہے محرم
وغیر محرم دونون کو شامل ہے - پھر حمزہؒ کی قراءۃ بالجر ہے چنانچہ مفسرؒ نے کہا وفی قراءۃ بالجر عطفا علی الضمیر فی بہ وکانوا یتناشدون بالرحم یعنی
حمزہؒ کی قراءت مین والارحام - بالجر ہے بنابرینکہ عطف ہے ضمیر بہ پر یعنی بہ و بالارحام اور اہل عرب کا دستور تھا کہ رحم کا واسطہ دیا کرتے
تھے اور یہ تقریر اولے ہے بعض مفسرین کے کلام سے کہ تفسیر میں کہا ہے یسال بعضکم باللہ وبالرحم کیونکہ اسطرح ملا کر زمانہ جاہلیت کی قسم تھی جو شرع
مین مستنکر ہے پس اگر یون تفسیر کی جاوے تو تقریر کا وہم ہے یعنی ثابت رکھا اور زمخشریؒ نے اس قراءۃ کو ضعیف کہا وفدتبعہ البیضاوی
بنظر عطف بر ضمیر مجرور مگر امام قشیریؒ وغیرہ نے رد کر دیا کہ ضعیف کہنا اہل دین کے نزدیک مردود ہے کیونکہ ثبوت اس قراءۃ کا متواتر ہے
اور کمالین میں ہے کہ شیخ ابوحیان نے کہا کہ ضمیر مجرور پر عطف کرنا بدون اعادہ جار کے کوفیین ویونس واخفش وابوعلی نے جائز رکھا اور بصریون نے
جو انکار کیا تو ہم انکے مقلد نہین بلکہ دلیل کے تابع ہین اور نظم ونثر کلام عرب مین ایسا ثابت ہوا ہے حمی اسنے معالم مین کہا کہ یہ قلیل آیا ہے۔
اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا - حافظا لاعمالکم فیجازیکم بہا ای لم یزل متصفا بذلک - رقیب یعنے نگہبان ہے اور معنے یہ ہین کہ اللہ تعالیٰ
تمھارے اعمال کا نگہبان ہے پس تم کو اسکے عوض جزا دیگا - چونکہ کان زمانہ ماضی کے واسطے تھا پس لازم آتا ہے کہ زمانہ ماضی مین نگہبان
تھا اب نہین تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ کان اگرچہ دراصل ماضی کے لیے ہے مگر دوام واستمرار کے معنے مین آتا ہے اور معنے یہ ہین کہ لم یزل متصفا
بذلک برابر اس وصف سے متصف ہے اور ایسا ہی تمام صفات ذاتیہ کا حال ہے جو کان سے مقترن ہون کذا ذکرہ فی الاتقان ف عرائس البیان
مین ہے کہ قولہ تعالیٰ یا ایہا الناس - ای ناسی یعنے بھولنے والے اس عہد کے جو تمنے ازل مین قبول کیا تھا کہ ہم عبودیت بجالاوینگے جبکہ میرے
خطاب ومعرفت دینے سے مجکو پہچان گئے کیونکہ جب مین نے فرمایا کہ الست بربکم تب تمنے جواب دیا تھا کہ بلی یعنے ہان تو بیشک ہمارا پروردگار ہے
اور نیز اے ایسے بندے جو مخلوقات کی چیزین اپنی نظر سے خوبصورت دیکھکر انسے مانوس ہو گیا حالانکہ میرا مشاہدہ چاہتا ہے خبردار ہو کہ یہ بیزاری
ہے کیونکہ یہ تو حادث چیزین ہین اور میری طرف کوئی شخص بدون میرے نہین پہونچ سکتا ہے اور میرے دیدار مین مخلوق پر نظر رکھنا کرہ ہے
قال المترجم اسمین صریح ہمارے زمانہ کے اہل تصوف کو ممانعت ہے جو خوبصورتون سے انس پیدا کرتے ہین اور اسکو لوازم تصوف سے جانتے
ہین ومولوی روم نے کہا ہے عاشق صنع خدا با فر بود ÷ عاشق مصنوع او کافر بود ÷ اور صنع خدا صفت فعلی ہے جسکی تفسیر قولہ ان فی خلق السموات

والارض الآیہ میں اور یہ گذری ہے فتذکر اور نیز اے اپنے نفس کو بھولنے والے بندے تیرا نفس تو مخلوق ہے کہ مجھ سے آگاہ نہیں بے خبر ہے پھر ڈر نہیں کہ تو نے میری معرفت کا دعوی کیا حالانکہ میری معرفت کسی حادث سے نہیں بلکہ قدیم سے ہے اور نیز یہ خطاب اولاد آدم کو ہے یعنی اے ایسے لوگو جنھوں نے اپنے کو پانی ومٹی سے بنے ہوئے کی طرف منسوب کر رکھا یعنی آدم کی طرف اگر تم اپنے آپکو پہچانتے تو مخلوق کی طرف مشغول ہوتے کیونکہ میں نے تم کو تمام مخلوقات میں سے اپنے مشاہدہ وخطاب کے لیے برگزیدہ کیا۔ تم نے میرا کلام نہیں سنا ولقد کرمنا بنی آدم۔ یہ خطاب ان لوگون کو عتاب ہے جو درگاہ سے دور پڑے ہیں۔ تو نہیں دیکھتا کہ جب کوئی بڑے مرتبہ والا اپنے خادم پر غصہ ہوتا ہے تو اسکا نام نہیں لیتا ہے بلکہ کہتا ہے کہ او آدمی اور یہ نہیں کہتا کہ اے زید یا اے خالد اور اشارہ اسمین یہ ہے کہ اللہ تعالی نے امر معرفت اپنے بندون کو پہنچوایا کیونکہ اسکے سوائے وہ غیر سے مشغول ہو رہے ہیں گویا ان کو اس خطاب کی زجر سے انکی غفلت سے متنبہ فرمایا یعنے اے عہد معرفت کے توڑنے والے تم مجھ سے شرماتے نہیں ہو غیر سے مشغول ہو میرے غضب وعتاب سے ڈرو۔ اور بعض نے یا ایہا الناس کے اشارت میں کہا اے نادانی وفراموشی کی اولاد اور ابن عطاؒ نے کہا یعنی ان لوگون میں سے ہو جو آدمی ہیں اور آدمی وہ ہیں جنکو اسی سے الفت اور اسکے ماسوائے سے وحشت ہے۔ اور جعفرؒ نے فرمایا کہ ان آدمیون میں سے ہو جاؤ جو واقعی آدمی ہیں۔ اور اس پاک پروردگار سے غافل مت ہو جسنے پہنچوادیا کہ تم وہ آدمی ہو جس کی خلقت دست قدرت سے مخصوص طرز پر ہے کہ اسکی ہمت پست ہو بلکہ بلند درجہ پر چڑھے اور انتہا اسکی حق عزوجل ہو تم الی ربک المنتہی۔ اور بلندی ہمت اس کی معرفۃ الہام سے ہے جو اسکے ساتھ مخصوص ہے۔ اور بعض نے فرمایا کہ یا ایہا الناس خطاب عوام ہے اور یا عبادی خطاب خاص ہے پھر خاص الخاص کا خطاب یا ایہا النبی اور یا ایہا الرسول ہے تو اتقوا ربکم۔ اللہ تعالی نے اپنی ذات سے انکو تحذیر دلائی۔ اسمین اشارہ ہے کہ اسکی طرف جانے میں جبکا سر باطنی کچھ جھکا وہ اسکی عزت پاک سے محروم ہوا مانند قولہ ویحذرکم اللہ نفسہ۔ اور بعض نے فرمایا کہ جملہ مخالفات کو ترک کرے۔ اور بعض نے کہا اجتناب از ہر ماسوی حق عزوجل تقوی ہے واسطیؒ نے کہا تقوی چار وجہ پر ہے عوام کو تقوی شرک خواص کو تقوی معاصی۔ اولیاء خاص کو تقوی توسل بافعال انبیا کو تقوی از او تعالی باو تعالی قولہ تعالی الذی خلقکم من نفس واحدۃ اللہ تعالی نے رمز سے اس آیت میں اپنے حکم ومشیت وغیرہ افعال صفات قدیم کو ذکر فرمایا کیونکہ او تعالی نے جب پیدائش مخلوق کو چاہا تاکہ الوہیت کا اس کو عارف کرے اور چاہا کہ محبت ازلیہ کے انوار قلوب وارواح میں رکھے تو ذات سے صفات پر اور صفات سے افعال پر تجلی کی اور ایک چیز یعنی امر میں علم وحکمت وقدرت کو جمع کیا پس ارادہ متعلق بامر ہوا پھر امر میں بکاف ونون قدم سے عدم کیطرف نظر کی پس ایک جوہر بسیط ظاہر ہوا جسمین اجسام وارواح وجواہر واعراض سب مجموع تھے پھر اسپر ہیبت وعظمت وجود کی نظر فرمائی پس اس سے عرش سے تحت الثری تک جو چیزین اسکے خواتیم افعال میں جس صورت ونقش سے اسکے سابق علم میں تھیں موجود ہوئیں۔ اور یہ بعد جس سے سب چیزین موجود ہوئین حضرت محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہ ہیں پھر ارواح واشباح وانوار واسرار کو قبضہ عزت میں جمع کیا اور طینت آدم کو چالیس روز میں صبح ازل وابد سے خمیر فرمایا یہانتک کہ اسکو اپنے خلق وروح سے پیدا کیا چنانچہ فرمایا خلقت بیدی اور نفخت فیہ من روحی پس دست قدرت ازل وابد کے فیض سے آئینہ قدس قدیم ہمہ اسما وصفات وافعال ظاہر ہوا پس اسکو بصورت ملک آراستہ کیا پھر اس سے اولین وآخرین جو محل اسرار قدیم ہیں شاخون کی طرح نکلنا شروع ہوئے اور یہی صورت عین الجمع ہے جس سے حق عزوجل نے اوصاف قدیم کو ظاہر فرمایا ہے تو نہیں دیکھتا کہ آنحضرت صلعم نے متشابہات میں کیونکر فرمایا کہ ان اللہ خلق آدم علی صورتہ قولہ وخلق منہا زوجہا وبث منہما رجالا کثیرا ونساء پہلے تو قولہ خلقکم من نفس واحدۃ سے مقام عین الجمع سے خبر دی پھر اس قول سے مقام تفرقہ کی خبر دی۔ اور جن چیزون کی طرف میں نے اشارہ کیا اسمین سے بعض کو استاذ الاساتذہ شیخ تمکین عمرو بن عثمان مکیؒ نے

ف ظاہر خلاف مشہور عوام از طرح علم ۱۲

بیان کیا کہ اللہ تعالیٰ نے عالم کو پیدا کیا اور اسکو اطراف واکناف وابتدا وانتہا واول وآخر وسفل واعلیٰ سے منتظم واحد مہیا کردیا اور ایسا کیا کہ اسمین خلل وتفاوت کچھ نہین اسکو اپنی تدبیر سے محکم کردیا اور اپنی حد تقدیر پر مقدر کیا اگرچہ اسکے اجزا بلحاظ تفرقہ اجسام وہیأت وتخطیط وتصویر کے اور بلحاظ تفرقۂ اماکن کے مختلف ہین اور جملہ مصالح سے راست کیا پس ہر موجود بحد تقدیر وتفصیل بحسن تدبیر موجود ہوا اور خلقت آدمؑ سے قدرت کا اظہار کیا پھر اسکی اولاد کو پھیلایا جنھین قدرت ومشیت کی تدبیرین پھیلی ہین استادؒ نے فرمایا فاتقوا الارحام ان تقطعوا یعنی پرہیز کرو ارحام سے اور قطع ارحام سے سو جسنے رحم قطع کیا وہ خود قطع ہوا اور جسنے ملایا وہ ملایا گیا شیخ نے لکھا اور جب بندہ ابتدا مین اللہ تعالیٰ کی یاد اور نگاہبانی پر نظر رکھتا ہے تو انتہا مین اللہ تعالیٰ اسکی حفاظت خود فرماتا ہے **قال المترجم** معنی یہ ہین کہ ابتدا حال مین بندہ تکلف سے ہر بات مین اللہ تعالیٰ کی یاد رکھتا ہے پھر جب وہ خودی سے خارج اور فنا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکو حفظ قدرت مین محفوظ فرماتا ہے کہ اس سے کوئی حرکت خلاف شرع وراہ مستقیم صادر نہین ہوتی ہے فافہم واللہ تعالیٰ اعلم شیخ نے یہ دلیل پیش کی کہ دیکھو حضرت صلعم نے ابن عباس کو فرمایا یا غلام احفظ اللہ یحفظک۔ یعنی اے لڑکے تو اللہ تعالیٰ کو حفظ دیا درکھ اللہ تعالیٰ تیری حفاظت فرمادے گا (کمافی رواہ البخاری) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے حفظ کرنے کے معنی یہ ہین کہ اس کو گناہ وخطا سے محفوظ رکھے اور اسکے واسطے نعم الوکیل ہو جاوے یعنے اسکے نفس کے حوالہ نہ کرے اقول قد قال تعالیٰ ولا تکونوا کالذین نسوا اللہ الآیۃ۔ ابن عطاؒ نے فرمایا کہ قولہ تعالیٰ ان اللہ کان علیکم رقیبا۔ یعنے جو کچھ تو اپنے سر باطنی مین پوشیدہ کرے اور جو خطرات پوشیدہ رکھے سب کو اللہ تعالیٰ جانتا ہے پس تو ہوشیاری سے نگاہ رکھ اس ذات پاک کو جو تجھ پر رقیب ہے

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۪ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ

اور دیدو یتیمون کو انکے مال اور مت بدل لو گندے کو ستھرے سے اور مت کھاؤ انکے مالون کو

اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا

اپنے مالون کے ساتھ یہ بڑا وبال ہے اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کرو گے یتیم لڑکیون کے حق مین تو نکاح مین لاؤ

مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا

جو تم کو خوش آوین عورتون مین سے دو دو اور تین تین اور چار چار پھر اگر ڈرو کہ برابری نہ رکھو گے

فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ؕ وَاٰتُوا النِّسَآءَ

تو ایک ہی یا جو تمھارے ہاتھ کے مال ہین اس مین لگتی بات ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو اور دیدو عورتون کو

صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ؕ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْٓـًٔا مَّرِيْٓـًٔا ۝

انکے مہر خوشی سے پھر اگر وہ چھوڑین تم کو مہر مین سے کچھ دل خوشی سے تو اس کو کھاؤ رچتا پچتا

ونزل فی یتیم طلب من ولیہ مالہ فمنعہ۔ یہ کلام ایک یتیم کے حق مین اترا جسنے اپنے ولی سے اپنا مال مانگا تھا اسنے دینے سے انکار کیا چنانچہ محی السنۃ نے معالم مین ذکر کیا کہ ایک مرد غطفان کے پاس اسکے یتیم بھتیجے کا مال کثیر تھا اسنے بعد بلوغ کے طلب کیا اور چچانے دینے سے انکار کیا پھر دونون نے نبی صلعم سے مرافعہ کیا تب یہ آیت اتری پس مرد مذکور نے اطاعت اللہ تعالیٰ ورسول صلعم قبول کی اور حوب کبیر یعنے گناہ کبیرہ سے پناہ مانگی اور سب مال اپنے بھتیجے کو دیدیا اسنے لے کر سب خیرات کردیا۔ حضرت صلعم نے فرمایا کہ ثواب پورا ہوا اور گناہ رہا

پوچھا گیا تو فرمایا کہ اس نوجوان کو ثواب ملا اور اسکے باپ پر گناہ باقی رہا۔ وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى۔ الصغار الاولی ملا ابلھم۔ یعنی یتامی جمع یتیم کی یعنے صغیر بچہ جنکے باپ نہو۔ اور اول اسم موصول جمع مذکر وزن علی اور الاب لہم اسکا صلہ ہے اور صحیح ہوا کہ بعد پندرہ برس کے یتیم نہین پس اس سن تک بے باپ کے لڑکی لڑکا یتیم کہلاتا ہے۔ اَمْوَالَهُمْ۔ اذا بلغوا۔ اور دیدو یتیمون کو انکے مال جبکہ بالغ ہون یہ خطاب یتیم کے ولی و وصی کو ہے اور دینے کے وقت وہ بالغ ہو چکا لیکن پہلے یتیم تھا تو اب اسپر یتیم کا اطلاق باعتبار سابق ہے یا بنا بر اصل لغت ہے کیونکہ دینے کے وقت وہ شرعاً یتیم نہین ہے۔ اور مفسر رحمہ نے اذا بلغوا کی قید سے یتامی کو حقیقی معنے پر رکھا یعنی عام طور پر یہ حکم دیا گیا کہ جو یتیم ہے اسکو اوسکا مال دیدینا جب وہ بالغ ہو لیکن حذف قید لازم آویگا لہذا مترجم نے موافق دیگر مفسرین کے تقریر کی اور شافعیہ وغیرہ کے نزدیک یہان ایک قید دیگر معتبر ہے یعنی رشد ظاہر ہونا کما قال تعالی فان انستم منهم رشداً فادفعوا الیهم اموالهم الآیہ۔ کذا قیل۔ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ۔ الحرام۔ خبیث سے مراد حرام ہے۔ بِالطَّيِّبِ۔ الحلال۔ ای لا تاخذوه بدله کما تفعلون من اخذ الجید من مال الیتیم وجعل الردی من مالکم مکانه۔ طیب سے مراد حلال ہے (اور معنے یہ کہ) مت لو حرام کو بدلے حلال کے ف جیسے تم کرتے ہو کہ مال یتیم مین سے کھرے درم یا موٹی بکری لے لیتے ہو اور کھوٹے درم یا دبلی بکری اسکی جگہ دیتے ہو کما روی عن سعید بن المسیب والزہری والنخعی والضحاک والسدی اور مفسر رحمہ نے مثال سے اشارہ کیا کہ حلال کے بدلے حرام لینا مطلقاً منع ہے جیسا کہ سعید بن جبیر نے کہا کہ لوگون کے مال سے حرام کو مت بدلو اپنے حلال مال سے۔ اور ابو صالح نے کہا کہ رزق حرام پر جلدی مت کر یہانتک کہ تیرے پاس رزق حلال آوے جو تیرے واسطے مقدر ہے مترجم کہتا ہے کہ یہین سے کہا گیا کہ جو اعلان سے سود کھاتا ہے حالانکہ اسکے مذہب مین حرام ہے یا مانند اسکے کمائی اسکی حرام ہے جیسے کسبیان و کاہن و رمال وغیرہ انکے مال سے معاوضہ کرنا مکروہ تحریمی ہے واللہ اعلم۔ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ مضمومة اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ بعض نے کہا کہ الی بمعنے مع ہے ای مع اموالکم اور معنے یہ کہ وہ انکے اموال کو ملا کر اپنے مالون مین مت کھاؤ" اگر کہا جاوے کہ مال یتیم کھانے کی ممانعت اسطرح نکلی کہ اپنے مال سے ملا کر مت کھاؤ پس بدون ملائے اکیلے کھانا جائز رہا تو جواب یہ ہے کہ حنفیہ رحمہم اللہ پر وارد ہی نہین ہوتا اس لیے کہ یہ مفہوم مخالف ہے جسکے وہ قائل نہین ہین اور حق یہ ہے کہ شافعیہ پر بھی وارد نہین ہے اس وجہ سے کہ شرط مفہوم مخالف پائی نہین جاتی کیونکہ یہان وہ اشنع ہے تامل۔ اِنَّهٗ۔ ای کلها۔ اسطرح یتیم کے مال کھانا۔ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا۔ ذنباً عظیماً۔ گناہ کبیرہ ہے ف اسی سے کہا گیا کہ منجملہ گناہ کبائر کے یتیم کا مال ناحق کھانا۔ ولما نزلت تحرجوا من ولایة الیتامی۔ اور جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگون کو یتیمون کے ولی بننے مین تنگی و حرج لاحق ہوا تب وہ آیت اتری جو سورہ بقرہ مین گذری ہے ای قوله وان تخالطوهم فاخوانکم الآیہ۔ مگر یہان اللہ تعالے نے انکے عذر حرج بر گرفت فرمائی کہ کثیر عورتون سے نکاح کر کے تمپر کچھ حرج لاحق نہین ہوتا ہے چنانچہ مفسر رحمہ نے ذکر کیا وکان فیهم من تحته العشر او الثمان من الازواج ولا یعدل بینهن فنزلت۔ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا۔ تعدلوا۔ فِي الْيَتٰمٰى۔ فتحرجتم من امرهم فخافوا ایضاً الا تعدلوا بین النساء اذا نکحتموهن۔ یعنی حال یہ تھا کہ یتیمون کے اولیا مین سے کوئی کوئی ایسا شخص بھی تھا جسکی تحت مین دس یا آٹھ جوروین تھین اور انمین عدل نہین کرتا یعنی اونکے روز کی باری سب مین برابر نہین رکھتا یا نان نفقہ وغیرہ سب چیزون مین برابری نہین رکھتا تھا تب نازل ہوا یہ حکم فان خفتم تا آخر المعنے) اگر تم نے خوف کیا کہ عدل نہ کرسکو گے یتیمون کے بارہ مین (چنانچہ تم نے انکے بارہ مین عذر حرج ظاہر کیا) تو اسمین بھی خوف کرو کہ عورتون مین عدل نہ کرسکو گے (جب تم انکو نکاح مین لاؤ) ف اور مراد خوف سے اہل تحقیق کے نزدیک گمان غالب ہے پس اگر کسی شخص کو غالب گمان ہو کہ عورتون سے شرعی اعتدال کا برتاؤ نہ کرسکیگا تو اسکو چاہیے کہ نکاح نہ کرے اور علمائے نے کہا کہ اسمین چند عورتون کی شرط نہین ہے

بلکہ ایک عورت سے بھی عدل نہ کر سکے تو نکاح کرنا مکروہ ہے بلکہ جواز بلکہ سنت اسی حد تک ہے کہ عدل کرنیکا اسکو یقین ہو لہذا فرمایا۔ فَانْكِحُوْا
تزوجوا۔ مَا۔ بمعنے من آور عرب کے لوگ ما و من کو ایک دوسرے کی جگہ لاتے ہیں وقال تعالی والسماء وما بناہا۔ اور فرمایا فمنہم من یمشی
علی بطنہ۔ یعنی جیسے سانپ وغیرہ پس اسپر من کا اطلاق کیا۔ طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ۔ ای
اثنین اثنین وثلاثا ثلاثا واربعا اربعا۔ ولا تزیدوا علی ذلک پس نکاح میں لاؤ عورتیں یعنے ایک سے زیادہ کی عورتیں اسقدر نکاح
میں لاؤ کہ وہ تمہارے واسطے خوشگوار ہوں دو دو اور تین تین اور چار چار اور ایک عورت کا نکاح نہیں مشروع ومعلوم تھا صرف زیادتی
کے ساتھ عدل کرنے میں حرج کا شبہ تھا تو اسکا حکم بیان کر دیا پس اس مقدار سے زیادتی کرو۔ قال المترجم جسطرح مفسرین نے بیان
ذکر فرمایا ایسا بعض دیگر مفسرین نے بھی ذکر کیا اور حاصل کلام آنکہ اے یتیموں کے ولی ووصی تمکو حکم دیا جاتا ہے کہ جب یتیم بالغ ہو جاویں تو انکو انکا مال جیسا
تھا پورا دیدو اور جو تمنے تجارت وغیرہ سے اسکو بڑھایا یا جانوروں کے بچے وغیرہ ہو کر بڑھا ہے سب دیدو اور یہ نیت کرنا کہ انمیں سے کھرا وعمدہ لے کر
بجائے اسکے خراب وکھوٹا اپنا مال ملا دو کہ یہ حرام کھانا ہوگا۔ (اسوقت دو کہ انمیں صلاحیت اور نیک چلنی دیکھ لو) اور گواہ کر لو اور جبتک یتیم
ہیں تب تک انکے مال اپنے ساتھ ملا کر مت کھاؤ کیونکہ یہ کبیرہ گناہ ہے پھر اگر تم کو اس معاملہ میں احتیاط وعدل کرنا گراں ہو اور حرج دیکھتے ہو اور
خوف ہے کہ انصاف نہو سکیگا تو آٹھ دس عورتیں رکھنے میں بھی انصاف نہو نیکا خوف کرو پس چاہیے کہ ہر ایک مرد دو عورتیں یا اگر زیادہ چاہے
تو تین تین یا اگر اس سے بھی زیادہ چاہے تو چار نکاح میں لا دے اور اس سے زیادہ مت بڑھاؤ۔ قال المترجم اور اکثر مفسرین نے قولہ وان
خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی کو ان لڑکیوں یتیم کے بارہ میں کہا جنسے وہی شخص نکاح بھی چاہتا ہے جسکی پرورش میں ہیں مثلاً زید کا چچا مر گیا
اور ایک لڑکی چھوڑی جو زید کی پرورش میں صرف اسطرح ہے کہ یہ اسکا ولی ہے یہ اس سے نکاح چاہتا ہے پس کم مہر پر نکاح میں لاتے تھے
اور اسطرح اسکا مال بھی مل جاتا تو اللہ عزوجل نے اسکو عیب میں شمار فرما کر حکم دیا کہ واتوا الیتامی اموالہم یعنی اے ولی ووصی لوگو تمپر فرض
ہے کہ یتیم جب بالغ ہوں تو انکا مال سب انکو دیدو اور جب تک یتیم ہیں انکے مال سے تجارت کر کے انکے لیے بڑھاؤ تاکہ خرچ میں جاتا نرہے اور
ہرگز اپنے مال میں ملا کر بھی انکا مال نہ کھاؤ یعنے یہ قصد مت کرو چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت میں اپنے میل میں رکھنے کی اجازت مذکور ہو چکی ہے پس
مراد یہی کہ مال تنہا تو کیا ذکر ہے ملا کر کھانے کا قصد مت کرو کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور نہ انکے مال سے اچھا کھرا لیکر خراب برا داخل کرو کہ یہ حرام
ہے اور یتیمہ سے نکاح کر لینے میں تو مضائقہ نہیں لیکن پورے انصاف سے اور اگر تم کو خوف ہو کہ یتیمہ سے نکاح کر لینے میں عدل نکر سکو گے
تو اسکے سوائے اور بہت عورتیں ہیں انمیں سے تمکو چار تک مباح ہیں مترجم کہتا ہے کہ یہ ارتباط جید ہے اور بخاریؒ نے حضرت عائشہؓ سے
روایت کی کہ ایک مرد کی ولایت میں ایک یتیمہ عورت تھی پس اس سے نکاح کیا اور اس عورت کا ایک باغ خرما نہایت عمدہ تھا اسکی طرف سے
یہی مرد اسکی پرداخت کرتا تھا اور خود اسکا نہ تھا پس اسکے حق میں نازل ہوا قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا۔ اور عروہ بن الزبیرؓ کہتے
ہیں کہ مجھے خیال آتا ہے کہ میری خالہ حضرت عائشہؓ نے یوں کہا تھا کہ یہ عورت اس مرد کے ساتھ باغ ومال میں شریک تھی شیخ ابن کثیرؒ نے
کہا کہ امام بخاریؒ نے عروہ بن الزبیرؓ سے روایت کی کہ میں نے عائشہؓ سے قولہ تعالی وان خفتم ان لا تقسطوا فی الیتامی الآیہ۔ کی تفسیر پوچھی تو
فرمایا کہ اے میری بہن کے لڑکے یہ ایسی یتیمہ عورت کے حق میں ہے جو اپنے ولی کی پرورش میں ہو اور اسکے ساتھ مال میں شریک ہو اور
اپنے مال وجمال کی وجہ سے اسکو خوش آتی ہو چاہتا ہو کہ اس سے نکاح کرے بدون اسکے کہ اسکو اسکا پورا مہر جو کوئی غیر مرد دیتا ہو وہ
دیوے پس اللہ عزوجل نے ولی مردوں کو منع فرمایا کہ ایسی یتیمہ عورتوں سے اسطرح نکاح کریں بلکہ اگر چاہیں تو اسکا پورا مہر اعلی دیکر نکاح کریں

پس حکم دیا گیا کہ اگر ایسا نہ کر سکین تو ان عورتون کے سوا ے اور عورتین بہت ہین جو خوش آوین اُنسے نکاح کرین پھر حضرت عائشہؓ نے
کہا کہ اس آیت کے بعد لوگون نے رسول اللہ صلعم سے استفتاء طلب کیا تب نازل ہوا قولہ تعالی ویستفتونک فی النساء الآیہ - اور عائشہؓ
نے فرمایا کہ دوسری آیت مین اللہ عزوجل نے فرمایا - وترغبون ان تنکحوھن الآیہ - یعنی کوئی تم مین سے اپنی پرورش کی یتیمہ عورت سے بے رغبت
ہوتا ہی جبکہ اُسکا مال وجمال کم ہو پس منع فرمایا کہ جب وہ مال وجمال والی ہو تب بھی اس سے نکاح نکرین مگر اس طور سے کہ اسکا کامل پورا مہر دین
بجہت اسکے کہ جب کم مال وجمال والی ہوتی ہی تب تو اس سے بے رغبتی کرتے ہین مترجم کہتا ہی کہ خلط وخبط اقوال پریشان طویل چھوڑ کر مترجم
نے اس تفسیر جید صحیح قوی پر اقتصار کیا - اب یہان یہ بیان باقی رہا کہ اس آیت کریمہ مین چارہی عورتون پر حصر کیونکر ثابت ہوا اور شیخ مفسرؒ نے
کچھ بیان نہ فرمایا پس واضح ہو کہ مثنیٰ وثلث ورباع - الفاظ معدولہ ہین اور کوفیون وابو اسحق کے نزدیک انمین قیاس جاری ہو سکتا ہی اور اصح یہ ہی کہ
ان مین قیاس کو دخل نہین بلکہ جہانتک سنے گئے ہین انہین پر مقصور ہی اور یہی بصریین کا قول ہی پھر مسموع گیارہ لفظ ہین - احاد - موحد - ثناء
مثنیٰ - ثلاث - مثلث - رباع - مربع - مخمس - عشار - معشر - اور سوائے انکے خماس وغیرہ کوئی مسموع نہین ہین اور جمہور نحویین کے نزدیک غیر
منصرف آتے ہین - پس مثنیٰ وثلث ورباع کے معنے دو دو - اور تین تین اور چار چار ہین قال البیضاویؒ اس تکریر یعنی دو دو وغیرہ
فرمانے مین ہر ایسے نکاح کرنے والے کو جو جمع کرنا چاہتا ہو یہ اجازت ہی کہ عدد مذکورین مین سے جو چاہے لے خواہ سب امت والے بالاتفاق
دو ہی دو یا باختلاف کوئی دو اور کوئی تین اور کوئی چار نکاح مین لاوے جیسے کوئی کہے کہ اس توڑے کے درہمونکو دو دو یا تین تین یا چار چار
تقسیم کر لو پس تکریر مین تفریق وتوزیع نکلی اور اگر تکریر نہوتی بلکہ مفرد ثنتین وثلاث واربع ہوتے تو خلاف مقصود یہ معنے پیدا ہوتے کہ ان اعداد کو
جمع کر لو جو نو ہوتے ہین - اور اسیواسطے لفظ واو سے فرمایا تا کہ یہ اختیار رہے کہ کوئی دو نکاح مین لاوے اور کوئی تین اور کوئی چار تک اور
اگر لفظ او ہوتا تو یہ بات ممتنع ہو جاتی اسواسطے کہ وہ تو دو امر مین سے ایک ہی کے واسطے ہوتا ہی پس تمام امت جنکو خطاب ہی سب کے سب یا
تو اتفاق کر کے دو لیتے یا تین یا چار کیونکہ ان سب مین سے ایک ہی لے سکتے تھے قال المترجم یہان ایک مقدمہ دیگر ضروری ہی وہ یہ کہ
اہل بیان جو شرع پر مامور ومکلف ہین وہ تمام مخلوق مین سے جس چیز مین تصرف کرنے کے لیے حکم دیے گئے ہین شرع کی اجازت تک مختار ہین
اگرچہ غیر مامور ہین انکو اصلی اباحت حاصل ہو پس عورتون مین نکاح سے تصرف کی اجازت مین چار چار تک حکم ہوا پس زیادت رد ہوگی جیسے مالک کا
مالک کہے کہ تم لوگ اس توڑے کو دو دو یا تین تین یا چار چار کر کے ایکبارے لو تو اسی حکم پر مقصور رہوگا کہ انمین سے انتہائے درجہ چار چار سب
لین اور باقی چھوڑ دینگے یہ نہین ہو سکتا کہ دس دس کر کے تمام مال ختم کر دین - اور بعض اہل تفسیر نے اعتراض کیا کہ یہ حکم جب مسلم ہی کہ مال معین ہو
مثلا اس توڑے مین سے یا ان ہزار درم مین سے تو یہی حکم ہی اور اگر مطلقاً ہو مثلاً کہا کہ درمون کو باہم بانٹو یعنی جو کچھ کماؤ تو یہ معنی نہین ہوتے
ہین اور آیت کریمہ اسی قبیل سے ہی از قبیل اول نہین ہی اور مترجم کہتا ہی کہ یہ دو وجہ سے خطا ہی اول آنکہ معترض نے تمام مال تقسیم کر لینا مبحث قرار
دیا حالانکہ مین نے اوپر لکھا کہ یہ مقصد نہین ہی بلکہ غرض یہ کہ دو یا تین یا چار انمین سے کسی تعداد پر ایکبارے لیلو اور باقی چھوڑ دو پس انمین اعتراض کو
دخل نہین اور دوم آنکہ آیت مین عورتین مانند درمون کے ہین کہ ہر ایک متعین نہین علاوہ بریں اللہ تعالی کے نزدیک سب معلوم معین ہین
پھر مترجم کہتا ہی کہ بعضے اہل تفسیر نے دوسری آیت سے معارضہ کیا کہ قولہ تعالے جاعل الملائکۃ رسلًا اولی اجنحۃ مثنیٰ وثلث ورباع مین
بالاتفاق قائل ہی کہ فرشتون کے بازو فقط چارہی نہین ہین مترجم کہتا ہی کہ یہ بھی میری تقریر پر وارد نہین ہوتا کیونکہ یہان فقط اخبار ہی اور
انشا نہین یعنی آیت مین تو تصرف مباح کا بیان ہی کہ یہانتک تصرف روا ہی اور اسمین خبر دی کہ فرشتے ایسے ایسے پیدا کیے پھر کہان ایہ کہان وہ

بالجملہ حاصل یہ کہ خطاب جمیع امت کو ہی اور تمام عورتین انکے لیے محل تصرف اسطرح قرار دی گئین کہ جو عورتین جس مرد پر مباح ہین انین سے تصرف نکاح کے واسطے درصورتیکہ جمع کا ارادہ کرے اجازت ہی کہ دو دو جمع کرے یا تین تین یا چار چار۔ اور اس سے زیادہ کی اجازت ثابت نہین ہوئی اور آخر مین جو فرمایا۔ فان خفتم ان لا تعدلوا فواحدۃ۔ تو یہ اس صورت مین کہ جمع کا ارادہ نہو پس اگر یہ تنویع و توزیع ایک صورت مین ہی اور واحدہ دوسری صورت مین ہی پس جو بعض نے زعم کیا کہ خطاب جمع بمنزلہ خطاب واحد ہی بدلیل آخر آیت تو یہ پہلی ہی جہالت پر مبنی ہی جسمین نے اول متنبہ کیا اور ایسے شخص سے عجب نہین جو اس امر کا قائل ہو کہ چار سے زیادہ تو نو تک سے نکاح کرنا مباح ثابت ہوتا ہی اور اگر خوف طوالت نہوتا جسکی یہان گنجائش نہین ہی تو مین مفصل نقل کرکے آداب بحث سے جواب دیتا کیونکہ خرق اجماع بڑا مفسدہ ہی اللہ تعالی اپنی راہ مستقیم کی ہدایت پر رکھے اور سنت نبی صلعم پر قائم رکھے اور واضح رہے کہ چار سے زیادہ نکاح مین ایک وقت جمع کرنا حقیقۃ یا حکماً جائز نہین ہی اور اہل ایمان کسی مفسد کے شبہہ مین نہ پڑین جیسے بعض فرقہ شیعہ قائل ہین کیونکہ آیت کریمہ سے ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ مباح نہین جیسا کہ بیان ہوا اور محی السنہ نے معالم مین کہا کہ اسپر اجماع ہی کہ امت مین سے کسی فرد کو روا نہین کہ چار سے زیادہ ایک وقت مین نکاح سے جمع کرلے اور زیادہ کا جمع کرنا فقط نبی صلعم کے واسطے مخصوص تھا اس مین آپ کے ساتھ اُمت مین سے کسی فرد بشر کو مشارکت نہین ہی اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ چار ہی عورتون پر مقصور ہونا اس آیت سے ثابت ہی جیسا کہ ابن عباسؓ و جمہور علما نے فرمایا ہی کیونکہ یہ مقام تو مقام امتنان و اباحت ہی اگر چار سے زیادہ جمع کرنا جائز ہوتا تو ضرور بیان فرمادیا جاتا اور امام شافعیؒ نے فرمایا کہ سنت رسول اللہ صلعم جو اللہ عزوجل کی طرف سے مبین ہی دلالت کرتی ہی کہ سوائے رسول اللہ صلعم کے اور کسی کو چار سے زیادہ جمع کرنا روا نہین ہی اور یہ جو امام شافعیؒ نے فرمایا ایسا قول ہی کہ اسپر تمام علمائے سلف و خلف نے اجماع کیا ہی مترجم کہتا ہی کہ کتاب اللہ تعالی اور اجماع امت سے تو ثابت ہوا کہ چار سے زیادہ جمع کرنا مباح نہین ہی اب احادیث سننا چاہیے۔ قیس ابن الحارثؓ کی تحت مین آٹھ عورتین تھین پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو چار رکھ لے اور چار چھوڑدے پس قیسؓ نے جن عورتون سے اُنکی اولاد ہوئی تھی کہنا شروع کیا کا ہی فلانہ تو پیٹھ پھیر جا اور جس سے اولاد ہوئی تھی کہا کا ہی فلانہ تو ادھر آ۔ کذا ذکرہ فی المعالم۔ اور ابن ماجہ و نحاس نے قیس بن الحارث سے روایت کی کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین آٹھ عورتین تھین مین نے نبی صلعم کے پاس حاضر ہوکر آپ کو خبر دی آپ نے فرمایا کہ چار چھانٹ لے اور باقی سب کی راہ چھوڑدے مین نے ایسا ہی کیا و رواہ ابوداؤد ایضاً شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ امام احمدؒ نے مسند مین کہا کہ۔ حدثنا اسمعیل و محمد بن جعفر قالا حدثنا معمر عن الزہری۔ قال ابن جعفر فی حدیثہ انبانا ابن شہاب عن سالم عن ابیہ (یعنی عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما) کہ غیلان بن سلمۃ الثقفی مسلمان ہوا اور اُسکے تحت مین دس عورتین تھین پس نبی صلعم نے اُس سے کہا کہ اُنین سے چار کو پسند کرلے پھر جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ ہوا تو اُسنے اپنی ان چار عورتون کو بھی طلاق دیکر اپنا تمام مال اپنی اولاد کے درمیان تقسیم کردیا پس عمرؓ کو یہ خبر پہونچی آپ نے فرمایا کہ میرا گمان ہی کہ شیطان جن باتون کو چوری سے کان لگاکر سن آتا ہی وہ تیرے مرنے کی خبر سن آیا اور تیرے دل مین ڈالدیا اور شاید تو زندہ نرہیگا مگر تھوڑے دنون اور قسم ہی اللہ تعالی کی کہ یا تو اپنی عورتون سے رجعت کر اور اپنا مال بھی سب واپس کرو ورنہ مین تو ان عورتون کو تجھسے ضرور میراث دلاؤنگا اور ضرور حکم کرونگا کہ تیری قبر کو سنگسار کیا جاوے جیسے قبر ابو رغال کی سنگسار کی گئی۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ اس روایت کے راوی سب ثقہ ہین اور بخاری و مسلم کی شرط پر ہی اور اس روایت کو تا قولہ چار کو پسند کرلے۔ امام شافعی و ترمذی و ابن ماجہ و دارقطنی و بیہقی و ابن ابی شیبہ وغیرہم نے روایت کیا ہی و قد رواہ عبدالرزاق عن معمر عن الزہری مرسلا و کذا مالک عن الزہری مرسلا اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ و قد روی

من طرق عن اسمٰعیل بن علیه وغندر ویزید بن زریع وسعید بن ابی عروبة وسفیان الثوری وعیسی بن یونس وعبدالرحمن بن مخلد والفضل بن موسی وغیرہم
من الحفاظ الثقات وقد توبع معمر والزهری ایضا فی روایة البیهقی من طریق النسائی لسیار بن محشر عن ایوب عن نافع وسالم عن ابن عمر ہکذا رواه
النسائی وقال ابو علی بن السکن تفرد به سیار بن محشر وهو ثقة وکذا وثقه ابن معین - مترجم کہتا ہے کہ یہ تلخیص کلام الحافظ ابن کثیرؒ ہے پھر فرمایا کہ اس مین
دلیل ہے کہ اگر چار سے زائد جائز ہوتین تو رسول اللہ صلعم اس کے واسطے سب دس کو روا رکھتے حالانکہ سب کے سب اس کے ساتھ مسلمان ہو گئی تھین
جیسا کہ بیہقی ونسائی کی روایت مین تصریح ہے - اور نوفل بن معاویة الدیلمی سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین پانچ عورتین تھین پس
رسول اللہ صلعم نے مجھسے فرمایا کہ چار رکھ لے اور ایک چھوڑ دے رواہ الشافعی سیھر یہ چار کا جواز جمع بھی اسوقت ہے کہ عدل وانصاف رکھنے پر
گمان غالب ہو - فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا - فیمن بالنفقة والقسم - یعنی پھر اگر خوف کرو تم یہ کہ عدل نکر سکو گے ف ان عورتون مین نفقہ
دینے مین اور باری رکھنے مین - فَوَاحِدَةً - انکحوا - تو ایک ہی کو نکاح مین لاؤ ف اشارہ کیا کہ واحدة کو نصب بنا بر نیکہ انکحوا کا
مفعول ہے - اَوْ - اقتصروا علی - مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ - من الاماء - یا اقتصار کرو اسپر جسکے مالک ہوئے تمھارے داہنے ہاتھ ف
یعنے باندیون پر جنکے تم مالک ہو - اگرچہ وہ کئی ہون - اذ لیس لهن من الحقوق ما للزوجات - اسواسطے کہ مملوکہ باندیون کے حقوق ویسے نہین
جیسے نکاح کی ہوئی عورتون کے ہین اگر کہا جاوے کہ مفسرؒ نے انکحوا واحدةً کیون نہین کہا تو جواب یہ ہے کہ واحدةً انکحوا سے اشارہ کیا کہ ماملکت کا
عطف واحدة پر نہین تاکہ انکحوا ماملکت ہو حالانکہ مملوکہ سے نکاح نہین ہو سکتا وہ بدون نکاح روا ہے اور نیز انکحوا سے یہ حکم نہین ہے کہ خوف کی
صورت مین ایک عورت سے نکاح ضرور کرو تاکہ واجب ہو بلکہ بیان جواز ہے خوف کرنے والے کے لیے کہ ایک سے زیادہ نکاح مین نہین لا سکتا
ہے - اور قسم بالفتح باری مقرر کرنا اور اسمین دلالت ہے کہ اپنی مملوکہ باندیون مین قسم واجب نہین لیکن مستحب ہے - ذٰلِكَ - ای نکاح الاربعة فقط
او الواحدة او التسری - یعنی ذلک سے اشارہ اس مضمون مذکور کی طرف ہے یعنی فقط چار سے نکاح کرنا یا ایک ہی پر اقتصار کرنا یا باندیون کو تحت
تصرف مین لانا - اَدْنٰی - اقرب الی - نزدیک ہے طرف اس بات کے کہ - اَلَّا تَعُوْلُوْا - تجوروا - تم جور نہ کرو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ زید
بن اسلمؒ وسفیان بن عیینہؒ وشافعیؒ نے اَلَّا تعولوا کی تفسیر مین کہا کہ ان لا تکثر عیالکم - یہ کہ تمھارے عیال بہت ہو جاوین اور یہ ماخوذ ہے قوله تعالی
وان خفتم عیلة - سے اور عرب کہتے ہین عال الرجل یعیل عیلة - جب کہ فقیر ہو جاوے - اور ابن العربیؒ وثعلبی وغیرہ نے کہا کہ کثرت عیال کے معنی مین اعال
ہے نہ عال یعنے از باب افعال نہ از باب ثلاثی مجرد - ابو حاتم لغوی نے کہا کہ شافعیؒ زبان عرب خوب جانتے تھے شاید عیال کے معنی انکو معلوم ہوے
ہونگے - ولیکن شیخ ابن کثیرؒ نے اسپر اعتراض کیا کہ کثرت عیال کے معنی تسلیم بھی یہان نہین بنتے ہین اسواسطے کہ جیسے آزادہ عورتون کی
کثرت سے اس امر کا خوف ہے ویسے ہی باندیون کی کثرت سے بھی یہ خوف موجود ہے پس صحیح اسمین جمہور کا قول ہے کہ ان لا تعولوا معنے ان لا
تجوروا ہے کما یقال عال فی الحکم اذا قسط وجار - اور یہی حضرت عائشہؓ سے مروی ہے اور ابن ابی حاتم نے کہا کہ ابن عباسؓ ومجاہدؒ وعکرمہؒ وحسن
وابو مالک وابو رزین ونخعی وشعبی وضحاک وعطاء وقتادہ وسدی ومقاتل سے ان لا تعولوا کے معنے ان لا تمیلوا مروی ہین اور یہ معنے
حضرت عائشہؓ سے بھی مروی ہین پس مراد وہ جور ہے یعنے میل نکرو طرف جور وظلم کے - اور ابن العربیؒ نے کہا کہ عال - ماضی کا صیغہ سات
معنے مین آتا ہے - مال - زاد - جار - افتقر - اثقل - قام بمعونة العیال یعنی عیال کی پرداخت کی - غلب - غالب ہوا کما یقال عیل
صبری یعنی میرا صبر مغلوب ہو گیا - پس اکثر مفسرین کے نزدیک معنے جور ہے - وَاٰتُوا - اعطوا - یعنی دیدو - النِّسَاۗءَ صَدُقٰتِهِنَّ
نِحْلَةً - جمع صدقة مهورهن - عورتون کو صدقات ان کی خوشدلی سے - یہ جمع صدقہ کی ہے یعنی مہر انکے - موضع ہو کر صداق کا مین

فرق یہ ہے کہ کابین سردست دینا ہوتا ہے اور وہ آخر زندگی تک ادا کرسکتا ہے۔ اور نحلہ مصدر بمعنی عطیہ بطیب نفس یعنی نحلہ بخوشی خاطر دینا اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ نحلہ مہر ہے اور عن عائشۃ ہی بالفریضۃ و نحوہ عن قتادۃ و مقاتل و ابن جریج ابن کثیر نے ذکر کیا کہ ابن زیدؒ نے کہا کہ نحلہ کلام عرب میں واجب ہے اور مراد یہ کہ عورت سے نکاح نکرے مگر بعوض کسی چیز واجب کے اور سوائے نبی صلعم کے کوئی کسی عورت سے بلا مہر نکاح نہیں کرسکتا اور حاصل یہ کہ مرد پر واجب ہے کہ جورو کو اسکا مہر ضرور دے، اور خوشی خاطر سے دے جیسے نحلہ دیتے ہیں اور مترجم کہتا ہے کہ ائمہ حنفیہ رح کے نزدیک نکاح اگرچہ بلفظ ہبہ جائز ہے مگر مہر مثل واجب ہوگا اور تفصیل اسکی ترجمۂ فتاوائے عالمگیری سے تلاش کرو اور قرطبی نے ذکر کیا کہ علماء کا اجماع ہے کہ شوہر پر جورو کا مہر واجب ہوتا ہے خواہ مہر مسمی یا مہر مثل اور نیز کہا کہ علما کا اجماع ہے کہ مہر کے زیادہ ہونے کی کوئی حد نہیں اور کم کی جانب اختلاف ہے **قال المترجم** چنانچہ شافعی سے روایت ہے کہ بیع میں جو مول ہو سکتا ہے وہ نکاح میں مہر ہو سکتا ہے اور ائمہ حنفیہ کے نزدیک دس درم سے کم نہیں ہو سکتا۔ اور واضح ہو کہ جو لوگ حیثیت سے زائد مہر مقرر کرتے ہیں کہ اسکو ادا نہیں کرسکتے تو عاقبت میں ان پر وبال ہوگا اگر دنیا میں عفو ہو تو بس اس سے احتراز واجب ہے اور مہر میں سے جبراً لینا حرام و قبیح ہے۔ **فَإِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا** ۔ تمیز محول عن الفاعل ای ان طابت انفسہن لکم عن شئی من الصداق فوہبنہ لکم یعنی نفسا جو تمیز واقع ہونے سے منصوب ہے فاعل سے تحویل کیا گیا یعنی در اصل طبن کا فاعل تھا ای اگر خوش ہوں نفس ان عورتوں کے تمہارے واسطے کچھ چیز دینے پر اس مہر میں سے جو تمنے انکو خوشی سے ادا کیا ہے پس یہ چیز مہر میں سے تم کو ہبہ کردیں۔ **فَكُلُوهُ هَنِيئًا** طیبا۔ تو کھاؤ تم اس چیز کو کھانا پاکیزہ۔ **مَّرِيئًا**۔ محمود العاقبۃ لا ضرر فیہ علیکم فی الآخرۃ۔ جس کا انجام کار اچھا ہے آخرت میں تمپر اسکا کچھ ضرر نہیں ہے اگر کہا جاوے کہ مال ہبہ تو کھانا جائز معلوم ہے پھر کیا حکمت ہے کہ بیان فرمایا تو مفسرینؒ نے جواب دیا نازل ردا علی من کرہ ذلک یعنی جس بندے نے اسکو اپنے وہم سے مکروہ سمجھا تھا اسکے رد کرنے کو نازل ہوا۔ اس سے ظاہر ہوا کلوہ کا امر واسطے وجوب کے نہیں بلکہ جواز کے واسطے ہے کیونکہ رد ہے اسکا جو مکروہ جانتا تھا بعض نے فرمایا کہ آتوا کا حکم عورت کے اولیاء کو ہے چنانچہ ابو صالح سے روایت ہے کہ حال یہ تھا کہ جب کوئی اپنی دختر کو بیاہ دیتا تو اسکا مہر خود لے لیتا اسکو نہیں لینے دیتا پس اللہ عز و جل نے نازل فرمایا و آتوا النساء صدقاتہن نحلۃ پس اس سے منع کردیا رواہ ابن جریر و ابن ابی حاتم

وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاءَ أَمْوَالَكُمُ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا وَاكْسُوهُمْ

اور مت دو بے عقلوں کو اپنے مال جو بنائے اللہ تعالے نے تمہارے واسطے گذران اور انکو اسمین کھلاؤ اور پہناؤ

وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۝ وَابْتَلُوا الْيَتَامَىٰ حَتَّىٰ إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ فَإِنْ آنَسْتُم

اور کہو انسے بات معقول اور سدھارتے رہو یتیموں کو جب تک پہونچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں

مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ ۖ وَلَا تَأْكُلُوهَا إِسْرَافًا وَبِدَارًا أَن

ہوشیاری تو حوالہ کرو انکو انکے مال اور کھا نہ جاؤ انکو اڑا کر اور گھبرا کر کہ یہ

يَكْبَرُوا ۚ وَمَن كَانَ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۖ وَمَن كَانَ فَقِيرًا فَلْيَأْكُلْ بِالْمَعْرُوفِ ۚ

بڑے نہ ہو جاویں اور جو کوئی غنی ہو تو چاہیے کہ بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے

فَإِذَا دَفَعْتُمْ إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ فَأَشْهِدُوا عَلَيْهِمْ ۚ وَكَفَىٰ بِاللَّهِ حَسِيبًا ۝

پھر جب انکو حوالے کرو انکے مال تو شاہد کرلو ان لوگوں پر اور اللہ بس ہے حساب سمجھنے والا

وَلَا تُؤْتُوا۔ ایہا الاولیاء۔ یعنی یہ خطاب اولیا کو ہی خواہ مجنون و بیوقوف وغیرہ مردون کے ولی ہون یا عورتون کے یا بچون کے
جو بالغ نہین خواہ یتیم ہون یا نہون۔ السُّفَهَاءَ۔ المبذرین من الرجال والنساء والصبیان۔ یعنی ایسے بیوقوفون کو جو بے ڈھنگ مال
برباد کرتے ہین مرد ہون یا عورتین یا نابالغ لڑکے لڑکیان۔ اور نہ دینے کے معنے یہ کہ انکو قابو مت دو اور سفہا کی تفسیر مین سلف کے
اقوال یہ ہین کہ ضحاک عن ابن عباس ؓ تیرے بیٹے اور جورو بے ڈھنگے ہین اور یہی قول حضرت ابن مسعود و حکم بن عتیبہ و حسن و
ضحاک کا ہی۔ عن سعید بن جبیر وہ یتیم لڑکے لڑکیان اور مترجم کہتا ہی کہ اس قول پر مراد یہ کہ یتیمون کے مال انکے ہاتھ مت دو کہ برباد کرین
پس اموالکم کے یہ معنے کہ انکے مال جو تمھارے پاس ہین نہ آنکہ اپنے ذاتی مال مت دو۔ عن مجاہد و عکرمہ و قتادہ۔ وہ عورتین ہین۔ اور ابو امامہ ؓ
سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ عورتین سب سفیہ ہین سوا اسکے جو اپنی قیم یعنے کام درست کرنے والے کی اطاعت کرے رواہ
ابن ابی حاتم و ابن مردویہ اور ابو ہریرہ ؓ سے ہی کہ وہ باندی غلام ہین رواہ ابن ابی حاتم۔ بالجملہ شاید مفسر رح نے اشارہ کیا کہ سفہا کا لفظ ان
سب کو شامل ہی لیکن کلام مابعد اسکو مساعد نہین۔ اَمْوَالَكُمُ۔ ای اموالہم التی فی ایدیکم۔ یعنی اموالکم مین اضافت ملک نہین بلکہ قبضہ
ہی یعنی انکے مال جو تمھارے قبضہ مین امانت ہین۔ الحاصل ای اولیا تمھارے پاس جن یتیمون لڑکون یا لڑکیون وغیرہ کے اموال ہین تم ان
اموال کو انہین سے احمقون کو مت دیدو کیونکہ ان اموال کو اللہ تعالی نے تمھارے سامان آخرت کا قوام کردیا ہی چنانچہ ان اموال کی صفت
بیان کی اور احتیاط کے سبب کا اشارہ کیا کہ۔ الَّتِي جَعَلَ اللَّهُ لَكُمْ قِيَامًا۔ مصدر قام ای تقوم بمعاشکم و صلاح اولادکم
فیضیعوہا فی غیر وجہہا۔ یعنی اکثر کی قرات مین قیاما بالف مصدر قام یقوم قیاما ہی یعنی جس سے تمھاری زندگی اور تمھاری اولاد کی درستی
کا قیام ہی اور حاصل یہ کہ مت دو بیوقوفون کو ایسا مال کہ وہ اسکو بے راہ ضائع کر ڈالین۔ وفی قراءۃ قیما جمع قیمۃ مایقوم بہ الامتعۃ یعنی نافع
و ابن عامر کی قرات مین قیما بدون الف کے جمع قیمت ہی یعنے وہ چیز جس سے متاع کا اندازہ لگایا جاتا ہی۔ و امتعہ جمع متاع ہی جس سے انسان
زندگی مین نفع اٹھاتا ہی پھر وہ قیما ہوتی ہی اور معنے یہ کہ بیوقوفون کو اپنے وہ مال مت دو جنکو اللہ تعالی نے تمھاری زندگانی کے امتعہ کے واسطے قیمت
کردیا ہی۔ وَارْزُقُوهُمْ فِيهَا۔ اطعموہم منہا۔ اور کھانا دو انکو ان اموال مین سے۔ اشارہ کیا کہ فی بمعنے من ہی اور زمخشری
نے اپنے معنی پر رکھا ہی ان اموال کو انکے رزق دینے کی جگہ بناؤ باینطور کہ تجارت کرکے اسکے نفع سے کھلاؤ اور معالم مین فرمایا کہ فیہا مین اشارہ
ہی کہ انکو رزق کا محل تصرف بناؤ یہ مت سمجھو کہ رزق اس سے ہی بلکہ مقدر ہی اور یہ ان لوگون کے حق مین جنکا نان نفقہ اسپر واجب ہی الا آنکہ مراد
فقط یتیم مکفول ہون۔ وَاكْسُوهُمْ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا۔ عدوہم عدۃ جمیلۃ باعطائہم اموالہم اذا رشدوا اور انکو
کپڑا دو اور انسے قول معروف کہو۔ قول معروف کہنے سے یہ مراد ہی کہ انکو بھلا وعدہ دو باین طور کہ یہ سب مال تمھارے ہین جب تم راہ پر آؤ
ہم تم کو دیدینگے۔ اور علی بن ابی طلحہ رح نے ابن عباس ؓ سے تمام آیت کے معنی یہ روایت کیے کہ تو یہ مت کر کہ جو مال سبحانہ اللہ تعالے نے دیا اور
تیری معیشت کیا ہی اسکو اپنی جورو یا دختر کو دیدے پھر تو انکا دست نگر ہو جاوے بلکہ اپنے پاس رکھ اور اسکو درست کر اور تو ہی انکے کھانے
کپڑے کی خبرگیری کر۔ وَابْتَلُوا۔ اختبروا۔ امتحان کرو۔ الْيَتَامَى۔ قبل البلوغ فی دینہم وتصرفہم فی اموالہم۔ یتیمون کو انکے بالغ ہونے
سے پہلے انکے دین کے معاملہ مین اور انکے اپنے مالون مین تصرف کرنے کے معاملہ مین باینطور کہ اگر پیشہ ور کا بچہ ہی تو اپنے پیشہ مین ڈھنگ
سے چلتا ہی یا نہین اور اگر زمیندار ہی تو اسمین انتظام اچھا کرتا ہی اور تاجر ہی تو تجارت مین کماتا ہی اور خطیب شافعی نے کہا کہ یہ امتحان قبل بلوغ
کے ہی اور جس معاملہ کو وہ قرار دے وہ پورا نہوگا۔ یہ صرف امتحان ہی اور امام ابوحنیفہ رح کے نزدیک اس کو ایسی چیز دیدے جسمین تصرف کرے

یہانتک کہ کھلے کہ اسکا نتیجہ کیا نکلا اور مدارک مین کہا کہ اسمین دلیل ہے کہ طفل عاقل کو تجارت کی اجازت دینا روا ہے اور اگر بدون اجازت
تجارت کے اسنے تصرف کیا تو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف رہیگا حَتّٰٓى إِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ - حتی کہ جب یہ لوگ نکاح کو پہونچ جاوین۔ ای
صاروا اہلا لہ بالاحتلام او السن وہو استکمال خمس عشرۃ سنۃ عند الشافعی۔ یعنی بلوغ نکاح سے حقیقی وصول نکاح نہین بلکہ مراد یہ کہ نکاح
کے لائق ہو جاوین خواہ باین طور کہ طفل یتیم کو احتلام ہو اور دختر یتیمہ کو حیض آوے یا سن بلوغ کو پہونچ جاوین اور وہ امام شافعیؒ کے نزدیک
پورے پندرہ برس ہین۔ قال فی الکمالین اور یہی قول اوزاعی و ابن وہب و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ کا ہے اور یہی ایک روایت امام ابو حنیفہؒ سے ہے
یہی صحیح ثابت از حدیث ابن عمرؓ در صحیحین اور اسی پر فتوی ہے اور دوسری روایت مین اٹھارہ برس ہین اور یہی قول سفیان ثوریؒ کا ہے اور امام مالک
و احمد و اسحاق و لیث بن سعد کے نزدیک زیر ناف کے کڑے بال جمنے پر ہے اور شافعیؒ نے کہا کہ ایسی باتون سے کافر کے حق مین بلوغ کا حکم
ہوگا مسلمان کے حق مین نہوگا قال المترجم وجہ یہ کہ مسلمان تو علاج سے ایسا کر لیتے ہین تا کہ بیت المال سے انکا حق مقرر ہو جاوے
اور کافر اس خوف سے نہین جمنے دیتے کہ اسپر جزیہ مقرر ہوگا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ صحیح یہ ہے کہ سب کے حق مین بلوغ ہے کیونکہ یہ جبلی ہے اور
معالجہ کا احتمال بعید ہے اور امام احمدؒ نے عطیہ قرظی سے روایت کی کہ جس روز بنو قریظہ بحکم سعد بن معاذ اپنے قلعہ سے ہتھیار ڈال کر نکلے اور سعدؓ نے انکو
بکم بدا انتہا یہ حکم لگایا کہ انمین سے لڑنے والے یعنی بالغ قتل کیے جاوین اور نابالغ قید کیے جاوین یعنے لونڈی غلام بنائے جاوین تو حضرت صلعم
نے حکم کیا کہ دیکھو کس کے بال جمے ہین پس جسکے بال جمے تھے وہ قتل ہوا اور جس کے نہین جمے تھے وہ چھوڑا گیا اور مین ان مین تھا جو چھوڑا گیا
وقد رواہ اصحاب السنن بنحوہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ فَإِنْ آنَسْتُمْ - ابصرتم - تم دیکھو اور یہ قلبی دیکھنا ہے نہ آنکھ سے مِّنْهُمْ
رُشْدًا - صلاحا فی دینہم و مالہم - یعنی رشد سے مراد صلاحیت ہے دین مین اور مال کے تصرف کرنے مین یعنی دین مین صالح ہو جو راہ
صواب پر مال خرچ کرتا ہے اور مال کی حفاظت رکھتا ہے بخلاف فاسق کے اور یہی تفسیر حضرت ابن عباسؓ و حسنؒ و سعید بن جبیرؒ و دیگر ائمہ فقہا سے
مروی ہے یعنے پھر اگر انکی طرف سے رشد دیکھو تو - فَادْفَعُوا إِلَيْهِمْ أَمْوَالَهُمْ - انکو انکا مال دیدو۔ یعنی حد بلوغ سے بدون
تاخیر کے دیدو اور اسکا مفہوم یہ ہے کہ اگر انسے رشد نہ دیکھا جاوے تو انکا مال نہ دیا جائیگا اور یہی قول امام شافعیؒ و ابو یوسف و محمد کا ہے اور امام ابو حنیفہؒ
کے نزدیک بنا بر انکہ اٹھارہ برس کا سن بلوغ ہوتا ہے سات برس اور یعنے پچیس برس کے سن تک انتظار کیا جائیگا اور سات برس کی مدت
تغیر احوال کے واسطے معتبر ہے کہ طفل کو تمیز ہوتی اور اسپر نماز کا حکم کیا جاتا ہے پس اسقدر انتظار کر کے اسکا مال اسکو دیدیا جائیگا اگرچہ اس سے
رشد نہ دیکھا جاوے اور مفہوم سے استدلال کرنا ہمارے نزدیک ناتمام ہے اور اگر تسلیم بھی کیا جاوے تو آیت مین لفظ رشد نکرہ ہے پس ادنی رشد
جس پر بولا جاتا ہے مراد ہوگا اور اس سن پر اسقدر پایا جاتا ہے کیونکہ اسکی فرع اب اصل ہو جاتی ہے پس وہ اصل ہونے مین درجہ نہایت پہونچ گیا۔ اگر کہا جاوے
کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک آزاد بالغ پر حجر نہین جائز ہے یعنی قاضی اسکو اپنی ملک مین تصرف کرنے سے منع نہین کر سکتا بایں طور کہ اسکا تصرف
نافذ نہو پھر انتظار کے کیا معنے ہین تو جواب یہ ہے کہ یہ انتظار بغرض حصول رشد ہے نہ آنکہ حجر ہے پھر جاننا چاہیے کہ صاحبین یعنی امام ابو یوسف
و امام محمد و دیگر ائمہ مجتہدین جمہور نے آزاد و بالغ پر بھی جبکہ سفیہ وغیرہ ہووے حجر جائز رکھا ہے اور اسی آیت سے سفیہ کے محجور ہونے پر استدلال
کیا اور مروی ہے کہ جعفر بن ابی طالب نے ساٹھ ہزار درم کو ایک ریتلی زمین خریدی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ مین عثمانؓ کے پاس جاتا ہون
تجھے محجور کرانے کو پس زبیر بن العوامؓ نے کہا کہ ہان مین اسکا شریک ہوں تو عثمانؓ نے کہا کہ بھلا مین ایسے شخص کو کیونکر محجور کرون جس کے
شریک زبیر بن العوام ہین پس یہ دلالت کرتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم مین محجور کرانا آزاد بالغ کا جاری تھا اور کلام اسمین طویل ہے - وکلا

تَاْكُلُوْهَآ ۔ ایہا الاولیاء۔ یہ خطاب یتیم کے اولیاء کو ہے۔ اِسْرَافًا ۔ بغیر حق۔ مراد اسراف سے بغیر حق ہے ای لاتاکلوہا مسرفین ومبادرین
وَّبِدَارًا ۔ ای مبادرین الی انفاقہا مخافۃ۔ اَنْ يَّكْبَرُوْا ۔ رشدا فیلزمکم تسلیمہا الیہم یعنی ای اولیاء تم مت کھاؤ اسکو اسرافا و
بدارا ای درحالیکہ اسراف اور مبادرت وجلدی کرنے والے ہو اس مال کے خرچ کرنے مین اس خوف سے کہ یہ یتیم بالغ ہون رشد کے ساتھ
پس تمہیر بلا تاخیر کے لازم آوے کہ انکو انکے اموال سپرد کرو ویسے اس خوف سے مبادرت نہ کرو کہ یہ رشد سے بالغ ہوے تو سب دینا
پڑے گا۔ پس لاؤ بالفعل ہی کھا جاوین لہذا اسراف وبدار سے کھانا تو مطلقاً حرام کیا خواہ ولی اسکا تونگر ہو یا فقیر ہو اور بدون اسکے
تفصیل فرمائی کہ۔ وَمَنْ كَانَ ۔ من الاولیاء۔ غَنِيًّا فَلْيَسْتَعْفِفْ ۔ ای یعف عن مال الیتیم ویمتنع من اکلہ۔ یعنی اولیاء مین
سے جو تونگر ہو اس کو چاہیے کہ استعفاف کرے۔ ای عفت اختیار کرے مال یتیم سے اور اسکو کھانے سے باز رہے۔ اور عفت بمعنے
باز رہنا اس چیز سے جو حلال نہین پس استعفاف تو عفت سے بھی زیادہ کمال مبالغہ ہے۔ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ ۔ منہ
بِالْمَعْرُوْفِ ۔ بقدر اجرۃ عملہ۔ اور جو فقیر ہو تو مال یتیم سے بقدر معروف کھاوے یعنی بقدر مزدوری۔ یعنی بالمعروف کی یہ تفسیر
ہے کہ اپنے کام کی اجرت کے قدر کھاوے۔ اور ایسا ہی بخاری نے عائشہ رض سے روایت کیا۔ پس مال یتیم مین اگر تجارت کرے یا اسکی زمین مین زراعت
کرے یا مانند اسکے تو دستور کے موافق جو کچھ ایسے کام کی کم سے کم مزدوری دیجاتی ہے بقدر کھاوے اور ضامن نہ ہوگا اور نہ وہ اسیر
قرضہ رہے گا اور یہی قول حضرت عائشہ رض و ایک جماعت اہل علم مانند عطاء بن ابی رباح و عکرمہ و ابراہیم نخعی و حسن بصری وغیرہم کا ہے اور
انھین مین سے جو کہتے ہین کہ عوض نہ دینا پڑیگا بعض نے کہا کہ سخت ضرورت کے وقت بدون اجرت کام وغیرہ کے بقدر جان پروری کھالیوے
اور بعض نے کہا کہ اجرت مثل اور قدر حاجت مین سے جو کم مقدار ہے وہ کھاوے بالجملہ اصحاب شافعی کے نزدیک یہی صحیح ہے کہ مال یتیم سے
جو بطور معروف کھایا اسکی ضمان لازم نہین ہے اور یہی جمہور فقہا کا قول ہے۔ اور ایک قوم نے فرمایا کہ فلیاکل بالمعروف سے مراد قرض ہے
کو حاجت کے وقت کھالیوے اور جب میسر آوے تو اسکی مثل دیدے اور یہ قول عمر بن الخطاب و ابن عباس و عبیدہ سلمانی و ابن جبیر و شعبی
ومجاہد و ابو العالیہ و اوزاعی وغیرہم سے مروی ہے چنانچہ براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ عمر رض نے مجھ سے فرمایا کہ مین نے
اپنے آپ کو اللہ تعالے کے مال مین یعنے خزانہ بیت المال مین بمنزلہ اس شخص کے قرار دیا ہے جو یتیم کا والی ہوتا ہے کہ اگر مجھے بہت ضرورت
پیش آئی تو مین امین سے بقدر ضرورت لیتا ہون پھر جب اللہ تعالے نے میرے ہاتھ آسانی دی تو جس قدر لیا اسقدر مین واپس کردیا
ہون اور اگر حاجت نہین ہوتی تو اس سے تعفف کرتا ہون رواہ سعید بن منصور قال ابن کثیر باسناد صحیح ونحوہ ابن ابی الدنیا عن حارثہ
بن مضرب عنہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ کمال پرہیزگاری و احتیاط ہے اور آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ دستور کے موافق بقدر اجرت کار کھا لینا
بدون ضمان کے روا ہے وقد روی الامام احمد من حدیث عمرو بن شعیب عن ابیہ عن جدہ مرفوعا کہ ایک مرد نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے
پوچھا کہ میرے پاس کچھ مال نہین اور میری ولایت مین ایک یتیم ہے تو آپ نے فرمایا کہ تو اپنے یتیم کے مال مین سے کھا درحالیکہ تو اسراف کرنے والا نہو
اور فضول برباد کرنے والا نہو اور نہ مال جمع کرنے والا ہو اور نہ اسکا مال دیکر اپنا مال بچانے والا ہو۔ اور ابن ابی حاتم کی روایت مین فرمایا
کہ بطور معروف خرچ کرنے درحالیکہ تو اسراف کرنیوالا نہو۔ و رواہ ابو داؤد والنسائی و ابن ماجہ اور ایسا ہی مضمون ابن حبان و ابن مردویہ نے
جابر رض سے مرفوعا روایت کیا ہے۔ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ ۔ ای الیتامی۔ پھر جب تمنے دیدیے انکو یعنے یتیمون کو یعنی اَمْوَالَهُمْ
فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ۔ انہم تسلموہا وبرئتم لئلا یقع اختلاف فترجعوا الی البینۃ وہذا امر ارشاد۔ انکے مال تو انپر گواہ کرلو۔ یعنے گواہ

کرلو اوپر اسکے کہ انھون نے وصول پایا تمھارے سپرد کرنے سے اور تم بری ہوے تاکہ اختلاف نہ پڑے اور درصورت اختلاف پڑنے کے تم گواہون کی طرف رجوع کرو اور یہ حکم امر کا وجوب کے لیے نہین بلکہ امر ارشادی ہے یعنی دنیاوی کام مین ڈھنگ بتلا دیا کہ شرعی مواخذہ ظاہرے تمھارے حق مین بچاؤ اسطرح ہے اور بیضاوی وغیرہ مین ہے کہ اس کلام مین دلیل ہے کہ جو متولی یتیم ہے اگر دعوی کرے کہ مین نے یتیم کو اس کا مال دیدیا اور یتیم وصول پانے سے انکار کرتا ہے تو اسکے قول کی بدون گواہون کے تصدیق نہوگی اور یہی امام شافعیؒ و مالکؒ کا مذہب ہے اور امام ابو حنیفہؒ نے اسکے خلاف فرمایا ہے کیونکہ یتیم کے متولی کو اللہ تعالے نے امین قرار دیا ہے تو وہ ضمین نہین ہے وَکَفٰی بِاللّٰهِ - الباء زائدۃ - یعنی باء اللہ کی باء زائد ہے عکبریؒ نے کہا کہ اسکا فائدہ یہ ہے کہ امر کے معنی پر دلالت کرے کیونکہ تقدیر کلام یہ ہے اکتف باللہ ای اکتفا کر ساتھ اللہ تعالی کے حَسِيبًا حافظا لاعمال خلقه محاسبهم - کہ وہ حافظ ہے اپنے مخلوق کے کامون کا اور پھر انکا حساب کرنیوالا ہے قیامت وغیرہ مین اور اس کلام مین وعید شدید ہے پس اولیاء یتیم تو ڈرین کہ انکا مال اسراف وغیرہ سے نہ کھاوین اور طمع پر دیدہ و ردستی کو پیش نظر رکھین اور یتیمون کو نہ دیدہ وصول پاکر انکار نکرین اور شکر گذار رہین ف غرائس البیان مین ہے قولہ تعالی فان انستم منهم رشدا - رشد سے بیان واللہ اعلم یہ اشارہ ہے بسوئے معرفت آلہی اور اسکی محبت اور سنت رسول اللہ صلعم کے موافق اللہ تعالی کی راہ پر ثابت رہے اور بعض نے کہا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے طور پر سنت کا برتاؤ ہے اور بعض نے کہا کہ سنت طریقہ پر عبادت پر قائم رہے اور ابن عطاءؒ نے کہا کہ رشد وہ ہے جو الہام و وسوسہ مین فرق کرنے

لِلرِّجَالِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ وَلِلنِّسَاءِ نَصِيبٌ مِّمَّا تَرَكَ

مردون کے لیے حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین ماں باپ اور ناتے والے اور عورتون کے لیے بھی حصہ ہے اسمین سے جو چھوڑ مرین

الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ أَوْ كَثُرَ نَصِيبًا مَّفْرُوضًا

ماں باپ اور ناتے والے اس تھوڑے مین سے یا بہت مین سے حصہ مقرر کیا ہو

ونزل ردا لما كان عليه الجاهلية من عدم توريث النساء والصغار - نازل ہوا یہ کلام اس رسم کے رد کرنے کو جسپر اہل جاہلیت قائم تھے کہ میراث نہین دیتے عورتون کو اور نہ صغیر بچون کو مترجم کہتا ہے کہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ سعید بن جبیرؒ و قتادہؒ نے کہا کہ مشرکون کا قاعدہ تھا کہ میراث کا تمام مال بالغ مردون کا کر دیتے اور عورتون کو و اطفال کو اگرچہ لڑکے ہون کچھ نہین دلاتے پس یہ آیت نازل ہوئی اور ابن مردویہ نے جابرؓ سے روایت کی کہ ام کحہؓ آئی رسول اللہ صلعم کے پاس اور عرض کیا کہ میری دو بیٹیان ہین انکا باپ مرگیا اور انکے کھانے کو کچھ نہین ہے پس اللہ تعالے نے یہ آیت نازل فرمائی وسیاتی انشاء اللہ تعالے - اور معالم مین ذکر فرمایا کہ اوس بن ثابت انصاری نے وفات پائی اور تین بیٹیان چھوڑین اسکی جورو نے آکر رسول اللہ صلعم سے عرض کیا کہ اوس بن ثابت نے انتقال کیا اور اچھا مال چھوڑا جو سوید و عرفجہ اسکے چچازاد بھائیون نے لیا اب ان بیٹیون کے پاس کچھ کھانے کو نہین ہے اور حضرت صلعم سے سوید و عرفجہ نے کہا کہ یا رسول اللہ کی اولاد گھوڑے پر سوار ہوتے اور دشمن کو دفع کرنے اور مشقت برداشت کرنے کے لائق نہین ہے پس یہ آیت نازل ہوئی تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ تعالی نے اسکی بیٹیون کا حق مقرر فرمایا ہے تم اسکے مال کو ہاتھ نہ لگانا یہانتک کہ اسکی مقدار نازل ہو پھر اللہ تعالی نے نازل فرمایا - یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ و عنقریب آئندہ مواریث مین شان نزول بطریق جید بیان ہوگا انشاء اللہ تعالی یہین سے بیضاویؒ نے کہا کہ خطاب پہلے اترا پھر اسکے بعد بیان نازل ہوا تو بیان کی تاخیر جائز ہونا ثابت ہوا قال المترجم اسقدر تو ائمہ حنفیہ بھی قائل ہین اور شاید اسمین تو کسیکو بوجہ وجیہ کلام ہو ہان خلاف اسمین البتہ ہے کہ ضرورت کے وقت سے بیان مین تاخیر ہونا ممکن ہے یا نہین فافهم لِلرِّجَالِ - الاولاد والاقارب - یعنی مردون سے عام مراد ہین خواہ اولاد ہون یا ناتے دار ہون اگرچہ استحقاق مین ایک دوسرے

کے بعد اپنی اپنی شرط سے ہیں جو آگے بیان ہوگی۔ نَصِیۡبٌ - حظ - مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدَانِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ - المتوفون - مرنیوں کے لیے یعنی اولاد اور اقارب کے لیے حصہ ہے اس مال سے جو والدین و اقارب نے چھوڑا یعنے بعد وفات کے اور یہ ترک کے لفظ سے جو انکے محاورہ میں ایسے مقام پر موت کے بعد چھوڑنے پر بولا جاتا ہے مفہوم ہوا اور چونکہ اقربین کے ترکہ سے رجال کا حصہ فرمایا تو معلوم ہوا کہ رجال شامل ہے اولاد و اقارب دونوں کو کیونکہ اقربین کا وارث بھی میت کا اقرب ہوگا کیونکہ یہ رشتہ دونوں طرف سے ہے۔ وَلِلنِّسَآءِ نَصِیۡبٌ مِّمَّا تَرَكَ الۡوَالِدَانِ وَالۡاَقۡرَبُوۡنَ - نساء سے مراد مونث اولاد و ناتے دار ہیں خواہ بچہ ہوں حتی کہ میت کی وفات کے وقت حمل ہوں تو بھی وہ اس میراث کے مستحق ہونگے جیسے الرجال سے مراد مذکر ہیں خواہ طفل ہوں یا مراہق قریب بلوغ یا پورے مرد ہوں حتی کہ حمل نرینہ کو بھی شامل ہے اور یوں نہ فرمایا کہ وللنساء کذلک اس میں فتوی دینے کی تعلیم ہے کہ صاف بسط سے ہو اور حدیث صحیح میں ہے کہ حضرت کلمہ جامعہ کو مفصل اور تین بار فرماتے تھے مِمَّا قَلَّ مِنۡهُ - ای المال - اَوۡ كَثُرَ - یہ بدل ہے قولہ ما ترک سے باعادۂ حرف جار اور منہ کی ضمیر مبدل منہ کی طرف راجع ہے اور چونکہ مبدل منہ سے مراد مال متروکہ ہے لہذا مفسر رح نے ضمیر کو مال کی طرف راجع کیا اور حاصل کلام یہ کہ میت کی اولاد یا ناتے دار خواہ مذکر ہوں یا مونث ہوں بشرطیکہ میت کی وفات کے وقت انکا وجود قطعی ہو اگرچہ نطفہ سے ہو انکو میت کے مال متروکہ میں سے خواہ مال قلیل ہو یا کثیر ہو حصہ ہے پھر اس حصہ کو فرمایا - جعلہ اللہ - نَصِیۡبًا مَّفۡرُوۡضًا - یعنی کر دیا اسکو اللہ تعالی نے حصہ فرض کیا ہوا پس مفسر رح نے نصیبا کو جعلہ اللہ - مقدر کا دوسرا مفعول قرار دیا اور معالم میں فرمایا کہ نصب اسکو بقطع ہے یعنے مفعول مطلق فعل محذوف کا ہے اور مفسر رح نے مفروض کی تفسیر کی - ای مقطوعا بتسلیمہ الیہم - یعنے ان وارثوں کو اسکا سپرد کرنا مقطوع کیا گیا پس فرض بمعنے قطع لیا - اور مترجم کہتا ہے کہ لغت میں فرض بمعنے قطع و تقدیر ہے جیسے قولہ فریضۃ من اللہ - میں ہم نے کہا ہے وسیاتی انشاء اللہ تعالی اور یہاں بمعنی قطع ہے اور ہمارے نزدیک فرض و واجب میں شرعا فرق ہے پس فرض وہ ہے جو بدلیل قطعی ثابت ہوا اور واجب میں گونہ ظن و گمان ہوتا ہے لیکن یہ امر بعد رسول اللہ صلعم کے پیدا ہوا ورنہ اسوقت دونوں متحد تھے - اور یہ فقط اعتقادی فرق ہے ورنہ عمل کرنا تو دونوں پر حتمی ہے اور شافعیہ نے یہ فرق نہیں کیا اور صحیح یہ ہے کہ یہ فرق معقول ہے اور شارح منہاج بیضاوی نے بھی اسکا اقرار کیا ہے پھر چونکہ آیت کریمہ میں یہ حصہ اللہ تعالے کی طرف سے مفروض ہے تو ثابت ہوا کہ وارثوں کے ساقط کرنے سے ساقط نہوگا اور اگر وارث خود اعراض کرے اور قبول نہ کرے تو مانند وصیت کے جو ساقط ہو جاتی ہے یہ ساقط ہوگا اور اگر ایک وارث نے بدون تقسیم و وصول کے اپنا حصہ اور وارثوں کو ہبہ کر دیا تو چاہیئے کہ امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک صحیح نہو اسلیئے کہ یہ غیر مقسوم کا ہبہ ہے اور ہبہ مشاع انکے نزدیک باطل ہے فافہم

وَاِذَا حَضَرَ الۡقِسۡمَةَ اُولُوا الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنُ فَارۡزُقُوۡهُمۡ مِّنۡهُ وَقُوۡلُوۡا لَهُمۡ قَوۡلًا مَّعۡرُوۡفًا ۝ وَلۡيَخۡشَ الَّذِيۡنَ لَوۡ تَرَكُوۡا مِنۡ خَلۡفِهِمۡ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوۡا عَلَيۡهِمۡ ص فَلۡيَتَّقُوا اللّٰهَ وَلۡيَقُوۡلُوۡا قَوۡلًا سَدِيۡدًا ۝ اِنَّ الَّذِيۡنَ يَاۡكُلُوۡنَ اَمۡوَالَ الۡيَتٰمٰى ظُلۡمًا اِنَّمَا يَاۡكُلُوۡنَ فِىۡ بُطُوۡنِهِمۡ نَارًا ؕ وَسَيَصۡلَوۡنَ سَعِيۡرًا ۝

(زیر سطر ترجمہ: اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت ناتے والے اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ رزق دو اور کہو ان کو بات معقول اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف خوف کریں ان پر پس چاہیے کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی البتہ جو لوگ کھاتے ہیں مال یتیموں کے ظلم سے یہی ہے کہ کھاتے ہیں اپنے پیٹوں میں آگ اور جلدی پیٹھیں گے آگ میں)

ع ۱ ۸

(حاشیہ: اسی سے فقہا نے فرمایا ... کہ میت کی وفات سے چھ مہینے کے اندر بچہ ... پیدا ہو تو اس بچے کو میراث ملے گی کیونکہ وفات کے وقت اسکا وجود قطعی ہے کیونکہ اقل مدت حمل کی چھ مہینے ہے ... عالمگیری سے ... ۱۲ م)

وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ - للميراث - ایساہی ابن عباس رضؓ وغیرہم سے روایت ہے یعنی قسمت و بٹوارہ سے مراد میراث کی تقسیم ہے اور اولی یہ ہے کہ لفظ ترکہ کہا جاوے جو سابق مین ضمنا مذکور اور یہان الف لام سے معہود ہے اور ظاہر احضور سے مراد خود بخود حاضر ہونا موافق عادت کے ہے۔ اُولُوا الْقُرْبٰى - ذوو القرابۃ ممن لا یرث - یعنی صاحبان قرابت سے مراد وہ قرابتی ہین جو میت کی میراث نہ پاوینگے خواہ اسوجہ سے کہ ایسے عصبہ ہین جو دوسرے کے ہوتے ہوے محروم ہین یا ذوی الارحام ہین کذا قیل بالجملہ اوپر کی آیت سے دلالت پائی گئی کہ میراث پانے والے اہل قرابت کے سوائے یہان مراد ہین اور یہی اکثر مفسرین نے کہا ہے۔ فَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ شیئا قبل القسمۃ (المعنی) اور جب بٹوارہ میراث مین ایسے صاحبان قرابت حاضر ہون جو وارث نہونگے اور اطفال یتیم اور مساکین حاضر ہون تو میراث مین سے بٹوارہ سے پہلے کچھ دیدو یعنی اوس مال متروکہ مین سے اس کے بانٹ لینے سے پہلے انکو کچھ دیدو اور یہ خطاب بالغ وارثان میت کو یا میت کے وصی کو ہے اور حاصل یہ کہ جب وارث بالغ ہون اور ترکہ تقسیم ہونے کے وقت یہ لوگ جو مذکور ہوے ہین حاضر ہون تو بانٹ لینے سے پہلے ترکہ مین سے انکو بھی کچھ دیدو کیونکہ بعد بانٹ لینے کے ہر ایک اپنے حصہ مین سے دے سکتا ہے پس ترکہ سے انکو کچھ نہین ملیگا۔ وَقُوْلُوْا - ایہا الاولیاء لَهُمْ - اذا کان الورثۃ صغارا - قَوْلًا مَّعْرُوْفًا - اور کہو اے اولیاء میت یا وصی میت ان حاضرین مذکورہ سے جبکہ میت کے وارث نابالغ ہون یا انہین سے کوئی نابالغ ہو قول معروف یعنی قول جمیل بایں طور کہ ان حاضرین سے عذر کرو کہ ہم کچھ دینے کے مالک نہین ہمکو اختیار نہین ہے کیونکہ ورثہ تو نابالغ ہین جو کہ یہ امر پایا نہین جاتا ہے تو مفسرین نے اسمین اختلافی اقوال یون بیان کیے کہ قیل ہو امر منسوخ وقیل لا ولکن تہاون الناس فی ترکہ وعلیہ فہو مذہب وعن ابن عباس واجب بعض نے کہا کہ یہ حکم منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہیں ولیکن بات یہ ہوئی کہ لوگون نے تہاون کر کے اسکو چھوڑ دیا اور اس قول پر صیغہ امر جو آیت مین مذکور ہے استحباب کے لیے ہوگا یعنی مستحب ہے کہ انکو بھی کچھ دیدو پس لوگون نے استحباب چھوڑ دیا اور ابن عباس رضؓ سے روایت ہے کہ ایسا کرنا واجب ہے مترجم کہتا ہے کہ وجہ اختلاف یہاں اسطرح ہے کہ فارزقوہم - کا امر وجوب کا ہے یا استحباب کا ہے اور یہ حکم بالغ وارثون کو ہے یا اولیاء میت کو ہے خواہ وارث بالغ ہون یا نابالغ پھر منسوخ ہے یا محکم ہے اور روایات و اقوال مفسرین سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر ایک کی طرف جانے والے گئے ہین چنانچہ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ عوفی نے ابن عباس رضؓ سے قولہ واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ - مین روایت کیا کہ یہ فرائض کے نازل ہونے سے پہلے تھا پھر اللہ تعالی نے فرائض کو نازل فرمایا پس ہر حقدار کو اسکا حق مفروض کر دیا پس صدقہ اسمین رہا جو میت بیان کر جاوے - رواہ ابن مردویہ وقار رواہ ابن ابی حاتم من طریق عطاء عن ابن عباس نحوہ اور قول نسخ کو ابن مردویہ نے من طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس بھی روایت کیا اور یہی قول قتادہؒ نے سعید ابن المسیب سے روایت کیا کما رواہ ابن ابی حاتم ورواہ مالک عن الزہری عن سعید رحمہ اللہ اور یہی قول عکرمہ و ابو الشعثاء و قاسم بن محمد و ابو صالح و ابو مالک و زید بن اسلم و ضحاک و عطاء خراسانی و ربیعہ بن ابی عبد الرحمن و مقاتل بن حیان سے مروی ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے اور یہی مذہب جمہور فقہاء و چارون مشہور امامون ابو حنیفہ و مالک و شافعی و احمد اور انکے اصحاب کا ہے اور مترجم کہتا ہے کہ بعض نے اعتراض کیا کہ اہل قرابت سے غیر وارثین مراد ہین اور حق انکا بوجہ میراث نہین تا کہ کہا جاوے کہ آیت مواریث سے منسوخ ہے لیکن اگر کہا جاوے کہ اولوا القربی جو یہان مذکور ہین وہ وارثین ہین تو نسخ کی وجہ البتہ ہو سکتی ہے مترجم کہتا ہے کہ یہ نادانی ہے اور جواب یہ ہے کہ قائلین نسخ کہتے ہین کہ ابتداء اسلام مین واجب تھا کہ ترکہ مین سے ایک حصہ اہل قرابت غیر وارثین و یتامی و مساکین کو دیا جاوے اور اسوقت تک تمام ترکہ کی مفصل تقسیم وارد نہین ہوئی تھی پھر جب مفصل تقسیم وارد ہوئی تو ہر ایک حقدار کا حال معلوم ہو گیا اور رہا وراثت میراث کے صدقہ فرض

وصیت رہا کہ تہائی مال یا اس سے کم مین میت کسی کے واسطے وصیت کر جاوے اور ہمارا مذہب یہ ہی کہ کسی وارث کے حق مین وصیت نہین ہی لقولہ علیہ السلام لا وصیۃ لوارث نہین وصیت کسی وارث کے لیے اور یہ حدیث صحیح حجت ہی کما صرح بہ ابن کثیر وغیرہ پھر جاننا چاہیے کہ حضرت ابن عباسؓ سے بیان روایات مختلف وارد ہوئی ہین چنانچہ منسوخ ہونے کی روایات اوپر گذرین اور بعض روایات مین ہی کہ آیت محکم ہی اور بعض روایات مین ہی کہ مراد اس سے وصیت ہی چنانچہ بیان تفسیر سے معلوم ہوگا شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ بعض نے فرمایا کہ مراد یہ ہی کہ جب تقسیم ترکہ کے وقت صاحبان قرابت جو وارث نہین ہونگے اور یتیم اور مسکین حاضر ہون تو انکو ترکہ سے ایک حصہ نکال دیا جاوے اور یہ ابتداء اسلام مین واجب تھا اور بعض نے فرمایا کہ یہ مستحب ہی پھر آئین اختلافی دو قول ہین کہ آیا یہ منسوخ ہی یا نہین تو عکرمہ نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ یہ آیت محکمہ ہی منسوخ نہین ہی وکذا رواہ سعید بن جبیر عن ابن عباس رواہ البخاری اور مقسمؒ نے ابن عباس سے روایت کی کہ یہ آیت قائمہ ہی اسپر عمل کیا جاوے رواہ ابن جریر اور مجاہدؒ نے کہا کہ اہل میراث پر یہ واجب ہی کہ جہانتک نکلے دل کی خوشی سے دیوین اور ایسا ہی حضرت ابن مسعود و ابو موسی و عبد الرحمٰنؓ بن ابی بکر و ابو العالیہؒ و شعبیؒ و حسنؒ سے مروی ہی اور ابن سیرین و سعید بن جبیر و مکحول و ابراہیم نخعی و عطاء بن ابی رباح و زہری و یحیی بن یعمر نے کہا کہ یہ واجب ہی پھر ابن کثیرؒ نے عبد الرزاق کی روایت سے ایراد کیا کہ عبد الرحمٰن بن ابی بکر الصدیق کے بیٹے عبد اللہ نے اپنے باپ کی میراث تقسیم کی اور حضرت عائشہؓ زندہ تھین پس انھون نے احاطہ مین کوئی مسکین و قرابت دار نہین چھوڑا مگر آنکہ اسکو اپنے باپ کی میراث سے کچھ دیا اور یہی آیت پڑھی واذا حضر القسمۃ اولوا القربی الآیۃ قاسمؒ نے کہا کہ پھر مین نے ابن عباس سے ذکر کیا تو فرمایا کہ انھون نے ٹھیک نہین کیا یہ تو وصیت کے حق مین ہی یعنی میت جب ان لوگون کے حق مین وصیت کر جاوے رواہ ابن ابی حاتم اور شیخ ابن حجر رحمہ اللہ نے کہا کہ امر مذکور استحباب کے لیے ہی اور یہی صحیح معتمد ہی اور بسبب دلیل وہ ارجح ہی جو مجاہدؒ سے مروی ہی کیونکہ امر کے معنے اپنی اصل پر رہتے ہین کما لا یخفی اور امام محی السنہؒ نے معالم مین بعض کا قول نقل کیا کہ تمام اقوال مین سے اولی یہ ہی کہ امر مذکور استحباب کا ہی وجوب کا نہین ہی اور آیہ کریمہ منسوخ نہین ہی اور بنا برین آیت کریمہ کے معنے یہ ہین کہ تقسیم ترکہ کے وقت جب ایسے لوگ حاضر ہون جو میت کے ناتے دار ہین مگر وارث نہ ہونگے تو انکو کچھ دو تا کہ انکی دل شکنی نہ ہو اور یتیم آوین یا مساکین آوین تو انکو دو کہ سبب برکت ہی اور شکر نعمت ہی و تحقیق ای لیخف علی الیتامی۔ یعنے اور چاہیے کہ خوف کرین یتیمون پر۔ اَلَّذِیْنَ لَوْ تَرَکُوْا۔ ای قاربوا ان یترکوا۔ وہ لوگ کہ نزدیک پہونچے اسکے کہ چھوڑین مِنْ خَلْفِهِمْ۔ من بعد موتهم۔ اپنی موت کے بعد ذُرِّیَّةً ضِعٰفًا۔ اولاد صغیر خَافُوْا عَلَیْهِمْ۔ الضیاع۔ خوف کرین انپر یعنے ضائع ہونے کا فَلْیَتَّقُوا اللّٰهَ۔ فی امر الیتامی ولیاتوا الیهم ما یحبون ان یفعل بذریتهم من بعد موتهم۔ پس چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالے سے یتیمون کے معاملہ مین اور چاہیے کہ بجا لاوین یتیمون کے ساتھ وہ بات جسکو چاہتے ہین کہ انکی موت کے بعد انکی ذریت کے ساتھ برتی جاوے۔ وَلْیَقُوْلُوْا۔ للمیت۔ اور چاہیے کہ کہین میت سے یعنی اسکی موت سے کچھ پہلے جبکہ اسپر موت کے آثار ظاہر ہون اور وہ وصیت وغیرہ کرنے لگے۔ قَوْلًا سَدِیْدًا۔ صوابا بان یامروہ ان یتصدق بدون ثلثہ ویدع الباقی لورثتہ ولا یدعهم عالۃ۔ قول صواب بایںطور کہ میت کو سمجھاوین کہ اسکے ترکہ مین سے تہائی مال جسکے صدقہ کرنیکا اسکو اختیار ہی اس تہائی سے کم کو صدقہ کرے اور باقی کو اپنے وارثون کے لیے چھوڑ جاوے اور یہ نکرے کہ وارثون کو محتاج چھوڑے خلاصہ یہ کہ اللہ تعالی نے لوگون کو ارشاد کیا خصوص ایسے لوگون کو جو اولاد چھوڑ کر مرنے کے قریب پہونچے ہین کہ تمھارے مرنے کے بعد تم اپنی ذریات سے جو برتاو چاہتے ہو وہی تم بھی اپنی حیات مین یتیمون کے حال پر کیا کرو۔ ف مفسرؒ نے یہ خطاب عام قرار دیا کہ یتیم کے متولی اور غیر متولی سب کو ہی اور لو ترکوا۔ بجاے قاربوا

ان ترکوا کے اس فائدہ کے واسطے ہے کہ مرنا امر یقینی ہے پس مفروض مقدر بمنزلہ واقع کے سمجھنا چاہیے اور خافوا کا مفعول محذوف ہے ای ضیاع
یعنے برباد و ضائع و تباہ ہونا اور یریدون ثلثہ یعنے کم اپنی تہائی سے اور تہائی کو میت کی طرف مضاف کیا اسلیے کہ بعد موت کے سوائے تہائی کے
باقی کل مال بفرض الٰہی وارثان میت کا ہو جاتا ہے میت کا حق اس سے منقطع ہو جاتا ہے حتی کہ اگر تہائی سے زیادہ کی وصیت کر کے مرے تو
تہائی کی مقدار میں نافذ ہو گی زیادہ میں باطل ہے الا آنکہ وارث لوگ اپنی طرف سے اجازت دیدیں اور یہ اجماعی مسئلہ ہے پھر چونکہ حضرت صلعم نے سعد
بن ابی وقاص کو فرمایا ہے کہ تہائی پوری بھی بہت ہے اور یہ بھی فرمایا کہ تو اپنی اولاد کو تو نگر چھوڑے تو بہتر ہے اس سے کہ تو محتاج چھوڑ جاوے کہ لوگوں کے
سامنے ہاتھ پھیلاتے پھریں جیسا کہ صحیحین وغیرہ کی حدیث میں ہے لہذا علما نے کہا ہے کہ تہائی سے کمی ہونا وصیت میں مستحب ہے اسی بنا پر مفسرین نے
تفسیر کی ہے اور تہائی سے کم وصیت بھی جب ہے کہ مال بہت کثیر ہو ورنہ میت کو بالکل وصیت نہ کرنے کی فہمایش قول سدید ہو گی چنانچہ ابن
عطیہ نے فرمایا کہ آدمی اگر وارثوں کو بالغ و تو نگر خود کمائی والا چھوڑے تو اسکو وصیت پر آمادگی دلانا قول سدید ہے کیونکہ اُس کے حق میں
یہ بہتر ہے اور اگر نابالغ یا محتاج ہوں تو تہائی سے کم کی وصیت کیسی بالکل وصیت نہ کرنے پر آمادہ کرنا قول صواب ہے کیونکہ ذریات محتاج کو
پہونچنے میں مساکین سے زیادہ ثواب ہے۔ پھر واضح ہو کہ اس خطاب میں بھی مفسرین کا اختلاف ہے چنانچہ **بیضاوی** وغیرہ نے ذکر کیا کہ
قولہ ولیخش الذین لو ترکوا من خلفھم ذریۃ ضعافا خافوا علیھم یہ حکم ہے ان لوگوں کو جنکو میت نے اپنی اولاد یتیم پر وصی مقرر کیا اور غور و پرداخت
کی وصیت کر گیا ہے یعنے ان لوگوں کو چاہیے کہ یتیموں کے معاملہ میں اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہیں اور انکے ساتھ ایسے برتاؤ کریں جیسے اپنے
مرنے کے بعد اپنی اولاد سے دوسروں کا برتاؤ چاہتے ہیں۔ یا آیہ حکم ان لوگوں کو ہے جو مریض کی وصیت کرنے کے وقت حاضر ہوں یا یہ ہیں یعنے
ڈریں اللہ تعالیٰ سے یا خوف کریں اولاد مریض پر اور اپنی اپنی اولاد کے موافق شفقت کریں پس مریض کو ایسی وصیت نہ کرنے دیں جو وارثوں
کے حق میں مضرت پہونچاوے کہ وہ بیچارے چھوٹے چھوٹے بچے مارے مارے پھریں اور علی بن ابی طلحہ نے ابن عباسؓ سے یہی معنے روایت کیے ولیسا
ہی مجاہد و بہتیرے سلف نے فرمایا ہے **ذکرہ ابن کثیر** اور یہی مفسر نے اختیار کیا ہے اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب وارثوں کو ہے یعنے ضعفا اقارب و یتیم و
مساکین جو وقت تقسیم ترکہ کے حاضر ہوں ان پر شفقت کریں یہ تصور کر کے کہ اگر انکی اولاد انکے پیچھے اس طرح چھوٹتی تو انکا محروم ہونا پسند نہ کرتے اور
مترجم کہتا ہے کہ گویا یہ ربط ماخوذ ہے اصل قصہ اوس بن ثابت اور محرومیت اسکی اولاد و ضبط مال بدست عرفجہ و سوید در دعوی ام کحہ و اولاد سے
فلیتامل اور بعض نے کہا کہ خود مریضوں کو خطاب ہے کہ وارثوں پر نظر رکھیں اور وصیت کرنے میں اسراف نہ کریں **بیضاوی** نے فرمایا کہ لفظ لو ترکوا الی آخر
صلہ قرار دیا الذین کا یعنے آنکہ ولیخش الذین حالھم وصفتھم انھم لو شارفوا [قاربوا] ان یخلفوا ذریۃ ضعافا خافوا علیھم الضیاع۔ اور اسی پر امر کو مرتب کرنے
میں اس سے مقصود کا اور اسمیں علت کا اشارہ ہے اور ترحم پر آمادگی دلانا اور جو اس سے مخالفت کرے اسکو اسکی اولاد کے حال سے تہدید ہے یعنی
اسکی اولاد کے ساتھ بھی یہی ہو گا جو خود دوسرے کی اولاد سے کرتا ہے قال تعالے فلیتقوا اللہ ولیقولوا قولا سدیدا پہلے تو انکو خشیہ کا حکم دیا پھر
تقوی کا حکم کیا جو تمہارا خشیہ ہے بر عایت مبدء و منتہی اس واسطے کہ اول بدون ثانی کے نافع نہیں ہے پھر قول سدید میں بھی موافق اقوال مذکورہ
بالا کے مختلف تفاسیر ہیں یعنے وصی لوگ یتیموں سے ایسی باتیں شفقت و حسن ادب کی کہیں جیسے اپنی اولاد کے حق میں پسند کرتے ہیں۔
یا مریض سے سامعین ایسی باتیں کہیں جس سے وہ وصیت میں اسراف نہ کرے اور وارثوں کو برباد نہ کرے اور بعض نے کہا کہ قول سدید یہ کہ
میت کو کلمۂ شہادت و توبہ یاد دلا دیں اور بعض نے کہا کہ جو مساکین و یتیم و محتاج اقارب سے ہیں کچھ دیکر زیادہ کے واسطے اچھی باتوں سے عذر کریں
اور اگر بوجہ صغیر وارث ہونے کے نہیں دیا تو اچھا وعدہ بھی کریں کہ ہم تو مختار نہیں معذور ہیں اور یہ صغیر وارث عنقریب بڑے ہو جاوینگے

تو آپ صاحبون کا حق بہچانینگے - یا وصیت کے بارہ مین ایسا قول کہین جو تہائی سے متجاوز ہونے کو اور وارثون کے ضائع کرنے کو موودی ہو - شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر وارثان میت تو نگر ہون انکو پروانہ ہو تو میت کے واسطے مستحب ہی کہ وصیت مین اپنی پوری تہائی کردیوے اور اگر فقیر ہون تو مستحب ہی کہ تہائی سے کمی کرے اور بعض نے فرمایا کہ آیت سے مراد یہ ہی کہ چاہیے کہ ڈرین اللہ تعالیٰ سے یتیمون کے مال سے معاملت مین اور اسکو اسراف و بدار کے طور پر نہ کھاجاوین حکاہ ابن جریر من طریق العوفی عن ابن عباس اور یہ قول بھی خوب ہی اسکی تائید اسکے مابعد سے حاصل ہوتی ہی جس مین اموال یتیمان کھانے پر تہدید ہو چنانچہ فرمایا - اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا - بغیر حق - جو لوگ کہ یتیمون کے مال ظلم سے یعنے ناحق کھاجاتے ہین - اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِيْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وہ تو اپنے پیٹون مین یہی آگ کھاتے ہین یعنے بھرتے ہین - سراج مین کہا کہ فی بطونہم بمعنے ملأ بطونہم یعنی بھر پیٹ بنابر محاورہ عرب کے ہی چنانچہ بولتے ہین - اکل فلان فی بطنہ او فی بعض بطنہ یعنے پورا پیٹ کھایا یا تھوڑا پیٹ کھایا - معنے یہ کہ بات یہی ہی کہ وہ لوگ کھاتے ہین بھر پیٹ آگ - کیونکہ جو کھاتے ہین انجام کار مین وہ آگ ہوگا - اور یہ دو معنے کو محتمل ہی ایک یہ کہ اسوقت جو وہ اکول معلوم ہوتا ہی درحقیقت آگ ہی کہ مآل کار مین اس کا ظہور ہوگا اور یہ قول بنابر اسکے کہ جو امور نماز و روزہ وغیرہ کے مانند اعراض معلوم ہوتے ہین انکے واسطے حقائق ہین چنانچہ نماز کا قیامت مین آنا اور روزہ کا جھگڑنا اور سورتہائے قرآنی کا بصورت پارۂ ابر و نور ہونا جو کثرت سے مذکور ہی اس گروہ کا موید ہی اور یہی مفسرؒ نے بدور سافرہ اپنی کتاب مین محقق کہا ہی اور یہ بھی احتمال ہی کہ یہ مراد ہو کہ یہان کھانے پر انجام کار عذاب ہوگا آگ دوزخ سے پس یہ فعل آتش دوزخ پہونچنے کا سبب ہوا پس مجازاً سبب کی تعبیر مسبب سے کردی - اور ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ صحیحین مین حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ بچے رہو سات چیزون سے جو ہلاک و تباہ کرنے والی ہین عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ وہ کون کون چیزین ہین فرمایا ایک اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک کرنا دوم سحر کرنا سوم قتل کرنا اس نفس کو جس کو اللہ تعالیٰ نے حرام کیا ہی الا بایں طور کہ حق کے ساتھ قتل کیا جاوے چہارم بیاج کھانا پنجم مال یتیم کھانا ششم کفار سے لڑائی و جہاد کے وقت بھاگنا ہفتم شوہردار عورتون مومنہ کو جو بیچاری غافل ہین زناکاری کی تہمت لگانا - اور سدیؒ نے فرمایا کہ مال یتیم کھانے والا قیامت کے روز اس حال سے اٹھایا جائیگا کہ آگ کی لپٹ اسکے منھ سے نکلتی ہوگی اور اسکے کانون و ناک و آنکھون سے نکلتی ہوگی جو اس کو دیکھے گا پہچان جائیگا کہ یہ مال یتیم کھانے والا ہی - اور ابو برزۃ الاسلمیؓ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ قیامت کے روز ایک قوم اپنی قبرون سے نکلے گی اس حال سے کہ آگ انکے منھون سے متاجج ہوگی - عرض کیا گیا کہ یہ کون لوگ ہونگے یا رسول اللہ فرمایا کہ تو نہین دیکھتا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیۃ رواہ ابن مردویہ وابن ابی حاتم وابن حبان فی صحیحہ وقد اخرجہ الطبرانی وابو یعلی وابن ابی شیبہ اور بہان اور آثار و احادیث مال یتیم کھانے والے کی مذمت مین بہت ہین اور شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ سورۂ بقرہ مین ابن عباسؓ سے روایت مذکور ہو چکی ہی کہ جب قولہ ان الذین یاکلون اموال الیتامی ظلما الآیہ - اتری تو جسکے پاس جو کوئی یتیم تھا اسنے اسکا کھانا اپنے کھانے سے الگ کیا اور اسکا پینا اپنے پینے سے الگ کیا پھر یتیم کے کھانے پینے سے جو کچھ بچ رہتا وہ رکھ چھوڑتا یہانتک کہ یتیم ہی اس کو کھاتا یا وہ بگڑ جاتا پس یہ برتاؤ انپر بہت گران گذرا پس انھون نے رسول اللہ صلعم سے ذکر کیا تب اللہ تعالیٰ نے وہ آیت نازل فرمائی جو سورۂ بقرہ مین ہی ویسئلونک عن الیتامی قل اصلاح لہم خیر الآیۃ - پھر ان لوگون نے انکا کھانا پینا اپنے ساتھ ملایا - وَسَيَصْلَوْنَ بالبناء للفاعل ہو المفعول یدخلون - یعنے ابن عامر و شعبہ نے بضم یاء پڑھا بر بناء مفعول بمعنے یدخلون مجہول یعنی داخل کیے جاوینگے

اور باقیون نے بفتح یا ء بربنا رفاعل پڑھا ہی یدخلون معروف یعنے داخل ہونگے۔ سَعِیْرًا۔ نارًا شدیدۃ یحترقون فیہا۔ (المعنی) اور ایسے
مال یتیم کھانے والے عنقریب داخل ہونگے ایسی سخت آگ مین جسمین جلتے رہینگے محی السنہ نے معالم مین کہا کہ سیصلون بفتح یاء از صلی النار
یصلی صلیا۔ قال تعالیٰ سیصلی نارًا ذات لہب۔ اور فرمایا الا من ہو صال الجحیم۔ اور پھر زید بن اسلم رح نے کہا کہ یہ کلام مذمت مشرکون کی
ہی جو یتیمون کو میراث نہین دیتے تھے اور انکے مال کھالیتے تھے مترجم کہتا ہی کہ مراد یہ ہی کہ ظلم سے اموال یتامی کھانے کے معنی وہ ہین جو
مشرک وکفار کرتے تھے کہ جو شخص مرگیا اگر اسکی اولاد یتیم صغیر رہی تو انکو کچھ میراث نہین دیتے تھے پس ناحق مارکر خود کھاتے تھے پس اللہ تعالیٰ
عزوجل نے ان گمراہون کی حالت و بد انجام بیان فرمایا کہ اہل اسلام ایسا نہ کرین اور حدیث مین ہی کہ سعید وہ ہی جو غیر سے نصیحت پکڑے
مترجم کہتا ہی کہ آگے اللہ عزوجل نے میراث والون مین سے ہر ایک کے حصص بیان فرمائے اور تقسیم ترکہ کا حال بھی اس سے ثابت ہوا اور
چونکہ حدیث صحیح مین ترکہ و تقسیم کے علم کو آدھا علم فرمایا ہی لہذا مترجم چاہتا ہی کہ آسان طور پر عربی کردے

يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِيْٓ اَوْلَادِكُمْ ۤ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَاۗءً فَوْقَ
اللہ تعالیٰ وصیت کرتا ہی تم کو تمھاری اولاد مین نرینہ اولاد کو دو مونث اولاد کے برابر حصہ پھر اگر نری مونث ہون

اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ۭ وَلِاَبَوَيْهِ
دو سے اوپر تو انکو دو تہائی ترکہ کے اور اگر ایک مونث ہی تو اس کے لیے آدھا ترکہ ہی اور میت کے والدین مین

لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ
ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ اس تمام کا جو چھوڑا بشرطیکہ میت کا کوئی اولاد لڑکا لڑکی ہو اور اگر میت کی کوئی اولاد نہو

وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ
اور ماں باپ ہی اسکے وارث ہوے تو اس کی ماں کو تہائی اور اگر میت کے کئی بھائی ہون تو اسکی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی بعد اس

وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۭ
وصیت کے جو کسی کو دلوا مرا ہی یا بعد قرضہ دینے کے

يُوْصِيْكُمُ۔ یا مرکم۔ حکم دیتا ہی تم کو۔ اللّٰهُ فِيْ۔ شان۔ اَوْلَادِكُمْ۔ اللہ تعالیٰ تمھاری اولاد کے حق مین یعنے جو آگے ذکر
فرمایا ہی کہ۔ لِلذَّكَرِ۔ منہم۔ مذکر کے لیے ان اولاد مین سے مِثْلُ حَظِّ۔ نصیب۔ الْاُنْثَيَيْنِ۔ اذا اجتمعتا معہ فلہ نصف المال و لہما النصف فان
کان معہ واحدۃ فلہا الثلث و لہ الثلثان وان انفرد حاز المال برابر حصہ دو مونث کے ہی مفسر رح نے کہا چنانچہ اگر جمع ہون دو مونث ایک مذکر کے ساتھ
مین تو مذکر کو نصف اور دونون مونث کو نصف مال ملیگا اگر ایک مذکر اور ایک مونث ہو تو مونث کو تہائی اور مذکر کو دو تہائی ملیگا اور اگر مذکر تنہا ہو تو سب
مال سمیٹ لیگا۔ فَاِنْ كُنَّ۔ ای اولاد۔ یعنی کن کا اسم اولاد جمع ولد ہی اور کن بصیغہ مونث برعایت خبر کے ہی یا اولاد بتاویل مولودات اسم ہی نساء
فقط۔ پھر اگر اولاد عورتین ہون فقط اور کوئی مرد مذکر نہو۔ فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ۔ دو سے اوپر تو انکے لیے دو تہائی اس
مال کا جو چھوڑا ہی میت نے الحاصل اگر اولاد مین سے فقط عورتین ہی ہون اگر دو سے اوپر ہون تو انکے لیے دو تہائی ہی قال المترجم جو
ظاہر مفہوم یہ تھا کہ دو تہائی کا حصہ دو سے زائد کے لیے ہی پس دو کے واسطے نہ ہوگا جیسا کہ ابن عباس رض سے مروی ہی حالانکہ دو عورتون کے
واسطے بھی دو تہائی ہونے کا مذہب ہی تو مفسر رح نے بیان کیا کہ وکذا الاثنتان لانہ للاختین بقولہ فلہما الثلثان مما ترک فہما اولے اور یہی

حصہ دو تہائی کا دو دختروں کے واسطے بھی ہے کیونکہ دو تہائی تو دو بہنوں کی میراث ہے بدلیل قولہ تعالیٰ فلهما الثلثان مما ترک۔ تو دو دختر کا استحقاق بدرجہ اولی ہوگا کیونکہ بہ نسبت بہن کے دختر نسبی قرابت میں میت کی طرف بہت متصل ہے۔ یہ قیاس ہے اور دوسرا یہ کہ ولان البنت تستحق الثلث مع الذکر فمع الانثی اولی۔ اور اس دلیل سے کہ دختر تو مذکر یعنی پسر کے ساتھ میں تہائی کی مستحق ہوتی ہے تو دوسری مونث کے ساتھ میں بدرجۂ اولے تہائی کی مستحق ہوگی پس ہر ایک دختر کو دوسری دختر کے ساتھ میں تہائی کا استحقاق ہوا تو دونوں کے لیے دو تہائی ترکہ ہوا۔ اب رہا جواب اسکا کہ آیت میں فوق کا لفظ کس حکمت سے مذکور ہے تو مفسرؒ نے کہا۔ وفوق قیل صلۃ۔ یعنے فوق کی لفظ کی نسبت بعض نے جواب دیا کہ یہ صلہ ہے یعنی زائد ہے بول چال کے محاورہ میں یوں بولا جاتا ہے اور اوپر کے معنے باڑھتی کے معنے مرادنہیں ہیں وقیل لدفع توہم زیادۃ النصیب بزیادۃ العدد لما فہم استحقاق البنتین للثلثین من جعل الثلث للواحدۃ مع الذکر۔ اور بعض نے کہا کہ فوق کا لفظ اسواسطے ہے کہ یہ وہم دور ہو کہ حصوں کی زیادتی تعداد کی زیادتی پر ہوتی جاویگی یعنی ایک کو ایک تہائی پھر دو کو دو تہائی اور تین کو تین تہائی یعنے کل مال ملجائیگا حالانکہ ایسا نہیں بلکہ دو ہوں یا زائد انکو دو تہائی ہی ملیگا اور وہم کا منشا یہ تھا کہ دو کا استحقاق دو تہائی مال کا جبھی سے سمجھ لیا گیا تھا کہ مذکر کے ساتھ ایک کو ایک تہائی ملا تھا۔ وَاِنْ كَانَتْ۔ المولودۃ۔ وَاحِدَةً۔ وفی قراءۃ بالرفع وکان تامہ یعنے کانت کا اسم مولود دختر ہے پس واحدہ کو نصب بنا بر خبر ہونے کے ہے اور کانت افعال ناقصہ میں سے ہے اور نافع کی قراءۃ میں واحدۃ کو رفع ہے تو بمعنے حصلت واحدۃ ہے پس کان تامہ ہوگا۔ اور حاصل معنے یہ کہ اگر دختر اکیلی ہو پسر یا کوئی دوسری دختر اسکے ساتھ نہو تو فَلَهَا النِّصْفُ۔ اس کے واسطے نصف ترکہ ہے پس حاصل یہ کہ اولاد میں مذکر کو مونث سے دوچند جبکہ دختر ہو ورنہ پسر کو کل مل جائیگا جبکہ کوئی فرضی حقدار نہو اور اگر پسر نہ ہو بلکہ اکیلی دختر ہو تو اس کو نصف ملے اور اگر دو دختر ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تو دو تہائی ملے۔ اب سوا ہے اولاد کے دیگر قرابتیوں کو بیان کیا چنانچہ والدین کی نسبت فرمایا۔ وَلِاَبَوَيْهِ۔ ای المیت۔ یعنی ضمیر راجع بجانب میت ہے (یعنی اور میت کے والدین کے لیے یعنی دونوں کے مجموعہ کے لیے نہیں بلکہ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا۔ دونوں میں سے ہر ایک کے لیے السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ۔ چھٹا حصہ اس مال کا جو میت نے چھوڑا۔ مگر یہ چھٹا حصہ اس شرط سے کہ اِنْ كَانَ لَهٗ وَلَدٌ ذکر او انثی اگر میت کا کوئی فرزند موجود ہے خواہ پسر ہو یا دختر ہو۔ ونکتۃ البدل افادۃ انہما لا یشترکان فیہ مفسرؒ نے کہا کہ لابویہ سے لکل واحد منہما۔ کو بدل کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ معلوم ہو جاوے کہ والدین دونوں ملکر چھٹے حصہ میں مشترک نہیں ہیں۔ اور مترجم کہتا ہے کہ یہ بیت تحقیق نکتہ بیان ہوا کیونکہ سدس کی جگہ سدسان کہنے سے بھی بدون بدل کے فائدہ حاصل تھا میرے نزدیک یوں کہنا اولی ہے کہ بدون بدل مذکور کے اگر سدس ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دونوں اس حصہ میں شریک ہونگے اور اگر سدسان ہوتا تو معلوم ہوتا کہ دو چھٹے حصہ میں شریک ہیں لیکن مرد و عورت کی شرکت میں زیادہ احتمال تھا کہ باپ کو ماں سے دوچند ہوگا جیسے پسر کو دختر سے بحکم للذکر مثل حظ الانثیین یا بھائی کو بہنوں سے اسی حساب سے ملتا ہے پس صرف بدل سے یہ وہم دور کیا فافہم پھر مفسرؒ نے افادہ فرمایا کہ والحق بالولد ولد الابن وبالاب الجد۔ اور لاحق کیا گیا فرزند کے ساتھ پسر کا فرزند خواہ لڑکی یا لڑکا یعنے اگر پسر ہو تو اسکا فرزند بمنزلہ میت کے فرزند کے ہوگا لیکن دختر کا فرزند ایسا نہوگا کیونکہ وہ میت کے داماد کا نطفہ ہوگا اور بمنزلہ لاحق کیا گیا باپ کے ساتھ دادا یعنے باپ نہ ہو بلکہ دادا اسکا ہو تو بمنزلہ باپ کے ہے۔ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗٓ اَبَوٰهُ۔ فقط۔ او مع زوج۔ پھر اگر میت کا کوئی فرزند نہو اور وارث ہوئے اسکے دونوں ماں و باپ خواہ فقط یا مع زوج کے یعنی جفت کے پس اگر مرد مرا تو جفت اسکی زوجہ ہے یا عورت مری تو جفت اسکا شوہر ہے پس والدین کے ساتھ میں میت کا جفت ہو

باقی

فَلِاُمِّهِ - بضم الہمزۃ - یعنی ام بضم ہمزہ اکثرون کی قرارت ہی - اور حمزہ وکسائی نے اِمہ بکسر ہمزہ پڑھا - الثُّلُثُ - تو اسکی ماں کے واسطے ایک تہائی ہی - ای ثلث المال او مابقی بعد الزوج والباقی للاب - اور تہائی سے یا تو یہ مراد ہی کہ کل مال کی تہائی ہی سو اگر باپ فقط ہو تو بالاتفاق ماں کو کل مال کی تہائی ملیگی اور زوج کے ساتھ ہو تو بھی ابن عباسؓ کے نزدیک یہی حکم ہی اور جمہور کے نزدیک زوج کا حصہ نکالنے کے بعد باقی مال کی تہائی ماں کو اور دو تہائی باپ کو ملیگا - پس حاصل یہ نکلا کہ والدین بہرحال وارث ہیں پس اگر میت کے اولاد بھی ہو تو والدین میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا پھر اگر باقی حصہ دارون کو دیکر کچھ بچا تو وہ فقط باپ کو ملجاویگا - اور اگر اولاد میت نہو تو دو حال سے خالی نہین کہ یا تو فقط والدین ہین یا میت کا جفت بھی موجود ہی پس ایسی صورت مین حکم یہ ہی کہ میت کے ماں کے واسطے تہائی ہی لیکن جبکہ میت کا شوہر یا میت کی زوجہ ہو تو ابن عباس کے نزدیک ماں کو کل کی تہائی ملے گی اور جمہور کے نزدیک جفت کا حصہ دیکر باقی مال کی تہائی ملیگا اور اگر یہ نہین بلکہ میت کا بھائی بہنین ہون - تو فرمایا - فَاِنْ كَانَ لَهٗٓ اِخْوَةٌ - ای اثنان فصاعدا ذکورا واناثا - فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ پھر اگر میت کے اخوۃ یعنے بھائی بہن ہون - یعنے دو ہون یا زیادہ ہون تو ماں کے لئے چھٹا حصہ ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ دو پر حکم نہین کیونکہ اخوۃ جمع ہی کم سے کم تین عدد ہونگے اور جمہور نے کہا کہ دو کا بھی یہی حکم ہی خواہ مذکر ہون یعنی بھائی ہون یا مونث ہون یعنے بہنین ہون بہرحال ان کے لیے چھٹا حصہ کا حکم ہوگا اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ نہین یہ جبھی ہی کہ بھائی ہون والباقی للاب ولاشیٔ للاخوۃ - یعنی اسکی ماں کو چھٹا حصہ دیکر باقی سب مال باپ کا ہوگا اور اخوہ کو کچھ نہین ملیگا اور یہی جمہور کا قول ہی اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ انکو بھی چھٹا ملے کیونکہ ان لوگون کی ذات سے انکی ماں بیچاری کو تہائی سے چھٹا ہو گیا پس ایک چھٹے کا اسکو نقصان ہوا وہی ان لوگون کو ملے گا اور باقی دو تہائی باپ کو ملیگا پھر یہ سب میراث مذکور بعد ادائے وصیت و قرضہ کے ہی چنانچہ مفسرؒ نے ربط دیا کہ وارث من ذکر یا ذکر - مِنْۢ بَعْدِ - تنفیذ وَصِيَّةٍ يُّوْصِيْ - بالبناء للفاعل والمفعول - بِهَآ - اور وارث ہونا ان اشخاص مذکورہ کا حصص مذکورہ کو بعد نافذ کیے جانے وصیت کے جس کے ساتھ میت نے وصیت کی یا میت کی گئی ہی پس یوصی اکثرون کی قراءۃ مین بصیغہ معروف بربناء فاعل ہی اور ابن کثیر وابن عامر و ابوبکر و عاصم نے بضم اول و فتح صاد بربناء مفعول یعنے بصیغہ مجہول پڑھا اور حفص نے بیان مانند جمہور کے اور آیندہ مانند ان بعض مذکور کے پڑھا ہی حاصل آنکہ میراث مذکور بعد دو امر کے ہی ایک بعد تنفیذ وصیت جو میت کر گیا ہی اور دوم - اَوْ - قضاء دَيْنٍ - علیہ - یا ادا کرنے قرضہ کے جو میت پر آتا ہو - پھر اگر کچھ قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو مذہب یہ ہی کہ اول قرضہ ادا کیا جاوے پھر باقی کی تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر بچا ہوا میراث ہی - اگر کہا جاوے کہ وصیت تو قرضہ پر مقدم مذکور ہی تم کیونکر کہتے ہو کہ پہلے قرضہ ادا کیا جاوے تو مفسرؒ نے جواب دیا کہ وتقدیم الوصیۃ علی الدین وان کانت موخرۃ عنہ فی الوفاء للاہتمام بہا اور مقدم کرنا وصیت کا قرضہ پر جیسا آیت کریمہ مین اگرچہ وہ نافذ کیے جانے مین پیچھے ہی تو فقط اسوجہ سے کہ لوگ اسکا اہتمام رکھین ضائع نہ کرین اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علمائے سلف وخلف نے اجماع کیا ہی کہ قرضہ ادا کرنا وصیت جاری کرنے سے مقدم ہی اور یہ انکے نزدیک امعان نظر سے آیت کریمہ کے فحوی سے ثابت ہی واضح ہو کہ آیت میراث یہی ہی اور آنحضرت صلعم نے اسکو نصف العلم فرمایا ابن عیینہ نے کہا کہ اسکو نصف اسلیے کہا کہ آدمی سب مبتلا ہوتے ہین - ابن مسعودؓ سے روایت ہی کہ حضرت صلعم نے فرمایا سیکھو فرائض اور سکھلاؤ لوگون کو کہ مین ایک مرد ہون کہ اللہ تعالیٰ مجکو وفات دینے والا ہی اور عنقریب علم لوگون سے لیا جائیگا اور فتنے پھیلین گے حتی کہ دو آدمی فرائض مین جھگڑینگے اور کوئی ایسا نہ پاوینگے جو انمین فیصلہ کردے رواہ الحاکم والبیہقی اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ سیکھو فرائض اور وہ لوگون کو سکھلاؤ کیونکہ وہ نصف علم ہی اور یہی سب سے پہلے میری امت سے نکال لیا جائیگا رواہ الحاکم والبیہقی وابن ماجہ

دوارقطنی اور ایک جماعت صحابہ و تابعین سے انکی ترغیب مین آثار وارد ہین مجھے زیادہ تطویل کی گنجایش نہین یہی کافی ہی کہ اس علم کا فضل و کمال و زیادت اجر و ثواب کلام الٰہی و اسکے برگزیدہ رسول رسول پاک کے صحابہ و تابعین و مجتہدین امت سے ثابت ہی لہذا مترجم نے چاہا کہ ان آیات کی تفسیر مین اسطرح بیان کردے کہ اہل ایمان و صلحاء امت اس سے واقف ہو کر فرائض کے جاننے والون مین داخل ہو کر ثواب جمیل کے سزاوار ہو جاوین اگرچہ تمام تفصیل سے یہان معذوری ہی تاہم قدر کافی انشاء اللہ تعالیٰ حاصل ہو جائیگی اول اس آیت کریمہ کا سبب نزول جابرؓ سے روایت ہی کہ آنحضرت صلعم و ابوبکرؓ نے پیدل آکر بنی سلمہ مین میری عیادت کی اس حال مین کہ مین بیہوشی سے کچھ نہین سمجھتا تھا پس پانی منگا کر وضو فرما کر مجھپر چھڑکا کہ مین ہوش مین آیا پس مین نے عرض کیا کہ مجھے آپ کیا حکم دیتے ہین اپنے مال مین کیا کرون پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیات رواہ البخاری و مسلم والنسائی والجماعۃ کلہم شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ظاہر یہ ہی کہ حضرت جابرؓ کے حق مین اس سورہ کی آخری آیت درباب کلالہ اتری ہی جیسا کہ آویگا انشاء اللہ تعالیٰ اور اظہر سبب نزول اس آیت کا وہ ہی جو بطریق جابرؓ سے روایت ہی کہ سعد بن الربیعؓ کی جورو آئی رسول اللہ صلعم کی حضور مین اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ یہ لڑکیان دونون دختران سعد بن الربیع ہین جو احد مین آپکے ہمراہ شہید ہوا اور ان دونون کے چچا نے تمام مال لے لیا انکے لیے کچھ نہین چھوڑا اور انسے کوئی نکاح نکریگا جبتک انکے پاس مال نہو پس آپ نے فرمایا کہ اللہ عزوجل اسمین حکم فرماویگا پس نازل ہوا قولہ یوصیکم اللہ فی اولادکم الآیہ پس رسول اللہ صلعم نے دختران مذکورہ کے چچا کو کہلا بھیجا کہ دختران سعدؓ کو دو تہائی اور ان دونون کی مان کو آٹھوان حصہ دیدے اور باقی تیرا ہی رواہ احمد و ابوداؤد و ابن ابی شیبہ و ابن ماجہ و ابویعلی و ابن ابی حاتم و ابن حبان فی صحیحہ والحاکم والبیہقی و الترمذی وقال لا یعرف الامن حدیث عبداللہ بن محمد بن عقیل اور وہ ثقہ ضابط ہین اب آیات کریمہ کو انکی تفسیر و فوائد سے کان لگا کر سننا چاہیے قال اللہ تعالیٰ یوصیکم اللہ ۔ اللہ تعالیٰ تمکو وصیت کرتا ہی فی اولادکم ۔ تمھاری اولاد کے بارہ مین اور مراد وصیت کرنے سے حکم کرنا ہی اسکو وصیت سے تعبیر فرمایا جسمین بعض اہل استنباط نے نکتہ نکالا ہی کہ بندون کے مان و باپ کو خود انکی اپنی اولاد کے حق مین وصیت کی نوبت ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے زیادہ مہربان ہی جسقدر مان باپ اپنی اولاد پر ہوتے ہین اور حدیث صحیح مین ہی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندون پر اس سے کہین زیادہ مہربان ہی جتنا بچے پر اسکی مان مہربان ہوتی ہی اور حدیث مین قصہ ہی و قد ذکرناہ فی بعض المواضع ۔ اور یہان سے تفصیل و بیان اس اجمال کا ہی جو قولہ تعالیٰ للرجال نصیب مما ترک الوالدان والاقربون الآیہ ۔ مین گذرا اور یہین سے نکلا کہ بیان مین تاخیر ہونا روا ہی کما مر منا کلام رد ہا نکے خطاب سے تو زمانہ جاہلیت کی ناانصافی کی تقسیم کو رد فرمایا اور بیان عدل کی تقسیم کو بیان فرمایا پھر جانو کہ اولاد جمع ولد کی یعنے فرزند خواہ لڑکا ہو یا لڑکی ہو خواہ مسلمان ہو یا کافر ہو خواہ آزاد ہو یا غلام ہو خواہ قاتل ہو یا سعید ہو ۔ خواہ ایک ہی ولایت مین ہو جہان مورث نے انتقال کیا یا دوسری ولایت مین ہو اور واضح ہو کہ مملوک اگر مر جاوے تو اسکا کچھ مال ہی نہین وہ تو خود اپنے مولی کا مملوک ہی پھر آزاد میت کا مال میراث ہی اور اسکی صورت کہ اسکا بیٹا غلام ہو یہ ہی کہ زید نے عمرو کی لونڈی سے جو جہاد مین پکڑی آئی تھی یا اسکی مان یا نانی اصل اسکی اسطرح کی تھی اور اپنے مالک کے سوائے کسی دوسرے کے نطفہ سے ہی اس سے زید نے نکاح کیا اور لڑکا پیدا ہوا یا لڑکی تو یہ لڑکا و لڑکی بھی اپنی مان کے تابع قرار دیجاتی ہی پس عمرو کی ملک ہی اور اگر عمرو کی لونڈی سے خود عمرو سے بچہ پیدا ہو تو وہ باپ کے مانند آزاد ہوگا اور یہ صورت کہ باپ مملوک اور بیٹا آزاد ہو وے ظاہر ہی مثلاً بیٹا آزاد کیا گیا اور باپ رہ گیا ۔ پھر جانو کہ اگر زید مرا تو اسکی اولاد مین سے جو لڑکا یا لڑکی کسی دوسرے کی ملک ہو وہ میراث پاویگا اور نیز جو اولاد اسکے دین کے خلاف ہی مثلاً زید مسلمان اور اولاد مین بعض کافر ہوے تو کافر کو میراث نہ ملے گی اور اسکے برعکس بھی کہ زید کافر اور اسکا بیٹا مسلمان ہی تو زید کا وارث نہو گا ۔ اور نیز اگر زید دارالاسلام مین ہی اور اس کی اولاد مثلاً لڑکا دارالحرب مین ہی تو کوئی دوسرے کا

وارث ہوگا اور یہی طرح اگر اسنے عمداً قتل کیا ہو تو بھی بالاجماع وارث ہوگا پس رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد یہ چار باتین علی العموم میراث سے مانع ہین پس اگر اولاد مین بھی کوئی پائی جاویگی تو اسکو میراث نہ ملیگی - ترکہ وہ ہے جو میت نے چھوڑا اور میراث اسمین سے وہ ہے جو وارثون کو ملے اور وہ میت کی تجہیز و تکفین و ادائے قرضہ و وصیت کے بعد جو کچھ بچے وہ میراث ہے اور قرضہ ایسی بڑی بلا ہے کہ اگر میت کی حیثیت ایک روپیہ گز کے کفن کی بھی تو درصورت قرضہ کثیر ہونے کے کہ ترکہ کو کفایت نہ کرتا ہو اسکو وہین آنہ گز کا کفن ملیگا - اور واضح ہو کہ میت کا حق مال متروکہ سے منقطع ہوجاتا ہے سوائے ایک تہائی کے کہ اس سے متعلق رہتا ہے - اور واضح ہو کہ آیات میراث مین چند باتین پہلے جاننا ضرور ہین - اول آنکہ کمتر جمع دو ہے دوم وارث چار طرح کے ایک وہ کہ جنکا حصہ فقط فرض و مقرر ہے جیسے جورو مرد ہین اور ایسون کو ذوی الفروض کہتے ہین دوم جنکا حصہ مقرر نہین بلکہ وہ ذوی الفروض کا حصہ مقرر دینے کے بعد باقی سب لے لیتے ہین جیسے بیٹا اور ایسون کو عصبہ کہتے ہین سوم وہ جنکا حصہ بھی مقرر ہے اور باوجود اسکے وہ عصبہ بھی ہوجاتے ہین جیسے باپ کہ درصورت ایک دختر ہونے کے وہ اپنا مقرر حصہ لیگا اور دختر کے مقررہ حصہ دینے کے بعد باقی کو عصبہ ہو کر لے لیگا - چہارم وہ کہ کسی صورت مین ذوی الفروض مین سے اور کسی صورت عصبہ مین سے ہوتے ہین جیسے میت کا باپ و دختر ہو تو دختر کو نصف مقرر ملیگا اور اگر بیٹا و بیٹی ہو تو بیٹا دو حصے اور بیٹی ایک حصہ لے گی - اب مین اللہ تعالےٰ کی توفیق و طاقت سے استعانت پاکر تفسیر شروع کرتا ہون قال تعالےٰ - یُوصِیکُمُ اللّٰہُ فِیۡۤ اَوۡلَادِکُمۡ - اللہ تم کو حکم دیتا ہے تمھاری اولاد کے حق مین یعنی اولاد سے وہ تمام بیٹے و بیٹیان ہین جنمین رقیت و اختلاف دین و اختلاف دار و قتل عمد کا کوئی مانع نہو کیونکہ اگر اولاد رقیق ہو یا دین اسلام سے خارج ہو یا کافرون کے ملک مین رہتی ہو یا اسنے باپ یا مان کو یعنے مورث کو عمداً قتل کیا ہو تو وہ محروم ہے - پھر اولاد جمع کا لفظ ہے جو دو ہے یعنی اولاد کے بارہ مین حکم دیتا ہے - اگرچہ دو بیٹے ہون کیونکہ میراث مین کمتر جمع دو ہے اور اولاد مین وہ حمل بھی داخل ہے جسکے علوق کا وقت وفات میت کے ہونا یقینی معلوم ہو باین طور کہ میت کی جورو وقت وفات سے چھ مہینے کے اندر جنے اور اولاد کا لفظ میت کے پسر کی اولاد کو بھی شامل ہے یعنے اگر میت کی صلبی اولاد نہو تو پسری اولاد بھی اسی طرح مستحق ہوگی اور اسمین آئمہ حنفیہ و شافعیہ و جمہور متفق ہین اختلاف اسمین ہے کہ یہ شامل ہونا مجاز ہے یا حقیقتہً ہے تو حنفیہ کہتے ہین کہ حقیقتہً شامل ہے اور شافعیہ مجازاً شمول کہتے ہین بہرحال شمول مین اتفاق ہے اور اولاد مین خنثیٰ بھی شامل ہے یعنے وہ بچہ جس کے نر و مادہ دونون کی علامت موجود ہو اور قرطبی نے کہا کہ علمانے اجماع کیا ہے کہ خنثیٰ اگر مرد کی علامت سے پیشاب کرے تو اس کو مذکر کا حصہ اور اگر مونث کی علامت سے پیشاب کرے تو مونث کا حصہ دیا جاے گا - اور اگر دونون سے پیشاب کرتا ہے تو جس سے پہلے نکلے اور اگر دونون علامتون سے یکسان نکلتا ہو تو یہی خنثیٰ مشکل ہے اس کے حصہ مین اختلاف ہے اور اس آیت سے میراث کا وہ قاعدہ جو زمانہ شرک سے لوگون مین جاری تھا کہ حلیف ہونے اور مہاجرت اور معاقدت وغیرہ اسباب سے باہم وارث ہوتے تھے منسوخ ہوگیا پھر اللہ تعالےٰ نے اس کی تفصیل فرمائی - لِلذَّکَرِ مِثۡلُ حَظِّ الۡاُنۡثَیَیۡنِ - یعنی اولاد کو اس حساب سے کہ ایک کو دو مونث کے برابر یعنی لڑکا لڑکی سے دوچند پاوے گا اور چونکہ یہ اجمال اول کی تفصیل ہے لہذا اسمین ایک ضمیر چاہیے جو اجمال کی طرف راجع ہو یعنے للذکر منہم - مگر چونکہ معلوم تھا ضمیر حذف ہوئی اگر کہا جاوے کہ اولاد سے شروع کیا جواب ہان دو وجہ سے ایک تو میت کے زیادہ قریب کے وہ ہی ہین دوم اکثر بعد میت کے یہی ہوتے ہین پس فرمایا کہ پسر کو دختر سے دوچند دیا جاوے اور اسپر اجماع ہے کہ اولاد کے ساتھ جو ذوی الفروض ہون انکو انکا حصہ مقرر نکال کر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے پس لڑکا عصبہ ہے اور عصبہ وہ ہے جسکا کوئی حصہ مقرر نہین ہے بلکہ جن لوگون کا حصہ مقرر ہے وہ دیکر باقی سب کا مالک ہے اور جنکا حصہ مقرر ہے انکو ذوی الفروض کہتے ہین جیسے اگر ذوی الفروض مین سے کوئی نہو تو بیٹا کل میراث کا

مالک ہی - رہی لڑکی تو وہ ایک صورت مین عصبہ ہی اور ایک صورت مین ذوی الفروض سے ہی چنانچہ جب لڑکا ہو تو لڑکی بھی اسکے ساتھ عصبہ ہی اور اگر ساتھ نہو تو ذوی الفروض مین سے ہوگی کہ اسکا حصہ مقرر ہی اور عصبہ وہ ہی کہ اگر تنہا ہو تو سب مال سمیٹ لے واضح ہو کہ میت کے ترکہ سے اولاً تجہیز و تکفین کیجاوے پھر قرضہ ادا کیا جاوے اگر ہو پھر وصیت صرف تہائی مال میت سے ادا کیجاوے اگر ہو پھر جو باقی رہے وہ میراث ہی جسمین سے ذوی الفروض کو انکا مقرری حصہ دیدیا جاوے اگر ہون پھر باقی کو اولاد مین اسطرح تقسیم کیا جاوے - اولاد تین حال سے خالی نہین یا تو ذکر و مونث دونون ہونگے تو یہ حکم آیت مین مذکور ہی یا فقط مذکر تو سب مال بعد اہل فرائض کے لے لیگا یا فقط مونث تو اللہ تعالے نے آگے فرمایا - بقولہ سبحانہ تعالی - فان کن نساء فوق اثنتین فلھن ثلثا ما ترک پہلے فرمایا تھا کہ دو لڑکیان اور ایک لڑکا ہو تو نصف دونون لڑکیون کو اور نصف ایک پسر کو ملیگا اب فرمایا کہ اگر لڑکیان دو سے زائد ہون خواہ تین ہون یا چار یا زیادہ تو انکو بھی دو تہائی ملیگا - اس تقریر سے دو لڑکیون کا نصف حصہ گویا بیان ہو گیا اور ایک لڑکی کا بیان باقی رہا اور یہی ابن عباسؓ کا قول ہی لیکن جمہور صحابہ نے کہا کہ دو لڑکیون کا بھی دو تہائی ہی اور اسی کو چارون اماموں نے اپنا مذہب قرار دیا ہی سو بعضے لوگون نے خیال کیا کہ یہ قرآن مجید کے اسی نظم سے اسطرح ثابت ہی کہ لفظ فوق زائدہ ہی اور تقدیر یہ کہ فان کن نساء اثنتین جیسے قولہ فاضربوا فوق الاعناق مین فوق زائدہ ہی کیونکہ یہ غرض نہین کہ کافرون کی گردن کے اوپر سے مارو بلکہ گردن مارو - اور نحاسؒ و ابن عطیہؒ نے اسکو رد کر دیا کہ یہ خطا ہی کیونکہ ظروف تمام ہما کلام عرب مین بے معنے زائد نہین ہو سکتے اور شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ دونون آیتون مین فوق کا زائدہ ہونا غیر مسلم ہی اور ممتنع ہی کہ قرآن مجید مین بیفائدہ کوئی لفظ بھرتی کا ہووے اور اگر یہی ہوتا یعنے بمنزلہ فان کن نساء اثنتین - تو آگے فلھما ثلثا ما ترک ہوتا حالانکہ فلھن ثلثا ما ترک ہی مترجم کہتا ہی کہ فوق کو زائد کہنے والے نے اپنے اوپر مشقت اٹھائی اور دونی مصیبت بڑھائی کیونکہ اگر تین دختر ہون تو انکا حکم مذکور نہین اور چار ہون تو معلوم نہین علی ہذا القیاس اور یہ ایسی دقت ہی کہ اسپر کوئی اشارت دلالت بھی ظاہر نہین بخلاف ان لوگون کے جو زائد نہین کہتے ہین بلکہ کہتے ہین کہ اس سے دو سے زیادہ چاہے جسقدر ہووین سب کا حکم معلوم ہو گیا رہا فقط دو کا حکم تو یہ دلالت قرآن سے معلوم ہی کیونکہ جب مذکر کے ساتھ ایک دختر کو تہائی ملا تو منفرد دو دختر کو یعنے ہر ایک کو مونث کے ساتھ بدرجہ اولی تہائی ملیگا پس دونون کی دو تہائی ہوئی اور نحاسؒ نے اسمین کلام کیا کہ اختلاف تو دو دختر مین جب ہی کہ پسر سے تنہا ہون اور نیز معارضہ کیا کہ ایک پسر و دو دختر ہون تو دونون کے لیے نصف ہی پس معلوم ہوا کہ انکا فرض مقرر بھی یہی ہی اور یہ ماخوذ ہی مذہب ابن عباسؓ سے جیسا کہ ہم نے اوپر اشارہ کیا - و نیز جمہور نے قیاس پیش کیا کہ دو بہنون منفردہ کے لیے دو تہائی فریضہ منصوص ہی تو دو دختر منفردہ کے لیے بدرجہ اولے ہوگا اور مترجم کہتا ہی کہ پوشیدہ نہین کہ اولویت کا حکم بنظر قرابت رحم ہی لیکن موارث کی تقدیر مین قرابت رحم کی علت ہونا یا یہی فقط علت ہونا محل مناقشہ ہی پھر قیاس کہان ہو سکتا ہی خصوصاً جبکہ فرمایا - آباؤکم و ابناؤکم لا تدرون ایھم اقرب لکم نفعا - فریضۃ من اللہ - ان اللہ کان علیما حکیما - اور ایسے ہی شیخ ابن کثیرؒ نے جو استدلال ذکر کیا کہ اللہ تعالی نے ایک دختر کے لیے نصف حصہ منصوص فرمایا اگر دو کے لیے بھی ہوتا تو منصوص ہوتا پس اکیلی منفردہ کی تخصیص بنصف نے دلالت کی کہ دو دختر بحکم سہ دختر ہین مترجم کہتا ہی کہ اسمین وہی مناقشہ ہی جو مین نے بیان مذہب حضرت ابن عباسؓ مین اشارہ کیا یعنے دو کا حکم نصف کا تفصیل بعد اجمال سے سمجھا گیا یعنے للذکر مثل حظ الانثیین کیونکہ یہ کلام اس قوت مین ہی کہ اگر اولاد مین ایک پسر ہو [illegible] دو دختر ہون تو دو دختر کا فقط نصف حصہ ہی اور نصف مذکر کا ہی پس جبکہ تنہا ایک دختر کا بیان رہا تھا الگ منصوص فرمایا لیکن یہ ضرور وارد ہی کہ للذکر مثل حظ الانثیین سے ایک پسر

و ایک دختر کا حصہ بھی ایک تہائی سمجھا گیا پس تفصیل علیحدہ بوجہ حکم انفراد کے ہی مگر اتنا کہا جاوے کہ انفراد کے ساتھ جبکہ اجتماع و انفراد میں فرق بھی ہو
پس دو کا حکم انفراد چونکہ بلا فرق کے وہی تھا جو اجتماع مذکر کے ساتھ مذکور ہوا لہذا الگ نہیں بیان کیا مترجم کہتا ہی کہ حق یہ ہی کہ اجتماع و
انفراد دختروں کے حق میں درصل مختلف ہی کیونکہ اجتماع میں دختر بھی عصبہ ہیں اور انفراد میں ذوی الفروض میں سے ہیں فافہم پس سب سے اصح
دلیل جمہور کے واسطے وہ حدیث جابرؓ ہی جو میں نے سبب نزول کے بیان میں اوپر ذکر کی جسمیں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد بن الربیع کی
دونوں دختر کے واسطے دو تہائی کا حکم فرمایا اور یہ حدیث خود حجت ہی اور مؤید اس دلالت کی جو قرآن مجید سے مذکور ہوئی فافہم واللہ اعلم اب
آگے اکیلی ایک دختر کا حکم فرمایا - بقولہ تعالیٰ عز و جل - وان کانت واحدۃ فلہا النصف - یعنی اولاد میں اگر اکیلی ایک لڑکی ہو تو اسکے واسطے
نصف ہی اُسکا ہوگا - قولہ فلامہ الثلث - یعنی جب فقط والدین وارث ہوں تو ماں کو تمام مال کی تہائی ملیگی اور مدارک میں فرمایا کہ اگر والدین
کے ساتھ شوہر و جورو میں سے کوئی ہو تو ماں کے واسطے تہائی تمام مال کا حکم نہیں رہیگا بلکہ زوج کا حصہ نکالکر باقی مال کی تہائی کا حکم ہوگا اسواسطے
کہ باپ بہ نسبت ماں کے میراث میں اقوی ہی کیونکہ درصورت تنہائی کے باپ کا حصہ ماں سے دو چند ہی پھر اگر درصورت زوج ہونے کے یعنے جورو یا
مرد ہونے کے بھی اسکا حصہ تہائی کل مال سے مقرر ہو تو لازم آویگا کہ باپ کا حصہ ماں سے کم ہو جاوے چنانچہ مثلاً ایک عورت مری اور اسنے
ماں و باپ و خاوند چھوڑے تو خاوند کو بسبب اولاد نہونے کے نصف ترکہ ملا اور ماں کو بر تقدیر مذکور تہائی دیا گیا تو باپ کے لیے چھٹا حصہ
رہ گیا بایں طور کہ کل مال کے چھ حصہ کر کے تین سہام شوہر کو اور دو سہام ماں کو اور رہا ایک سہم وہ باپ کو ملا پس للذکر مثل حظ الانثیین
کا حکم بدل کر للانثی مثل حظ الذکرین - ہو جائیگا حالانکہ یہ خلاف منصوص ہی پس لازم آیا کہ ماں کو بعد حصہ شوہر کے باقی کی تہائی دیا جاوے تو
یہ بات لازم نہ آوے چنانچہ اس مسئلہ میں منجملہ چھ سہام کے شوہر کو تین سہام دیکر باقی تین میں سے ماں کو تہائی کا ایک سہم دیا جاوے اور
دو سہام باپ کے ہیں تو مرد کو عورت سے دو چند ملا - وہو الحق - قولہ سبحانہ تعالیٰ - فان کان لہ اخوۃ فلامہ السدس یعنے اگر میت کے
بھائی بہن ہوں (نہ اولاد) تو میت کی ماں کے لیے چھٹا حصہ ہی - اسمیں ماں کے محجوب کرنے میں بھائی ہوں یا بہن ہوں خواہ میت کے
اعیانی ہوں یا علاتی یا اخیافی یعنے کسی قسم کے ہوں سب برابر ہیں لیکن جب دو ہوں یا دو سے زیادہ ہوں تب ماں کو تہائی سے محجوب کر کے
چھٹے حصہ پر لاتے ہیں اسلیے اگر ایک بھائی یا بہن ہو تو وہ ماں کو محجوب نہیں کر سکتا - پس اخوۃ جس سے مراد دو یا زیادہ ہی کیونکہ میراث میں
کمتر جمع دو ہی - اور اخوہ تین طرح کے ہوتے ہیں اعیانی یعنے ایک ماں و باپ سے سگے - علاتی یعنے باپ ایک ہو اور ماں دو ہوں - اور اخیافی
یعنے ماں ایک ہو اور باپ دو ہوں پس میت کا باپ زندہ ہوتے ہوئے انمیں سے کوئی وارث نہوگا کیونکہ باپ عصبہ ہی ایسے ہی میت کی دختر ہو تو بھی
باپ باقی کا عصبہ ہی اور اگر پسر ہو تو باپ کو فقط فرض یعنے چھٹا حصہ ملیگا اور اگر میت کے پسر و باپ یا دادا میں سے کوئی نہو تو بھائی اخوہ
وارث ہونگے ورنہ علاتی - پھر اخیافی ہر ایک بھائی و بہن کو چھٹا حصہ ہی اور اگر ایک سے زائد ہوں تو تہائی میں سب مساوی شریک ہونگے اور
انکا مذکر و مونث یکسان ہی - الحاصل **میت کا پسر** ہمیشہ عصبہ ہی اور صلبی پسر کے ہوتے ہوئے پوتا محجوب ہی اور اگر کوئی پسر نہو تو پوتا بھی مانند
پسر کے عصبہ ہی لیکن جب میت کی دختر و پوتا ہو تو دختر کو نصف دیکر باقی پوتا پاویگا - **میت کی دختر** - اگر پسر کے ساتھ ہو تو عصبہ ہی کہ
بعد ذوی الفروض کے حق دیتے کے باقی ان بھائی بہنوں میں اسطرح تقسیم ہوگا کہ پسر کو دختر سے دو چند ملیگا اگر دختر کے ساتھ پسر نہو تو وہ ذوی
الفروض میں سے ہی کہ اگر ایک ہو تو نصف پاویگی اور دو ہوں یا زیادہ ہوں تو سب کو دو تہائی ملے گا - **میت کا باپ** اگر میت کا پسر
موجود ہو تو چھٹا حصہ فریضہ فقط اور اگر دختر ہی ہو تو چھٹا حصہ فریضہ پھر بعد فریضۂ دختر کے باقی مال کا عصبہ ہوگا - **میت کا دادا**

جب باپ نہ ہو تو دادا بمنزلہ باپ کے ہے **میت کی ماں** اگر میت کا پسر یا دختر موجود ہو تو چھٹا حصہ ہے اور اگر کوئی فرزند نہ ہو تو ماں کو
کل مال کی تہائی اور اگر عورت میت کا زوج ہو یا مرد میت کی زوجہ ہو تو اسکا فریضہ دینے کے بعد باقی مال کی تہائی ملیگی اور اگر دو سے زیادہ
بھائی بہن کسی قسم کے ہوں تو ماں کا چھٹا حصہ ہوگا۔ یہاں تک حصص تو آیت کریمہ میں اتنک مذکور ہوے ہیں باقی آگے آتے ہیں

اٰبَآؤُکُمْ وَاَبْنَآؤُکُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ

تمھارے باپ اور تمھارے بیٹے تم نہیں جانتے ہو کہ انمین کون تمھارے نفع کے لیے سب سے نزدیک ہے حصہ بندھا اللہ کیطرف سے

اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا حَکِیْمًا ○

اللہ تعالے خوب دانا و حکمت والا ہے

عوفی کی روایت ابن عباس میں ہے کہ آیت فرائض میں بعض لوگوں کو اکراہ ہوا کہ عورت کو چوتھائی یا آٹھواں دیا جاوے اور دختر کو
نصف اور پسر صغیر عصبہ ہو حالانکہ انمیں سے کوئی بھی نہ دشمن دفع کرے نہ غنیمت لاوے اور زمانہ جاہلیت میں میراث سب سے بڑے مرد کو پھر
اس سے چھوٹے کو اس ترتیب سے دیتے تھے رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر۔ اور عطاء نے ابن عباسؓ سے روایت کی کہ پہلے یہ تھا کہ مال میراث
تو اولاد کا تھا اور والدین میں کے لئے نصیحت تھی پس اللہ تعالے نے اسمیں سے جو چاہا منسوخ فرمایا پس مذکر کو برابر دو مونث کے حصہ
دیا اور والدین میں سے ہر ایک سے نیے چھٹا حصہ و تہائی مقرر کیا اور زوجہ کے لیے آٹھواں یا چوتھائی رکھا اور شوہر کے لیے چوتھائی یا
نصف رکھا رواہ البخاری۔ اور حاصل یہ کہ اللہ تعالی نے امر جاہلیت کو دور کیا کہ کل میراث مذکر کو دیتے اور نیز ابتداے اسلام میں جو حال
پر تھے کہ کل مال اولاد کا اور اسمیں سے وصیت فقط والدین کو تھی منسوخ کیا کیونکہ انسان کو کبھی نفع دینوی یا اخروی یا دونوں اسکے
باپ سے اسقدر پہونچتا ہے کہ اولاد سے نہیں پہونچتا اور کبھی برعکس ہوتا ہے اور اسکا داننا اللہ تعالی ہے بندہ نہیں اسواسطے یہاں فرمایا اٰبَآؤُکُمْ
وَاَبْنَآؤُکُمْ۔ مبتدا۔ اور خبر اسکی۔ **لَا تَدْرُوْنَ اَیُّھُمْ اَقْرَبُ لَکُمْ نَفْعًا**۔ فی الدنیا والآخرۃ فظان ان ابیہ
انفع لہ فیعطیہ المیراث فیکون الابن انفع وبالعکس وانما العالم بذلک اللہ تعالے۔ تمھارے آباء و ابناء تم نہیں جانتے ہو کہ کون انمین سے
اقرب ہے تمھارے واسطے از راہ نفع کے یعنی دنیا میں اور آخرت میں کون تم کو نافع ہوگا پس گمان کرنے والا خیال لگاویگا کہ میرا بیٹا میرے
حق میں زیادہ نافع ہے تو اسکو میراث دیگا حالانکہ اسکا باپ اسکے لیے زیادہ نافع نکلے یا اسکے برعکس ہو۔ اور بات یہ ہے کہ اس امر کو اللہ تعالی ہی
خوب جانتا ہے۔ ففرض لکم المیراث۔ **فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ**۔ پس فرض کر دی تمھارے لیے میراث فرض کرنا بطور خاص اللہ تعالی کی طرف
سے۔ حاصل آنکہ تمھاری راے و اجتہاد پر نہیں چھوڑا کیونکہ تم اس کی مقدار جاننے سے عاجز ہو اور یہ جملہ معترضہ ہے اسکے لیے کوئی محل
اعراب نہیں ہے کذا فی المدارک۔ اور ایھم مبتدا مرفوع اور اقرب لکم خبر اور نفعًا تمیز ہے یعنی۔ اقرب از روے نفع کے اور یہ جملہ اسمیہ محل
نصب میں لا تدرون کا مفعول ہے۔ پھر فریضۃً کو نصب بنا برآنکہ مفعول مطلق ہے اسیواسطے مفسرؒ نے کہا ففرض لکم المیراث
فریضۃً من اللہ۔ اور کمالین میں کہا کہ مراد یہ ہے کہ یہ۔ یوصیکم کا مصدر موکد بغیر لفظ ہے از قبیل قولک لہ علی الف درہم اعترافا اور
حاصل آنکہ مقادیر مختلفہ مفروضہ و مساوات وارثوں میں اصل میراث میں فریضہ ہے اللہ تعالے کی طرف سے اور اسی کی طرف سے حکم
کیا گیا و مقدر کیا گیا ہے کیونکہ وہی دانا ہے ہر چیز کو اپنے محل پر رکھتا ہے اسی واسطے فرمایا۔ **اِنَّ اللّٰہَ کَانَ عَلِیْمًا**۔ بخلقہ۔ اللہ تعالی
علیم ہے۔ یعنے اپنی مخلوق کو ہر طرح جانتا ہے۔ **حَکِیْمًا**۔ فیما دبرہ لھم ای لم یزل متصفا بذلک حکیم ہے اس تدبیر میں جو اپنی مخلوق کے

واسطے مقرر فرمائی اور چونکہ کان صیغۂ ماضی تھا تو مفسر رح نے کہا یعنے برابر ہمیشہ اس صفت علم وحکمت سے متصف ہی اور حاصل جواب یہ
کہ کان یہان استمرار ودوام کے معنے مین ہی اور یہ عرب کی زبان مین شائع ہی ف جاننا چاہیے کہ آیۂ یوصیکم اللہ فی اولادکم۔ یہان تمام
ہوئی ہی اور بنظر تسہیل مین نے باپ و مان کے حصص اپنے مذہب کے موافق اوپر ذکر کردیے تاکہ عام نفع اٹھاوین اور توضیح یہ ہی کہ مان و باپ
کی چند حالتین ہین اول آنکہ میت کی اولاد کے ساتھ جمع ہون تو ہر ایک کے واسطے چھٹا حصہ ہوگا پس اگر میت کی ایک ہی دختر ہو تو اسکو
نصف اور ہر ایک والدین کو چھٹا چھٹا دیکر باقی چھٹے حصہ کو بھی میت کا باپ بطور عصبہ لیگا پس ایسی حالت مین باپ کو فرض وعصوبت
دونون ہونگے۔ دوم آنکہ والدین تنہا ہون تو مان کو تہائی دیکر باقی کو باپ محض تعصیب مین لیگا پس باپ اس حالت مین محض عصبہ ہوا اور اگر انکے ساتھ
زوج ہو یا زوجہ ہو تو اس صورت مین بسبب اولاد نہونے کے شوہر کو نصف یا زوجہ کو چہارم مل جاویگا پھر علما مین اختلاف ہی کہ مان کو کیا ملیگا
اسمین تین قول ہین ایک قول یہ کہ ہر دو مسئلہ مین مان کو باقی کا تہائی ملیگا گویا والدین کی نسبت یہی باقی مال ہی کل میراث ہی اور اللہ عزوجل
نے مان کے واسطے باپ کے حصہ کا نصف رکھا ہی پس وہ باقی کا تہائی لیوے اور دو تہائی باپ لیوے۔ اور یہی قول حضرت عمر و عثمان کا اور ہر دو
روایت مین اصح روایت کے موافق حضرت علی کا قول ہی اور یہی قول حضرت ابن مسعود و زید بن ثابت کا ہی اور اسیکو فقہاء مدینہ اور چاروں ائمہ
اور جمہور علمانے اختیار کیا ہی۔ اور دوسرا قول یہ کہ زوج و زوجہ ہو یا نہو ہر حال مان کو کل مال کی تہائی ملیگی کیونکہ فان لم یکن لہ ولد وورثہ ابواہ فلامہ
الثلث عام ہی اور یہ قول ابن عباس و معاذ بن جبل و شریح و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہی شیخ ابن کثیر رح نے کہا کہ یہ قول ضعیف ہی کیونکہ ظاہر عموم آیت تو
جمیع ترکہ سے ہی اور یہان بعد حصہ زوج یا زوجہ کے باقی کو جمیع قرار دیا گیا پس باقی کا تہائی ملیگی۔ اور تیسرا قول یہ ہی کہ مان کو فقط زوجہ کے مسئلہ مین
کل مال کی تہائی ملیگی چنانچہ بارہ مین سے چہارم یعنے تین تو زوجہ لیگی اور سوم یعنے چار مان کو ملین گے اور باقی پانچ باپ کو رہین گا اور اگر شوہر ہو تو
مان کو باقی تہائی ملیگی تاکہ مان کو باپ سے زیادہ نہ ملے اور یہ قول ابن سیرین سے نقل کیا جاتا ہی اور اس کا ضعف ظاہر ہی پس صحیح وہی قول اول
ہی حال سوم آنکہ والدین کے ساتھ اخوہ ہون خواہ سگے ہون یا باپ کی طرف یا مان کی طرف سے سوتیلے ہون سو یہ لوگ باپ کے ہوتے ہوے
وارث نہین ہو سکتے لیکن مان کو تہائی حصہ سے محجوب کرکے چھٹے حصہ پر کردیتے ہین پس اگر سوائے اخوہ کے اور کوئی نہو تو مان کے چھٹے
حصہ کے بعد باقی باپ کو تعصیب مین ملیگا۔ پس معلوم ہوا کہ باپ کو محض تعصیب دو جگہ ہوتی ہی ایک یہان اور ایک فقط مان کے ہوتے ہوے
فاحفظ۔ پھر دو اخوہ کا حکم بھی جمہور کے نزدیک یہی ہی جو تین یا زیادہ اخوہ کا ہی اور ابن عباس رض سے اسمین خلاف بسند ضعیف نقل کیا جاتا ہی
اور صحیح سند سے من طریق خارجہ بن زید عن ابیہ روایت ہی کہ ابن عباس رض نے فرمایا کہ اخوان بھی اخوہ کہلاتے ہین اور ایک بھائی ہو تو وہ مان
کو کچھ محجوب نہین کرتا اور ابن کثیر رح نے ذکر کیا کہ اہل علم کی دانست مین اخوہ کا محجوب کرنا مان کو اسی جہت سے ہی کہ باپ ان کے شادی بیاہ
کردینے کا متولی ہوگا اور انکا نفقہ باپ پر ہی نہ ان پر اور یہ اچھا کلام ہی لیکن ابن عباس رض سے بسند صحیح مروی ہی کہ اخوہ نے چھٹے حصہ سے مان کو
محجوب کیا تو یہ حصہ انکو مل جائیگا اور یہ قول شاذ ہی اور شیخ ابن جریر نے کہا کہ تمام امت سے مخالف ہی۔ اب باقی رہا بیان اسکا کہ دادا بھی بمنزلہ
باپ کے ہی اس امر مین کہ اسکے ہوتے ہوے اخوہ ساقط ہون یا نہین ہی تو حضرت ابوبکر صدیق رض کا مذہب یہ ہی کہ وہ بمنزلہ باپ کے ہی اور انکے
ایام خلافت مین صحابہ رضی اللہ عنہم سب متفق تھے پھر انکی وفات کے بعد اختلاف ہوا پس حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے قول پر ابن عباس
و عبد اللہ بن الزبیر و عائشہ و معاذ بن جبل و ابی بن کعب و ابو الدرداء و ابو ہریرہ و عطا و طاؤس و حسن و قتادہ و ابو حنیفہ و ابو ثور و اسحاق کا قول
ہی اور حضرت علی بن ابی طالب و زید بن ثابت و ابن مسعود رض کا مذہب یہ کہ دادا کو میت کے بھائیون بہنون کے ساتھ وارث کیا جاوے جبکہ

سگے ہون یا باپ کی طرف سے ہون اور انکے ساتھ میں جد کی تہائی سے کمی ہوگی اور ذوی الفروض کے ساتھ چھٹے حصہ سے جد کا حصہ کم نہ ہوگا بقول زید ومالک واوزاعی وابو یوسف ومحمد وشافعیؒ - اور بھائیون کی اولاد (بھتیجے) دادا کے ہوتے ہوئے جمہور کے قول پر ساقط ہو جاتی ہو اور رہی جدہ یعنے مان کی مان تو علما کا اتفاق ہو کہ اگر میت کی مان نہ ہو تو وہ چھٹا حصہ پاویگی اور اجماع ہو کہ مان کے ہوتے ہوئے ساقط ہو اور اجماع ہو کہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط نہین ہو اور اگر میت کی سگی نانی کا بیٹا موجود ہو تو زید بن ثابت وعثمان وعلی رضی اللہ عنہم سے مروی ہو کہ جدہ وارث ہوگی یہی قول مالک وثوری وابو ثور واوزاعی وابو حنیفہ وغیرہم کا ہو - اور حضرت عمر وابن مسعود وابو موسی سے روایت ہو کہ وارث ہوگی اور یہ عثمان وعلیؓ سے بھی مروی ہو اور یہی شریح وجابر بن زید واحمد واسحاق وغیرہ کا قول ہو **فائدہ ثانیۃ** عرائس البیان مین ہو کہ قولہ تعالی آباؤکم وابناؤکم لاتدرون ایہم اقرب لکم نفعا - اشارہ یہ کہ بزرگون کی خدمت کرو اور اولاد پر رحم کرو کیونکہ بسا اوقات انہین سے کسی فریق سے کوئی ایسا ولی ہوگا جو تمھارے لیے درگاہ الٰہی عزوجل مین سفارش کی اجازت پاویگا اور بیان مبہم رکھنے مین حکمت یہ ہو کہ سب پر رحمت وشفقت رکھین بتوقع اس ولی صادق کے - اور حضرت ابن عباسؓ نے اقرب لکم نفعا کی تفسیر مین فرمایا ای آباء وابناء مین تم سب سے زیادہ فرمانبردار اللہ عزوجل کا اور تم سب سے بلند درجہ اللہ تعالی کے نزدیک قیامت کے روز - اسواسطے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز مومنون مین سے بعض کو بعض کا شفیع فرماویگا پس اگر پسر اپنے والدین سے بلند درجہ ہوگا تو والدین کو اپنے درجہ پر لاویگا تاکہ اسکی آنکھین ٹھنڈی ہون اور اگر والد بدرجہ اعلی ہوگا تو اسکے ذریعہ سے فرزند کا درجہ بلند ہوگا تاکہ اسکی آنکھین خنک ہون

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ

اور تم کو آدھا مال جو چھوڑ مرین تمھاری عورتین اگر نہ ہو ان کی کوئی اولاد اگر ان کی اولاد ہو تو تم کو

الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۚ وَلَهُنَّ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ إِنْ لَمْ

چوتھائی جو چھوڑا بعد وصیت کے جو کر مرین یا قرضہ کے اور عورتون کو چوتھائی مال جو تم چھوڑو

يَكُنْ لَكُمْ وَلَدٌ ۚ فَإِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۚ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ

اگر تمھارے کوئی فرزند نہ ہو اور اگر تمھارے فرزند ہو تو تمھاری جورون کو آٹھوان اس سے جو تم چھوڑا بعد اس وصیت کے جو کر مرو تم

بِهَا أَوْ دَيْنٍ ۗ وَإِنْ كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَالَةً أَوِ امْرَأَةٌ وَلَهُ أَخٌ أَوْ أُخْتٌ فَلِكُلِّ

یا قرضہ کے اور کسی ایسے مرد کی میراث ہو جو باپ بیٹا نہین رکھتا یا عورت ہو اور اس شخص کا کوئی بھائی یا بہن ہو تو دونون سے

وَاحِدٍ مِنْهُمَا السُّدُسُ ۚ فَإِنْ كَانُوا أَكْثَرَ مِنْ ذَٰلِكَ فَهُمْ شُرَكَاءُ فِي الثُّلُثِ مِنْ بَعْدِ

ہر ایک کے لیے چھٹا حصہ ہو اور اگر اس سے زیادہ ہون تو سب کے سب شریک ہون گے تہائی مین بعد

وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَا أَوْ دَيْنٍ غَيْرَ مُضَارٍّ ۚ وَصِيَّةً مِنَ اللَّهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ○

وصیت کے جو کی گئی ہو یا قرضہ کے جب اورون کا نقصان نہ کیا ہو یہ وصیت اللہ کی طرف سے اور اللہ خوب جاننے والا حلم والا ہو

وَلَكُمْ نِصْفُ مَا تَرَكَ أَزْوَاجُكُمْ - جمع زوج بمعنے جورو ونیز بمعنے شوہر و یہان مراد اول ہو (المعنے) اور تمھارے لیے نصف اس مال کا جو تمھاری زوجات نے چھوڑا - **إِنْ لَمْ يَكُنْ لَهُنَّ وَلَدٌ** - منکم او من غیرکم - بشرطیکہ زوجات کا فرزند کوئی نہو - نہ لڑکا اور نہ لڑکی اور نہ تمھارے نطفہ سے اور نہ پہلے خاوند سے - **فَإِنْ كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ فَلَكُمُ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْنَ مِنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ**

يُوْصِيْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ پھر اگر زوجات کا کوئی فرزند ہو تو تمھارے واسطے انکے ترکہ میں سے چہارم حصہ ہے بعد ادائے وصیت کے جو وہ
وصیت کر کے مریں یا بعد ادائے قرضہ کے ف یا اگر قرضہ بھی ہو اور وصیت بھی ہو تو دونوں دیکر باقی میراث ہے ۔ واضح ہو کہ میت کی تجہیز و تکفین کے
بعد کہ قرضہ بالاجماع ہر حال میں مقدم ہے اور وصیت کو آیت میں اسواسطے مقدم کیا تاکہ وصیت کا لحاظ زیادہ رکھا جاوے پھر بعد قرضہ کے میت کی
تہائی سے وصیت نافذ کیجاوے پھر وارثوں کے حق متعلق ہیں اور آخر میں انشاء اللہ تعالیٰ مختصر بیان ہے اور ایام ارث کا لکھدیا جائیگا تخریج و طریقہ تقسیم ترکہ
انشاء اللہ تعالیٰ ۔ اور یہاں آیت میں بیان ہے کہ اگر زوجہ مرے درحالیکہ اسکا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی نہیں موجود ہے تو شوہر کو نصف ملیگا اور اگر
موجود ہو تو شوہر کو چہارم ملیگا رہا یہ کہ فرزند تو حقیقت میں وہ ہے جو عورت کے پیٹ سے ہو جیسے مرد کے نطفہ کا نطفہ اسکا حقیقی فرزند ہے مفسرؒ نے کہا
کہ والحق بالولد فی ذلک ولد الابن بالاجماع ۔ یعنے میراث میں پسر کا فرزند بھی فرزند کے ساتھ لاحق کیا گیا اور یہ اجماع ہے یعنے سب علماء میں اتفاق ہے
کہ اگر صلبی فرزند نہ ہو بلکہ پسر کا فرزند موجود ہو تو وہ بمنزلہ صلبی فرزند کے ہے ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ میت کے شوہر کے لیے دو حال ہیں ایک یہ کہ
فرزند نہ ہونے کی صورت میں نصف اور دوم فرزند ہونے کی صورت میں چہارم ۔ یہ امر بالاجماع ہے اس میں کچھ خلاف نہیں ہے اور ایسے ہی حکم زوجات
چنانچہ فرمایا ۔ وَلَهُنَّ ۔ ای للزوجات تعددن اولا ۔ الرُّبُعُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔ زوجات کے لیے خواہ ایک ہو یا کئی ہوں تمھارے ترکہ سے
چہارم ہے ۔ یعنے شوہر کے مرنے پر اسکی زوجہ کو ایک ہو یا چار تک ہوں فقط چہارم مال ملیگا پس اکیلی ہے تو کل چہارم لے اور کئی ہیں تو سب چہارم میں
برابر شریک ہوں مگر یہ چہارم حصہ اسوقت ہے کہ ۔ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّكُمْ وَلَدٌ ۔ اگر تمھارے کوئی فرزند نہو ۔ یعنی نہ بیٹا بیٹی اور نہ پوتا پوتی علیٰ
ہذا القیاس ۔ منهن او من غيرهن ۔ نہ اس جورو سے ہو اور نہ کسی دوسری جورو سے ہو یعنے کسی جورو سے تمھارا کوئی فرزند لڑکا یا لڑکی موجود
نہ ہو تب زوجات کا چہارم ۔ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ وَلَدٌ ۔ منهن او من غيرهن ۔ اور اگر تمھارا کوئی فرزند ہو ۔ خواہ موجودہ جورو سے
ہو یا اسکے سوائے کسی دوسری جورو سے ہو خواہ منکوحہ ہو یا نکاح فاسد ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا پسر کی لونڈی سے بشبہہ وغیرہ ہو غرضکہ
جو کبھی شرعی حلت سے تمھارے تحت میں تھی پھر وہ مرگئی یا طلاق دی گئی یا مانند اسکے جدا ہوگئی بخلاف اس کے اگر زنا سے کوئی اولاد ہو تو
وہ بمنزلہ نہونے کے ہے ۔ فَلَهُنَّ الثُّمُنُ مِمَّا تَرَكْتُمْ ۔ تو جورو ایک ہو یا زیادہ ہوں سب کو ایک آٹھواں حصہ ملے گا مگر یہ سب اس کل
مال سے ملے گا جو بعد قرضہ و تجہیز تکفین کے و وصیت کے باقی رہا ۔ مِّنْ بَعْدِ وَصِيَّةٍ تُوْصُوْنَ بِهَآ اَوْ دَيْنٍ ۔ بعد دینے وصیت کے
جو تم دلوا مرے یا بعد قرضہ ادا کرنے کے (اگر قرضہ و وصیت ہو) رہا یہ کہ اگر صلبی فرزند نہو مگر پسر صلبی کی اولاد ہو تو مفسرؒ نے کہا کہ وولد الابن کالولد
فی ذلک اجماعاً ۔ اور پسر کی اولاد اس میراث میں مثل فرزند صلبی کے ہے بالاجماع ۔ اور دختر صلبیہ کی اولاد ایسی نہیں ہے کما تقدم ۔ وَاِنْ
كَانَ رَجُلٌ يُّوْرَثُ ۔ صفته والخبر ۔ كَلٰلَةً ۔ یعنے رجل اسم کان اور یورث صفت ہے اور خبر اس کی کلالۃ ہے یعنے وان کان رجل
مورث منه کلالة ۔ اور اگر کوئی ایسا مرد ہو کہ اس کی میراث بطور کلالہ لی گئی ۔ یا کہا جاوے کہ یورث خبر کان ہے اور کلالہ حال ہے ضمیر یورث سے
کما فی المدارک بہرحال کلالہ کے معنے مفسرؒ نے بیان کیے ای لا والد له ولا ولد ۔ اسکا باپ نہ ہو اور فرزند بھی نہ ہو ۔ اَوِ امْرَاَةٌ ۔ تورث کلالة
یا کوئی عورت ہو کہ اس سے میراث بطور کلالہ لی گئی ۔ وَّلَهٗ ۔ ای للمورث الکلالة ۔ اور مورث کلالہ کے خواہ مرد ہو یا عورت ہو ۔ اَخٌ
اَوْ اُخْتٌ ۔ ای من ام وقرأ به ابن مسعود وغیرہ ۔ بھائی یا بہن ہو یعنی ماں کی جانب سے بھائی بہن ہو (تو اسکی میراث اسطرح ہے جو آگے
مذکور ہے) حضرت ابن مسعودؓ وغیرہ کی قراءۃ میں وله اخ او اخت من ام ۔ واقع ہوا ہے ۔ حاصل یہ کہ کسی مرد یا عورت کے کوئی فرزند یا باپ
نہ ہو اور اس کی وراثت بطور کلالہ ہو یعنے اس کے بھائی یا بہن ماں کی جانب سے وارث ہوں ۔ فَلِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ

ما ترک - تو ہر ایک وارث بھائی یا بہن مذکور کے لیے چھٹا حصہ (ترکہ سے) ہے۔ **قال ابن کثیر** کلالہ مشتق از اکلیل ہے یعنی وہ چیز جو سر کو اس کے کنارون سے محیط ہو اور مراد یہان وہ حواشی ہین جو اصول فروع کے سوائے آدمی کے وارث ہون چنانچہ شعبی نے حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ سے کلالہ دریافت کیا گیا تو فرمایا کہ مین اسمین اپنی رائے سے کہتا ہون اگر ٹھیک ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے توفیق ہے اور اگر خطا ہو تو میری جانب و شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ و رسول اس سے بری ہین پھر کہا کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند نہو اور باپ نہو پھر جب عمر رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوئے تو کہا کہ مجھے شرم آتی ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ کی رائے سے خلاف کرون رواہ ابن جریر وغیرہ اور ایسا ہی حضرت عمر و علی و ابن مسعود نے فرمایا ہے کہ کلالہ وہ ہے جسکا فرزند و باپ نہو اور یہی قول ابن عباس رضی اللہ عنہ و زید بن ثابت رضی اللہ عنہ وغیرہم سے صحیح ہوا اور یہی قول شعبی و نخعی و قتادہ و حسن و جابر بن زید و حکم کا ہے اور یہی قول اہل مدینہ و اہل کوفہ و اہل بصرہ و فقہائے سبعہ و ائمۂ اربعہ و جمہور سلف و خلف کا بھی قول ہے اور اس اجماع کو بہت لوگون نے نقل کیا ہے اور اسمین ایک حدیث مرفوع بھی آئی ہے اور قولہ تعالیٰ وله اخ او اخت ای من ام - یعنی مان کیجانب سے بھائی یا بہن ہو اور یہی قراءۃ بعض سلف کی ہے جنمین سعد بن ابی وقاص بھی ہین - الحاصل اگر کسی میت کے وارث سوائے اسکے فرزند و باپ کے ایسے لوگ ہون جنکا تعلق از جانب ولادت مادر ہے اور وہ مادری بھائی بہن ہین جو مان کے کسی شوہر سے سوائے پدر میت کے ہون پس مگر ایک مادری بھائی یا بہن ہو تو ہر ایک کو چھٹا حصہ ملیگا اور اسمین مذکر و مونث مین کمی بیشی نہوگی - **فَإِنْ كَانُوٓا** - ای الاخوۃ والاخوات من الام - پھر اگر یہ بھائی و بہنین جو مان کی جانب سے ہین - **أَكْثَرَ مِن ذَٰلِكَ** - ای من واحد - اس سے زیادہ ہون یعنی ایک سے زیادہ ہون - **فَهُمْ شُرَكَآءُ فِى ٱلثُّلُثِ** - تو وے ایک تہائی مین شریک ہون گی - یستوی فیہ ذکورہم و اناثہم - اس تہائی مین انکے مذکر و مونث برابر کے حصہ دار ہونگے یعنے بھائی کو بہن سے کچھ زیادہ نہین ملیگا - **قال ابن کثیر** مادری بھائی بہن دیگر وارثون سے کئی باتون مین مخالف ہین اول یہ کہ یہ لوگ اس شخص کے ساتھ مین بھی وارث ہوتے ہین جس کی وجہ سے قرابت ہے یعنی مان کے ہوتے ہوئے بھی وارث ہوتے ہین دوم انکا مذکر و مونث برابر کا حصہ دار ہے سوم یہ کہ وارث نہین ہوتے ہین مگر جب ہی کہ میت کلالہ ہو پس اگر میت کا باپ موجود ہوگا یا بیٹا یا بیٹی یا پسری اولاد تو وارث نہون گے - چہارم آنکہ میراث کبھی ایک تہائی سے زائد نہین ہوتی اگرچہ کسی قدر کثرت سے ہون اور زہری رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فیصلہ کیا کہ مادری بھائیون بہنون کی میراث آپس مین اس طرح ہے کہ جس قدر مذکر کو اسی قدر مونث کو - زہری رحمہ اللہ نے کہا کہ مجھے یہ معلوم نہین کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کا حکم رسول اللہ صلعم سے معلوم کیا یا اسی آیت سے لیا ہے رواہ ابن ابی حاتم اور ایک مسئلہ مشترکہ مین علماء نے خلاف کیا ہے جس کا نام مسئلہ حماریہ ہے کہ وہ یون ہے کہ میت کے ورثہ مین شوہر ہے اور مان یا نانی سگی - اور دو اولاد مادری اور میت کی حقیقی عینی بھائی بہن ایک یا زیادہ ہین تو جمہور کے قول پر نصف شوہر کو اور مان یا نانی کو چھٹا حصہ اور مادری اولاد کی تہائی مین عینی بھائی شریک ہون گے اور یہ مسئلہ زمانۂ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مین واقع ہوا تو انھون نے شوہر کو نصف اور مان کو چھٹا حصہ اور اولاد مادری کو تہائی دیا پس میت کے سگے بھائی بہنون نے جو ان باپ دونون کی طرف سے تھے کہنے لگے کہ اے امیر المومنین مانا ہم نے کہ ہمارا باپ حمار یعنی گدھا تھا پھر کیا ہم مادری اولاد کے ساتھ ان کی طرف سے بھی شریک نہین ہین کہ ہم سب کی مان ایک ہے پس عمر رضی اللہ عنہ نے ان سب کو شریک کر دیا اسیطرح عثمان رضی اللہ عنہ سے بھی شریک کر دینا صحیح ہوا ہے اور دو روایتون مین سے ایک روایت یہی ابن مسعود و زید بن ثابت و ابن عباس سے ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و شریح و مسروق و طاؤس و محمد بن سیرین و ابراہیم نخعی و عمر بن عبد العزیز و ثوری و شریک کا ہے اور یہی مذہب امام مالک و شافعی و اسحٰق بن راہویہ کا ہے - اور حضرت علی بن ابی طالب انہین باہم شریک نہین کرتے بلکہ تہائی مذکورہ فقط اولاد مادری کو دیتے اور ایسی حالت مین عینی یا دری و پدری اولاد کو کچھ نہین دیتے کیونکہ وہ لوگ عصبہ ہین اس سے وہ اعتراض دفع ہو گیا جو عینی سگے بھائیون نے وارد کیا تھا کہ باپ کچھ نہین سہی مگر ہماری مان تو ایک ہے

اور حاصل جواب یہ ہو کہ باپ تمھارا سب کوئی ہو اور تم بہ نسبت اولاد مادری کے افضل ہو کیونکہ تم عصبہ ہو اور عصبہ وہ ہو جو اصحاب فرائض کی مقدار دیکر باقی سب مال لے لے لیکن بیان اسوجہ سے نہ ملا کہ کچھ بچا نہین اور یہ وجہ نہین کہ وہ وارث نہین ہین فافہم- وکیع بن الجراح نے کہا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے اسمین کوئی مختلف روایت نہین ہو اور یہی قول ابی بن کعب و ابو موسی اشعری کا ہو اور یہی مشہور قول ابن عباس کا ہو اور یہی مذہب شعبی ابن ابی لیلی و ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد بن الحسن اور حسن بن زیاد و زفر بن ہذیل و احمد بن حنبل و یحیی بن آدم و نعیم بن حماد و ابو ثور و داؤد ظاہری وغیرہ کا ہو- مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٖ يُوصِيٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرّٖۚ- یہ سب جو مذکور ہوا بعد ادا سے وصیت کے جو میت کر گیا یا قرضہ کے ہو درحالیکہ وہ وارثون پر ضرر ڈالنے والا نہین ہو مثلاً باینطور کہ تہائی سے زیادہ کی وصیت کی ہو آیت کریمہ مین وصیت صرف ایسی ہو کہ غیر مضار ہو یعنے ضرر پہونچانے والی ہو باقی مطلق ہو ولیکن حدیث صحیح سے ثابت ہو کہ تہائی سے زیادہ وصیت رد ہو تی ہو اور ائمہ علماء نے اسپر اتفاق کیا ہو اور قرطبی نے کہا کہ وارث کے واسطے وصیت بالاجماع نہین جائز ہو اور بعض نے ذکر کیا کہ ایسی وصیت بھی باطل ہو گی جس سے محض ضرر رسانی مقصود ہو اسمین سے تہائی یا کم کچھ بھی نافذ نہو گی- اور حضرت ابن عباس سے روایت ہو کہ وصیت مین ضرر پہونچانا کبیرہ گناہ ہو رواہ ابن ابی حاتم و ابن جریر- اور ابو ہریرہ سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ آدمی ستر برس نیکیون کے کام کرتا ہو پھر وصیت کرنے مین جور و ظلم کر جاتا ہو پس خاتمہ بد کام پر ہو کر دوزخ مین داخل ہوتا ہو اور آدمی ستر برس بدون کے کام کرتا ہو پھر وصیت کرنے مین عدل و انصاف کرتا ہو پس خاتمہ نیک کام پر ہو کر جنت مین داخل ہوتا ہو پھر ابو ہریرہ نے کہا کہ پڑھو تمھارا سا جی چاہے تلک حدود اللہ تا قولہ عذاب مہین- رواہ ابن ماجہ والبیہقی و احمد و عبد بن حمید و ابو داؤد والترمذی وقال حدیث حسن- اور حضرت انس سے روایت ہو کہ حضرت صلعم نے فرمایا جس نے اپنے وارث کی میراث قطع کی قیامت مین اللہ تعالے اسکو جنت سے قطع کریگا رواہ ابن ماجہ قال ابن کثیر اماموں مین اختلاف ہو کہ وارث کے حق مین قرضہ کا اقرار کرنا صحیح ہو یا نہین اسمین دو قول ہین ایک یہ کہ نہین صحیح ہو بسبب تہمت کے اور حدیث صحیح مین ثابت ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ اللہ عز و جل نے ہر حقدار کو اسکا حق دیدیا اب کسی وارث کے لیے وصیت نہین ہو اور یہی مذہب امام مالک و احمد و ابو حنیفہ کا اور قول قدیم شافعی کا ہو اور شافعی کے قول جدید مین صحیح ہو اور یہی مذہب طاؤس و عطا و حسن و عمر بن عبد العزیز کا ہو اور اسی کو امام بخاری نے صحیح مین اختیار کیا بدین حجت کہ رافع بن خدیج نے وصیت کی کہ فزاریہ کے گھر مین جو کچھ ہو وہ کھولا نجاوے قال المترجم یہ احتجاج بچند وجوہ محل نظر ہو اول آنکہ لا تکشف الفزاریۃ عما اغلق علیہ بابہا- یعنی فزاریہ زوجہ جسپر اسکا دروازہ بند کیا گیا ہو کھولا نجاوے" یہ کچھ اقرار نہین اور اگر وصیت کہتے ہو تو وارث کے لیے وصیت نہ ہونا حدیث صحیح سے ثابت ہو دوم قول مذکور اس مراد مین نص نہین کما لا یخفی سوم آنکہ شاید ان لوگون کی طرف سے اسکے حق مین ضرر پہونچانے کا خوف محسوس کیا ہو واللہ تعالے اعلم غرضکہ الفاظ مذکور اس بات مین صریح نہین ہین فافہم- وَصِيَّةٗ- یعنی یہ موکد فیوصیکم- یعنے وصیۃ منصوب بنابر آنکہ مفعول مطلق فعل محذوف کا اور موکد مضمون یوصیکم ہو- مِّنَ ٱللَّهِۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٞ- یہ وصیت ہو اللہ تعالی کی طرف سے اور اللہ تعالی علیم حلیم ہو- یعنے جو کچھ اپنے مخلوق کے واسطے تدبیر فرمائی اسکا دانا ہو اور حلیم باین معنے کہ مجرم سے عقوبت کو تاخیر دیتا ہو اور واضح رہے کہ جن لوگون کو میراث دلائی انہین دلیل سنت سے یہ خصوصیت ہو کہ انہین کوئی بات وارث ہونے سے مانع ہو اور مفسر کے نزدیک مانع یہ ہین کہ مورث قتل کیا ہو یا اختلاف دین ہو یا رقیت ہو اور مترجم نے اوپر بیان کر دیا کہ اختلاف الدارین بھی ہمارے نزدیک مانع میراث ہو یعنے وارث و مورث مین سے ایک کا مسکن دار الاسلام ہو اور دوسرے کا مسکن دار الحرب ہو- واضح ہو کہ جسکو اسکے مولی نے آزاد کیا اگر وہ لاوارث قرابتی مرا تو آزاد کنندہ اسکی میراث کا مستحق ہو جبکہ

ذوی الارحام ہنون اور میراث ذوی الارحام کا بیان قولہ تعالیٰ (واولوا الارحام بعضہم اولیٰ ببعض) الآیہ مین انشاء اللہ تعالیٰ آویگا اور جب کوئی شخص کسی کے ہاتھ پر اسلام لایا اور اسی سے موالات کرلی پھر لاوارث مرا تو یہی مولیٰ اسکا وارث ہے اور اگر کسی قسم کا وارث نہو تو اسکا مال داخل بیت المال عام ہوگا لیکن ایک جماعت علمائے نے اس زمانہ مین فتویٰ دیا کہ بیت المال کو بادشاہون نے حق طور پر قائم نہین رکھا لہذا جو کچھ اہل فرائض سے بچ جاوے وہ بھی انھین پر پھیر دیا جاوے اور لاوارث کا مال اسی کے نام پر خیرات ہو۔ اور یہ تفصیل مطولات فقہ مین مع تحقیق مذکور ہے یہان مختصر بیان تخریج و تقسیم مناسب ہے۔ جاننا چاہیے کہ فرائض مین حصص تہائی و دو تہائی و چھٹا یا نصف و چہارم و آٹھوان ہے اور تو عدد موافق کتب فرائض سے طول چاہتے ہین مختصر بیان ہے کہ قسم اول یعنے تہائی و دو تہائی و چھٹا سب کا نکالنا چھ سے ممکن ہے اور قسم دوم کا نکالنا آٹھ سے ممکن ہے پس اگر ورثہ قسم اول سے جمع ہون تو انکے حصص کے لحاظ سے جسکا حصہ سب سے کم ہو وہی عدد مسئلہ رکھکر حصص نکالو مثلاً کسی وارث کا تہائی اور دوسرے کا دو تہائی ہے تو (۳) سے مسئلہ فرض کرکے۔ او ۲ حصص دیدو اور اگر تہائی و چھٹا مثلاً جمع ہو یعنی ایک وارث کا تہائی حصہ ہے اور دوسرے کے واسطے چھٹا حصہ ہے تو (۶) سے مسئلہ رکھو تو تہائی کے دو اور چھٹے حصہ کا ایک سہم دیدو۔ اسی طرح اگر قسم دوم کے ورثہ جمع ہوے یعنی مثلاً نصف و چہارم ہے تو (۴) سے مسئلہ رکھو اور اگر نصف و چہارم و آٹھوان مثلاً جمع ہو سکے تو (۸) سے مسئلہ رکھو اور اگر قسم اول اور قسم دوم کے جمع ہون مثلاً نصف و تہائی و آٹھوان و تہائی کا مخرج ۔۳۔ اور آٹھوین کا (۸) ہے تو انہین نسبت دیکھو جو اس مثال مین تباین ہے پس ۔۳۔ کو ۔۸۔ مین ضرب دو (۲۴) سے نکالو اور اگر نصف و چھٹا جمع ہو تو (۶) کافی ہین۔ اسی طرح تہائی و چوتھائی مین (۱۲) سے مسئلہ ہوگا۔ اسی طرح اعداد ورثہ مین اور انکے حصص مین بھی نسبت دیکھکر برابر تقسیم کے لیے مسئلہ ٹھیک کرلو۔ آن مثالون مین غور کرو (**مثال** ۔۱) زید مرا۔ ایک بیٹا اور ایک بیٹی چھوڑی اور کوئی نہین ہے تو دختر کی تعداد ایک ہے اسکو پسر کی تعداد ایک کے دوچند یعنے (۲) مین جمع کرو تین ہوے پس جواب یہ کہ زید کے تمام مال کے تین حصے کرکے دو حصے پسر کو ایک حصہ دختر کو دیدو (**مثال** ۔۲۔) اگر مثال مذکور مین دو پسر تین دختر ہون تو دخترون کی تعداد ۔۳۔ کو پسر کی تعداد ۔۲۔ کے دوچند یعنے ۔۴۔ مین جمع کرو ۔۷۔ ہوے یہی جواب ہے تمام مال کے سات حصے کرکے ایک ایک حصہ ہر دختر کو اور دو دو ہر پسر کو دیدو۔ (**مثال** ۔۳۔) زید مرا۔ باپ۔ مان۔ ایک پسر۔ ایک دختر چھوڑی تو اولاد کی صورت مین مان باپ کو چھٹا چھٹا حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پس (۶) سے کسر ہوگی یعنی ایک حصہ باپ اور ایک حصہ مان۔ اور باقی عصبہ مین چار سہام ہین حالانکہ ۔۳۔ سہام ہوتے تو دو پسر کو اور ایک دختر کو دیا جاتا پس ۔۳۔ کو ۔۶۔ مین ضرب دو تو (۱۸) سے مسئلہ ٹھیک ہوا کہ ۔۳۔ باپ کو اور ۔۳۔ سہام مان کو اور باقی ۔۱۲۔ مین سے ۔۸۔ پسر کو اور ۔۴۔ دختر کو مل گئے۔ (**مثال** ۔۴۔) زید مرا۔ باپ۔ مان۔ دو پسر۔ تین دختر چھوڑے۔ پس مان باپ کے لحاظ سے چھٹا حصہ چاہیے تو اصل مسئلہ (۶) لیکن ایک مان و ایک باپ کو دیکر باقی ۔۴۔ سہام ہین حالانکہ دختر سے پسر کو دوچند کے حساب سے (۷) سہام چاہیے تو ۔۶۔ کو ۔۷۔ مین ضرب سے ۴۲ ہوے پس مان و باپ کے ششم حصہ کے حساب سے ۔۷۔ سہام باپ کے ۔۷۔ سہام مان کے ۔۸۔ ہر پسر کو ۔ اور ۔۴۔ ہر دختر کو ملین گے۔ (**مثال** ۔۵۔) زید مرا۔ باپ و مان چھوڑے تو ظاہر ہے کہ مان کو تہائی ہے باقی باپ کا پس ۔۳۔ حصہ کرکے ایک مان کو ۔۲۔ باپ کو ملیگا (**مثال** ۔۶۔) زید مرا اور باپ۔ مان۔ جورو چھوڑی۔ تو جورو کا چہارم پس چار حصے کرکے ایک جورو کا اور باقی تین سہام مین سے تہائی کا ایک سہم مان کا اور باقی دو حصے باپ کے ہین (**مثال** ۔۷۔) باپ۔ مان۔ دو بھائی یا بہن جو مان کے پیٹ سے پہلے کسی خاوند سے ہین تو مان کو چھٹا حصہ اور باقی پانچ حصہ باپ کو ملے اور یہ بھائی محروم ہین کیونکہ باپ کے ہوتے ہوئے ساقط ہوتے ہین لیکن انھون نے اپنی مان کو تہائی سے محجوب کرکے چھٹے حصہ پر نقص کردیا اور اگر یہ اولاد نہ ہوتی تو مان کو تہائی ملتا فافہم۔ (**مثال** ۔۸۔) باپ۔ بیٹا دو۔ بیٹی تین۔ جورو ایک ورثہ چھوڑے

باپ کا چھٹا حصہ اور زوجہ کا آٹھوان حصہ ہے اور باقی عصبہ ہین پھر جب چھٹا و آٹھوان جمع ہوے تو اصل مسئلہ ۲۴ سے ہوگا لیکن چھٹا و آٹھوان نکال کر باقی کی تقسیم ٹھیک نہین کیونکہ دونون بیٹے اور تینون بیٹیون کے حصص ملکر کم سے کم سات ہونگے مگر ۱۷ اور ۲۴ مین تباین ہے پس ضرب دنیو ۱۶۸ ہوے پس باپ کا چھٹا حصہ ۲۸ اور جورو کا آٹھوان ۲۱ اور تین دختر کا ۵۱ جسمین سے ہر ایک کے سترہ۔ اور دو پسر کا ۶۸ جسمین سے ہر ایک کے چونتیس ۳۴ ہوے پس مجموعہ ۱۶۸ ہے پس کل مال کے اسیقدر حصے کیے جاوین (مثال ۹)۔

اگر مثال مذکور مین بجاے ایک زوجہ کے تین جورو ہون تو زوجہ کے حصہ مین جو ۲۱ سہام آئے وہ تین زوجات پر پورے تقسیم ہوجاتے ہین پس ہر جورو کو ۷ حصے ملینگے اور حساب مذکور مین کچھ تغیر نہوگا اور اگر چار زوجات ہون تو بوجہ تباین کے ۲۱ سہام کی تقسیم چار پر ٹھیک نہوگی پس مجموعہ ۱۶۸ کو چار مین ضرب دینا پڑیگا تاکہ ہر جورو کا حصہ بھی سالم نکل آوے۔ اور واضح ہو کہ حصص مین کبھی عول ہوتا ہے یعنے وارثون کے سہام ملکر کل سے زائد ہوجاتے ہین مثلاً اصل مسئلہ بارہ ۱۲ اور مجموعہ حصص ملکر ۱۳ ہوجاتا ہے مثلاً ہندہ مری اور باپ ماں۔ شوہر۔ ایک دختر وارث چھوڑے تو مسئلہ ۱۲ مین سے باپ کو ایک۔ ماں کو ایک۔ شوہر کو ۳ اور دختر کو ۶ ملنا چاہیے کیونکہ والدین سے ہر ایک کو چھٹا حصہ شوہر کو چہارم و دختر کو نصف ملنا چاہیے حالانکہ یہ سب ملکر ۱۳ ہوجاتے ہین تو کل مال کے ۱۳ حصے کرکے اسیطرح تقسیم ہونا چاہیے یہی عول ہے۔ اور واضح ہو کہ عول کے برعکس کبھی رد کرنا ہوتا ہے مثلاً میت نے زوجہ و دختر چھوڑی تو زوجہ کو آٹھوان اور دختر کو نصف دینا چاہیے تو (۸) سے مسئلہ ہوکر ایک حصہ زوجہ کو اور ۴ سہام دختر کو دیے اور ۳ سہام باقی بچ رہے تو وہ بھی اسی حساب سے انہین وارثون کو واپس رد کیے جاوین پس چاہیے کہ کل مال کے پانچ سہام کرکے ایک حصہ زوجہ کو دیدو اور چار حصہ دختر کو دیدو تو کل مال انہین مین فرض و رد سے تقسیم ہوگیا اور ہر ایک کے حق مین زیادتی ہوگئی کیونکہ پہلے مثلاً ایک روپیہ مین سے ۲ آنہ زوجہ کو اور آٹھ آنہ دختر کو ملے تھے اور اب زوجہ کو پانچوان یعنے تین آنہ دو پائی ملے جبکہ آنہ کی ۱۲ پائی مانو اور دختر کو باقی ملا اور اسکا نام اصطلاح مین رد ہے۔ پھر یہ طریقہ جو مذکور ہوا صرف ایک میت کے ورثہ مین تقسیم ہے اور اگر اول میت کا ترکہ تقسیم نہوا پھر ان وارثون مین سے کوئی مرا پھر اسکے ورثہ مین سے کوئی مرا غرضکہ چند اموات کے بعد جو لوگ موجود رہے انھون نے تقسیم چاہی تو اسکو مترجم نے عین الہدایہ ترجمہ ہدایہ مین تفصیل لکھدیا ہے وہان سے تلاش کرو۔ یہان مختصر قاعدہ لکھا جائیگا لیکن پہلے یہ یاد رکھو کہ اگر تین زوجہ کمین مثلاً ۲۴ سہام ہون تو ہر ایک کو ۱۲ سہام ملے اور اگر انھین کے ۲۱ سہام کرو تو بھی ہر زوجہ کو ۷ پورے ملے لیکن اس سے کم نہین ہوسکتے ہین تو فرائض مین یہ ضروری لحاظ ہے کہ اعداد مین کی نسبت رکھو اور نسبت چار ہین اول تماثل جیسے ۴ و ۴ ۔ اور ۵ و ۵ وغیرہ دوم تباین جیسے ۳ و ۵ و ۷ و ۱۱ ۔ ۳ وہ جنمین بڑا چھوٹے پر تقسیم نہوسکے سوم تداخل جنمین تقسیم ہوسکے جیسے ۳ و ۱۲ ۔ ۴ و ۱۲ ۔ ۵ و ۱۵ ۔ ۳ و ۱۵ وغیرہ چہارم توافق دو عدد جو تیسرے عدد پر پوری تقسیم ہوجاوین جیسے ۶ و ۸ ہین کہ ۲ پر پورے تقسیم ہوجاتے ہین پس تماثل مین ایک عدد لیلو۔ تباین مین دونون کو ضرب دے لو۔ تداخل مین فقط بڑا عدد کافی ہے توافق مین ایک کے وفق کو دوسرے مین ضرب دو جیسے ۶ و ۸ مین سے دو سے توافق ہے تو ۶ کو دو پر تقسیم کرکے ۳ حاصل کو ۸ مین ضرب دیکر ۲۴ لے لو علی ہذا القیاس تو ایسا کرنے سے حساب مین اختصار ہوگا اور اگر ۶ کو ۸ مین ضرب دو تو اس سے دو چند یعنے ۴۸ ہوجاوینگے حالانکہ جب وارثون کے حصص ۲۴ سے نکل آتے ہین تو بیفائدہ ۴۸ حصہ کرنے سے تکلیف اٹھانا جائز نہین ہے پس جسطرح وارثون کے حصص مفروضہ یاد رکھے اسی طرح حساب کا قاعدہ بھی مشق کرے اب جاننا چاہیے کہ فرائض مین جو شخص ان تمام حصص کو یاد کرے جو قرآن مجید مین مذکور ہین اور اس حساب کو یاد کرے وہ ہر میت کی میراث اوسکے وارثون مین تقسیم کرے گا انشاء اللہ تعالی لیکن جب دوسری پشت یا تیسری پشت پر مناسخہ ہوتا ہے تو اس حساب فرائض مین مشکل ہے اسکو بھی بیان کرتے ہین انشاء اللہ تعالی سمجھ لینے پر وہ بھی آسان ہوجاویگا۔ جاننا چاہیے کہ پہلے جو میت مرے اس وقت کے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو پھر جو

دوسمرا مرے اُسکے موجودہ وارثون مین تقسیم کرو تو جو کچھ ہرایک کا حصہ نکلے اسکو دیکھو کہ اوپر اس میت کے حصہ مین پہلے میت کے مال سے کتنے حصے ملے تھے کیونکہ وہی حصے اس حساب سے اسکے وارثون مین تقسیم ہونگے پھر اگر ان مین تداخل ہو تو کچھ ضرورت نہین ورنہ توافق کی صورت مین موافق مذکورہ بالا کے تیسرے پر ایک کو تقسیم کرکے حاصل سے دوسری ضرب کرو اور وہ اول میت کے مسئلہ مین بھی قائم کرو تاکہ سب حصے برابر نکلین پھر وارثون کے حصے جمع کرو مثلاً زید مرا اور بیٹا مسمی بکر۔ اور بیٹی مساۃ ہندہ اور جورو مساۃ سلمی چھوڑی پھر بکر مرا اور دختر مساۃ کبری اور جورو مساۃ صغری اور بہن مساۃ ہندہ مذکورہ بالا اور مان مساۃ سلمی مذکورہ بالا چھوڑی سب وارثون نے تمام مال کو تقسیم کرنا چاہا تو اسطرح کرنا چاہیے کہ اول زید کی میراث تقسیم کرو تو جورو کو آٹھوان اور باقی بیٹا بیٹی مین للذکر مثل حظ الانثیین ہوگا لہذا۔ ۲۴۔ سے مسئلہ ہوا تو بکر بیٹا۔ ۱۴۔ اور ہندہ بیٹی کو۔ ۷۔ اور سلمی جورو کو۔ ۳۔ حصے ملے۔ پھر بکر مرا ہے جسکے پاس اول ترکہ سے۔ ۱۴۔ سہام مین تو اسکی مان کو چھٹا حصہ اور جورو کو آٹھوان حصہ اور بیٹی کو نصف ہے اور بہن عصبہ ہے۔ لہذا یہ مسئلہ بھی۔ ۲۴۔ سے ہوا یعنے بکر کے مال کے ۲۴۔ حصے کیے جاوین جسمین سے کبری دختر کے۔ ۱۲۔ صغری جورو کے۔ ۳۔ اور ہندہ بہن کے۔ ۵۔ اور سلمی مان کے ۴۔ ہوئے لیکن اوپر معلوم ہوا کہ بکر کے پاس چودہ ۱۴ سہام ہین اور ۱۴۔ و ۲۴۔ مین توافق ہے کیونکہ۔ ۲۔ پر دونون تقسیم ہوتے ہین لہذا۔ ۷۔ کو۔ ۲۴۔ مین ضرب دیا۔ ۱۶۸۔ ہوئے پس اسی عدد ۷۔ سے اوپر کے کل سہام کو مع عدد مسئلہ کے ضرب دو تو بکر۔ ۹۸۔ ہندہ۔ ۴۹۔ سلمی۔ ۲۱۔ ہوگئے۔ اور اسی طرح بکر کے وارثون کے کبری دختر۔ ۸۴۔ صغری جورو۔ ۲۱۔ اور ہندہ بہن۔ ۳۵۔ اور سلمی مان۔ ۲۸۔ ہوگئے پس جو لوگ اب زندہ موجود ہین انہین سے فقط ہندہ کو اپنے باپ و بھائی دونون کی میراث ملی اور اسیطرح سلمی کو اپنے شوہر و پسر دونون کی میراث ملی ہے اور باقی کو ایک ہی میراث ملی پس کبری کے۔ ۸۴۔ اور صغری کے ۲۱ اور ہندہ کے ہر دو میراث کے جمع کرو تو۔ ۸۴۔ اور سلمی کے ہر دو میراث کے۔ ۴۹۔ ہوئے واللہ تعالی اعلم بالصواب

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

یہ حدین باندھی اللہ کی ہین اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور اوسکے رسول کے وہ داخل کرے اپنے باغون مین جنکے نیچے بہتی ندیان

خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ

رہ پڑے اوسمین اور وہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی بے حکمی کرے اللہ کی اور اوسکے رسول کی اور بڑہ جاوے اسکی حدون سے

يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا ۪ وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ ع

داخل کرے اوسکو آگ مین رہ پڑا اُسمین اور اوسکو ذلت کی مار ہے

ع ۱۲ ۲

تِلْكَ۔ الاحکام المذکورۃ من امر الیتامی والعدہ۔ یعنی تلک کا اشارہ احکام مذکورہ کی طرف ہے جو یتیمون کے بارہ مین اور اسکے مابعد مین فرائض و مواریث ذکر فرماتے ہین یہ حُدُوْدُ اللّٰهِ۔ شرائعہ التی حدہا لعبادہ لیعملوا بہا ولا یتعدوہا۔ حدود الٰہی ہین ف یعنی شرائع ہین جنکو اللہ تعالی نے بندون کے لیے حد کردیا ہے تاکہ اسپر عمل کرین اور انسے تجاوز نہ کرین۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ۔ فیما حکم به اور جسنے اللہ تعالی کی فرمانبرداری کی ف یعنے اطاعت کی ایسے امر مین جو حکم کردیا ہے تو۔ يُدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا۔ اللہ تعالی اس کو ایسے باغات مین داخل فرماویگا جنکے نیچے نہرین جاری ہین۔ درحالیکہ انمین مقدر ہو گا خلود و ہمیشہ رہنا انکے واسطے۔ وَذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ۔ اور یہ فوز عظیم ہے ف پوری فلاح و پوری مراد ہے۔ یدخلہ بیا ہی تحتیہ اکثر کی قرارت ہے اور ندخلہ بنون متکلم نافع کی قرارت ہے بمعنے ہم اسکو داخل کرینگے ایسے باغات بیمثال مین اس شان سے کہ جیسے داخل ہین انمین ہمیشہ ہین کبھی موت نہ

نہ فناء ہے۔ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوْدَهٗ يُدْخِلْهُ نَارًا خَالِدًا فِيْهَا۔ اور جسنے نافرمانی کی اللہ اسکے رسول کی اور حدود الٰہی سے تجاوز کیا تو اللہ تعالیٰ اسکو آگ مین داخل فرما دیگا درحالیکہ اسکے لیے آگ مین رہنا ہمیشہ کے لیے مقدر ہوگا ف ضحاکؒ نے کہا کہ یہان عصیان سے مراد شرک ہے یعنی کفر و انکار کیا اور ابن عباسؓ نے فرمایا یعنے اللہ تعالیٰ کی تقسیم پر راضی نہوا اور جو اسنے حد مقرر فرمائی ہے اس سے تجاوز کیا اور کلبیؒ نے کہا کہ میراث کی جو تقسیم اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے اس سے انکار کیا تو کفر کیا اسیواسطے فرمایا کہ ہمیشہ دوزخ مین پڑا رہیگا۔ قولہ یدخلہ بیان بھی بیا تحتیہ یا بنون ہے یعنے ہم اسکو آگ مین داخل کرینگے۔ وَلَهٗ۔ فیہا۔ اور اس کافر کے لیے دوزخ مین عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔ ذوا ہانت یا ایسا عذاب ہے جو اہانت دینے والا ہے یعنے ایسا عذاب ہے جسمین اہانت ہے پس مہین صیغہ نسبت ہے۔ واضح ہو کہ لفظ من مفرد ہے اور معنے اسکے جمع کے بھی ہین اسی وجہ سے برعایت معنے کے خالدین۔ جمع فرمایا اور یدخلہ مین ضمیر مفرد لفظی ہے ف عرائس البیان مین فرمایا کہ قولہ تلک حدود اللہ الآیہ۔ اللہ عزوجل نے ازل الفضل و مواریث مین تمام مخلوق کے دل کو صاف بیٹ دیا کہ اسکی مقدار و کیفیت علم قدیم الٰہی مین معلوم و مقدر و محدود ہے تاکہ اس کی درگاہ عظمت و کبریائی مین عاجزی و تواضع کے ساتھ بندگی کی گردن جھکا دین اور اللہ عزوجل نے اسکے علم کو اپنی ہی پاک ذات تک رکھا تاکہ اسکے مخلوق مین سے کوئی بھی اسکی حد سے تجاوز نہ کرے اور اشارہ ہے کہ ہر اہل معرفت کے واسطے بھی ایک حد مقرر ہے جہانتک اسکا کشف و عرفان پہونچتا ہے پھر اسکی صمدیت واحدیت مطالعہ سے باز رکھتی ہے۔ او حدود اللہ ایک برزخ ہے حدوث و قدم کے درمیان کہ دونون مین کوئی خلط نہین ہوسکتا کیونکہ ہر طرح حدوث سے منزہ و پاک ہے شیخ محمد بن الفضلؒ نے فرمایا کہ حدود اللہ اسکے اوامر و نواہی ہین سو جس نے انسے تجاوز کیا وہ راہ راست سے بھٹک گیا بعض نے کہا کہ تلک حدود اللہ اشارہ ہے کہ اہل ارادت کو انکی لیاقت کے لائق احوال پر واقف کیا جاوے اور تعدی و تجاوز اسمین یہ ہے کہ ایسا اظہار کیا جاوے جس سے وہ ہلاک ہوجاوین مترجم کہتا ہے جیسے اول سے مسئلہ وحدت وجود یا وحدت شہود وغیرہ بیان کرے کیونکہ مبتدی کو خلط و خبط ہوگا بلکہ ابتدا مین اسکو طریق سنت پر استقامت و علم تعلیم کرے پھر علم و عمل کی استقامت سے استعداد حاصل ہونے پر بقدر استعداد کے ترقی دے۔ ابو عثمانؒ نے فرمایا کہ جو اللہ تعالیٰ کی حد پر رہا اس سے تجاوز نکیا وہ کبھی برباد نہوگا۔ اور بعضے اہل بغداد نے کہا کہ بندہ کا انقلاب جملہ اوقات مین حدود تک ہوتا ہے پس بیشک حرمت ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تلک حدود اللہ فلا تقربوہا اسواسطے کہ جو چراگاہ سلطانی کے کنارہ کنارہ چرتا ہے وہ بھی نہ کبھی اسمین جا پڑتا ہے قال المترجم حدیث صحیح مین ہے من حام حول الحمی یوشک ان یقع فیہ۔ جو کوئی چراگاہ سلطانی کے گرد گھومے وہ اسمین جا پڑنے کے قریب ہے فافہم پھر اللہ عزوجل نے حد زنا وغیرہ کا حکم ابتدائے اسلام مین اسطرح نازل فرمایا

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا

اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتون مین تو شاہد لاؤ اون پر چار مرد انہون مین سے پھر اگر وے گواہی دیوین تو اونکو بند رکھو گھرون مین جب تک اٹھا لیوے انکو موت یا کردے اللہ اونکی کچھ راہ

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ۔ الزنا۔ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ ای من رجال المسلمین۔ جو عورتین کہ تمہاری عورتون مین سے فاحشہ یعنی زناکاری کرین تو انپر انہون مین سے چار گواہ کرلو ف منکم سے مرد ہونے و مسلمان ہونے کی خصوصیت مراد ہے یعنی چار گواہ مرد مسلمان ہون جنکو تلاش کرلو بشرطیکہ عادل ہون اسواسطے کہ حدود مین عورتون کی گواہی نہین

اور کافر کی گواہی مسلمان پر روا نہین ۔ فَاِنۡ شَهِدُوۡا علیہن بہا پس اگر چارون مردون مسلمان نے ان عورتون پر فاحشہ زنا کی گواہی دی ف تو بالفعل کوئی سزا ے ضرب نہین بلکہ ۔ فَاَمۡسِكُوۡهُنَّ ۔ احبسوہن ۔ فِى الۡبُيُوۡتِ ۔ قید رکھو ان عورتون کو گھرون مین ف وامنعوہن من مخالطۃ الناس ۔ اور منع کرو انکو یعنے باز رکھو لوگون کے ساتھ خلط ملط ہونے سے اور برابر اسی طرح انکو محبوس رکھو حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الۡمَوۡتُ ۔ یہانتک کہ ملائکۃ الموت انکو وفات دین (انکے وقت مقدر پر) اَوۡ ۔ الی ان يَجۡعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيۡلًا یا یہانتک کہ اللہ تعالی ان عورتون کے لیے کوئی راہ مقرر کردے ف یعنے قید رکھو اور روکو یہانتک کہ مرین یا یہانتک کہ اللہ تعالی انکے واسطے راہ مقرر کردے پس یہ بطور شک کے نہین ہے بلکہ ابتدا مین ایک حکم دیا اور دوسرا حکم علم الٰہی مین موجود تھا کہ بعد ایک زمانہ کے نازل ہوگا پس حکم اول کے وقت فرمایا کہ انکو روکو یہانتک کہ دوسرا حکم آنے تک مر جاوین تو انکا معاملہ یہیں پر ختم ہوا یا زندہ رہین تو وہ حکم اپنا جاری ہوگا اور گواہون مین عادل ہونا شرط ہے کیونکہ فاسق کی خبر کو پرکھنے کا حکم ہے بقولہ تعالی اذا جاءکم فاسق بنبا الآیۃ ۔ اور مترجم کے نزدیک یہان ایک نکتہ ہے جس سے عادل کا ذکر نہین فرمایا ۔ وہ یہ ہے کہ اللہ تعالی نے اربعۃ منکم ۔ فرمایا یعنے تم مین سے چار ہون حالانکہ تم تو رسول اللہ صلعم کے صحابہ عادل ہو پس عادل کہنے کی ضرورت نہ ہی اور نہ کسی شیطانی شخص کو شبہہ کا موقع رہا کہ شاید صحابہ مین بعض عادل و بعض غیر عادل ہین پھر چونکہ یہ حکم فقط صحابہ تک رہا بلکہ سورۃ النور نازل ہو کر منسوخ ہو گیا تو ان منافقون کو خارج کیا او رفاسق قرار دیا اور عورتون کے لیے راہ نکال دی حتی کہ کسی فاسق شریر بہتان باندھنے کی بھی گنجایش نہ پاویگا مفسر رح نے لکھا کہ قولہ سبیلا ۔ ای طریقا الی الخروج منہا یعنی اس قید سے نکلنے کی راہ کردے امر ا بذلک فی اول الاسلام ثم جعل اللہ لہن سبیلا بجلد البکر مائۃ وتغریبہا عاما ورجم المحصنۃ ۔ ابتداء اسلام مین مومنون کو یہ حکم دیا گیا تھا پھر اللہ تعالی نے عورتون کی راہ نکال دی کہ کنواری عورت اگر زنا کرے تو سو کوڑے ماری جاوے اور ایک سال کے واسطے شہر بدر کیجاوے اور بیاہی ہو تو پتھرون سے سنگسار کر کے ہلاک کر دی جاوے **اقول** یہ شافعیؒ کا قول ہے اور ابو حنیفہ رح کے نزدیک فقط سو کوڑے ہین اور اگر محصنہ ہو تو بالاجماع اسکو سنگسار کیا جاوے یہانتک کہ مر جاوے ۔ وفی الحدیث لما بین الحد قال صلی اللہ علیہ وسلم خذوا عنی خذوا عنی قد جعل اللہ لہن سبیلا رواہ مسلم ۔ اور حدیث مین ہے کہ جب یہ حد بیان فرمائی گئی تو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ ای لوگو یہ لو مجھسے یہ حکم لیلو کہ اللہ تعالی نے ان عورتون کی راہ نکال دی رواہ مسلم ف ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ابتداء اسلام مین یہ حکم تھا کہ جب کسی عورت کا زنا کرنا عادل گواہون سے ثابت ہوا تو ایک گھر مین محبوس رکھی جاتی اور نکلنے نہین پاتی تھی یہانتک کہ مر جاتی ۔ اور ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حکم ایسا ہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے سورۂ نور کو نازل فرمایا پس اس حکم کو درے یا رجم سے منسوخ کیا اور ایسا ہی عکرمہ و ابن جبیر و حسن و عطاء و ابو صالح و قتادہ و زید بن اسلم و ضحاک سے مروی ہے کہ یہ حکم منسوخ ہے اور یہ امر متفق علیہ ہے **قال المترجم** سورۂ نور مین ہے قولہ تعالی الزانیۃ والزانی فاجلدوا کل احد منہما مائۃ جلدۃ الآیۃ ۔ اور قول ابن عباسؓ کہ اسکو درے یا رجم سے منسوخ کیا ۔ یعنی کنواری کے واسطے درے اور بیاہی کے لیے رجم کا حکم دیا ہے ۔ اور جمہور اسی طرف گئے ہین کہ یہ آیت اور ما بعد کی آیت منسوخ ہے اور بعض نے کہا کہ منسوخ نہین ہے اور حدیث عبادہؓ ہے کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ لو مجھسے لو مجھسے اللہ تعالی نے ان عورتون کی راہ نکالدی کنوارا اگر کنواری سے زنا کرے تو سو درے اور ایک سال کے لیے شہر بدر ہے اور ثیب اگر ثیبہ کے ساتھ زنا کرے تو سو درے اور سنگساری ہے (رواہ الترمذی وقال حسن صحیح وقد رواہ مسلم وغیرہ) یہ حدیث مبارک اس آیت کا بیان واقع ہوئی ہے اور امام احمدؒ بمقتضائے حدیث موصوف کہتے ہین کہ زانی ثیب کو سو درے بھی مارے جاوین اور سنگسار بھی کیا جاوے اور جمہور کے نزدیک اسکو فقط سنگسار کیا جاوے درے نہین ہین اور حجت انکی یہ ہے کہ نبی صلے اللہ علیہ وسلم نے ماعزؓ و غامدیہ کو اور یہودی مرد و عورت زنا کارون کو فقط رجم کیا اور درے نہین مارے پس معلوم ہوا کہ رجم کرنا

واجب نہین ہی بلکہ وہ منسوخ ہی اور امام شافعیؒ پر وارد ہوتا ہی کہ انھون نے کنوارے کے حق مین ایک سال کا شہر بدر کرنا اسی حدیث سے تجویز کیا حالانکہ ثیب کے لیے قبل رجم کے درے مارنا نہین تجویز کیا بلکہ حدیث کو منسوخ قرار دیا اور راجح اسمین قول امام ابو حنیفہؒ کا ہی یہ حدیث صحیح ہی اور نسخ کی کوئی دلیل نہین ہی ولیکن حدیث کے معنے یہ ہین کہ ایکسال کا شہر بدر کرنا یا قبل رجم کے کوڑے مارنا یہ بطور سیاست و تعزیر کے ہی جو امام المسلمین کی رائے پر ہی ورنہ آیت کریمہ مین جو سورۂ نور مین ہی فقط کوڑے و فقط رجم ہی لیکن اسمین بھی ایک اعتراض یہ وارد ہوتا ہی کہ امام کو سیاست کرنا اسقدر نہین جائز ہی جو کسی حد الٰہی تک پہونچ جاوے پھر سو کوڑے تو مقدار حد ہی اور جواب یہ ہو سکتا ہی کہ منع یہ ہی کہ اس بارہ مین جو حد مقرر ہی تو شبہہ پر حد تک نہ پہونچے اور سنگساری مین حد کی مقدار یہ کہ پتھرون سے قتل کیا جاوے تو کوڑے کی سزا بطور سیاست ہو سکتی ہی

وفیہ نظر ایضاً فافہم واللہ اعلم۔ وشرائط حد سورۂ نور مین آوینگے انشاء اللہ تعالیٰ

وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

جو کرنے والے کرین تم مین سے فاحشہ کام تو انکو ایذا دو پھر اگر توبہ کرلین اور سنورین تو انسے اعراض کرو اللہ تعالیٰ

تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۝ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ

بہت توبہ قبول کرنے والا مہربان ہی توبہ تو اللہ تعالےٰ کو قبول ہی انھین کی جو کرتے ہین برا نادانی سے پھر توبہ کرتے ہین جلدی سے

فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ۝

تو ایسون کو اللہ تعالےٰ معاف فرماتا ہی اور اللہ تعالےٰ سب جانتا حکمت والا ہی

وَالَّذٰنِ۔ بتخفیف النون وتشدیدہا۔ یعنے اکثرون کی قراءۃ تخفیف نون ہی اپنی اصل پر اور قیاس صیغہ کا اللذیان تھا سیبویہ نے کہا کہ اسماء متمکنہ و مبہمہ مین فرق کے لیے یا ر تخفیفاً حذف ہوئی۔ اور ابن کثیرؒ کی قراءۃ مین تشدید نون ہی پس ایک نون بعوض یاء محذوفہ ہی یَاْتِيٰنِهَا۔ ای الفاحشۃ الزنا واللواطۃ۔ یعنے ضمیر مؤنث راجع بجانب فاحشہ مذکورۂ بالا ہی اور مراد اس سے زنا اور لواطت ہی مِنْكُمْ ای من الرجال۔ مردون مین سے (المنح) اور جو دو مرد کہ تم مین سے اس فعل فاحشہ (زنا و لواطت) کے مرتکب ہون ف تو انکی سزا یہ ہی کہ فَاٰذُوْهُمَا۔ دونون کو ایذا پہونچاؤ۔ فَاِنْ تَابَا وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا۔ پھر اگر دونون توبہ کرین اور اپنے آپکو صلاحیت پر لاوین تو انسے درگذر کرو۔ ف واضح ہو کہ عورتون کی زنا کرنے کا حکم ابتدا اسلام کا اوپر کی آیت مین مذکور ہوا اور مردون کا بیان نہین ہوا تھا سو اس آیت مین فرمایا۔ پھر مفسرؒ نے مردون کے حق مین فاحشہ کام کی عام تفسیر کی جو عورت سے زنا کرنے کو یا عام کسی مرد سے لواطت یعنے اغلام کرنے کو بھی شامل ہی اور خطیب نے کہا کہ امام شافعی کے نزدیک لواطت کرنا بھی مانند زنا کے ہی لیکن جس سے لواطت کی گئی اسپر انکے نزدیک رجم نہین ہی اگرچہ وہ بیاہا محصن ہو بلکہ سو کوڑے مار کر ایکسال کے لیے شہر بدر کیا جاوے قال المفسرؒ یہ منسوخ ہی آیۂ سورۂ نور کے حکم حد سے اور اسیطرح اگر اس سے لواطت مراد ہو تو بھی آیت النور سے منسوخ ہی یعنی لوطی کو بھی حد زنا کی سزا دیجاوے سیما امام شافعیؒ کے نزدیک یہ ہی لیکن جسکے ساتھ لواطت کی گئی اگرچہ وہ بیاہا ہو امام شافعیؒ کے نزدیک اسپر حکم سورۃ النور کے موافق رجم نہین ہی بلکہ ہر صورت مین اسپر درے ہین۔ کمالین مین کہا کہ آیت مین فاحشہ سے زنا مراد ہونا جمہور کا قول ہی اور لواطت مراد ہونا مجاہدؒ سے نقل کیا گیا ہی اور امام مالکؒ و احمدؒ کے نزدیک لواطت مین فاعل و مفعول یعنے اوپر والا و نیچے والا دونون پر ہر حال مین رجم ہی خواہ محصنین ہون یا نہون۔ اور حسن بصریؒ سے روایت ہی کہ یہ آیت پہلی آیت سے پہلے اتری پس واللذان مرد و عورت زنا کرنے والی مراد ہین جو پہلے حکم ہوا کہ دونون کو ایذا دو پھر حکم ہوا کہ عورتون کو قید

رکھو- لیکن پوشیدہ نہ رہے کہ اول آیت مین فاحشہ مصرح ہو اور اسمین فاحشہ کی طرف ضمیر ہو تتامل- اور **ابومسلم اصفہانی** نے موافق روایت مجاہد کے اختیار کیا کہ لواطت ہی مراد ہو اور بعض نے کہا کہ قرائن و امور اسکے مؤید ہین- واضح رہے کہ امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک لوطی کی حدود نہین جو سورہ نور مین زنا کی مذکور ہو اور ابن عباسؓ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جسکو تم دیکھو کہ قوم لوط کا عمل کرتا ہو تو فاعل و مفعول بہ دونون کو قتل کر دو (رواہ اصحاب السنن) پس بنا بر نیکہ اللذان یاتیانہا سے مراد لواطت ہو سزاے زنا مردون کے حق مین کچھ مذکور نہوئی جیسے اوپر کی آیت مین عورتون کی سزاے زنا مذکور ہو- اسیواسطے شیخ مفسرؒ وغیرہ نے اسمین زنا و لواطت دونون کو شامل کیا تاکہ مردون کی سزاے زنا بھی معلوم ہو جاوے اور رہا ایک خاص حکم لواطت جو مردون ہی مین ہوتا ہو وہ بھی معلوم ہو جاوے- اور بنا بر قول جمہور کے مراد زنا ہو اور اللذان سے زانی مرد و زانیہ عورت مراد ہو لیکن مذکر کو غلبہ دیکر اللذان بصیغہ تثنیہ مذکر فرمایا اور آیت اولی خاصۃً عورتون کے حق مین قید کی سزا کا بیان ہو چنانچہ قتادہؒ نے فرمایا کہ عورت ہی فقط مقید رکھی جاتی تھی اور ایذا دیے جانے مین مرد و عورت دونون شریک تھے یعنے عورت کو بعد ایذا کے مقید بھی کرو اور بعض نے کہا کہ دوسری آیت خاصۃً مردون کے حق مین ہو اور تثنیہ باعتبار ہر دو قسم کنوارے مرد و بیاہے مرد کے ہو اسکو **قرطبیؒ** نے مستحسن کہا اور **نحاسؒ** نے اختیار کیا یعنی مردون مین سے خواہ کنوارا ہو یا بیاہا ہو اگر زنا کرے تو دونون قسم کو سزا دیکر چھوڑ دو تا کہ ضرورت جہاد وغیرہ مین شریک ہو- اور سدیؒ وغیرہ نے کہا کہ اول آیت محصنہ عورتون کے حق مین ہو اور انکے ساتھ محصن مرد بھی داخل ہین اور دوسری آیت مرد و عورت کنوارے کے حق مین ہو اور اسی کو ابن جریرؒ نے ترجیح دی اور **نحاسؒ** نے کہا کہ اگر ایسا ہو تو اول آیت مین واللاتی بصیغہ مونث ہو پھر باوجود شمول مردون کے تغلیب مونث کی مذکر پر لازم ہوگی اور یہ بعید ہو اور مفسرؒ نے کہا کہ اللذان یاتیانہا مین لواطت مراد ہونا ظاہر ہو بدلیل تثنیہ ضمیر مذکر کے اور جسنے زنا مراد لیا اسنے کہا کہ تثنیہ سے زانی مع زانیہ مراد ہو اور یہ قول اسطرح رد ہوتا ہو کہ اللذان کا بیان (منکم) سے موجود ہو اور یہ ضمیر مردون کے واسطے مخصوص ہو اور علاوہ اسکے اللذان دونون سزاے اذیت مین اور توبہ و اعراض مین مشترک ہین اور یہ مخصوص مردون کے لیے ہو کیونکہ عورتون کے حق مین پہلے بیان ہوا کہ محبوس رکھے جانے کی سزا ہو **قال المترجم** یعنی عورتون سے اعراض کا حکم نہین ہو اور یہان اعرضوا عنہما فرمایا یعنی ان دونون سے اعراض کر پس عورت کیونکر مراد ہو سکتی پس مفسرؒ کے نزدیک اصح یہ کہ مراد لواطت ہو اور شافعیہ طور پر حاصل یہ نکلا کہ ابتدا مین لواطت کا یہ حکم تھا جو یہان مذکور ہو پھر حد زنا نازل ہونے سے یہ بھی منسوخ ہوا اور لواطت کی بھی وہی حد ٹھہری جو زنا کے واسطے ہو کیونکہ یہان جو جمع وہان اسی کا حکم نازل ہوا ہو تو عورتون کی زنا اور مردون کی لواطت دونون کا وہان بیان آیا مگر شافعیؒ کے نزدیک لواطت مین مفعول پر خواہ محصن ہو یا غیر محصن ہو کسی حال مین رجم نہین ہو بلکہ درّے اور ایک سال کی نفی ہو **قال المترجم** روایت اصحاب سنن جو اوپر مذکور ہوئی کہ فاعل و مفعول بہ کو قتل کرو امام شافعی پر حجت ہو اور اسی کے موافق بعض خلفاے راشدین نے عمل فرمایا فافہم- قولہ فآذوہما- ای بالسب والضرب بالنعال یعنے ایذا دینے سے مراد یہ ہو کہ انکے ساتھ بدزبانی کرو اور جوتیون سے مارو- اور بعض نے کہا کہ عار دلاؤ اور یہی صحیح ہو چنانچہ ابن عباس و سعید بن جبیر وغیرہ نے فرمایا کہ بدگوئی و عار دلانے و جوتیون مارنے سے ایذا دو اور حکم یہی تھا یہانتک کہ اللہ تعالی نے اسکو درّے مارنے و سنگسار کرنے سے منسوخ کیا **اقول** یعنے حدود مقرر کردیے تو یہ حکم منسوخ ہوا اور یہ مراد نہین ہو کہ اسکی جگہ بھی وہی زنا کی حد مقرر ہوئی فتامل اور قولہ فاعرضوا یعنی اعراض کرو مراد یہ کہ ان دونون کو ایذا دینے سے اعراض کرو- **اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا**- اللہ تعالے تواب ہو ف یعنے تواب کی صفت اس شخص کے حق مین ظاہر فرماتا ہو جو توبہ کرے یعنے نادم ہو کر عزم کرے کہ پھر کبھی ایسا نہ کرے گا **رَّحِيمًا** اس توبہ کرنے والے کے اوپر مہربان ہو ف پھر اللہ عزوجل نے بیان فرمایا کہ توبہ کن لوگون کی توبہ ہو- **اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ**-

توبہ قبول کرنا تو اللہ تعالے پر فقط انہین بندون کے واسطے ہے جو جہالت مین بدکاری کرین پھر جلد بیدار ہو کر نادم ہون۔ اگر کہو کہ توبہ تو ہر شخص کر لیتا ہے مفسرؒ نے جواب دیا یعنے التوبۃ التی کتب علی نفسہ قبولہا بفضلہ۔ یعنے وہ توبہ کہ لکھ لیا اللہ تعالی نے اپنے اوپر قبول کرنا اسکا محض اپنے فضل سے کہو کہ علی حرف ایجاب ہے پس (علی اللہ) کے معنے یہ ہوے کہ واجب ہے اللہ تعالی پر حالانکہ اللہ تعالے پر کوئی چیز واجب نہین یعنے آنکہ اس کا کرنا حتمی ضرور ہو یہ اہل سنت کا اجماعی اعتقاد و مذہب ہے یعنے سب ہی اسکے قائل ہین ہان معتزلہ البتہ اللہ تعالی پر وجوب اعدل واصلح وغیرہ واجب بکتے ہین سو یہان شبہہ پڑتا تھا کہ علی حرف ایجاب ہے پس قبول توبہ اللہ تعالی پر واجب ہے تو مفسرؒ نے معنے بیان کر دیے جسکا حاصل یہ کہ قبول توبہ کو اللہ تعالی نے اپنے فضل و احسان سے مانند واجب کے کر لیا ہے بمقتضاے وعدہ قبول کے کیونکہ اوتعالے نے قبول توبہ کا وعدہ فرمایا اور وعدہ اسکا خلاف نہین ہوتا تو ضرور پورا ہوگا پس اسکو وجوب سے تعبیر فرمایا (البیضاوی فی السراج) اور یہ کلام متین ہے کیونکہ بلا خلاف لفظ قبول محذوف اور خبر بھی محذوف ہے پس انما التوبۃ علے اللہ ای انما قبول التوبۃ مترتب علی فضل اللہ۔ یعنی قبول توبہ کا ظہور تو اللہ تعالی کے فضل پر ہے۔ (ابوحیانؒ) اور اہل معانی جنھون نے نظم قرآن مین معانی بیان کیے ہین مانند زجاج و اخفش و سیبویہ وغیرہ کے وہ کہتے ہین کہ معنے یہ ہین کہ واجب کیا اللہ تعالے نے اپنے اوپر بدون کسی کے واجب کرنے کے کیونکہ اوتعالی مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ اللہ تعالی نے فرمایا و توبوا الی اللہ جمیعا ایہا المؤمنون۔ یعنی اے مومنو سب کے سب اللہ تعالے کی طرف توبہ و رجوع لاؤ پس تمام امت متفق ہے کہ مومنون پر توبہ کرنا فرض ہے پس اللہ تعالی کے فضل سے کن لوگون کی توبہ مقبول ہے تو فرمایا۔ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ۔ المعصیۃ یعنے ان لوگون کی توبہ قبول ہے جو کرتے ہین برائی یعنے گناہ کو۔ بِجَهَالَةٍ۔ حال ای جاہلین اذ عصوا ربہم۔ درحالیکہ جاہل ہین جبکہ رب عزوجل کی نافرمانی کی۔ پس بجہالۃ حال واقع ہے یعملون کی ضمیر سے۔ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ۔ زمن قَرِيْبٍ قبل ان یغرغروا۔ پھر توبہ کرتے ہین زمانہ قریب مین یعنے قبل اسکے کہ انکو موت کا غرغرہ لگے۔ فَاُولٰٓئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ۔ یقبل توبتہم۔ پس ایسے لوگون کی توبہ اللہ تعالی قبول فرماتا ہے ف اگر کہا جاوے کہ اس سے معلوم ہوا کہ توبہ انکی مقبول ہے جو جہالت و نادانی سے گناہ کرین بغیر جانے بوجھے تو مفسرؒ نے جواب کا اشارہ کیا کہ جاہل ہین جبکہ انھون نے نافرمانی کی یعنے گناہ صادر ہونا عین نادانی ہے شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت مجاہدؒ وغیرہ نے فرمایا کہ جسنے اللہ تعالی کی نافرمانی کی خواہ عمدًا یا خطا سے تو وہ جاہل ہے جبتک اس گناہ سے باز نہ آوے اور قتادہؒ نے ابو العالیہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے تھے کہ اصحاب رسول اللہ صلعم فرمایا کرتے تھے کہ بندہ کو جو گناہ ہو پس وہ جہالت ہے اور ابن جریرؒ اور عبدالرزاق نے قتادہؒ سے روایت کی کہ اصحاب رسول اللہ صلعم اس بات پر مجتمع ہوے کہ جس فعل مین اللہ تعالے کی نافرمانی ہوئی وہ جہالت ہے خواہ عمدًا نافرمانی کی یا چوک گیا۔ اور مجاہدؒ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالے کی نافرمانی کا کام کرے وہ اس کام کے وقت مین جاہل ہے اور عطاء بن رباح سے اسکے مانند روایت کیا گیا اور ابن عباس سے ابو صالح نے روایت کی کہ بندہ کی جہالت ہی سے بدکاری ہے۔ بالجملہ اگر زید بیوقوف نے جس راہ سے خود آتا جاتا ہے عمدًا کانٹے ڈال دیے تو یہ اسکی جہالت بڑھی ہوئی کہلاویگی اور اگر چوک گیا اور گر گئے تو چھوٹی جہالت ہے فافہم پھر اگر کہا جاوے کہ آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قریب زمانہ مین توبہ کرے تو اسی کی توبہ قبول ہے حالانکہ بعض لوگ آدمی گناہ کرتا ہے اور ہوش نہین ہوتا ہے مدت بعد توبہ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو جواب کی طرف مفسرؒ نے اشارہ کیا کہ بندے کے حق مین موت کا غرغرہ لگنے سے پہلے سب وقت زمانہ قریب ہی ہے گو جبکہ اپنی روح قبض کرنے کے لیے ملک الموت کو دیکھ لیا ہو اگر غرغرہ سے پہلے توبہ کری تو قبول ہے دیکھو اللہ تعالی نے قیامت کو قریب فرمایا۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس سے روایت کی کہ ملک الموت نظر آنے تک قریب ہے اور ضحاک نے کہا کہ موت سے ادھر

قریب ہی اور قتادہ وسدی نے کہا کہ جب تک صحت میں ہی - اور حسن بصری نے فرمایا جب تک گھبرانہ لگے اور عکرمہ نے فرمایا کہ دنیا سب کی سب قریب ہی بہتر جم کہتا ہی کہ آدمی کو آخرت کے دوام و ہمیشگی و کبھی ختم نہ ہونے پر نظر نہیں وہ سو پچاس بلکہ ہزار دس ہزار بلکہ لاکھ کروڑ اور دار ناپایدار دنیا کو بعید دیکھتا ہی حالانکہ اُس بے انتہا کے سامنے یہ بہت قریب ہی شیخ ابن کثیرؒ نے بیان احادیث کو ذکر فرمایا خلاصہ یہ کہ ابن عمرؓ نے نبی صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول فرماتا ہی جبتک دم تک اسکو موت کا گھبرانہ لگے - رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وحسنہ الترمذی اور ابن مردویہ کی روایت عبداللہ بن عمرؓ میں موت سے ایک ساعت پہلے باخلاص توبہ کا قبول ہونا مذکور ہی وکذا فی روایۃ ابی داؤد الطیالسیؒ اور باسند روایت احمد کے ابن مردویہ نے ابوہریرہؓ سے مرفوعاً روایت کی وقد رواہ ابن جریر عن الحسن البصریؒ وعن بشیر بن کعب مرسلا وعن عبادۃؓ بن الصامت مرفوعاً - اور حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابلیس نے عرض کیا کہ اے پروردگار تیری عزت پاک کی قسم ہی کہ برابر میں بنی آدم کو اغوا کرونگا جبتک انکی روحیں انکے بدنوں میں ہونگی پس اللہ عزوجل نے فرمایا کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم ہی کہ برابر میں انکو بخشتا رہونگا جبتک وہ مجھسے استغفار کرینگے - رواہ احمدؒ شیخ ابن کثیرؒ نے کہا کہ ان احادیث میں دلالت ہی کہ جب ایسے بندے نے توبہ کی کہ اسکی زندگی کی امید ہی تو اسکی توبہ قبول ہی اور جب زندگی سے یاس ہوگئی اور ملک الموت کو دیکھ لیا اور روح حلق میں آگئی اور سانس گھٹنے لگا تو پھر توبہ مقبول نہیں اسواسطے اللہ عزوجل نے فرمایا ولیست التوبۃ للذین یعملون السیئات حتی اذا حضر احدہم الموت قال انی تبت الآن - یعنی نہیں توبہ ان لوگوں کے لیے جو گناہ کیے جاتے ہیں یہانتک کہ جب انہیں سے کسی کی موت حاضر ہوئی تو کہنے لگا کہ میں اسدم توبہ کرتا ہوں - یہ ویسا ہی جیسا حق عزوجل نے حکم فرمایا کہ مغرب سے آفتاب نکلنے پر پھر کسی اہل زمین کی توبہ قبول نہ ہوگی - وَکَانَ اللّٰہُ عَلِیْمًا - بخلقہ - دانا ہی اپنے مخلوق کا - حَکِیْمًا - فی صنعہ - حکیم ہی اپنی صنعت میں اپنے مخلوق کے ساتھ اور بعض محققین نے کہا کہ جب گھبرانے لگا تو ایمان کی توبہ قبول نہیں ہی اور گناہ کی توبہ قبول ہی اور تفصیل شرح فقہ الاکبر ملا علی قاریؒ و مقدمہ عین الہدایہ مترجم باب العقائد میں ہی - ف عرائس البیان میں ہی کہ قولہ تعالیٰ انما التوبۃ علی اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ - اس آیت کریمہ کے ظاہر معنے پر انما التوبۃ علی اللہ میں علی بمعنے من ہی ای انما التوبۃ من اللہ للذین یعملون السوء بجہالۃ - یعنی توبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انھیں لوگوں کے لیے ہی جو معصیت کرتے ہیں حالت جہالت میں - اور اہل تصوف کے نزدیک یہیں اشارہ یہ ہی کہ جو شخص گناہ میں پڑا وہ اندھیرے اور حیرانی میں پڑگیا اس کو ہدایت کی راہ نہیں نظر آتی ہی اور کسی بشر کی قدرت میں یہ بات خود نہیں ہی کہ راہ حق پاوے کیونکہ ہادی و راہ دینے والا ہی پاک پروردگار ہی اور ہدایت اسکے وصاف قدیم سے متعلق ہی اور یہ محال ہی کہ کوئی حادث بھی اوصاف قدیم پر ہو جاوے پس اب سمجھو کہ علی اللہ - اسکی نعت و وصف ذات کے لیے کہ وہی ہادی ہی کیونکہ وہی ہادی اپنے متحیر بندے کی طرف رجوع فرماوے جسکا قدم اسکی طبعی خواہش میں پھسل گیا ہی کہ وہ تو خود اپنے آپکو قہر الٰہی سے خلاص نہیں کر سکتا اسکا چھٹکارا اسی فیاض کریم کی شرط کرم پر ہی جسنے اپنے گنہگار بندوں کی بخشش کرنے سے اپنا وصف فرمایا ہی اور یہ گنہگار وہ بندے ہیں جو بدون اختیار کے بشریت کی خواہشوں کا قصد کر گذرے چنانچہ اوتعالیٰ نے اپنی پاک ذات کا وصف فرمایا - کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ - یعنی اوتعالیٰ نے جو تمھارا پروردگار ہی اپنے اوپر رحمت کرنا لکھ لیا ہی پس حرف علی اپنے ظاہر پر رہا بدلیل قولہ کتب ربکم علی نفسہ الرحمۃ - اسکی طرف سے بندے کی طرف رجوع اسکی رحمت واسعہ کی شرط سے ہی جسکے حق ہی سبقت رحمتی غضبی - میری رحمت میرے غضب پر سبقت لیگئی ہی - اور یہ توبہ قبول کرنا بروجہ مذکور حضرت حق عزوجل کی سنت سابقہ ہی کہ ہمارے باپ آدم علیہ السلام پر گیہوں کھانے کے بعد جاری ہوئی چنانچہ فرمایا - فتاب علیہ انہ ہو التواب الرحیم - اور دوسرے مقام پر فرمایا - ثم اجتباہ ربہ فتاب علیہ وہدی - یعنی پھر برگزیدہ کیا آدم کو اسکے پروردگار نے پس رجوع فرمایا اسپر اور راہ دیدی - اور خصوصیت توبہ و رجوع کی ان لوگوں کے واسطے

جو بُرا کام جہالت مین کر گذرین-یہ اخبار اور آگاہی ہو اپنی عطوفت و لطف کی ایسی قوم کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ کے امتحان کے وقت ابتدا ے مُریدی و طلب کی حالت مین اپنے حظ نفس مین تھوڑا گرفتار ہو گئے تا کہ انکے دلون مین ندامت و حیا و خوف و جلال واقع ہو جس سے وہ اپنی گردنین بلند نکرین بعد ازانکہ نعوت کبریائی سے متصف ہو گئے اور حقائق انبساط اور مقام اتحاد تک پہنچ گئے ہین کیونکہ گردن اٹھانے مین دید ازل نشا بۂ ابد سے گر جاوینگے حالانکہ حدوث سے فنا ہو گئے اور خُلق قدم سے آراستہ ہوئے ہین پھر بُرائی کی نسبت جو ان بندون کی طرف فرمائی اور جہل کی طرف انکو منسوب کیا تو یہ معنے کہ عمدہ طاعات کرتے ہین اس امید پر کہ عوض پاوین اور یہ جہالت ہو کہ مکر قدم سے بیخوف ہین اور عزت باری عزوجل کو کم پہچانتے گویا نہین پہچانتے ہین اور اس سے آگاہ نہین کہ اسکی درگاہ جلال منزہ و پاک ہو تمام طاعت والون کی بندگی اور تمام گناہگارون کے گناہ سے حالانکہ یہ جہالت سے سمجھتے ہین کہ یہ طاعات بھی کچھ چیز ہین اور یہی چیزین سبب تقرب سمجھتے ہین حالانکہ درگاہ قدیم مین حدوث کی علت کار آمد نہین ہو پھر جب جمال مشاہدہ حضرت باری تعالیٰ کے دیکھنے والے ہو گئے تو اسکے جلال عظمت مین جو انکے گمان اپنی طاعتون کے ساتھ تھے اس سے شرمائے اور یہی فرمایا-ثم یتوبون من قریب فاولئک یتوب اللہ علیھم وکان اللہ علیما-یعنی آگاہ تھا انکے شوق کا اپنی طرف اپنے علم قدیم سے حکیما-انکی تربیت کرنے مین اپنی معرفت کے عطا مین-اور بعض نے اس آیت کے اشارہ مین کہا کہ جو لوگ طاعت سلے لیے پاک پروردگار کی جناب مین تقریب ڈھونڈھتے ہین اپنی جہالت سے جہان نہین تقرب ڈھونڈھا جاتا ہو مگر اسی پاک بے نیاز کے فضل سے اور شیخ محمد بن الفضل نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ضمان کر لی ایسے بندے کے توبہ کی جس سے گناہ بدون قصد صادر ہو نہ اسکے واسطے جو گناہ کرنے کو دل مین پوشیدہ رغبت سے رکھتا ہو اور اسکے صادر ہونے پانے پر تاسف کرتا ہو چنانچہ دیکھو اللہ تعالیٰ نے فرمایا انما التوبۃ علی اللہ الآیۃ-

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ ج حَتّٰیٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ
اور نہین توبہ ان لوگون کی جو کیے جاتے ہین بُرائیان یہان تک کہ جب آگئی ان مین کسی کی موت

قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ وَلَا الَّذِیْنَ یَمُوْتُوْنَ وَھُمْ کُفَّارٌ ط اُولٰٓئِکَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا
تو بولا کہ مین نے توبہ کی اس دم اور نہ ان لوگون کی جو مرتے ہین درحالیکہ کافر ہین یہی لوگ ہین کہ تیار رکھا ہمنے انکے لیے کو دُنیوالا عذاب

وَلَیْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السَّیِّاٰتِ-الذنوب-جمع ذنب بفتح اول و سکون ثانی بمعنے گناہ حَتّٰیٓ اِذَا حَضَرَ اَحَدَھُمُ الْمَوْتُ-اور ایسے لوگون کے لیے توبہ نہین جو گناہ کیے جاتے ہین یہانتک کہ جب انمین سے کسی پاس موت حاضر ہوئی ف واخذ فی النزع-اور نزع روح کی حالت شروع ہوئی اور اسنے آخرت کا مشاہدہ کر لیا-قَالَ اِنِّیْ تُبْتُ الْئٰنَ-کہنے لگا کہ اب مین نے توبہ کی ف فلا ینفعہ ذلک ولا یقبل منہ-پس اسکو یہ توبہ کرنا نافع نہوگا اور نہ قبول ہوگا-اور کلام مفسر مشعر ہو کہ یہ بیباک مسلمانون کا بھی حال ہو جیسا کہ ثوری سے مروی ہو اور اسی طرف کلام بیضاوی و سراج وغیرہ مشعر ہو اور کمالین مین کہا کہ قبول نہونے کی وجہ یہ ہو کہ یہ ملک الموت و عذاب مشاہدہ ہونے کا وقت ہو پس یہ اضطراری حالت ہو اختیاری نہین ہو اور سراج مین کہا کہ یہ وہ وقت ہوتا ہو کہ کسی کافر سے ایمان اور کسی گنہگار سے توبہ اسوقت قبول نہین ہوتی اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا فلم یک ینفعھم ایمانھم لما رأوا بأسنا یعنی نہین کہ نفع کرے انکو ایمان لانا انکا جب ہم دیکھ لیا انھون نے ہماری باس کو یعنے عذاب و اسکے آثار کو اور کہا کہ اسیواسطے فرعون کا ایمان قبول نہوا کہ جب ڈوبنے مین پڑا تو ایمان لایا اور یہی ایمان الباس ہو جو مقبول نہین اور کمالین مین لکھا کہ مشہور یہ ہو کہ باس کے وقت توبہ گناہ مقبول ہو اگرچہ ایمان مقبول نہین ہو چنانچہ خلاصہ وغیرہ مین مذکور ہو لیکن جامع مضمرات مین اسکے خلاف مذکور ہو اور یہی صحیح ہو جو جامع مضمرات مین ہو اور یہی

احادیث صحیحہ مین وارد ہین اتنی اور آئین خلاف نہین کہ مغرب سے آفتاب نکلنے کے بعد کسی کی توبہ قبول نہوگی اور شیخ ابو العالیہ سے مروی ہی کہ یہ آیت منافقون کے لیے اور یہی قول سعید بن جبیرؓ کا ہی اور ابن عباسؓ سے مروی ہوا کہ مشرک مراد ہین لیکن آئندہ آیت تو خود مشرکون کے لیے منصوص ہی بقولہ تعالیٰ۔ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ۔ اذا تابوا فی الآخرۃ عند معائنۃ العذاب لا یقبل منہم۔ یعنی اور نہین توبہ ان لوگون کے لیے جو مرتے ہین درحالیکہ وہ کافر ہین ف یعنی جبکہ آخرت مین عذاب دیکھکر توبہ کرینگے تو انسے قبول نہوگی۔ کیونکہ ہم لوگ جتنے بندے ہین سب مامور ہین کہ غیب پر ایمان لاوین اور جب معائنہ کرلیا تو ایمان کہان رہا وہ تو مشاہدہ ہوگیا۔ سراج مین ہی کہ اللہ سبحانہ نے اُن لوگون کو جو بیباکی سے اپنی توبہ کرنے مین اسراف کرتے ہین موت کا وقت آجانے تک اور ان لوگون کو جو کافر مرتے ہین اس بات مین برابر کردیا کہ دونون کی توبہ نہین ہی اسواسطے کہ موت کا حاضر آنا آخرت کا پہلا حال ہی تو جیسے کفر پہ اصرار کرنے والون کی توبہ یقین پر جاتی رہی ایسے ہی جسنے موت آجانے تک توبہ نکرنے مین بیباکی کی کیونکہ ہر ایک نے دونون مین وقت اختیار ہی سے تجاوز کیا اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ حضرت ابن عباسؓ و ابو العالیہ و ربیع بن انس نے قولہ ولا الذین یموتون وہم کفار۔ مین کہا کہ یہ اہل شرک کے حق مین نازل ہوا ہی۔ اور حضرت ابوذرؓ نے رسول اللہ صلعم سے روایت کی کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی توبہ قبول کرتا اور اپنے بندے کو بخشتا ہی جبتک حجاب واقع نہو تو عرض کیا گیا کہ حجاب واقع ہونا کیا ہی فرمایا کہ بدن سے جان نکلے ایسے حال مین کہ مشرک ہو رواہ احمد۔ أُولٰٓئِكَ أَعْتَدْنَا۔ اعددنا مہیا کیا ہم نے لَهُمْ عَذَابًا أَلِيْمًا۔ مولما۔ ایسے ہی لوگ ہین کہ ہم نے مہیا کیا ہی انکے لیے عذاب مولم یعنی سخت دکھ دینے والا۔ سراج مین ہی کہ بعض نے کہا کہ اعتدنا دراصل اعددنا تھا کہ دال اوّل کو تا سے بدلا۔ اور عذاب الیم سے مراد دوزخ ہی پس معلوم ہوا کہ بے توبہ مرنے والا دوزخی ہی

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا ؕ وَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ لِتَذْهَبُوْا

اے ایمان والو حلال نہین تمکو میراث مین لے لو عورتون کو زبردستی کرکے اور نہ انکو بند کرو کہ لے لو انسے کچھ

بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ

اپنا دیا ہوا مگر آنکہ وہ کرین بیحیائی کھلی ہوئی اور گذران کرو عورتون سے دستور معقول سے

فَاِنْ كَرِهْتُمُوْهُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّيَجْعَلَ اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۝

پھر اگر تم کو نہ بھاوین تو شاید تم کو ایک چیز نہ بھاوے حالانکہ اللہ اسمین بہت خوبی کر دیگا

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَآءَ كَرْهًا۔ اے ایمان والو تم کو حلال نہین کہ تم عورتون کے وارث ہو زبردستی ف یعنی عورتون کی ذات کے وارث بننے سے ممانعت ہی کرہا بالفتح والضم لغتان ہی مکرہین علیٰ ذلک یعنی کرہا بالفتح اکثرون کی قراءت ہی اور بالضم حمزہ و کسائی کی قراءت ہی اور معنے اسکے زبردستی کے ہین یعنی زبردستی کرنے والے عورتون پر وراثت مین ہو اسطرح کہ اُنکی ذات کے وارث بن جاؤ۔ اور یہ معنے سبب نزول سے کھلینگے چنانچہ مفسرؒ نے کہا کہ کانوا فی الجاہلیۃ یرثون نساء اقربائہم فان شاءوا تزوجوہا بلا صداق او زوجوہا واخذوا صداقہا او عضلوہا حتی تفتدی بما ورثتہ او تموت فیرثوہا فنہوا عن ذلک زمانہ جاہلیت مین اسلام لانے سے پہلے جبکہ خدا تعالیٰ کی راہ و شریعت سے جاہل تھے تب ان لوگون کا یہ دستور تھا کہ اپنے اقربا یعنی ناتے دارون کی عورتون کے وارث ہو جاتے یعنے میراث مین لے لیتے پھر چاہتے تو اس سے بدون مہر کے خود نکاح کر لیتے تھے یا دوسرے سے اسکا نکاح کرکے اسکا مہر خود لے لیتے یا اس کو روک کر بند کر رکھتے یہانتک کہ تنگ ہو کر جو اس نے میراث پائی تھی وہ فدیہ دیکر اپنی جان چھڑاتی یا مر جاتی تو اُسکے

ہو جاتے پس اللہ عزوجل نے انکو اس سے منع کر دیا مترجم کہتا ہے کہ آیت کریمہ کے سبب نزول سے چند اطوار مشرکین سے ممانعت ہے چنانچہ تلخیص کے ساتھ جو شیخ محدث ابن کثیر رح نے ذکر فرمایا ہے لاتا ہوں - ابن عباس رض نے فرمایا کہ ان لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ جب کوئی مرد مرتا تو مردے کے اولیا یعنے وارث لوگ اس میت کی جورو کے حقدار ہو جاتے انہیں سے کوئی اگر چاہتا تو اس سے نکاح کر لیتا اور اگر چاہتے تو دوسرے سے اسکا نکاح کر دیتے پس میت کے اولیا اس عورت کے حق دار ہوتے اور عورت کے اولیا اس کے حقدار نہ رہتے پس یہ آیت نازل ہوئی رواہ البخاری وابن مردویہ وابوداود والنسائی وابن ابی حاتم - اور دوسری روایت میں ابن عباس سے ہے کہ مرد اپنے قرابت والے میت کی جورو کا وارث ہوتا اور اسکو نکاح کرنے سے روک رکھتا یہانتک کہ مرجاتی یا جو مہر اسنے لیا ہے واپس کر دیتی - رواہ ابوداود - اور عکرمہ عن ابن عباس میں ہے کہ قرابت والوں میں سے جو میت کی جورو پر کپڑا ڈالدیتا وہی اسکا احق ہوجاتا - اور علی بن ابی طلحہ عن ابن عباس میں ہے کہ میت کی جاریہ پر اسکا دیور کپڑا ڈالدیتا پھر خوبصورت ہوتی تو خود نکاح کرتا ورنہ روک رکھتا جب مرتی تو اسکی میراث لیتا - اور عوفی عن ابن عباس میں ہے کہ اہل مدینہ کے جاہلوں یعنے اسلام سے پہلے شرکون کا یہ دستور تھا - اور زید بن اسلم نے بھی یہ طریقہ اہل یثرب یعنی اہل مدینہ کا بیان کیا اور کہا کہ اہل تہامہ یعنے مکہ و نواح والوں کا طریقہ تھا کہ مرد اپنی جورو سے بری گذران رکھتا یہانتک کہ اسکو طلاق دیتا اور یہ شرط کرتا کہ اسی سے نکاح کرے جس کو میں چاہتا ہوں یہانتک کہ کچھ مہر واپس کرکے وہ جان چھوڑاتی پس اللہ تعالے نے مومنوں کو اس سے منع فرمایا - رواہ ابن ابی حاتم اور ابوامامہ سہل بن حنیف سے روایت ہے کہ جب ابوقیس بن الاسلت نے انتقال کیا تو اسکے پسر نے چاہا کہ باپ کی جورو سے نکاح کرے اور جاہلیت میں انکا یہ طریقہ تھا تو اللہ تعالی نے یہ حکم نازل فرمایا رواہ ابن جریر وابن مردویہ - اور عطاء رح نے کہا کہ جاہلیت میں جب کوئی مرتا اور جورو چھوڑتا تو اسکے وارث اس عورت کو اپنے کسی بچہ کے دودھ پلانے کے واسطے بند رکھتے پس یہ آیت نازل ہوئی - رواہ ابن جریر - عکرمہ نے کہا کہ کبیشہ بنت معن بن عاصم بن الاوس کے حق میں اتری کہ ابوقیس اسکا شوہر مرا اور اسکے پسر نے جو اس عورت کے پیٹ سے نہ تھا اس عورت کیطرف میل کیا اسنے حضرت صلعم سے کہا تو یہ آیت اتری رواہ ابن جریر - اور سدی نے ابومالک سے روایت کی کہ میت کے ولی نے اگر اسکی جورو پر آکر کپڑا ڈالدیا تو اسکو دودھ پلانے وغیرہ کے لیے محبوس رکھ سکتا اور اگر کپڑا انہیں ڈالنے پایا اور عورت بھاگ کر اپنے لوگوں میں ہوگئی اور اسکے ہاتھ سے نکل گئی تو پھر عورت نے نجات پائی خود مختار ہے - اور مجاہد نے کہا کہ مرد کے پاس یتیمہ لڑکی پرورش میں ہوتی وہ اسکو روک رکھتا بدین امید کہ مرجاوے تو میراث لوں یا میرا لڑکا بڑا ہو تو اسکو بیاہ دوں رواہ ابن ابی حاتم - پھر ابن ابی حاتم نے کہا کہ شعبی و عطاء ابن ابی رباح وابومجلز وضحاک و زہری و عطاء خراسانی ومقاتل سے مانند اسکے مروی ہے شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ میں کہتا ہوں کہ آیت کریمہ تمام اسکو شامل ہے جو اہل جاہلیت کرتے تھے جسکا بیان اقوال آثار میں مذکور ہوا اور جو فعل اسی نوع کا ہو سب کو شامل ہے واللہ اعلم مترجم کہتا ہے کہ یا ایہا الذین آمنوا سے خطاب بطور ندا کے اسوقت کے موجود لوگوں کو تھا اور لیکن اسکے قیامت تک کے لوگوں کو شامل ہے - الحاصل ایسے افعال سے ممانعت ہے اور یہ حرام ہے اور باپ کی جورو سے نکاح حرام ہونا آگے آویگا - وَلَا - ان - تَعْضُلُوهُنَّ - اے مومنو ازواجکم عن نکاح غیرکم باساکہن ولا رغبۃ لکم فیہن ضرارا - اور نہیں حلال ہے تمکو یہ کہ تنگ کر رکھو عورتوں کو ف یعنے منع کرو اپنی جوروں کو اس سے کہ تمہارے سوائے دوسرے سے نکاح کریں اس طرح کہ انکو روک رکھو نہ طلاق دو حالانکہ تم کو ان کی طرف کچھ رغبت نہیں ہے فقط اس غرض سے روکتے ہو کہ ان کو ضرر پہونچاؤ - لِتَذْهَبُوا بِبَعْضِ مَا آتَيْتُمُوهُنَّ - من المہر - تاکہ لے اڑو کچھ اسمیں سے جو تمنے انکو دیا ہے ف یعنی مہر میں سے کیونکہ آخر تنگ ہوکر وہ عورتیں یہی کیا کرتی تھیں - مترجم کہتا ہے کہ عضل کے معنے حبس و تنگ کرنا کما ذکرہ الزمخشری اور موافق آنکا اور جیا شیخ ابن کثیر رح کے ممانعت مردوں

اپنی جوروون کے عضل سے اور یتیمہ کو نکاح سے اور میت کی جورو یا باندی کو دوسرے سے نکاح کرنے سے یہ سب عضل ہی جس سے ممانعت ہی
اور بنابرین ببعض ما اتیتموہن - جوروون کے مہر سے یا میت کی جورو نے جو مہر و ترکہ پایا اس سے یا یتیمہ نے جو میراث پائی اس سے لے لو
مفسر رح نے اسکو ازواج یعنی شوہرون کے حق مین خطاب قرار دیا۔ حالانکہ مفسر رحمہ نے اول خطاب کو وارثون کے حق مین ہونا اختیار کیا تھا اسی سبب
سے اعتراض کیا گیا کہ ایک کلام مین خطاب بذاتہ دو شخصون کو بدون تکرار ندا ہر کے روا نہین ہی چنانچہ قم واقعد زید و عمرو دونون کو ایک ندا مین
الگ الگ فعل کو نہین کہہ سکتے بلکہ یون کہین گے قم یا زید و اقعد یا عمرو اور جواب دیا گیا کہ اہل اسلام بحکم واحد ہین۔ اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب
بھی وارثون کو ہی اے تم لوگ ان عورتون کو نکاح کرنے سے منع مت کرو اور سراج مین کہا کہ صحیح وہ ہی کہ معالم مین فرمایا کہ یہ خطاب شوہرون
کو ہی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ علی بن ابی طلحہ نے ابن عباس رض سے روایت کی کہ قولہ لا تعضلوہن - یعنی مقہور مت کرو انکو تاکہ جو دیا ہی اسمین سے
کچھ لے مرد اور مراد اس سے وہ مرد ہی کہ اسکی جورو ہو حالانکہ مرد اس سے کراہت رکھتا ہو اور عورت کا اسپر مہر ہو پس مرد اسکو ضرر پہونچاوے بدین
غرض کہ عورت اس سے فدیہ کرالے اور یہی قول قتادہ و ضحاک وبہتون کا ہی اور اسکو ابن جریر رح نے اختیار کیا اور ابن المبارک و عبدالرزاق
نے ابن البیلمانی رح سے روایت کی کہ یہ دونون آیتین ایک امر جاہلیت کے بارہ مین ہین اور دوسرے دربارہ اسلام ہی ابن المبارک رح نے فرمایا
کہ مراد یہ کہ قولہ لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرہا دربارۂ جاہلیت ہی اور قولہ لا تعضلوہن دربارہ اسلام ہی۔ تحقیق یہ ہی کہ معنے آیت کریمہ کے یہ ہین
کہ اے اہل ایمان تم کو حلال نہین کہ اکراہ سے عورتون کی ذات کے وارث ہو جیسے اہل جاہلیت کیا کرتے تھے اور نیز اے اہل اسلام تمکو حلال نہین
کہ اپنی جوروون کو روکو باوجودیکہ تم کو انسے رغبت نہین ہی اور ممکن ہی کہ کہا جاوے کہ دوم بھی اہل جاہلیت کے فعل سے ممانعت ہی یعنی اے
اہل اسلام تمکو حلال نہین کہ اپنی جوروون کو عضل کرو جیسے اہل تہامہ کیا کرتے تھے کما رواہ ابن ابی حاتم عن زید بن اسلم اور شک نہین کہ عضل سے
متعلق ہی استثناء مابعد یعنی قولہ - اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ - بفتح الیاء و کسر ہا ای مبینت او ہی بنیۃ - یعنی ابن کثیر
و شعبہ نے بفتح یاء تحتیہ پڑھا بمعنے مبین کی گئی اور باقیون نے بکسر یاء تحتیہ پڑھا بمعنے آنکہ وہ خود مبینہ ہی اے کھلی ہوئی ہی پس وہ بین سے ہی جو بمعنے
بین لازمی ہی اور شاید مفعول محذوف ہو یعنی مبینۃ حال صاحبہا۔ اے ایسی حرکت فاحشہ جو اپنے کرنے والیکا حال کھولنے والی ہی اور مراد اس سے
یہ ہی جو مفسر رح نے ذکر کی اے زنا او نشوزا فلکم ان تضاروہن حتی یفتدین منکم و یختلعن - یعنے کہ مثلاً زنا یا سرکشی تو اب البتہ تمکو روا ہی کہ انکو ضرر
پہونچاؤ تاکہ مال دیکر تم سے اپنی جان چھڑا دین اور خلع کرا دین۔ پھر کہا گیا کہ استثناء متصل ہی اور یہی بیضاوی وغیرہ نے ذکر کیا یعنے استثناء
از زمانہ عام یا از علت عامہ ہی یعنے اعم العام ظرف سے یا مفعول لہ سے گویا یون کہا گیا کہ ولا تعضلوہن فی جمیع الاوقات الا وقت اتیانہن بفاحشۃ
مبینۃ یعنی جمیع اوقات مین انکو بند نہ کرو الا ایک وقت مین جب کہ وہ فاحشہ مبینہ کرین یا لا تعضلوہن لعلۃ الا لان یاتین بفاحشۃ یعنی کسی علت
سے انکو حبس نہ کرو الا اس علت سے کہ فاحشہ مبینہ کرین اور عکبری رح نے تبیان مین اختیار کیا کہ استثناء منقطع ہی پھر جاننا چاہیے کہ مفسر رح کی
یہ مراد نہین کہ زنا یا نشوز کوئی بات کرین تو عضل کا اختیار ہی بلکہ اشارہ ہی اختلاف تفسیر کی طرف چنانچہ ابن مسعود و ابن عباس و سعید و مجاہد و
عکرمہ و عطاء خراسانی و ضحاک و ابو قلابہ و ابو صالح و سدی و زید بن اسلم و ابن ابی ہلال نے کہا کہ مراد فاحشہ مبینہ سے زنا ہی۔ اور ایک روایت مین
ابن عباس و عکرمہ و ضحاک سے آیا کہ وہ نشوز و عصیان ہی کما ذکرہ ابن کثیر۔ اور شاید مفسر رح نے مانند ابن جریر کے یہ اختیار کیا ہو کہ فاحشہ
مبینہ یہان زنا و نشوز و عصیان و بدزبانی وغیرہ افعال ناشائستہ سب کو شامل ہی - شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ یہ قول جید ہی واللہ تعالیٰ اعلم اور یہ بمانند اسکے
ہی جو سورۂ بقرہ مین فرمایا ولا یحل لکم ان تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ الآیۃ - اور ابن عباس رض نے فرمایا کہ مراد اپنی

قرابت دار کی عورت کا وارث بن جاتا پس اسکو عضل کرتا یہانتک کہ وہ مرجاتی یا مہر جو اسنے لیا تھا واپس کردیتی پس اللہ عزوجل نے اس سے منع فرمایا۔ رواہ ابوداؤد۔ شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ یہ مقتضی ہے کہ تمام سیاق امر جاہلیت کے بیان میں ہے ولیکن مومنوں کو اسلام میں ایسا کرنے سے ممانعت ہے۔ وَعَاشِرُوهُنَّ بِالْمَعْرُوفِ - اور عورتوں سے معروف برتاؤ کرو ف ای بالاجمال فی القول والنفقة والمبیت یعنے عورتوں سے میٹھی معقول بات کہنا اور نفقہ دینا اور انکے ساتھ رات بسر کرنا بروجہ جمیل کرو۔ شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا یعنے اپنے اقوال وافعال میں انکے ساتھ بقدر امکان خوبی رکھو یہانتک کہ ہیئات کو بھی جواز شرعی کے موافق بقدر امکان خوبصورت رکھو جیسے تم انسے یہ بات چاہتے ہو وقد قال تعالے ولهن مثل الذی علیهن بالمعروف الآیہ۔ مترجم کہتا ہے کہ یہ ابن عباسؓ سے صریح مروی ہوا ہے جیسا کہ سورۂ بقرہ کی اس آیت کی تفسیر میں مذکور ہوا اور نبی صلعم نے فرمایا کہ بہتر تم میں سے وہ ہیں جو اپنی گھروالیوں کے لیے بہتر ہوں اور میں تم سب کی نسبت اپنی گھروالیوں کے حق میں بہتر ہوں۔ رواہ فی الصحیح - اور اسی سے استدلال کیا گیا کہ مرد کو ایسا ہی کرنا چاہیے بقولہ تعالیٰ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ - اور حضرت صلعم کے اخلاق اپنی پاک بیویوں کے ساتھ کھانی وغیرہ کہتے و دیگر موانسات میں پاکیزہ تھے جو شمائل وغیرہ میں مروی ہیں اور صحیحین وغیرہ میں حدیث حزائہ معروف اسی قبیل سے ہے اور اس سے احکام تعلق میں جواب بقسم ترجمۂ عالمگیریہ سے تلاش کرو۔ پھر واضح ہو کہ طلاق ولفاق اللہ تعالے کے نزدیک مبغوض ہے چنانچہ آگے اشارہ فرمایا ہے۔ فَإِن كَرِهْتُمُوهُنَّ - فاصبروا - یعنے پھر اگر تم ان عورتوں کو مکروہ جانو کہ تمہارے نفس قبول نہ کریں ف تو بھی صبر سے رہو۔ فَعَسَىٰ أَن تَكْرَهُوا شَيْئًا وَيَجْعَلَ اللَّهُ فِيهِ خَيْرًا كَثِيرًا - پس قریب ہے کہ تم ایک چیز کو مکروہ رکھو اور اللہ تعالی اسمین خیر کثیر دیدے ف ولعله یجعل فیهن ذلک بان یرزقکم منهن ولدا صالحا۔ پس شاید اللہ تعالی انھین میں یہ خیر کثیر دیدے مانند اسکے کہ تمکو انسے فرزند صالح عطا کرے پس مفسر کے بیان سے معلوم ہوا کہ فعسیٰ الخ علت ہے جزاء محذوف یعنی فاصبروا کی پس جزا حذف کرکے اسکی علت کو بجائے اسکے قائم کیا اور یہ حسن بیان و کمال بلاغت ہے کہ بر تقدیر کراہت کے پہلے سے انکو صبر کرنیکا حکم منصوص نہ فرمایا کیونکہ وہ متنفر تھے پس پہلے اسکی علت سنادی تاکہ سمجھ لیں اور بھلائی کا بیان دیکھکر صبر پر آمادہ ہوجاویں اور نصیحت سودمند ہو فافہم ف عرائس البیان میں ہے کہ قولہ تعالی وعاشروهن بالمعروف - یعنے تم لوگ عورتوں کی موانست میں بطور معروف رہو مگر نفس کے لگاؤ سے نہیں بلکہ مقام انس وروح محبت وفرحت عشق کے ساتھ جبکہ تم حال لاہوت میں مخصوص تمکین و مقامات ہو جاؤ۔ قال المترجم یعنی مرد مبتدی و متلون کو موانست عورتوں کی مفید نہیں ہے اور جب مقام تمکین و استقامت میں ثابت قدم ہوجاوے اور تعلقات نفس سے چھوٹ جاوے تو وہ مفید ہے قال الشیخ کیونکہ موانست زنان لائق نہیں مگر اسکو جو جناب باری تعالی شانہ سے مانوس ہو جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم وجملہ اولیا وابدال۔ چنانچہ نبی صلعم نے اس امر کو کہ آپکو جناب باری تعالے میں کمال انس ہے اور مشاہدۂ جمال سے کامل فرحت ہے اس اشارہ سے فرمایا کہ محبوب کی گئین تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں خوشبو و عورتیں اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے اور یہی حال حضرت یوسف علیہ السلام کا تھا کہ زلیخا سے قصد فرمایا تھا چنانچہ اللہ تعالی نے فرمایا۔ ولقد همت به وهم بها - اور شیخ ذوالنونؒ نے فرمایا کہ جس نے اللہ تعالے سے انس حاصل کیا وہ ہر شی ملیح و چہرۂ صبیح سے اور ہر آواز پاکیزہ و ہر خوشبوے پاکیزہ سے مانوس ہوجاتا ہے قال المترجم بعض اہل اللہ تعالے نے لکھا ہے کہ قطب الاقطاب کی شناخت یہ ہے کہ اسکی رغبت عورتوں سے بروجہ حلال جواز شرعی زیادہ ہو اور نبی صلعم کے پاس تو یا کمیا ہے پاک عورتین تھین اور حدیث میں مروی ہے کہ آپنے ایک عورت کو دیکھا تو فوراً حضرت زینب رضی اللہ عنہا ام المومنین کے مکان میں اندر تشریف لیگئے اور جب باہر آئے تو آپ کے سر مبارک سے پانی ٹپکتا تھا پھر ایسا مضمون فرمایا کہ عورت کے سامنے اور پیچھے شیطان آراستہ کرتا چلتا ہے سو جب تم میں سے

کوئی اچانک نظر سے اپنے دل مین وسوسہ پاوے تو اپنی حلال جورو سے اپنی حاجت پوری کرلے تو شیطانی دخل سے محفوظ رہیگا۔ اور حدیث مین ہی کہ حضرت صلعم کو چالیس طاقت ور آدمیون کی قوت عطا ہوئی تھی مترجم نے ان احادیث کو اہل ایمان کے سوچنے وفکر کرنے کے واسطے ذکر کیا ہی۔ پھر جو شیخ رح نے ذکر کیا وہ ظاہری طور پر یون نہ سمجھنا چاہیے کہ ہر وجہ صبیح وشی ملیح سے اسکی صورت پر انس ہوتا ہی بلکہ صنعت و قدرت پر جو متعلق بروح ہی مانوس ہوتا ہی اور تمام کلام مین نے اول پارہ بقرہ مین ذکر کیا ہی ولیکن ہوشیار رہنا چاہیے کہ بہت سے جاہل صوفی بیدار و ہوشیار نہین رہتے انکو قوت حیوانی وشہوانی کے غلبہ کی انس مین اور روحانی انس مین فرق نہین معلوم ہوتا آخر کار تباہ ہوجاتے ہین یہ نہین دیکھتے ہو کہ حضرت صلعم کی پاک بیویان باعتبار ظاہر کے بہت خوبصورت وغیرہ کچھ نہ تھین بلکہ باطن مین پاک تھین جنکو اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب خاص حضرت محمد مصطفیٰ صلعم کے واسطے مقدر فرمایا اور انکو یہ کرامت دنیا و آخرت مین ملی فتفکر۔ قال الشیخ اور نیز عاشروهن باین غرض کہ تم کو اللہ تعالیٰ اُنسے کوئی فرزند صالح عطا کرے۔ اور نیز عاشروهن۔ ای مباشر ہو اُنسے جبکہ وہ رغبت ہون اس بات مین جو تمہاری اُنسے مراد ہی کیونکہ معروف نہین واقع ہوتا مگر جبکہ دونون جانب سے ایک ہی صفت پر مساوات ہو اور نیز عاشروهن بالمعروف ای پہچنوا و انکو اللہ تعالیٰ کی صفات ونام پاک اور انکو رغبت دلاؤ کہ اللہ تعالیٰ کو پہچانکر اسکی بندگی مین ثابت قدم ہون اور انکو اللہ تعالیٰ کے جمال وجلال کا شوق دلاؤ۔ اور بعض اکابر نے فرمایا یعنے انکو سنتین اور فرض جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہین سب سکھلاؤ۔ اور حضرت عبداللہ بن المبارک نے فرمایا کہ اچھی گذران عورتون سے یا اورون سے وہ ہی کہ انجام کار مین تجھے دنیا یا آخرت مین اس سے ندامت حاصل نہو۔ اور ابو حفص رح نے فرمایا کہ معاشرت بمعروف یون ہی کہ تو اپنے عیال کے ساتھ خوش خلق رہے اس تمام چیز مین جو تجھے انکی طرف سے ناگوار گذرے اور اس عورت سے جو تجھے بدشکل وبری معلوم ہو۔ یعنی دین مین اللہ تعالیٰ کے حکم کے پابند ہو اور تیرے نفس پر اس کا پھوہڑ ہونا یا خوبصورت نہونا گران ہو تو اپنے نفس کے تابع مت ہو اور اس سے خوش خلقی کے ساتھ برتاؤ کرنا چاہیے۔ قولہ تعالیٰ فعسی ان تکرهوا شیئا ویجعل اللہ فیہ خیرا کثیرا۔ ہر حکم جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہی وہ اسی بنا پر ہی کہ نفس سے مخالفت رکھو اور یہ بنظر امتحان ہی اور نفس کا یہ حال ہی کہ وہ بندگی کرنے سے بھاگتا ہی مگر جب حکم الٰہی کی پابندی کی گئی اور اپنے اوپر مشقت وریاضت اٹھائی گئی تو قلب پر پہلے پہل قرب ومشاہدہ کے انوار طلوع ہوتے ہین قال تعالیٰ ونہی النفس عن الہوی فان الجنۃ ہی الماوی۔ اور اندھیرے مین مشقت وریاضتین اٹھانے سے عارفون کے دلون پر مشاہدات کے سورج ومکاشفات کے چاند طلوع ہوتے ہین۔ یہان خیر کی تفسیر مین بعض نے کہا کہ فرزند صالح مراد ہی اور بعض نے فرمایا کہ انجام کار بندون سے پوشیدہ کیا گیا تاکہ ہر مرغوب چیز سے انسان الفت نہ پیدا کرے اور ہر مکروہ چیز سے نفرت نہ کرنے لگے کیونکہ انجام نہین جانتا۔

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ قِنْطَارًا فَلَا

اور اگر چاہو تم بدلنا ایک عورت کی جگہ دوسری عورت اور دے چکے ہو ایک کو ڈھیر مال تو

تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۝ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ

مت واپس لو اس مین سے کچھ کیا لینا چاہتے ہو ناحق اور صریح گناہ سے اور کیونکر اسکو لے لوگے

وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۝

اور پہونچ چکے ایک دوسرے تک اور عورتین لے چکین تم سے عہد گاڑھا

وَاِنْ اَرَدْتُّمُ۔ اور اگر تم نے قصد کیا۔ اِسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّکَانَ زَوْجٍ۔ بدلنے ایک زوج کا بجاے ایک زوج کے
ای اخذہا بدلہا بان طلقتموہا۔ یعنے لینے ایک عورت کا بدلے ایک عورت کے باینطور کہ موجودہ کو طلاق دیدے۔ پس مراد زوج سے یہان جورو ہی
اور زبان عرب مین یہ لفظ جو بمعنے جوڑا ہی جورو و مرد دونون پر بولا جاتا ہی اور حاصل یہ کہ اگر تم نے یہ چاہا کہ ایک جورو طلاق دیکر الگ کرو اور
بجاے اسکے کسی اور عورت سے نکاح کرو تو جو کچھ اس کو دیا ہی اس مین سے کچھ مت لو۔ اور عورت کو جو دیا ہی اس مین سے کچھ واپس کر لینا بدون خلع کے
بقصد ضررسانی مطلقاً حرام ہی خواہ بجاے اس کے دوسری کا نکاح مقصود ہویا نہو لیکن یہان بیان واقع کے طور پر ہی چنانچہ معالم وغیرہ
مین فرمایا کہ بات یہ تھی کہ جب مرد کو کوئی عورت بھلی معلوم ہوتی اور چاہتا کہ اس سے نکاح کرے تو اپنے تحت والی جورو کو بہتان لگا دیتا تاکہ وہ
مجبور ہوکر جو مہر دیا تھا واپس کر کے اس سے اپنی جان چھوڑا دے تو اس سے منع فرمایا۔ کہ اگر تم ایک جورو کی جگہ چاہو کہ دوسری جورو کرین۔ وَ
قَدْ اٰتَيْتُمْ اِحْدٰىهُنَّ۔ ای الزوجات۔ اور حال یہ کہ دیا تم نے زوجات مین سے کسیکو۔ پس واو حالیہ اور جملہ بتقدیر قد حال ہی اور ضمیر
جمع باعتبار اسکے کہ زوج سے جنس مراد ہی۔ اور دیدینے سے مراد یہ کہ اپنے اوپر اسکے لیے لازم کر لیا اور ضامن ہو گئے ہو جیسے قولہ اذا سلمتم ما
اٰتیتم مین ہی پس یہ وارد نہین ہوتا کہ لینے کی حرمت تو ثابت ہی اگرچہ اس کو مہر مسمی نہ دیا ہو بلکہ ہنوز اپنے ذمہ ہو۔ اور حاصل یہ کہ جو عورت کے واسطے
واجب و لازم ہوا ہی اس مین سے کچھ مت لو۔ قِنْطَارًا۔ مالاً کثیراً صداقًا۔ یعنے قنطار سے مراد مال کثیر ہی جو صداق دیا ہی اور کہا گیا کہ صداق
جو مہر قبل خلوت کے ادا کیا جاوے اور مہر عام ہی۔ فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَيْـًٔا۔ تو مت لو اس مال کثیر مین سے کچھ بھی الحاصل
جسکو جدا کرنے کی نیت ہی اور اسکو تمنے ڈھیر مال دیا ہی تو تم اس سے کچھ مال واپس مت لو کیونکہ عورت کا کوئی قصور نہین بلکہ تمنے خود چاہا
کہ بجاے اسکے دوسری عورت سے نکاح کرو پس یہ وارد نہین ہوتا کہ خلع کے بدلے لے لینا اگرچہ مہر سے زیادہ ہو جائز ہی اور یہانسے ظاہر ہوا
کہ آیت کو منسوخ کہنا بقولہ تعالے ولا تاخذوا مما اتیتموہن شیئا الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ۔ وہم ہی بلکہ دونون آیتین محکم ہین حضرت
ابن عباس نے تفسیر مین کہا یعنے اگر تجھے اپنی جورو مکروہ معلوم ہوئی اور دوسری کوئی عورت خوش آئی پس تو نے اپنی جورو کو طلاق دی اور
دوسری کو نکاح مین لیا تو مطلقہ کو اسکا مہر جو کچھ دیا ہو دیدے اگرچہ وہ قنطار ہو۔ مترجم کہتا ہی کہ قنطار کے معنے سورۂ آل عمران مین فی
تفسیر قولہ زین للناس حب الشہوات من النساء الآیہ۔ گذر چکے ہین شیخ ابن کثیر وغیرہ نے کہا کہ اس آیت مین دلیل ہی کہ مال کثیر عورت
کے مہر مین دینا و مقرر کرنا روا ہی کیونکہ قنطار مال کثیر کو کہتے ہین اور ابن المنذر کی روایت ممانعت حضرت عمرؓ مین مذکور ہی کہ عبداللہ بن مسعودؓ
کی قراءۃ مین قنطارا من ذہب۔ تھا یعنے سونے کا ڈھیر۔ اور حضرت عمرؓ نے جو عورتون کے مہر مین زیادتی کرنے سے ممانعت فرمائی تو اس
سے رجوع کیا ہی چنانچہ سعید بن منصور و ابو یعلی نے مسروقؒ کے طریق سے روایت کی کہ عمر بن الخطابؓ نے منبر پر کھڑے ہوکر فرمایا کہ اے لوگو
تم کیون عورتون کے مہر مین زیادتی کرتے ہو حالانکہ رسول اللہ صلعم و آپ کے اصحاب چار سو درم تک مہر رکھتے تھے یا اس سے کم پھر اگر
اللہ تعالی کے نزدیک زیادتی کرنا کچھ تقوی یا کرامت ہوتا تو تم لوگ انسے سبقت نہ کرتے پس آیندہ مجھے نہ معلوم ہو کہ کسی نے اپنی جورو
کے مہر مین چار سو درم پر بڑھایا ہی پھر اتر آئے پس قریش کی عورتون مین سے ایک عورت سامنے آئی اور کہا کہ اے امیر المومنین تمنے لوگون
کو منع کر دیا کہ چار سو درم سے عورتون کا مہر نہ بڑھاوین آپ نے فرمایا کہ ہان وہ بولی کہ کیا آپ نے وہ نہین سنا جو اللہ تعالے نے قرآن مجید
مین فرمایا کہ و آتیتم احدٰہن قنطارا۔ پس عمرؓ نے یہ سنکر کہا کہ اے اللہ تعالی مین مغفرت چاہتا ہون۔ سبھی آدمی عمرؓ سے زیادہ فقیہ ہین
پھر لوٹ کر منبر پر چڑھے اور کہا کہ اے لوگو مین نے تم کو منع کیا تھا کہ عورتون کے مہر مین چار سو درم سے زیادہ نکرو پس مین کہتا ہون

کہ اسکو اختیار ہی کہ اپنے مال سے جسقدر چاہے دے اور ابو یعلی نے کہا کہ مجھے یاد پڑتا ہی کہ شیخ راوی نے یون کہا تھا کہ عمرؓ نے کہا سو جس کا
جی چاہے وہ ایسا کرے۔ شیخ ابن کثیر مفسرؒ نے کہا کہ اس کی اسناد جید قوی ہی وقد روی نحو ہذا من طرق عن عمرؓ رواہ زبیر بن بکار وابن
المنذر والامام احمد واصحاب السنن یعنی ترمذی وغیرہ وقال الترمذی حدیث حسن صحیح۔ الحاصل جو کہ عورت کو دیا اس سے واپس مت لو۔ اَتَاْخُذُوْنَهٗ
بُهْتَانًا۔ ظلما۔ کیا تم اس مال کو بطور بہتان لے لوگے ف یعنے ظلم کے طور بیضاوی مین ہی کہ بہتان وہ جھوٹ ہی کہ جسپر
باندھا جاوے اسکو مبہوت کر دے اور کبھی ایسے فعل کو بہتان کہتے ہین جو باطل ہو اسیواسطے یہان ظلم سے تفسیر کی گئی یعنی کیا لے
لوگے بطور ظلم کے۔ وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا۔ بینا۔ اور بطور کھلے گناہ کے یعنی ازاہان بمعنے بان ہی کیونکہ مبین بمعنے بین لازمی ہی فافہم
اور اصل مین بہتانا واثما۔ کو نصب بنابر آنکہ حال واقع ہی ای اتاخذونہ باہتین واثمین۔ یعنی کیا لے لوگے اسکو در حالیکہ تم بہتان باندھنے
والے اور گناہ سمیٹنے والے ہوگے۔ اور استفہام بطور ملامت ہی اور اسپر مزید تاکید فرمائی بقولہ تعالے۔ وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ
ای بای وجہ۔ اور کیونکر یعنے کس وجہ پر تم اسکو لے لوگے۔ اور استفہام انکاری ہی حاصل آنکہ تم کسی وجہ پر یہ مال نہین لے سکتے ہو حال
یہ ہی۔ وَقَدْ اَفْضٰى۔ وصل۔ بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ۔ بالجماع المقرر للمہر۔ کہ پہونچ گیا یعنے مل گیا بعض تمھارا بعض سے
ف باینطور کہ جماع کیا جو مہر کو ثابت کرنے والا ہی۔ ہروی وکلبی وغیرہ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد ایک چادر مین ہو جاوے
خواہ جماع کیا یا نہ کیا اور فراءؒ نے کہا کہ افضا یہ کہ جورو و مرد خلوت مین ہو جاوین اگرچہ جماع نہ کیا ہو اور امام ابو حنیفہ کے نزدیک مہر مقرر
و متاکد ہونے کے واسطے ایسی خلوت صحیحہ بھی قائم مقام جماع ہی اور خلوت صحیحہ یہ کہ جورو و مرد اس طرح خلوت مین ہون کہ انکو
جماع کرنے کا قابو حاصل ہو اسطرح کہ کوئی عذر شرعی نہ ہو مثل روزہ وغیرہ کے اور کوئی عذر حسی بھی نہ ہو مثل مرض وغیرہ کے اور نہ وہان
بے پردگی و شرم طبعی ہو اور ابن عباس و مجاہد و سدی وغیرہم نے فرمایا کہ افضا کنایہ از جماع ہی اور اسی پر مفسرؒ نے تفسیر کی ہی اور بقول حنفیہ
یون کہنا چاہیے کہ تم کیونکر یہ مال لے سکتے ہو حالانکہ تم سے باہم خلوت صحیحہ ہو چکی تمھاری عورتون نے اپنے آپکو بے حجاب تمھارے سپرد کر دیا
وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا۔ عہدا۔ غَلِيْظًا۔ شدیدا۔ اور ان عورتون نے تم سے عہد شدید لے لیا ہی ف
وہو ما امر اللہ بہ من امساکہن بمعروف او تسریحہن باحسان۔ اور یہ عہد شدید وہ ہی جو اللہ تعالے نے حکم دیا کہ بطور معروف
انکو رکھو یا احسان کے ساتھ انکو رہا کرو اور اُن کے اپنون کے یہان رخصت کر دو یہی تفسیر ابن عباس و عکرمہ و مجاہد و ابو العالیہ و حسن
و قتادہ و ضحاک و سدی و یحیی بن ابی کثیر سے مروی ہی اگر کہا جاوے کہ یہ عہد تو اللہ تعالی نے لیا ہی ان عورتون نے کہان لیا ہی تو مدارک
مین جواب دیا کہ اللہ تعالی نے چونکہ یہ عہد انھین عورتون کے واسطے لیا ہی پس گویا انھین عورتون کی طرف سے عہد ہی اور ابن عباس و مجاہد و
سعید بن جبیر سے مروی ہی کہ میثاق غلیظ سے مراد عقد ہی اور ربیع بن انسؓ سے ہی کہ وہ قول حضرت صلعم ہی کہ استوصوا بالنساء خیرا فانکم
اخذتموہن بامانۃ اللہ واستحللتم فروجہن بکلمۃ اللہ۔ (صحیح مسلم) یعنے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع مین فرمایا کہ تم لوگ مجھسے اپنی عورتون
کے بارہ مین بھلائی کرنے کی وصیت قبول کر لینے مین تمکو وصیت کرتا ہون کہ اپنی عورتون سے بھلائی کے ساتھ رہو تم اسکو قبول کرو کیونکہ
تمنے انکو اللہ تعالی کی امانت پر لیا اور اللہ تعالی کے کلمہ پر تمنے انکی فروج کو حلال کر لیا ہی۔ ھ۔ اور کلمۃ اللہ خطبہ نکاح ہی اور کہا کہ شب معراج
مین منجملہ ان کرامات کے جو حضرت صلعم کو عطا ہوئین ایک یہ ہی کہ آنحضرت صلعم کو خطاب ہوا کہ مین نے تیری امت کو اسطرح کر دیا کہ ان کا
کوئی خطبہ جائز نہوگا یہانتک کہ گواہی دین کہ تو میرا بندہ و میرا رسول ہی (رواہ ابن ابی حاتم)

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّ مَقْتًا ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا ۠

اور مت نکاح مین لاؤ جن عورتون کو نکاح مین لائے تمھارے باپ جو آگے ہو چکا یہ بیحیائی ہر اور کام غضب کا اور بری راہ ہر

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا- بمعنی من- نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ- اور مت نکاح مین لاؤ ایسی عورت کو عورتون سے جس سے تمھارے آبا نے نکاح کیا ہو ف اگر کہا جاوے کہ ما تو غیر ذوی العقول کے لیے ہر تو جواب یہ ہر کہ نہین بلکہ ذوی العقول کو بھی شامل ہر جیسا کہ محقق تفتازانی نے ذکر کیا ہر اور معنی یہ ہین کہ- لاتنکحوا التی نکح آباءکم- اور آباء عام ہر خواہ نسبی باپ ہو یا رضاعی باپ ہو اور ایسے ہی باپ کا باپ یعنی دادا و پردادا و چاہے جتنا اونچا ہو سب شامل ہین- غرضکہ باپ دادا کی زوجہ سے مت نکاح کیجیو- اِلَّا- لکن- مَا قَدْ سَلَفَ- من فعلکم فانہ معفو عنہ- لیکن جو گذر اتمھارے فعل سے ف کہ وہ عفو کیا گیا ہر- یہ استثناء منقطع ہر بمعنے لکن- اور اس سے مراد یہ کہ جو گذرا اسکا تم پر مواخذہ نہوگا اور یہ مراد نہین کہ وہ شرع مین متقرر رہا اور بیضاوی مین ہر کہ نہی کے معنے لازم سے استثناء ہر گویا یون کہا گیا کہ تستحقون العقاب بنکاح ما نکح آباءکم الا ما قد سلف یعنے تم اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح کرنے پر عذاب کے مستحق ہوگے الا وہ کہ جو پہلے گذرا کہ اسپر مستحق عذاب نہوگے ملا عصام نے کہا کیونکہ اسلام اس معصیت کو میٹ دیتا ہر جو اس سے پہلے تھی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ منکوحۂ پدر فقط اس کے نکاح سے اولاد پر حرام ہو جاتی ہر خواہ اس سے دخول کیا ہو یا نکیا ہو اور اسپر اجماع ہر کسی کے خلاف نہین ہر اور من طریق عدی بن ثابت عن رجل من الانصار روایت ہر کہ جب ابو قیس بن الاسلت انصاری نے جو مرد صالح تھے انتقال فرمایا تو انکے بیٹے قیس نے انکی جورو سے یعنی سوتیلی مان سے خطبہ کیا اور نکاح کا پیغام دیا وہ بولی کہ مین تجکو فرزند شمار کرتی تھی اور تو بھی مرد صالح ہر لیکن مین رسول اللہ صلعم کے پاس جا کر عرض کرتی ہون پس اسنے آنحضرت صلعم سے یہ بیان کر کے عرض کیا کہ اسمین آپ کیا حکم دیتے ہین آپ نے فرمایا کہ تو واپس جا یہانتک کہ اللہ تعالی حکم کرے پس نازل ہوا تولہ ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم الآیہ- رواہ ابن ابی حاتم- اور عکرمہ سے مروی ہر کہ قیس بن الاسلت اور اسود بن خلف اور صفوان بن امیہ کے مقدمہ مین ہر کہ انھون نے اپنے اپنے باپ کی جورو سے نکاح چاہا تھا اور سہیلی رح نے زعم کیا کہ زنان پدر سے نکاح کر لینا زمانۂ جاہلیت مین معمول تھا اسیواسطے فرمایا کہ الا ما قد سلف جیسے دو بہنون کے جمع کرنے مین فرمایا- وان تجمعوا بین الاختین الا ما قد سلف- اور کہا گیا کہ کنانہ بن خزیمہ نے جو قریش کے جد اعلی ہین سے ہر ایسا کیا تھا کہ اپنے باپ کی جورو سے نکاح کیا اور اس سے نضر بن کنانہ پیدا ہوا حالانکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مین ہمیشہ نکاح سے پیدا ہوا اہل سفاح سے نہین ہوا اور کہا کہ اس سے دلیل نکلی کہ یہ امر انکے واسطے روا تھا یعنے اسکو نکاح شمار کرتے تھے- اور من طریق عکرمہ عن ابن عباس رض روایت ہر کہ جاہلیت والے بھی وہی سب حرام رکھتے تھے جو اللہ تعالی نے حرام فرمایا سوائے دو باتون کے کہ باپ کی جورو سے نکاح کرنا اور دو بہنون کا جمع کرنا روا رکھتے تھے پس اللہ تعالی نے نازل فرمایا- ولا تنکحوا ما نکح آباؤکم آہ- رواہ ابن جریر اور ایسا ہی عطا و قتادہ نے کہا ہی شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ سہیلی رح نے جو قصہ کنانہ نقل کیا اسمین کوئی صحیح روایت نہین ہر- الحاصل معنے یہ ہین کہ جو کچھ زمانہ جاہلیت مین ہو چکا وہ عفو ہر اور آیندہ تم کسی ایسی عورت سے نکاح مت کیجیو جس سے تمھارے باپ دادا نے نکاح کیا ہو- اِنَّهٗ- ای نکاحہن- یعنی ضمیر راجع بجانب نکاح ان عورتون کے جنکو باپ نے اپنے نکاح مین لیا ہو جو مذکورۂ بالا سے مفہوم ہر- كَانَ فَاحِشَةً- قبیح یہان فاحشہ سے مراد فعل قبیح ہر- وَّمَقْتًا- سببا للمقت من اللہ وہو اشد البغض- مقت سے مراد سبب مقت ہر یعنی اللہ تعالی کی طرف سے

مقت کا باعث ہی اور مقت یعنے اشد بغض ہی (المعنے) ایسا نکاح کراہت قبیح اور اللہ تعالی کی طرف سے سخت بغض کا سبب ہی - اور
بیضاوی مین ہی کہ منکوحات پدر سے نکاح کرنا اللہ تعالے کے نزدیک سخت قبیح ہی کہ بندون مین سے کسی امت کو اسکی اجازت نہین دی اور
مبغوض ہی اہل مروت کے نزدیک اسیواسطے کسی مرد کا اگر کوئی لڑکا ایسی جورو سے ہوتا ہی جو اسکے باپ کے تحت مین تھی تو اس لڑکے کو مقتی کہتے ہین
اور قاموس مین ہی کہ نکاح المقت یہ ہی کہ آدمی اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے بعد وفات پدر کے پس یہ نکاح قبیح و مقت ہی - **وَسَآءَ سَبِيلًا** - طریقا ذلک - اور بدراہ ہی - بعض نے فرمایا کہ قبیح ہونے کے تین مرتبہ ہین اور اللہ تعالی نے اس نکاح کو ان مراتب مین
سے ہر مرتبہ سے مذمت کی چنانچہ فاحشہ اسکے قبیح عقلی کا بیان ہی اور قولہ مقتا - بیان قبیح شرعی ہی اور قولہ ساء سبیلا مرتبہ قبح عادی ہی
پس جسمین یہ سب مراتب قبح کے مجتمع ہین وہ فعل انتہا درجہ کا قبیح ہی اور براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے روایت ہی کہ مین اپنے ماموں (ابوبردہ بن نیار)
سے ملا اور انکے ساتھ لڑائی کا نشان تھا مین نے کہا کہ آپ کہان جاتے ہین انھون نے کہا کہ مجھکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھیجا ہی ایک
خبیث آدمی کی طرف جسنے اپنے باپ کے بعد اسکی جورو سے نکاح کیا سو مجھے حضرت صلعم نے حکم دیا ہی کہ اسکی گردن مارون اور اسکا مال ضبط
کر لون رواہ عبد الرزاق و ابن ابی شیبۃ و احمد و الحاکم و البیہقی - اور دوسری روایت امام احمد مین براء بن عازب سے ہی کہ میرے چچا حارث بن
عمیر میری طرف ہو کر گذرے اور انکے ساتھ نشان تھا جو حضرت صلعم نے انکے واسطے تیار فرمایا تھا مین نے کہا کہ اے چچا تم کہان جاتے ہو فرمایا کہ مجھے
حضرت صلعم نے ایک مرد کی طرف بھیجا ہی جسنے اپنے باپ کی جورو کے ساتھ نکاح کیا سو مجھے حکم فرمایا ہی کہ اسکی گردن مارون **شیخ ابن کثیر**
نے کہا کہ جو شخص اپنے باپ کی جورو سے نکاح کرے وہ مرتد ہو گیا پس قتل کیا جاوے اور اسکا مال سب داخل بیت المال کیا جاوے اور نیز فرمایا
کہ علماء نے اجماع کیا ہی کہ باپ نے جس عورت سے بطریق نکاح یا مالک ہو کر یا شبہہ سے وطی کی ہو وہ اسکے پسر پر حرام ہو جاتی ہی - اور اگر باپ نے
ایک عورت سے جماع نہین کیا مگر سواے وطی کے دیگر مباشرت کی مثلا مساس و بوسہ وغیرہ یا اس کی ایسی چیز دیکھی کہ بر تقدیر اجنبیہ ہونے کے اسکا
دیکھنا روا نہین تو آیا اس صورت مین بھی وہ بیٹے پر حرام ہی یا نہین تو اسمین علما کا اختلاف ہی اور امام احمدؒ سے روایت ہی کہ وہ اس سے بھی حرام ہو جاتی ہی
مترجم کہتا ہی یہی ائمہ حنفیہ کا قول ہی کہ جن چیزون سے حرمت مصاہرہ ثابت ہوتی ہی انکے پائے جانے سے حرام ہو جائیگی اور ان چیزونکو ترجمہ عالمگیریہ
جلد دوم سے تلاش کرو اور ہمارے نزدیک اگر باپ نے کسی عورت سے زنا کیا تو بھی وہ پسر پر حرام ہو جائیگی بخلاف قول شافعیؒ کے بنا برین کہ زنا سے
حرمت مصاہرہ ہمارے نزدیک ثابت ہوتی ہی اور انکے نزدیک نہین پھر اللہ تعالی نے تمام ان عورتونکو بتلا دیا جن سے دائمی یا عارضی نکاح حرام ہی بقولہ تعالے

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ

حرام ہوئین ہین تمپر تمھاری مائین اور بیٹیان اور بہنین اور پھوپھیان اور خالائین

وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ

اور بھائی کی بیٹیان اور بہن کی بیٹیان اور جن ماؤن نے تم کو دودھ پلایا

وَأَخَوَاتُكُمْ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ

اور دودھ شریک کی بہنین اور تمھاری جوروون کی مائین

وَرَبَائِبُكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِنْ نِسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَإِنْ

اور تمھاری جوروون کی بیٹیان جو تمھاری پرورش مین ہین جن جوروون سے تم نے دخول کر لیا ہی پھر اگر

لَّمْ تَكُونُوا دَخَلْتُم بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ وَحَلَائِلُ

پھر اگر تم نے جورووں سے دخول نہ کیا ہو تو تم پر کچھ گناہ نہیں ہے اور تمھارے

أَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ ۙ وَأَن تَجْمَعُوا بَيْنَ

ان بیٹوں کی عورتیں جو تمھاری پشت سے ہیں اور یہ کہ حرام ہوا کہ جمع کرو تم دو

الْأُخْتَيْنِ إِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۗ إِنَّ اللَّهَ كَانَ غَفُورًا رَّحِيمًا ﴿۲۳﴾

بہنیں مگر جو پہلے ہو چکا اللہ بخشنے والا مہربان ہے

اس آیت کریمہ مین اللہ عزوجل نے وہ عورتین بیان کردین جو حرام ہین پس ناتے کی وجہ سے سات حرام فرمائین اور دودھ کی وجہ سے دو - اور سسر کے رشتہ سے (دامادی کا رشتہ) چار حرام فرمائین پس ناتے کی وجہ سے سات یہ ہین مائین - اور بیٹیان - اور بہنین - اور پھوپھیان اور خالائین - اور بھائی کی بیٹیان - اور بہن کی بیٹیان - اور دودھ کی وجہ سے یہ ہین رضاعی مائین - رضاعی بہنین اور سسر کے رشتہ یہ ہین - جورووں کی مائین - اور جن جورووں سے دخول کیا انکے پہلے خاوند سے بیٹیان - اور اپنی پشت کے بیٹون کی جورویین اور ایک وقت مین دو بہنون کا جمع کرنا - یہ سب تیرہ عورتین ہین اور چودھوین وہ عورتین جو باپ کی منکوحہ ہون جیسا کہ اوپر کی آیت مین بیان ہوا - اور سنت متواترہ سے دو اور ثابت ہوئین ایک تو اپنی جورو و اسکی پھوپھی کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے دوم اپنی جورو و اسکی خالہ کو ایک وقت جمع کرنا حرام ہے پس یہ سب سولہ ہوئین اور سترھوین ایسی عورت جو کسی مرد کے نکاح مین ہو - امام طحاوی نے فرمایا یہ سب محکم متفق علیہا حرام ہین انمین سے کسی کا نکاح مین لانا نہین جائز ہے اور اسپر اجماع ہے سوائے اپنی غیر مدخولہ کی مان کے کہ اسمین جمہور کا تو یہی قول ہے کہ اس سے نکاح حرام ہے اور بعض نے اسکو روا کہا ہے ولیکن روایت اختلاف کے ثبوت مین تامل ہے اور آیندہ انشاء اللہ تعالیٰ آتا ہے پھر جاننا چاہیے کہ ان محرمات مین اقسام ہین بعض تو دائمی حرام نہین یعنے بعض احوال مین جائز ہو جاتی ہین اور وہ ایسی عورتین ہین جو غیر کے نکاح مین ہین پس اس حیثیت کے ساتھ کہ غیر کے نکاح مین ہون دائمی حرام ہین اور اگر غیر نے اسکو طلاق دیدی اور عدت گذر کر بائنہ ہو گئی تو اُس سے نکاح کرنا روا ہے یا مثلاً شوہر مرجاوے تو بعد عدت کے اس سے نکاح روا ہے بشرطیکہ وہ نکاح کا ارادہ کرنے والے کی ایسی ناتے دار نہو جس سے کبھی نکاح نہین روا ہے اور نیز دو بہنون کا جمع کرنا حرام ہے اور اگر ایک مر گئی تو دوسری بہن سے نکاح کر سکتا ہے اور یہی حال جورو اور اسکی پھوپھی یا خالہ کے جمع کرنے مین ہے اور بعض دائمی حرام ہین کسی حال مین حلال نہین ہوتی ہین جیسے مان و بہنین وغیرہ اور جو انسے نکاح کرے اگرچہ از جانب حالانکہ شرع کا حکم ظاہر ہو چکا تو وہ مرتد ہے قتل کیا جاوے - اور حدیث مین اس اُمت کے بگڑنے و بددین ہونے کے بیان مین ہے کہ یہ امت بھی اگلی امتون کے قدم بقدم چلیگی یہانتک کہ جسنے انمین سے اپنی مان سے علانیہ حرام کیا اسمین بھی ایسا ہوگا جو اپنی مان سے علانیہ حرام کرے - اللہ تعالیٰ ہمکو مع تمام ایمان والون کے ایسی حرکتون سے محفوظ رکھے آمین یا ارحم الراحمین اب تفسیر کی طرف رجوع ہے قال تعالے حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ ان تنکحوہن وشملت الجدات من قبل الاب او الام - حرام کی گئین تمپر تمھاری مائین ف یعنی حرام ہے کہ انسے نکاح کرو اور امہات شامل ہے جدات کو خواہ از جانب پدر ہون یا از جانب مادر ہون یعنے دادیان و نانیان بھی اون مین شامل ہین پھر ظاہر ہے کہ ماؤن کی ذات ہی حرام نہین اور نہ دیگر تعلقات کیونکہ خدمتگذاری مثلاً انکی حرام نہین ہے پس بیان انکے حرام کیے جانے سے یہی مفہوم ہے کہ انسے نکاح حرام ہے جیسے شراب حرام کیے جانے سے شراب پینے کی حرمت اور گوشت سور حرام ہونے سے اس کے کھانے کی حرمت مفہوم ہے پس ظاہر تحریم مین اسکے مناسب فعل مقدر ہوگا جس سے

حرمت متعلق ہوا اور امہات جمع اُم ہی جو در اصل امہتہ تھا- اور جوہری رح نے فرمایا کہ ضابطہ یہ ہی کہ ام وہ عورت ہی جسنے تجھے جنی سو وہ
تیری ماں ہی یا جو اسکو جنی جس سے تو پیدا ہی خواہ مذکر ہو مثلاً باپ کو دادی جنی خواہ مؤنث ہو مثلاً ماں کو نانی جنی تو دادی و نانی بھی ام ہی- اور چاہیے
یوں کہو کہ اُم ہر ایسی عورت ہی جس تک تیرا نانا منتہی ہو اور مترجم کہتا ہی کہ یہ معروف ہی اسمین خود ایسا وضوح ہی کہ طول کلام کی ضرورت
نہین ہی اور بیان حکم کا فائدہ یہ ہی کہ مجوسی کمبخت حالت نشہ مین ماں سے وطی جائز رکھتے جیسے دختر سے وطی جائز رکھتے- وبنٰتکم
اور تمپر حرام کی گئین تمھاری بیٹیاں ف وشملت بنات الاولاد وان سفلن- بنات مین اولاد کی بیٹیاں یعنے پسر کی بیٹیاں جنکو پوتیاں
کہتے ہین اور دختر کی بیٹیاں جن کو نتنیاں کہتے مین شامل ہین- پس معلوم ہوا کہ مرد پر اسکی ماں و دادی و نانی و پردادی و پرنانی وغیرہ اوپر کے
درجہ کی جو جڑ ہین حرام ہین اور بیٹیاں اور پوتیاں و نتنیاں کتنے ہی نیچے درجہ کی جو شاخین ہین سب حرام ہین اور واضح رہے کہ دادی و نانی وغیرہ
سے یہاں سگی مراد ہی اور یہ وہم ہو کہ سگی نانی کی بہن جو سوتیلی نانی کہلاتی ہی وہ بھی حرام ہی تو جواب یہ کہ ہاں اسوجہ سے کہ وہ سگی خالاؤن مین داخل
ہی جیسا کہ آگے آتا ہی پس سگی و سوتیلی کی تنبیہ سے یہ غرض ہی کہ ہندوستان مین مثلاً چچا کی بیٹی کو بہن کہتے ہین تو وہ حرام نہین کیونکہ وہ نہ جڑ کی
سگی اور نہ شاخ کی سگی ہی پس حلال ہی فافہم پھر امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک بنات کا لفظ پوتیوں و نتنیوں کو تنہا تک حقیقۃً شامل ہی اور امام شافعی رح
کے نزدیک مجازاً شامل ہی جیسے امہات مین ہی اور سراج مین ضابطہ یہ مذکور ہی کہ بنت یعنے تیری دختر وہ ہی جو مؤنث کو تجھسے پیدا ہو یا جو تجھسے
پیدا ہی اُس سے پیدا ہوا اور چاہو یوں کہو کہ ہر مؤنث جسکا نسب تجھ پر منتہی ہو وہ تیری دختر ہی- پھر سراج مین کہا کہ جو عورت کسی مرد سے
زنا سے پیدا ہوئی وہ بنت مین شامل نہین پس اُس مرد کو حلال ہی کہ اُس سے نکاح کرے- یہ شافعیت کی تقلید ہی اور امام ابو حنیفہ رح کے نزدیک
حرام ہی اور شیخ ابن کثیر رح نے فرمایا کہ بنات کا لفظ عام ہی اسی سے جمہور علما نے استدلال کیا کہ کسی مرد کے زنا کرنے سے جو لڑکی پیدا ہو وہ اسکی دختر ہی
پس بنات مین شامل ہی اور اسپر حرام ہوگی جیسا کہ مذہب امام ابو حنیفہ و مالک و احمد حنبل کا ہی اور شافعی رح سے اسکی اباحت مین کچھ نقل کیا جاتا ہی کیونکہ
وہ شرعی دختر نہین ہی پس جیسے میراث مین وہ قولہ تعالیٰ یوصیکم اللہ فی اولادکم- مین داخل نہوئی کیونکہ بالاجماع وارث نہین ہوتی ہی ایسے ہی یہاں
داخل نہوگی واللہ اعلم- اگر کہا جاوے کہ زنا سے جو لڑکا پیدا ہوا وہ بھی شرعی پسر نہوا تو اپنی ماں سے نکاح کر سکتا ہی اسکا جواب یہ ہی کہ نہین اسوجہ سے کہ
ان کی طرف اسکا نسب بالاجماع متحقق ہی کیونکہ بالاجماع اس کا وارث ہوتا ہی- اور صحیح اسمین قول جمہور ہی اور شیخ محدث ابن کثیر رح کی تقریر بھی
اسی کو مشعر ہی اور حدیث مین ہی کہ نبی صلعم نے فرمایا کہ نظر رحمت نہ فرماویگا اللہ تعالیٰ ایسے مرد پر جسنے ایک عورت کی فرج و اسکی دختر کی فرج پر نظر ڈالی
واخوٰتکم- من جہۃ الاب او الام- اور حرام کی گئین تمپر تمھاری بہنین ف مفسر رح نے کہا کہ خواہ بہن باپ کی طرف سے ہو یا ماں کی طرف
سے ہو مثلاً باپ کی دوسری زوجہ سے جو لڑکی ہی وہ بھی بہن ہی جیسے ماں کے دوسرے شوہر سے جو لڑکی ہی وہ بہن ہی چونکہ انمین سے کسی ایک طرف سے
جو بہن ہو وہی حرام ہی تو ماں و باپ دونوں کی طرف سے جو بہن ہوگی یعنے حقیقی و عینی تو وہ بدرجہ اولیٰ حرام ہی لہذا مفسر رح نے اسکو ذکر ہی نہین
کیا کیونکہ اخوات کا لفظ اولاً حقیقی بہن کے واسطے ہی ہاں باقی دونوں مین وہم تھا کہ شاید علاتی بہن جو فقط باپ کی طرف سے ہی یا اخیافی
بہن جو فقط ماں کی طرف سے ہی حرام نہو تو مفسر رح نے اس وہم کی جڑ کاٹ دی کہ قطعاً وہ اخوات ہین- اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مؤنث جو تیری ماں
و باپ یا انمین کسی ایک سے پیدا ہو وہ تیری بہن ہی- وعمّٰتکم- اور حرام کی گئی تم پر تمھاری پھوپھیاں ف ای اخوات آبائکم واجدادکم
یعنے تم مین سے ہر ایک کے باپ کی بہن یا دادا کی یا پردادا کی کیتنے ہی اونچے درجہ کی بہن ہو تمپر حرام ہی- اور ضابطہ یہ ہی کہ ہر مؤنث جو تیرے باپ کے
یا دادا وغیرہ اجداد کے ساتھ ماں باپ دونوں مین یا ایک مین شریک ہو تو وہ پھوپھی ہی پس باپ کی عینی یا علاتی یا اخیافی کسی قسم کی بہن ہو

وہ تیری پھوپھی ہے علی ہذا اگر تیرے باپ کی اسی طرح کی پھوپھی ہو وہ بھی تیری پھوپھی ہے۔ وَخٰلٰتُكُمْ ۔ اور تم پر حرام کی گئیں تمہاری خالائین ف ای اخوات امہاتکم وجداتکم ۔ یعنے تم مین سے ہر ایک کی مان یا نانی کی بہن تم پر حرام ہے اور واضح ہو کہ کبھی باپ کی طرف سے خالہ ہوتی ہے اور وہ تیرے باپ کی مان کی بہن ہے جیسے پھوپھی کبھی مان کی طرف سے ہوتی ہے اور وہ مان کے باپ کی بہن ہے سو یہ بھی حرام اور پھوپھی و خالہ مین شامل ہین۔ وَبَنٰتُ الْاَخِ ۔ یعنے بھائی کی بیٹیان خواہ بھائی عینی ہو یا علاتی یا اخیافی۔ سب کی بیٹیان حرام ہین اور یہی حال ہے وَبَنٰتُ الْاُخْتِ ۔ اور بہن کی بیٹیون مین چاہے کسی قسم کی بہن ہو۔ مفسرؒ نے کہا۔ ویدخل فیہ بنات ا ہم۔ اور بھائی بہن کی اولاد کی بیٹیان بھی اسی مین شامل ہین یعنے کسی قسم کی بھائی یا بہن کی اولاد بیٹا و بیٹی کی جو لڑکیان ہین یعنے سگے بھتیجے یا بھتیجی کی لڑکیان بھی حرام ہین پس بھائی و بہن کی دختر شامل ہے ہر اس مؤنث کو جس کا نسب پیدائشی تیرے کسی قسم کے بھائی یا بہن کی طرف منتہی ہووے یہانتک تو ان عورتون کا بیان ہوا جو نسب کی وجہ سے دائمی حرام ہین اب انکا بیان شروع ہوتا ہے جو رضاعت سے دائمی حرام ہین چنانچہ فرمایا۔ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ ۔ اور تمہاری وہ مائین تم پر حرام ہین جنھون نے تمکو دودھ پلایا ف یعنی جیسے تجھپر تیری وہ مان حرام ہے جسنے تجھے جنا اسیطرح تجھپر تیری وہ مان بھی حرام ابدی ہے جسنے تجھے دودھ دیا چنانچہ صحیحین مین حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ رضاعت حرام کرتی ہے اس چیز کو جسکو ولادت حرام کرتی ہے۔ اور ایک روایت صحیح مسلم مین ہے کہ رضاعت سے بھی وہی حرام ہے جو نسب سے حرام ہے اب یہ بیان ہونا چاہیے کہ رضاعت کب اور کیونکر متحقق ہوتی ہے تو مفسرؒ نے کہا کہ قبل استکمال الحولین خمس رضعات کما بینہ الحدیث ۔ یعنے دودھ پلایا تم کو پہلے دو برس پورے ہونے سے پانچ رضعات جیسا کہ حدیث نے اس مجمل رضاعت کو جو آیت مین مذکور ہے بیان کر دیا ہے یعنے آیت مین تو مطلقاً رضاعت مذکور ہے یہ بیان نہین کہ کس سن مین پلایا ہو اور کم سے کم کسقدر پلایا ہو تو مفسرؒ نے اپنے مذہب کے موافق بیان کیا کہ دودھ پلانے والی اسوقت بچہ کی رضاعی مان ہو جاتی ہے کہ بچہ کو دو برس کا سن پورے ہونے سے پہلے پلایا ہو اور کم سے کم پانچ رضعات ہون مترجم کہتا ہے کہ بعض شافعیہ نے اسکے معنے بچہ کی سیری پر معتبر رکھے اور بعض نے گھونٹ لیے سا بجملہ مفسرؒ نے جو دو برس تک رضاعت کی مدت ذکر کی اسین بقول فتوی ہمارے نزدیک بھی اتفاق ہے اب رہا یہ کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کم سے کم پانچ رضعات مین شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ اسین علماء کا اختلاف ہے بعض کے نزدیک تین رضعات سے کم نہون کیونکہ حضرت عائشہؓ سے مرفوع روایت ہے کہ ایک چوسنا یا دو چوسنا حرام نہین کرتا۔ رواہ مسلم اور ام الفضل سے مرفوعاً روایت ہے کہ ایک رضعہ اور دو رضعہ اور ایک مصہ و دو مصہ حرام نہین کرتا اور ایک روایت مین املاجہ و دو ملاجہ کا لفظ ہے رواہ مسلم پس جب دو سے زائد یعنے تین ہو جاوے خواہ پوچھ کرے یا جو خود رضعہ الاجہ کرے تو تحریم ہونا چاہیے ۔ یہی مذہب امام احمد بن حنبل و اسحق بن راہویہ و ابو عبید و ابو ثور کا ہے اور یہی حضرت علی و عائشہ و ام الفضل و ابن زبیر و سلیمان بن یسار و سعید بن جبیر سے مروی ہے اور بعض کے نزدیک پانچ رضعات سے کم محرم نہین کیونکہ حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جو قرآن نازل کیا گیا تھا اسین دس رضعات معلومات تھے کہ انسے حرمت ہوتی تھی پھر پانچ سے منسوخ ہوئی پھر نبی صلعم نے وفات پائی درحالیکہ وہ قرآن مین سے پڑھی جاتی تھی۔ (رواہ مسلم) ۔ اور سالم مولی حذیفہ کے واسطے سہلہ بنت سہیل کو حضرت صلعم نے پانچ رضعات سالم کو پلانے کا حکم کیا کما فی الصحیح) اور یہی قول شافعی و انکے اصحاب کا ہے قال المترجم پوشیدہ نہین کہ سالم مولی حذیفہ جوان تھے جب انکے واسطے حکم دیا پس حکم مخصوص ہے پس حجت نہین ہو سکتا اور حدیث نسخ مین تاویل ضرور ہے کیونکہ تلاوت باقی نہین باجماع صحابہؓ پس مراد یہ ہے کہ ایسا ہوگا اور پانچ رضعات بھی قریب وقت وفات تک تھے پھر بہت قریب وفات کے منسوخ ہوے واس سے کم نہین کہ حدیث محتمل و مادل ہے حجت نہین ہو سکتی کیونکہ بالاجماع قطعاً کسی کا مذہب

نہیں کہ قرآن میں سے کچھ کم ہے یہ تو سوائے بعض فرقۂ روافض کے کسی نے نہیں کہا بلکہ روافض میں سے بھی کسی فرقہ کا یہ قول نہیں کہ احکام و ارشاد قرآن میں سے کچھ کم ہے تو اس روایت منفردہ سے قرآن ثابت نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ قطعاً متواتر بالاجماع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے پس روایت میں صرف کثرت رضاعت کی وجہ سے تسہیل تھی وہ صحابہ کے اجماع سے منسوخ ہے علاوہ بریں بعد تسلیم کے مذہب اول کے دلائل کے ساتھ متعارض ہو کر دونوں ساقط ہو نگے خصوص جبکہ دونوں روایتیں اور دونوں مذہب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہوتے ہیں اور نیز حدیث عدم حرمت مصہ و رضعتان محمول ہے اس صورت پر کہ فقط منہ میں لیا اور دودھ کچھ پیٹ میں نہیں گیا بدلیل دوسری روایت املاجہ و املاجتان کے کیونکہ حقیقت میں املاج فقط اسیقدر پر ہے پس جب یہ حالت ہے تو مقتضائے آیت سے تجاوز نہیں ہو سکتا بدیں طور کہ حکم جو بمقتضائے آیت ہوا اسمیں آحاد روایت سے تغیر کیا جاوے اور آیت سے ثابت ہوتا ہے کہ دودھ پینے کے طور پر ایک بار چوس کر پی لیا یا مرضعہ نے منہ میں دودھ دیا بہرحال حلق سے اترنے سے رضاعت ثابت ہو جاوے گی کیونکہ آیت عام ہے پس جس مقدار سے باعتبار لغت کے رضاع کہلاوے اس سے حرمت رضاعت ثابت ہوگی اور یہی مذہب امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ و مالک و انکے اصحاب کا ہے اور یہی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے اور یہی قول سعید بن المسیب و عروہ بن الزبیر و زہری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور پوشیدہ نہیں کہ اسی قول کا اختیار کرنا بنظر حرمت صواب ہے اگر فرض کریں کہ تین رضعات پر استدلال پورا ہوا تو بھی مقطوع نہیں پس مطلق رضاعت جو عموم آیت سے ثابت ہے مستند رہی اور پانچ رضعات میں دوگونہ اشتباہ ہے کیونکہ تین رضعات پر حرمت کا مذہب مذکور ہو چکا اور مشتبہ سے بچنا واجب ہے پس بیان اختیار مطلق واجب ہوا اور تحقیق دلائل کو مترجم نے عین الہدایہ میں بیان کیا ہے۔ **وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ** ۔ ویلحق بذلک بالسنۃ البنات منہا و ہن من ارضعتہن موطوءتہ والعمات والخالات وبنات الاخ وبنات الاخت منہا لحدیث یحرم من الرضاع ما یحرم من النسب رواہ البخاری ومسلم یعنی اور حرام ہیں تم پر تمہاری وہ بہنیں جو رضاعت کے سبب سے ہوں ف مفسر نے کہا کہ بدلیل سنت اس سے لاحق ہیں۔ بیٹیاں رضاعی اور رضاعی بیٹیاں وہ ہوتی ہیں جنکو مرد کی موطوءہ جورو نے دودھ پلایا ہو یعنی مرد نے جس عورت سے وطی کی اور وہ جنی پھر اس عورت نے کسی لڑکی کو یہ دودھ پلایا تو یہ لڑکی اس مرد کی بیٹی ہے اور اس پر حرام ہے اور نیز بدلیل حدیث کے ان سے لاحق ہیں رضاعی پھوپھیاں اور خالائیں اور رضاعی بھائی کی بیٹیاں اور رضاعی بہن کی بیٹیاں موافق اس تفصیل کے جو نسب کے بیان میں گزریں بدلیل اس حدیث کے کہ حرام ہو جاتی ہیں رضاعت سے وہ عورتیں جو حرام ہوتی ہیں نسب سے (رواہ البخاری ومسلم) **شیخ ابن کثیر** نے ذکر کیا کہ بعض فقہاء نے فرمایا کہ کل وہ عورتیں جو نسب سے حرام ہوتی ہیں وہ رضاعت سے بھی حرام ہوتی ہیں سوائے چار صورتوں کے اور بعض نے چھ صورتوں کو استثناء کیا پھر ابن کثیر رح نے فرمایا کہ تحقیق یہ ہے کہ اسمیں سے کچھ بھی مستثنیٰ نہیں ہے کیونکہ انکے بعض کا مانند نسب میں پایا جاتا ہے اور بعض کی حرمت بوجہ صہریت کے ہے نسب سے نہیں پس حدیث کے کلیہ پر کچھ استثناء وارد نہیں ہوتا اور یہی محققین حنفیہ مانند ابن الہمام وغیرہ نے مصرح بیان کیا ہے پھر رضاعت فقط عورت ہی کی طرف نہیں بلکہ جس خاوند سے اسکا دودھ ہے وہ بھی رضیع لڑکا یا رضیعہ لڑکی کا باپ ہو جاتا ہے اور یہی جمہور علماء و چاروں اماموں کا مذہب ہے۔ **وَاُمَّهٰتُ نِسَآئِكُمْ** ۔ یعنی اور حرام ہوئیں تم پر تمہاری جوروؤں کی مائیں ۔ اسمیں کوئی قید نہیں کہ تم نے اپنی جورو سے جماع کیا ہو یا نہ کیا ہو بلکہ عام ہے کہ جب تم نے کسی عورت سے نکاح کیا تو اسکی ماں و نانی و پرنانی وغیرہ سب حرام ہوگئیں خواہ اپنی جورو سے دخول کرے یا نکرے بلکہ نکاح کے بعد ہی طلاق دیدے ۔ تب بھی اس کی ماں وغیرہ اوپر جڑ سے نکاح نہیں کر سکتا ہے اور یہ گویا اجماعی ہے و ستعرف سوٰی ربائبکم حجورکم دیتہ وہی

بنت الزوج - الّٰتِیْ فِیْ حُجُوْرِکُمْ - ترکہا صفۃ موافقۃ للغالب فلا مفہوم لہا - مِنْ نِّسَآئِکُمُ الّٰتِیْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ
ای جامعتموہن - فَاِنْ لَّمْ تَکُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَیْکُمْ فی نکاح بناتہن اذا فارقتموہن یعنی اور
حرام ہوئین تمپر تمھاری ربائب [اور یہ لفظ جمع ہی ربیبہ کی اور ربیبہ اسکو کہتے ہین جو اپنی جورو کی لڑکی کسی دوسرے خاوند سے ہو] پھر ان
ربائب کی صفت بیان کی [کہ وہ ربائب جو تمھارے حجور مین ہون [اور حجور جمع حجر ہی یعنی گود مین ہون] اور مراد یہ کہ تم انکی تربیت و پرورش
کرتے ہو - اگر کہا جاوے کہ پھر ربائب وہی حرام ہوئین جو حجور مین پرورش پاتی ہون اور اگر ایسی نہون مثلاً عورت تو زید کے تحت مین ہو اور اسکے پہلے خاوند کی
لڑکی کہین اور ہو تو زید پر حرام نہو کیونکہ اسمین یہ صفت نہین پائی جاتی کہ پرورش مین ہی حالانکہ بالاجماع یہ بھی حرام ہی مفسرؒ نے جواب دیا کہ یہ صفت جو مذکور
ہوئی ہی حرمت کی قید نہین ہی یعنی یہ مراد نہین ہی کہ حرمت جب ہو گی کہ جب ایسا ہو بلکہ غالب حال کی موافقت سے بیان فرمایا یعنی اکثر یہی ہوتا ہی کہ ربیبہ
اپنی مان کے ساتھ اسکے جدید خاوند کی پرورش مین ہوتی ہی اور اسمین اشعار اسکے سبب سے حرمت کا ہی کہ وہ تو بمنزلہ اولاد کے پرورش مین ہو گئی جبکہ
اسکی مان مدخولہ ہو جاوے کہ اسکی اولاد کے ساتھ اس ربیبہ کی پرورش کے لیے مہیا ہو گئی بخلاف غیر مدخولہ کے چنانچہ فرمادیا کہ یہ ربائب اسطرح تمپر حرام
کب ہونگی کن جوروؤن کی ہون تو فرمایا - من نسائکم اللاتی دخلتم بہن - تمھاری ان جوروؤن کی ہون جنسے تم نے دخول کیا ہی - اور مفسرؒ نے دخول
کے معنے یہ بیان کیے کہ جنسے تم نے جماع کیا ہو - مگر جاننا چاہیے کہ علما نے اسکے معنے مین اختلاف کیا ہی کہ کون دخول موجب تحریم ہی پس ابن المنذرؒ نے
ابن عباسؓ سے روایت کی کہ انھون نے دخول کو جماع سے تفسیر فرمایا جیسا کہ مفسرؒ نے ذکر کیا اور ابن کثیرؒ نے کہا کہ ابن عباسؓ نے - نکحتموہن سے
تفسیر کی اور ایسا ہی اوروں نے کہا اور شاید معنے نکاح کے جماع ہین اور یہی قول طاؤس و عمرو بن دینار وغیرہ کا ہی اور بیضاویؒ نے کہا کہ دخلتم
بہن کے معنی داخل ہوے تم انکے ساتھ پردہ مین اور یہ کنایہ ہی جماع سے اور حرمت مین وہ بھی شوہر ہی جو زنا ہو مانند وطی بشبہہ ملک یمین کے - اور
امام ابو حنیفہ و مالک و ثوری و اوزاعی و لیث وغیرہم نے کہا کہ شوہر نے اگر اپنی جورو کو شہوت سے چھوا تو اسپر اس جورو کی دختر جو دوسرے خاوند
سے ہو حرام ہو جائیگی پھر کبھی اُس سے نکاح نہین کرسکتا اور امام شافعیؒ کے بھی دونون قولون مین سے یہی ایک قول ہی اور خفاجیؒ نے حاشیہ بیضاوی
مین اسی کو ترجیح دی اور بیضاوی نے جو شہوت سے چھونا و اسکے مانند کو قیاس قرار دیکر رد کردیا ہی کہ قیاس کو بعد نص کے مجال نہین ہی اسکو
خفاجیؒ نے دفع کردیا کہ اسپر تو اتفاق ہی کہ صریح الآیہ قطعاً مراد نہین ہی بلکہ کنایہ سے جو اسکے معنی ہین وہ مراد ہین پس ظاہر ہوا کہ قوی یہی کہ
جورو سے اگر جماع کیا یا اسکو شہوت سے چھوا یا اسکی فرج کی طرف دیکھا یا اور اسکے مانند کوئی فعل کیا تو ربیبہ اسپر حرام ہو گئی خواہ جورو کی دختر ہو یا دختر کی
دختر ہو کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو قالہ قتادہ و ابو العالیہ اور قرطبیؒ نے فرمایا کہ فقہا نے اتفاق کیا ہی کہ جب جورو سے دخول کرلیا تو ربیبہ حرام ہو جاتی ہی
خواہ ربیبہ اسکے حجر مین پرورش پاتی ہو یا کہین اور ہو اور اگر مان سے دخول نہ کیا ہو تو اسکا حکم یہ ہی کہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - یعنی پھر اگر تمنے
ان جوروؤن سے دخول نہ کیا ہو تو تمپر گناہ نہین - مفسرؒ نے کہا یعنی تمپر گناہ نہین کہ جوروؤن کی دختروں سے یعنی ربائب سے نکاح کرلو بشرطیکہ ان جوروؤن
کو پہلے بالکل جدا کردو یعنے تم سے اُنسے جدائی ہو جاوے خواہ قبل دخول کے طلاق دو یا مر جاوین بس - فلا جناح علیکم - ای فلا جناح علیکم فی
ان تتزوجوا بناتہن - لیکن حذف حکم صریح مین اشارہ ہی کہ خلاف اولی ہی اگرچہ گناہ نہین - قرطبیؒ نے فرمایا کہ شاذ قول بعضے متقدمین سے یہ
بھی آیا ہی کہ اگر ربیبہ حجر مین نہ ہو بلکہ دوسرے شہر مین ہو تو بعد فراق جورو یعنی ربیبہ کی مان کے اسکے ساتھ نکاح کرسکتا ہی چنانچہ ابن کثیرؒ نے
بروایت ابن ابی حاتم کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ قول نقل کیا اور کہا کہ اسناد صحیح بشرط مسلم ہی اور ابن المنذر و طحاویؒ نے کہا کہ حضرت علیؓ
سے یہ قول ثابت نہین اسواسطے کہ ابراہیم بن عبید جو اسکا راوی ہی وہ معروف نہین مجہول ہی اور تجوید سے مراد یہ کہ اپنی مان کے ساتھ مان کے شوہر

کی حمایت مین پرورش پاتی ہو اور بعض نے کہا کہ حجور سے مراد بیوت ہین پس صحیح یہ کہ اللاتی فی حجورکم بیان غالب حالت کا ہی یہ کوئی قید نہین
ہی اور فائدہ اسکا تقویت وتکمیل علت حرمت ہی **کما ذکرہ البیضاوی** اور اسپر جمہور کا اتفاق ہی اگرچہ داؤد ظاہری وابن حزم وغیرہ
نے اسکو قید تصور کیا ہی اور یہ خلاف دلائل ہی اور صحیحین مین ہی کہ ام حبیبہ بنت ابی سفیان نے جو حضرت کی پاک بیویون مین سے ہین کہا کہ یا
رسول اللہ آپ عزہ بنت ابی سفیان میری بہن سے نکاح کرلین تو فرمایا کہ تو اسکو چاہتی ہی - کہا کہ ہان مین مانع نہین ہون یہ چاہتی ہون کہ
بھلائی مین اگر میرے شریک اور ہونگی تو اُس سے بہتر یہی ہی کہ میری بہن ہی میرے شریک ہو آپ نے فرمایا کہ وہ مجھے حلال نہین ہی - عرض کیا کہ ہین آپسے
عرض کرون آپ چاہتے ہین کہ ابو سلمہ کی دختر سے نکاح کرین آپ نے فرمایا کہ کون ابو سلمہ کیا ام سلمہ کی بیٹی جو ابو سلمہ سے ہی - کہا کہ ہان تو آپ نے فرمایا کہ
اگر وہ میری ربیبہ میری حجر مین نہوتی تو بھی مجھے حلال نہین تھی وہ تو میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہی ثوبیہ نے مجھے اور ابو سلمہ کو دودھ پلایا ہی سو تم
لوگ ہرگز اپنی بیٹیان و بہنین مجھپر پیش مت کرو اور ایک روایت بخاری مین ہی کہ اگر مین نے ام سلمہ سے نکاح نہ کیا ہوتا تو بھی مجھے حلال نہ تھی
فقط ام سلمہ سے نکاح کرنا مناط تحریم قرار دیا اور یہی مذہب ائمہ اربعہ و فقہاء سبعہ و جمہور سلف و خلف کا ہی اور **ابن کثیرؒ** نے اپنے استاذ
شیخ ذہبیؒ سے نقل کیا کہ **شیخ امام تقی الدین حرانی** پر مین نے اس مسئلہ کو پیش کیا تو انھون نے مشکل قرار دیا - اب رہا یہ کہ اگر کسی باندی
کا مالک ہوا اور اسکی ربیبہ کا بھی مالک ہوا یا نکاح کیا تو دونون سے وطی کر سکتا ہی یا نہین - تو ابن المنذر نے عمرؓ سے اسکا حکم روایت کیا کہ مین
پسند نہین کرتا ہون اور ایسا ہی اسنیدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا اور کہا کہ ایک آیت نے دونون کو حلال کیا اور ایک آیت نے حرام
کیا **شیخ ابن کثیرؒ** نے کہا کہ **شیخ ابو عمرو بن عبد البر** نے فرمایا کہ علماء مین کچھ خلاف نہین کہ کسی مرد کو حلال نہین کہ عورت و اسکی دختر سے بملک
یمین وطی کرے کیونکہ اللہ تعالی نے اسکو ملک نکاح مین حرام فرمایا ہی اور ملک یمین انکے نزدیک تابع نکاح ہی سوائے اسکے جو عمرؓ و ابن عباسؓ سے
مروی ہوا لیکن ائمہ فتوی و انکے اتباع مین سے کوئی بھی اس قول پر نہین ہی انتہی کلامہ پس خلاصہ تفسیر یہ ہی کہ قولہ وامہات نسائکم یعنے تمپر
تمھاری جورؤن کی مائین حرام ہین وربائبکم اللاتی فی حجورکم من نسائکم التی دخلتم بہن - اور تمپر تمھاری ربائب جو اکثر تمھاری پرورش
مین یا تمھارے گھرون مین رہا کرتی ہین تمھاری ان عورتون سے جنسے تم نے دخول کیا ہی یعنی جماع یا جو مانند جماع کے ہی تمپر حرام ہین خواہ ربیبہ ہو یا
ربیبہ کی دختر کتنے ہی نیچے درجہ کی ہو اور خواہ منکوحہ مدخولہ کی ربیبہ ہو یا مملوکہ مدخولہ کی ربیبہ ہو - چاہے تمھاری پرورش مین ہو یا کسی اور
شہر مین ہو - قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم - پھر اگر تم نے جورؤن سے جماع اور جو چیز جماع کے مانند ہی نہ کی ہو تو ربیبہ سے
نکاح کرنے مین مضایقہ نہین یا مملوکہ ہو تو وطی کرنے مین مضائقہ نہین بشرطیکہ ربیبہ کی مان سے جدائی کرے پس منکوحہ سے جدائی اسطرح کہ
طلاق دیدے یا مرجاوے اور مملوکہ سے یہ عزم بالجزم کرے کہ اس ربیبہ کی مان مملوکہ سے وطی نہ کریگا - واضح ہو کہ جورؤن کی مائین حرام ہونے
کے واسطے کوئی قید دخول وغیرہ کی نہین بلکہ جورو سے نکاح کرتے ہی اسکی مان و نانی وغیرہ دائمی حرام ہوجاوینگی خواہ جورو سے خلوت کرے یا نکرے
اور ربیبہ حرام ہونے مین قید ہی کہ اگر ربیبہ کی مان سے دخول کیا ہو تو ربیبہ حرام ہی ورنہ نہین - پس قولہ فان لم تکونوا دخلتم بہن فلا جناح علیکم یہ مخصوص
ربائب کے ساتھ ہی - اور **ابن کثیرؒ** نے ذکر کیا کہ بعض نے اسکو امہات و ربائب دونون کے ساتھ سمجھا ہی اور کہا کہ جورو سے مجرد عقد کرنے
سے اسکی مان یا بیٹی کوئی حرام نہین ہوتی جبتک جورو سے دخول واقع نہو اور یہ بروایت ابن جریر و ابن المنذر و عبد الرزاق وغیرہ کے حضرت
علی و زید بن ثابت و عبد اللہ بن الزبیر و مجاہد و ابن جبیر و ابن عباس سے مروی ہی اور معاویہ بن ابی سفیان نے اسمین توقف کیا اور شافعیہ مین سے احمد
بن محمد صابونی کا یہی مذہب ہی اور ابن ابی حاتم نے ابن عباس سے روایت کی کہ جورو غیر مدخولہ کو اگر طلاق دی تو اسکی مان حلال نہین اور بیٹی

حلال

عباس رضی اللہ عنہ نے کہا کہ وہ مبہم ہے پس اسکو مکروہ رکھا - قال ابن ابی حاتم وقد روی عن ابن مسعود و عمران بن حصین و مسروق و طاؤس و عکرمہ و عطاء و حسن و مکحول
و ابن سیرین و قتادہ و الزہری نحو ذلک **بیضاوی** نے لکھا کہ ربیبہ عموماً جورو کی اولاد کو کہتے ہین خواہ مذکر ہو یا مونث ہو اور تاء اسمین تانیث
کی نہین بلکہ اسمیت کی ہے اور اللاتی مع صلہ کے ربائب کی صفت مقیدہ ہے اور جائز نہین کہ یہ قید امہات کی بھی ہو کیونکہ جب ربائب کی قید
قرار دی تو من ابتدائیہ ہوگا اور اگر امہات کی بھی قرار دی تو ایسا ہونا جائز ہوگا بلکہ واجب ہوگا کہ نسائکم کا بیان قرار دیا جاوے کیونکہ جمہور ادبا
کے نزدیک ایک ہی کلمہ دو معنون پر محمول نہین ہو سکتا ہے مترجم کہتا ہے کہ روایت اور نظم کلام دونون سے معلوم ہوا کہ وہ فقط ربائب کی قید ہے **شیخ
ابن کثیر** رح نے کہا یہی مذہب چارون امامون و ساتون فقہاء اور جمہور فقہاء سلف و خلف کا ہے اور **قرطبی** نے فرمایا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے جو اسکے خلاف مروی
ہے وہ بروایت خلاس ہے اور اسکی روایت سے حجت نہین ہو سکتی اور خلاس کی روایت اہل حدیث کے نزدیک صحیح نہین ہے بلکہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے صحیح
روایت موافق جمہور کے ہے اور **ابن کثیر** نے اسپر اجماع کیا اور ابن جریر سے بھی ایسا ہی نقل کیا اور نیز یہ کہ صواب اسمین قول اس شخص کا ہے جو کہتا ہے کہ امہات
مین ابہام ہے کیونکہ اسمین انکی دخترون سے دخول ہونے کی قید مذکور نہین ہے اور **ابن کثیر** نے کہا کہ مبہمات ہونے سے مراد یہ ہے کہ مدخول بہا و غیر
مدخول بہا دونون کو شامل ہے پس عورت سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جائیگی - اور کشاف مین کہا کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ عورتون
کی ماؤن کی تحریم مبہم ہے اور ربائب کی تحریم مبہم نہین بنا بر ظاہر کلام اللہ تعالی کے بالجملہ صحیح یہ ہے کہ جورو سے مجرد نکاح کرنے سے اسکی ماں حرام ہو جاتی ہے اور
ماں سے مجرد نکاح کرنے سے بیٹی حرام نہین ہوتی جبتک دخول واقع نہو فافہم - **وَحَلَائِلُ** - ازواج - **اَبْنَائِكُمُ الَّذِينَ مِنْ أَصْلَابِكُمْ**
بخلاف من تبنیتموہم فلکم نکاح حلائلہم - یعنی اور حرام ہوئین تمپر جورویں تمہارے بیٹون کی جو تمہاری پشت سے ہین - مفسر نے کہا یعنی بر خلاف
ان بیٹون کے جن کو تمنے متبنی کیا ہو کہ انہین تم کو روا ہے کہ ان کی جورون سے نکاح کر لو - واضح ہو کہ حلائل جمع حلیلہ ہے بمعنے زوجہ کیونکہ وہ حلال ہے
یا بستر پر حلول کرتی ہے اور علماء نے اجماع کیا ہے کہ جس سے باپ نے عقد کیا وہ بیٹون پر حرام ہے لقولہ تعالی - لا تنکحوا ما نکح اباؤکم الآیہ - اور جس سے
بیٹون نے نکاح کیا وہ باپ پر حرام ہے بدلیل اس آیت کے خواہ عقد کے ساتھ وطی ہو یا نہ ہو اور باپ شامل ہے اوپر کی اصل دادا پر دادا وغیرہ کو بھی اور
ایسے ہی بیٹون کا لفظ بھی پوتون پر پوتون وغیرہ سب کو شامل ہے اور اسمین اختلاف ہے کہ اگر عقد فاسد ہو تو اس سے حرمت متحقق ہوتی ہے
یا نہین - اور ابن المنذر رح نے فرمایا کہ علماء امصار مین سے کل وہ شخص جس سے علم محفوظ رکھا جاوے اجماع کیا کہ مرد نے اگر کسی عورت سے نکاح
فاسد وطی کر لی تو وہ اسکے باپ دادا و بیٹے پر حرام ہو گئی اور اسپر بھی اجماع ہے کہ اگر باندی خریدی تو عقد خرید سے وہ باپ و بیٹے پر حرام نہ ہوگی
پھر بعد خریدنے کے اگر اسکو شہوت سے چھوا یا بوسہ لیا تو اسکے باپ و بیٹے پر حرام ہو گئی اور مین نہین جانتا ہون کہ انہون نے اسمین اختلاف کیا ہو پس
انکے اتفاق سے اسکا حرام رکھنا واجب ہے اور چونکہ انہون نے سوائے چھونے و بوسہ کے نظر کرنے مین اختلاف کیا ہے تو بوجہ اختلاف کے بعد نظر
کرنے کے وہ باپ و بیٹے پر حلال نہ رہے گی - اور کہا کہ جو ہم نے بیان کیا اسکے بر خلاف حضرت صلعم کے کسی صحابی سے صحت کو نہین پہونچا پھر واضح
ہو کہ قولہ الذین من اصلابکم - جملہ صفت ابناء واقع ہے اور اصلاب جمع صلب بمعنے پیٹھ ہے یعنے وہ بیٹے جو تمہاری پشت سے ہون خواہ
پہلی پشت سے ہون یا دوسری پشت سے کہ تمہارے بیٹون کے بیٹے ہون اور اس سے احتراز ہے ان لوگون سے جنکو متبنی کر لیتے تھے کیونکہ وہ
منہ بولے بیٹے ہین درحقیقت بیٹے نہین ہین اور اللہ تعالی نے اپنی طرف انکے نسب لگانے سے بھی منع فرمایا بلکہ فرمایا ادعوہم لآبائہم
ہو اقسط عند اللہ الآیہ - یعنے انکو انکے باپون کی طرف نسبت دیکر پکارو اور فرمایا و ما جعل ادعیاءکم ابناءکم الآیہ - یعنی تمہارے منہ بولے
ہوؤن کو تمہارے بیٹے نہین کر دیا پس انکی جورون سے اگر وہ طلاق دیکر الگ کر دین یا مر جاوین تو تم کو نکاح کرنا حلال ہے اور یہی [illegible]

علیہ وسلم نے زید بن حارثہؓ کو متبنی کیا تھا اور وہ زید بن محمد صلعم مشہور تھا پھر جب ممانعت ہوئی تو زید بن حارثہؓ کے نام سے مشہور ہوئے
اور زیدؓ کے نکاح میں زینبؓ تھیں زیدؓ نے باوجود فہمائش حضرت صلعم کے جو بطور مشورہ تھی حضرت زینب کو طلاق دیدی تو اللہ عزوجل نے
حضرت زینب کا نکاح حضرت صلعم سے باندھا - وقد قال فلما قضی زید منہا وطرا زوجنا کہا لکیلا یکون علی المؤمنین حرج فی ازواج ادعیائہم
الآیۃ - اور زمانۂ جاہلیت والے منھ بولے کی جورو سے نکاح نہیں کرتے تھے چنانچہ جب ایسا ہوا تو مشرکین مکہ نے طعن کیا پس نازل ہوا ما
وما کان محمد ابا احد من رجالکم ولکن رسول اللہ وخاتم النبیین الآیۃ - بالجملہ اسمین خلاف نہیں کہ منھ بولے بیٹے ہونے کی وجہ سے اسکی جورو سے
نکاح حرام نہیں ہے - اگر کہا جاوے کہ جب انھیں بیٹون کی جورویں حرام ہوئیں جو اپنی پشت سے ہیں تو رضاعی بیٹے کی جورو کہاں سے
حرام کہی جاتی ہے حالانکہ جمہور کے نزدیک بلکہ اجماع ہے کہ رضاعی بیٹے کی جورو رضاعی باپ پر حرام ہے پس جواب یہ ہے کہ بعد اجماع کے
کسی دلیل کی ضرورت نہیں اور بحدیث صحیح سے ثابت ہے کہ جو نسب سے حرام ہے وہ رضاع سے حرام ہے - اور اسمین اختلاف ہے کہ وطی زنا مقتضی
تحریم ہے یا نہیں و تحریر دلائل طرفین طوالت چاہتا ہے اور مذہب امام ابو حنیفہ وانکے اصحاب کا یہ ہے کہ زنا مقتضی تحریم ہے اور یہی قول عمران
بن حصین رضی اللہ عنہ و شعبی و عطاء و حسن بصری و ثوریؒ سے مروی ہے اور یہی مذہب امام احمد و اسحق کا ہے اور نیز اختلاف ہے کہ لواطت
موجب تحریم ہے یا نہیں تو امام ثوریؒ سے مروی ہے کہ اگر مرد نے کسی طفل سے لواطت کی تو اسپر اسکی ماں حرام ہوگی اور یہی قول امام احمد کا
ہے اور مانند اسکے امام اوزاعی سے مروی ہے واللہ اعلم - **وَأَنْ تَجْمَعُوا بَيْنَ الْأُخْتَيْنِ** - من نسب او رضاع و یلحق بالسنۃ الجمع
بینہا وبین عمتہا او خالتہا و یجوز نکاح کل واحدۃ علی الانفراد و ملکہما معا و یطأ واحدۃ - یعنی اور حرام ہے تمپر یہ کہ جمع کرو دو بہنون کو -
مفسرؒ نے کہا خواہ نسبی بہنیں ہوں یا رضاعی ہوں - اور اسی سے ملحق بدلیل سنت ہے یہ کہ حرام ہے جمع کرنا عورت و اسکی پھوپھی کو یا عورت و
اسکی خالہ کو - ہاں انمین سے ہر ایک کا نکاح اسطرح روا ہے کہ وہ تنہا ہو یعنے پھر اگر ایک کو طلاق دیدے یا مرجاوے تو دوسری سے نکاح کرسکتا ہے
اور یہ روا ہے کہ اپنی دو باندیاں ایک ساتھ یا آگے پیچھے خرید کرکے یعنی اور سبب سے اپنی ملک مین جمع کرے جو دونون بہنیں ہون یا ایک باندی و اسکی
پھوپھی کو یا خالہ کو جمع کرے یعنی ملک مین جمع کرنا منع نہیں مگر وطی ایک ہی سے کریگا بخلاف عقد نکاح کے کہ اگر دو بہنون سے ایک ساتھ ایک عقد میں یا
دو عقد مین نکاح کیا تو باطل ہے اور اگر آگے پیچھے ایک ایک سے نکاح کیا تو پہلی کا جائز اور دوسری کا باطل ہے اور تمام کلام ترجمہ عالمگیری جلد دوم سے تلاش
کرو اور حرمت عام ہے کہ دو بہنیں ایک ماں و باپ سے ہون یا فقط باپ کی طرف سے ہون یا فقط ماں کی طرف سے ہون جمع کرنا حرام ہے اور اسپر
امت کا اجماع ہے اور اسپر بھی اجماع ہے کہ دو بہنون کا اپنی ملک مین جمع کرنا روا ہے پھر اسمین اختلاف ہے کہ ملک مین دو بہنون کو جمع کرکے دونون
سے وطی روا ہے یا نہیں تو جمہور علماء کے نزدیک نہیں روا ہے اور یہی مفسرؒ نے اختیار کیا ہے اور شیخ ابن کثیرؒ نے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص مسلمان ہوجاوے
اور اسکے تحت مین دو بہنیں ہون تو ایک کو طلاق دیدے چنانچہ فیروز دیلمیؓ سے روایت ہے کہ مین مسلمان ہوا اور میرے تحت مین دو عورتیں
دونون بہنیں تھیں تو حضرت صلعم نے مجھے حکم دیا کہ ان دونون مین سے ایک کو چھوڑ دے رواہ احمد والترمذی وابن ماجہ وابو داؤد وابن مردویہ
شیخ ابن کثیرؒ نے فرمایا کہ ملک یمین مین دو بہنون کا جمع کرنا یعنے اسطرح کہ دونون سے وطی کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ آیت عام ہے اور یہی جمہور
اماموں و جمہور علماء سلف و خلف سے مروی مشہور ہے ہاں بعض سلف نے اسمین توقف کیا ہے پھر ابن کثیرؒ نے بعد تھوڑے ذکر کے شیخ
ابن عبد البرؒ سے نقل کیا کہ جن لوگون سے اختلاف منقول ہے اسکی طرف فقہاے حجاز و عراق و شام و مشرق و مغرب کسی نے التفات نہیں کیا
سواے بعضے اہل ظاہر کے جو شاذ ہوکر نکل گئے اور قیاس کو نہیں مانتے اور جس امر پر ہم نے اجماع کیا اسکو ظاہر پر عمل کرکے چھوڑتے ہیں اور فقہا کی جماعت

بخلاف ان شاذ لوگون کے اتفاق کیا ہو کہ ملک یمین مین دو بہنون کا اسطرح جمع کرنا کہ ان دونون سے وطی کرے حلال نہین ہو جیسے نکاح مین جمع کرنا حلال نہین اور مسلمانون نے اجماع کیا کہ قولہ تعالے حرمت علیکم امہاتکم وبناتکم واخواتکم تا آخر آیت کے معنے یہ ہین کہ نکاح و ملک یمین ان سب عورتون کے حق مین یکسان ہو ایسا ہی واجب ہو کہ نظر و قیاس سے دو بہنون کا جمع کرنا اور جورؤن کی ماؤن اور ربائب مین جو دسے اور یہی ان جمہور فقہاء کے نزدیک ثابت ہو اور یہ لوگ اپنے مخالف پر اور شاذ ہو کر نکل بھاگنے والے پر حجت ہین - پھر واضح ہو کہ اگر ایک مرد کے ملک مین ایک باندی ہو اور اس سے وطی کرتا ہو پھر اسکی بہن کا مالک ہو کر اس سے وطی چاہے تو جمہور کے نزدیک جائز نہین جیسا کہ مذکور ہوا لیس ایک جماعت اہل علم کے نزدیک دوسری بہن سے وطی نہین کر سکتا تاوقتیکہ اول کو بیع یا آزاد کرنے یا کسی سے نکاح کر دینے سے اپنی ملک سے خارج نکر دے اور خالی زبان سے عزم کر لینا کہ اول سے وطی نکریگا جیسا کہ قتادہؒ کا قول ہو کافی نہین اور یہی امام ابو حنیفہؒ و انکے اصحاب کا و اوزاعی و شافعی و احمد و اسحٰق کا قول ہو اور یہی حضرت علی و ابن عمر و حسن بصری سے مروی ہو - اور واضح ہو کہ قرطبیؒ نے ذکر کیا کہ علما نے اجماع کیا کہ اگر مرد نے اپنی زوجہ کو ایسی طلاق دی کہ اس سے رجعت کر سکتا ہو تو جب تک عدت نہ گذر جاوے اسکی بہن سے نکاح نہین کر سکتا ہو اگر ایسی طلاق ہو کہ رجعت نہین کر سکتا تو اختلاف ہو پس ایک گروہ نے کہا کہ جب تک عدت نہ گذرے تب تک مطلقہ مذکورہ کی بہن یا چوتھی عورت سے نکاح نہین کر سکتا اور یہی قول امام ابو حنیفہ و انکے اصحاب و ثوری و احمد بن حنبل کا ہو اور یہی مجاہد و عطاء و نخعی سے روایت اور یہی حضرت زید بن ثابتؓ سے روی ہو اور دوسرے گروہ نے روا کہا ہو اور یہی شافعی کا مذہب ہو - پھر واضح ہو کہ زمانۂ جاہلیت مین ایسا ہوتا تھا اور وہ اسکو حرام نہین رکھتے تھے کہ دو بہنون کو جمع کرتے تھے اور اب اللہ تعالے نے حکم حرمت نازل فرمایا تو خوف ہوا کہ جن لوگون نے پہلے کیا تھا انکا کیا حال ہو اور نیز احتمال تھا کہ دو بہنون کا جمع کرنے والا اگر مسلمان ہوا اور دونون حالہ مین تو جس کو مثلاً چھوڑا اسکے بچہ کا نسب ثابت نہ ہوگا اور دیگر حقوق ضائع ہوے تو رحمت کاملہ سے اسکو عفو فرمایا بقولہ - اِلَّا - لکن مَا قَدْ سَلَفَ - فی الجاہلیۃ من نکاحکم بعض اذکر فلا جناح علیکم فیہ یعنے الا یہان منقطع بمعنے لکن ہو اور معنے یہ ہین ولیکن جو ہو چکا، یعنے جاہلیت کے حال مین یہ کہ تم نے ان محرمات مذکورہ مین سے بعض سے نکاح کیا تو اب اسکا تم پر گناہ نہین ہو - اِنَّ اللّٰہَ کَانَ غَفُوْرًا - لما سلف منکم قبل النہی - اللہ تعالے بخشنے والا ہو - یعنے ایسا امر کہ جو تم سے ہو گذرا ممانعت سے پہلے - رَّحِیْمًا - بکم فی ذلک - رحمت کرنے والا ہو تم پر اس معاملہ مین - یعنے محض رحمت ہو کہ تمکو ماخوذ نہین کیا - اور اسمین اشعار ہو کہ قبل نہی کے افعال ناروا مین ماخوذ ہونا جائز ہو اور حدیث مین یہ مضمون ثابت ہو کہ جو اسلام لایا اسکے پچھلے سب گناہ عفو ہوئے اب جو اسلام مین نافرمانی کریگا اسی پر ماخوذ ہوگا اور جو اسلام نہ لایا وہ پہلے و پچھلے سب کے وبال مین پکڑا جاویگا - اور یہ مضمون صحیح مسلم کی حدیث سے ماخوذ ہو - اگر تیرے دل مین شوق ہو کہ اسمین کیا بھید ہو کہ آدمی نے اسلام سے پہلے جو کچھ کیا وہ عفو ہو اور بعد اسلام کے ماخوذ ہوگا حتی کہ اگر زمانۂ اسلام مین مسلمان ہوا تو عذاب شدید مین مبتلا ہوگا تو سننا چاہیے اور ذیل بیان مین فوائد کثیرہ ہین - واضح ہو کہ اللہ تعالی نے معرفت آیات مین مخلوقات کو معذور فرمایا کیونکہ حدوث کی مجال نہین کہ ساحت قدم تک پہونچے الا بالقدم القدم کیونکہ نفوس اپنے افعال کے خالق نہین ہین تو فہم و معرفت انکے پیدا کرنے سے ممکن نہین ہو پھر جب حقتعالی نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور ہدایت کا اذن عام دیا تو حکمت بالغہ کے موافق طالب حق کو ہدایت دیدی اور یہ حکمت کسی بشر کے ادراک مین نہین آسکتی ہو کیونکہ وہ صفت قدس آلہی قدیمہ ہو اور بشر اسکے کنہ ادراک سے عاجز ہو پس متحقق ہوا کہ زمانۂ فطرۃ مین یعنی پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے زمانہ کے لوگ اپنی جبلی جہالت مین گرفتار تھے اگر کہا جاے کہ حدیث سے معروف ہو کہ لوگ اسلامی فطرت پر پیدا ہوتے ہین پھر انکے مان باپ انکو یہودی یا نصرانی یا مجوسی کرتے ہین اس سے معلوم ہوا کہ اصل فطرت و جبلہ مین اسلامی معرفت تھی نہ جہالت جیسا

تم کہتے ہو سو جواب یہ کہ ازلی اقرار توحید تو معرفت روحانی سے ہوا تھا اب اس دائرہ امتحان مین فطرت انسانی ہو کہ پس حدیث مبارک کے یہ معنی ہین کہ جو بشر
مولود ہوتا ہو اسکا صفحۂ دل ایسا صاف ہوتا ہو جیسا کہ اسلام سے سینہ صاف ہوتا ہو حتی کہ اگر اس حالت پر مر جاوے تو اسپر کسی نام کی مہر نہوگی بلکہ وہ سادہ
ورق کے مانند صاف ہوگا جسپر ہر ایک طرح کی مہر ہو سکتی ہو پھر جب مولود بڑا ہوا اور بلوغ کی عقل پوری ہوئی تو اسوقت صحبت کا اثر ہوتا ہو چنانچہ وہ جن
لوگون پر اعتماد کرتا ہو اسکے والدین و قوم ہین پس جنکی تقلید کی وہی مہر اسپر کندہ ہو جائیگی حتی کہ بعد موت کے وہ اس مہر کو متغیر نہین کر سکتا ہو مثلاً موت کے
بعد ہر کافر کو ظاہر ہو جاتا ہو کہ ایمان توحید حق تھا اور شرک قبیح پر عذاب ہو پھر بھی وہ منکر نکیر سے یہ نہین کہہ سکتا کہ میرا رب اللہ تعالی وحدہ لاشریک ہو اور
محمد رسول اللہ ہین صلے اللہ علیہ وسلم بلکہ جو مہر اسکے صفحہ دل پر نقش تھی وہ غرغرۂ موت سے پہلے تک زائل ہو سکتی تھی لیکن اب کچھ نہین ہو سکتا ہو
کیا یہ نہین دیکھتے کہ بندۂ مومن بھی قبر مین منکر و نکیر کی ہولناک صورت سے ہراسان ہو کر چپ ہوگا اور نہ خوف سے چھپاوے گا بلکہ صاف صاف
جو اسکی مہر پر کندہ ہو وہی بتلاویگا - اسیواسطے جب کسی شخص کے دل مین شیطان نے توحید کی طرف سے شبہہ ڈالا اور شکوک ظاہر کیے حالانکہ وہ جاہل ہو
لیکن اسنے بغیر گفتگو کے کہا کہ مین ان شبہات سے بیزار ہون اور مین یہی یقین رکھتا ہون کہ اللہ تعالی وحدہ لاشریک اور اسکے رسول محمد صلی اللہ علیہ
وسلم ہین جو کچھ لائے برحق ہو تو شبہہ کچھ مضر نہوا اور شیطان کا وسوسہ بیکار گیا کیونکہ اس مومن نے اپنی لوح فطرت پر یہی نقش جمایا اور باقی کو جگہ دینے
سے انکار کیا برخلاف اسکے کبھی بعض کافرون کو کلمہ توحید لا الہ الا اللہ و محمد رسول اللہ کا یقین ہوتا ہو مگر وہ دل مین اسکو نہین جماتا ہو تو وہ کافر ہی رہتا
ہو جیسے ہرقل شاہ روم کو یقین تھا کہ محمد رسول اللہ برحق ہین مگر سلطنت کے لالچ مین ایمان نہ لایا اور جیسے علمائے یہود کو یقین تھا مگر ایمان نلائے اسکے
یہی معنے ہین کہ انکے دل مین ضرور یہ جمع ہوا مگر انھون نے اپنے اعتقادات شرک کو لوح فطرت پر جمایا اور اس یقین کو دل مین جگہ ندی بلکہ رد کر دیا تو کافر
رہے - پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے سب لوگون پر اپنی فطرتی لوح پر نقش کرنا اپنی جہد نفس سے تھا پس وہ اچھا رہا جسنے یہ نقش کیا
کہ اللہ تعالی کے سوائے کوئی معبود نہین ہو میرا و تمام جہان کا خالق موجود ہو اگرچہ وہ صفات الوہیت سے واقف نہوا اور بکثرت بلکہ کل ہی ایسے گزرے کہ
انکو امتیاز نہوا لیکن ہر شخص نے اپنی کوشش کو خرچ کیا اور اس سے زیادہ انکو وسعت نہ تھی بغیر ازینکہ اس قدر ضروری تھا کہ ہمارا رب کا خالق ہو
ولیکن جب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوے اور ہدایت دی تو اس نے اپنے نفس کا جمایا ہوا نقش مٹا دیا اور رسول اللہ کا قول دل مین
اللہ تعالی نے مشکور فرما کر عفو کیا اگرچہ مجوسی نے اسوقت مین اپنی بہن سے یا بیٹی سے زنا کیا ہو یا مثلاً متعہ کی عورت سے لڑکی ہوئی جس کے
ساتھ اس شخص کی بیاہی عورت کے پسر نے عقد کیا ہو تو لا علی حال وہ عفو ہو جبکہ اس نے اسلام توحید کو اختیار کیا ہو پس یہ بھید ہو کہ زمانہ اسلام
مین جس نے بد کیا تو وہ بدی دو طرح ہو اول یہ کہ لوح فطرت کو نہین بدلا پس قبول نہین اور اول و آخر سب مین ماخوذ ہوگا کیونکہ
اس نے ہٹ و عداوت کی اور عذر نہین کیا تو سخت بدتر ہو گیا اور جس نے اول شرک وغیرہ سے توبہ کی تو عفو ہو گیا اور کچھ مواخذہ نہ رہا

والحمد للہ رب العالمین

تمت